

فنیہ خلا عجمیسیہ اور ہندوستان

مؤلفہ

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری
ایڈیٹر البلاغ ممبئی

تخریج و تصنیف
ذکر ذمہ المصنفین



خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان



جس میں

ہندوستان میں ایک سو پندرہ سالہ عباسی دورِ خلافت کے غزوات و فتوحات و راہم واقعات و حادثات، عباسی امراء و حکام کے ملکی و شہری انتظامات، عربوں کے درمیان گونا گوں تجارتی تعلقات، امارتِ بحرِ بصرہ کے ماتحت بحری امن و امان کا قیام، ہندی علوم و فنون اور علماء، اسلامی علوم و فنون اور علمائے سلام، اور ہندی موالی و ممالیک وغیرہ مستقل عنوانات پر نہایت مفصل و مستند معلومات پیش کی گئی ہیں، نیز یہاں کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے عالمِ اسلام سے علمی و فکری اور تہذیبی و تمدنی روابط کی تفصیلات درج ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی خلفاء و امراء نے پہلی بار افسانوی ہندوستان کو دنیا کے نامنے حقیقت کے رنگ میں پیش کیا ہے۔

۱۰

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

نذوۃ المصنفین اور بازارِ جامع دہلی
باہتمام عمید الرحمن عثمانی

(سلسلہ ندوۃ المصنفین، ۱۳۵)

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحب کی یہ کتاب ”خلافت عباسیہ اور ہندوستان“ پر مقدمہ حضرت قبلہ مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی لکھنے والے تھے کہ اچانک موصوف فالح کی بیماری کا شکار ہوئے اس لیے مقدمہ کا کام ادھورا رہ گیا۔ میں اس سلسلہ میں معذرت خواہ ہوں اور ناظرین سے ان کے لیے التماس ہے کہ دعائے صحت فرمائیں۔

عمید الرحمن عثمانی
134951
مینجندوۃ المصنفین دہلی ۶

حقوق طبع محفوظ

بار اول
قیمت مجلد عمدہ رگیزین : 80/- روپے
قیمت غیر مجلد : 60/- روپے

جمال پرنٹنگ پریس، دہلی
رجب المرجب ۱۳۰۲ھ مطابق مئی ۱۹۸۲ء
تعداد ایک ہزار

مراجع و مصادر

- ۱- آثار البلاد
- ۲- آثار ابي العلاء المعري
- ۳- احسن التقاسيم
- ۴- اخبار مكة
- ۵- الاخبار الطوال
- ۶- اخبار الزمان
- ۷- اخبار العلماء باخبار الحكماء (مختصر) مؤيد بن جمال الدين يوسف تفتلي ۳۲۶هـ
- ۸- اسماء المغتالين من الاشراف (ابو جعفر محمد بن حبيب بغدادى ۳۲۵هـ)
- ۹- اسلامى هندى عظمت رفته
- ۱۰- الاطلاق التنبيه
- ۱۱- الاكمال فى رفع الاحجاب
- ۱۲- كتاب الاسواق
- ۱۳- كتاب الاغانى
- ۱۴- كتاب الانساب
- ذكرى ابن محمد بن محمود قزوینى
- مصر
- ابو عبد الله محمد بن احمد مقدسى بنشارى موجود ۳۴۵هـ لاندن
- ابو الوليد
- ازرقى مكي مكة مكرمه
- ابو حنيفة احمد بن داؤد دینورى ۲۸۱هـ
- مصر
- ابو الحسن على بن حسين مسعودى ۳۲۵هـ
- مصر
- الزورنى تاريخ الحكماء
- لاندن
- قاضى اطهر مبارک پورى
- دہلی
- ابو على احمد بن عمر ابن رسته
- لاندن
- ابو نصر على بن هبته الثد بن ماکو لاندن ۳۴۵هـ
- سيد آباد
- ابو عبید قاسم بن سلام ہروی ۳۲۲هـ
- مصر
- ابو الفرج على بن حسين اصفهانی ۳۵۶هـ
- مردیوت
- ابو سعد عبد الکریم بن ابو بکر محمد سمعانی ۳۶۲هـ
- لندن حید آباد

- ۱۵- الانساب المتفقہ ابو افضل محمد بن طاہر اس القیسرانی ۵۵۹ھ لاٹن بغداد
- ۱۶- اخبار ابی حنیفہ واصحابہ تافنی ابو عبد اللہ حسین بن بغدادی ہجری ۳۸۸ھ حیدرآباد
- ۱۷- کتاب انجلاہ ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ ۲۵۵ھ مصر
- ۱۸- البدایہ والنہایہ ابو القدر اسمعیل بن کثیر دمشقی ۳۷۰ھ مصر
- ۱۹- کتاب البریع عبد اللہ بن مقتر ۲۹۶ھ یمن گراؤ
- ۲۰- بغیۃ الملتس فی رجال اہل الاندلس احمد بن یحییٰ بن احمد بن میمون صبی ۵۹۹ھ میدرد بغداد
- ۲۱- کتاب البلدان احمد بن ابو یعقوب اسحاق بن جعفر یعقوبی [لاٹن غالباً ۳۸۲ھ]
- ۲۲- البیان والتبیین ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ ۲۵۵ھ مصر
- ۲۳- بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب سید محمود شکری آلوسی بغدادی ۳۲۲ھ مصر
- ۲۴- تاویل مشکل القرآن ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قنیدہ بنوری ۲۶۱ھ مصر
- ۲۵- تلح العروس من جواهر القاموس سید محمد تفضی حسینی زبیدی بلگرامی ۱۸۵ھ کویت
- ۲۶- تاریخ بغداد (تاریخ دار السلام) ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی ۲۶۳ھ مصر
- ۲۷- تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ۳۴۸ھ مصر
- ۲۸- تاریخ الملوک والامم (تاریخ خطبری) ابو جعفر محمد بن جریر طبری ۳۲۰ھ یورپ ورم
- ۲۹- تاریخ اصفہان (ذکر اخبار اصفہان) ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ۳۳۰ھ قلمی نولان
- ۳۰- تاریخ جرجان ابوالقاسم حمزہ بن یوسف ہجری جرجانی ۳۸۸ھ حیدرآباد
- ۳۱- تاریخ الصفر ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بخاری ۲۵۶ھ ہند
- ۳۲- تاریخ امن بالامانہ علی المستضعفین عبد الملک بن صاحب الصلیقہ [بیروت]
- ۳۳- بان جعلم الشامتہ وکچعلم اللونس (السفر الثانی) ۵۹۲ھ [بیروت]

Marfat.com

۳۳. تاریخ خلیفہ بن خیاط خلیفہ بن خیاط، شباب بصری ۲۴۴ھ و مشق
۳۴. تاریخ ابن خلدون (کتاب العبر) عبدالرحمن بن محمد بن خلدون مغربی مصر
۳۵. تاریخ یعقوبی احمد بن ابویعقوب اسحاق بن جعفر یعقوبی لادن، بیروت و یخف
کتابا ۲۸۴ھ
۳۶. تدریج الکامل (تاریخ ابن اثیر) ابوالحسن عزالدین بن علی بن اثیر جرجی ۶۲ھ مصر
۳۷. تاریخ ابن عساکر (مختصر) ابوالقاسم علی بن ہبۃ اللہ دمشقی، ابن عساکر مصر
۳۸. التحفة البهیة فی طبقات الشافعیہ عبداللہ بن مجاری، مشرقادی قلمی
۳۹. تحفة الالباب ابو حامد محمد بن عبدالرحیم غزالی اندلسی موجود لادن
۴۰. تہذیب التہذیب احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۵۵۲ھ حیدرآباد
۴۱. تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی ۴۳۰ھ حیدرآباد
۴۲. ترتیب المدارک و تقریب المسالك قاضی عیاضی بن موسیٰ یحییٰ ۵۴۴ھ بیروت
۴۳. التبیۃ و الاشراف مسعودی ۳۲۵ھ یورپ و مصر
۴۴. التبرۃ بالتجارة جاحظ ۲۵۰ھ مصر
۴۵. تفسیر کبیر (تفسیر رازی) ابوعبداللہ محمد بن عمر، فخرالدین رازی ۶۰۶ھ مصر
۴۶. شمار القلوب فی المضاف و المنسوب ابو منصور عبدالملک بن اسمعیل ثعالبی نیشاپوری ۳۲۹ھ مصر
۴۷. جامع بیان العلم ابو عمر یوسف بن عبدالبرکات ۴۶۳ھ مصر

- ۳۸۔ کتاب الجرح والتعديل
 ابو محمد عبد الرحمن بن ابو جاتم رازی ۳۳۶ھ حیدرآباد
- ۳۹۔ جمہور نسب قریش و اخبارہا
 ابو عبد اللہ زبیر بن بکّار مکی ۲۵۱ھ مصر
- ۵۰۔ جمہور الساب العرب
 ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حرم {
 اندلسی ۲۵۶ھ مصر
- ۵۱۔ الجواهر المہیّتہ فی طبقات
 ابو محمد محی الدین عبد القادر بن ابو {
 الوفا محمد قرشی ۳۵۵ھ حیدرآباد
- ۵۲۔ جامع کرامات الاولیاء
 یوسف بن اسمعیل نبہانی مصر
- ۵۳۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر
 جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر {
 سیوطی ۹۱۱ھ مصر
- ۵۴۔ کتاب الحيوان
 جاحظ بیروت
- ۵۵۔ خاص الخاص
 ابو منصور عبد الملك بن محمد بن اسمعیل ثعالبی {
 ۲۳۳ھ بیروت
- ۵۶۔ خلاصۃ تہذیب الکمال
 صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی مصر
- ۵۷۔ دیوان المعانی
 ابو بلال حسن بن عبد اللہ عسکری ۳۹۵ھ مصر
- ۵۸۔ دیوان الحماسہ ابن شجرى
 ابوالسواوات ہبیتہ اللہ بن علی بن شجرى ۵۴۲ھ حیدرآباد
- ۵۹۔ کتاب الذخائر والتحف
 قاضی شیدہ بن زبیر کویت
- ۶۰۔ کتاب الذیئ والکملہ لکتابے
 ابواللہ محمد بن محمد بن عبد الملك الصاری {
 مراکشی بیروت
- (بقیۃ السطر الرابع)
- ۶۱۔ جامعۃ الفنون نانقہ فی شری {
 ابو الحسن مختار بن حسن بن عبدون {
 متطیب بغدادی مصر
- الرقيق و تغلیب البعید

۶۲. رسل الملوك ومن يصلح اليه رسالة [ابو علي حسين بن محمد، ابن الفرار]
 والسفارة [" "] مصر
۶۳. رسائل جاحظ جاحظ مصر
۶۴. رجال الهند قاضي الطهر مبارک پوری بمبئی
۶۵. رجال الکشي " " بمبئی
۶۶. رحلة سليمان التاجر (سلسلة) سليمان تاجر موجود ۲۳۸هـ
 (التواريخ) [" "] پیرس
۶۷. رحلة ابی زيد السیرانی [ابو زيد حسن سیرانی موجود ۳۱۱هـ]
 (سلسلة التواريخ) [" "] پیرس
۶۸. رحلة ابن بطوطه (تحفة) ابو عبدا [سیم]
 (النظار) [بن بطوطه طنخي مغربي] مصر
۶۹. شذرات الذهب باختيار من [ابو الفلاح عبد الحمی بن عماد حلبلی]
 ذهب [۱۰۶۹هـ] مصر
۷۰. صورا الارض (انتخابات) [ابو القاسم ابن جو قلی بی بی بغدادی بعد]
 [۱۱۳۲هـ] لاٹن
۷۱. صبح الاعشى فی صناعة الانتشار ابو العباس احمد قلقشندي مصري ۸۲۱هـ مصر
۷۲. صفة الصفة الوالفرج جمال الدين عبد الرحمن بن علي [جوزی ۵۹۶هـ]
 [حیدرآباد]
۷۳. فحی الاسلام احمد امین مصر
۷۴. کتاب الضعفاء والمتروکین [ابو عبد الرحمن احمد بن علی بن فعیب]
 [نسائی ۳۱۳هـ] ہند

- ٤٠ - الطبقات الكبرى (ابن سعد) ابو عبد الله محمد بن سعد واقدي بخداي سنة ٢٣٣ هـ بيروت
- ٤١ - الطبقات الستة في تراجم الحنفية [مولى تقي الدين عبدالقادر تميمي حنفي مصري] [غزى سنة ٥٣٤ هـ] مصر
- ٤٢ - طبقات فحول الشعراء ابو عبد الله محمد بن سلام تميمي بصري سنة ٢٣١ هـ مصر
- ٤٣ - طبقات الشعراء عبد الله بن معتمر سنة ٢٩٦ هـ مصر
- ٤٤ - طبقات الامم ابو القاسم صاعد بن احمد اندلسي سنة ٢٦٣ هـ مصر
- ٤٥ - طبقات الاطباء رعيون الانبار ابو العباس احمد بن قاسم خزرجي، ابن [ابي اصبغ] مصر
- ٤٦ - طبقات الفقهاء ابو اسحاق ابراهيم بن علي بن يوسف شيرازي [سنة ٢٤٦ هـ] مصر
- ٤٧ - طبقات الشافعية الكبرى ابو نصر تاج الدين عبد الله بن تقي الدين [سكي سنة ٥٣٥ هـ] مصر
- ٤٨ - طبقات الشافعية ابو بكر بن بديت الحسيني سنة ١٠١٢ هـ مصر
- ٤٩ - طبقات الحنابلة قاضي ابو الحسين محمد بن ابو يعلى موصلى مصر
- ٥٠ - طبقات الفقهاء الشافعية ابو عاصم محمد بن احمد عبادي سنة ٢٥٥ هـ لا اذن
- ٥١ - طبقات الصوفية ابو عبد الرحمن [سلكي] مصر
- ٥٢ - الطبقات الكبرى (لؤلؤ فتح الانوار في) عبد الوهاب شعرائي [طبقات الانبياء] مصر
- ٥٣ - طبقات القراء اغانية النهاري [ابو الخير محمد بن محمد جزري سنة ٨٣٣ هـ] مصر
- ٥٤ - طبقات القراء ابو بكر محمد بن حسن زبيدي سنة ٣٤٩ هـ مصر

۹۰. ظفر الوالہ بمظفر و آلہ
عبد اللہ بن محمد بن عمر، حاجی دبیر مکی لاٹن
۹۱. عصر المامون
مصر
۹۲. العیرنی خبر من خبر
ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن
- عثمان ذہبی ۴۲۸ھ
کویت
۹۳. عجائب الہند
بزرگ بن شہر بار ناخدا رامہرزی لاٹن
۹۴. العقد الفرید
ابن عبد ربہ اندلسی ۳۳۳ھ مصر
۹۵. العقد الثمین فی تاریخ البلدان
تقی الدین محمد بن احمد بن علی ذہبی مکی ۸۳۳ھ مصر
۹۶. العقد الثمین فی فتوح الہند ومن
قاضی الطہر مبارک پوری
در فیہا من الصحابہ والتابعین،
ہند
۹۷. عیون الاخبار
ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری
مصر ۲۶۶ھ
۹۸. غریب الحدیث
ابو عیید قاسم بن سلام ہروی ۲۲۲ھ حیدرآباد
۹۹. فتح الباری شرح صحیح بخاری
احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ مصر
۱۰۰. فتوح البلدان
ابو الحسن احمد بن یحییٰ بن داؤد بلاذری
بغدادی ۲۶۹ھ مصر
۱۰۱. کتب الغرہست
ابو الفرج محمد بن اسحاق، ابن ندیم بغدادی
موجودہ ۳۴۴ھ مصر
۱۰۲. فہرست ابی بکر بن خیر الاشبیلی
ابو بکر بن خیر اشبیلی مصر
۱۰۳. کتاب الکنی و الاسمار
ابو بشر محمد بن احمد بن حماد و لابن زائرا ۳۳۸ھ حیدرآباد
۱۰۴. الکامل فی اللغۃ و الادب
ابو العباس محمد بن یزید بزرگنجی ۳۸۵ھ مصر
۱۰۵. کشف الظنون عن اسماء الکتب و لغاتہا
حاجی خلیفہ چلیپی استنبول

- ۱۰۶- لسان العرب محمد بن مکرم بن منظور مصری افریقی الشہ مصر و بیروت
- ۱۰۷- لسان المیزان احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشہ حیدرآباد
- ۱۰۸- اللباب فی تہذیب الانساب ابو الحسن عزالدین علی بن محمد خبزی الشہ مصر
- ۱۰۹- ثلاثاؤ فی معالم الخلافۃ ابو العباس احمد معری قلقشنندی الشہ کویت
- ۱۱۰- معجم الشعراء ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ مرزبانی مصر
- ۱۱۱- معجم البلدان ابو عبد اللہ شہاب الدین یاقوت بن []
- ۱۱۲- معجم المصنفین محمود حسن لونیکی بیروت
- ۱۱۳- الموشیٰ اذ الطرف والظرف ابو الطیب محمد بن اسحاق بن یحییٰ الوشاء بیروت
- ۱۱۴- مقال الطالبین ابو الفرج علی بن حسین اموی صنفانی الشہ مصر
- ۱۱۵- المنتظم ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی الشہ حیدرآباد
- ۱۱۶- مناقب الامام احمد ابن سبط جوزی حیدرآباد
- ۱۱۷- مرآة الزمان
- ۱۱۸- مرآة الجنان وعبرة البقطان ابو محمد عبد اللہ بن علی یافعی کمی الشہ حیدرآباد و بیروت
- ۱۱۹- معرفۃ علوم الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری مصر
- ۱۲۰- مشتبه النسبۃ فی الرجال ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عماد صی مصر
- ۱۲۱- کتاب المبرورین من المحدثین ابو حاتم محمد بن حبان بستی الشہ حیدرآباد
- ۱۲۲- المحدث الفاصل بین الراوی قاضی حسین بن عبد الرحمن بن خلدوم
- والواعی، رامہرزی الشہ بیروت

- ۱۲۳۔ المؤلف والمختلف فی اسماہ { ابو محمد عبدالغنی بن سعید ازدی }
نقلۃ الحدیث، { معری ۲۹۹ھ } ہند
- ۱۲۴۔ المنتقی لابن الجارود { عبداللہ بن علی بن جارود ۳۹۹ھ } مصر
- ۱۲۵۔ مختصر الترغیب والترہیب حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ ہند
- ۱۲۶۔ میزان الاعتدال امام ذہبی ۶۴۸ھ مصر
- ۱۲۷۔ کتاب المعارف { ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ }
{ وغوری ۲۹۹ھ } مصر
- ۱۲۸۔ مروج الذهب ابو الحسن علی بن حسین مسعودی ۳۲۵ھ مصر
- ۱۲۹۔ کتاب البحر ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی ۲۲۵ھ حیدرآباد
- ۱۳۰۔ کتاب المنقح " " حیدرآباد
- ۱۳۱۔ المسائل والممالک { ابوالقاسم عبید اللہ بن احمد ابن خرداذبہ }
{ عمدہ مقدمہ } لائڈن
- ۱۳۲۔ مسائل الممالک ابو اسحاق ابراہیم بن محمد فارسی اصطخری لائڈن
- ۱۳۳۔ کتاب الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی ۳۲۵ھ مرو لندن
- ۱۳۴۔ المحمدون من الشعراء و اشعارہم { ابوالحسن جمال الدین علی بن یوسف القفلی }
{ ۶۲۶ھ } حیدرآباد
- ۱۳۵۔ کتاب المحتسب ابو الفتح عثمان بن جنی مصر
- ۱۳۶۔ کتاب المقتضب ابو العباس محمد بن یزید مبرد ۲۸۵ھ مصر
- ۱۳۷۔ نجات الرشید ملا عبد القادر بدایونی لاہور
- ۱۳۸۔ تلمت الہیمان فی نکت الہیمان صلاح الدین خلیل بن ایک ہندی ۳۰۰ھ مصر
- ۱۳۹۔ نشوار المحاضرہ و اخبار المذکرۃ قاضی ابو علی حسن بن علی تنوخی ۳۲۲ھ مصر

۱۳۱. نیل الاجتهاد بطریق الدیاج { ابوالعباس احمد بن احمد بن محمد بن علی تکراری { تبرکتی { مصر
۱۳۲. کتاب الوفیات { ابوالعباس احمد بن علی خطیب، ابن { قنفذ قسطنطنی بعد ۸۵۰ھ { بیروت
۱۳۳. کتاب الوری بالوفیات صلاح الدین خلیل بن ایوب صفدی طهرانی
۱۳۴. کتاب الوزرار والکتاب ابو عبد اللہ محمد بن عبدوس ہمشیری مصر
۱۳۴. وفیات الایمان (تاریخ) شمس الدین احمد بن ابراہیم بن ابوبکر { ابن خلکان ۶۸۱ھ { ایران
۱۳۵. کتاب الوری ابو عبد اللہ محمد بن داؤد بن جراح ۲۹۶ھ مصر
۱۳۶. کتاب الہند (کتاب مالہند) البوریجان محمد بن احمد بیرونی ۴۳۰ھ لندن

فہرستِ مضامین

خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳	منذر بن زہیر سیاری سندھی کی قیسیا میں بغاوت اور ناکامی،		پیش لفظ: از حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی ریڈ مجڈ ٹائم ندوۃ المصنفین دہلی،
۵۳	سندھ میں خوارج کی آمد اور سلیمان بن ہشام کا قتل		مقدمہ مصنف
۵۴	عجینہ بن موسیٰ کی امارت،	۳۳	تشہیدات
۵۶	قہاٹلی اور فوجی شورش،		
۵۸	عجینہ بن موسیٰ کی خلافت سے سرتابی اور بغاوت،		خلافت عباسیہ اور ہندوستان
۶۰	عجینہ کے پاس مال و دولت کی فراوانی	۳۳	حفص بن سری عبدی کی آمد اور منصور بن جہور کلہی کے مقابلہ میں ناکامی،
۶۰	عمر بن حفص ہزار مرد مہلبی کی آمد اور بغاوت کا خاتمہ،	۳۹	موسیٰ بن کعب تمیمی کی آمد اور منصور بن جہور کا خاتمہ،
۶۳	عقبہ بن مسلم ازدی کی سندھ سے بغداد کو روانگی اور خلیفہ کے لئے مخبری،	۵۲	منصورہ کی مرمت بجامع مسجد کی توسیع اور فتوحات،
۶۳			

۸۹	کشمیر اور دیگر علاقوں میں غزوات و فتوحات	محمد بن عبداللہ بن حسن اور ابراہیم بن
۹۰	قندھار میں سے متغلب عربوں کا صفایا،	عبداللہ بن حسن کی سندھ میں آمد
۹۰	ملتان کی فتح،	عبداللہ الاشرق بن محمد کی سندھ میں آمد
	ہشام بن عمرو کے دربار میں مطح بن	اور عمر بن حفص کی بیعت
۹۳	ایسا شاعر کی آمد اور دارودیش	ابو جعفر منصور کا خط اور عمر بن حفص کی
	بسطام بن عمرو تغلبی کی امارت و مغزولی	حیلہ جوئی،
۹۴	اور معبد بن خلیل تمیمی کی امارت،	جمیل بن مضر کی زقی امارت اور عمر بن
	معبد بن خلیل کی منصورہ میں موت	حفص کی بغداد کو روانگی
۹۶	اور محمد بن معبد کی جانشینی،	ہشام بن عمرو تغلبی کی امارت،
	منصوری دور میں ہندوستان سے	عبداللہ الاشرق اور ان کے ساتھیوں
۹۷	متعلق چند واقعات،	کا قتل،
	ہندی ڈاکوؤں کا شاہی قیدیوں	ایک راجہ سے جنگ اور محمد بن عبداللہ
۹۷	کو یہ غمال بنانا،	الاشرق کی بغداد کو روانگی
۹۸	ہندوستان کے قیدیوں کی جان بخشی،	علی بن محمد بن عبداللہ کی ہندوستان
	شیربامیان کا اسلام اور اس کا آغاز	میں آمد،
۹۹	احترام	ہشام بن عمرو کے غزوات و فتوحات اور
	ابو جعفر منصور کی ہندیوں کے بارے	کارناموں کا اجمالی تسارون،
۹۹	میں معلومات۔	گجرات پر حملہ اور اس کے اسباب
	ابو جعفر منصور کے زمانہ میں اہل ہندو	گندھارا کی فتح
۱۰۰	کے بارے میں ایک غلط روایت،	عمر بن جمیل کی تیاری میں سہارا بیعت
۱۰۱	سیہانت کا عربی میں ترجمہ اور ذرا کچھ،	کی فتح۔

	سندھ و ہند اور عجم کے بادشاہوں		روح بن حاتم مہلبی کی امارت اور
۱۱۷	کو مہدی کی دعوت اطاعت و سلام	۱۰۷	جاٹوں کی شورش
	محمد بن لیث بن طریف خزاعی کی وقتی		سجائے بھرت (گجرات) کی فتح
۱۱۸	۱۰۷ امارت		یزید بن حاتم مہلبی کی ذیلی امارت،
	ابو عمار شہ ہندی مہدی کے سرکاری خزانہ دار		سلیمان بن قبیعہ مہلبی کی ذیلی امارت
۱۱۹	کا کلید بردار		اور خلیل بن احمد فراہیدی کو سندھ
۱۱۹	مہدی کی باندھی سکر سندھ		آنے کی دعوت،
	ایک نادر واقعہ اور سندھی غلاموں		روح بن حاتم کی معزونی اور نصر بن
۱۲۰	کی ناقدری	۱۰۹	اشعث خزاعی کی امارت،
۱۲۱	لیث بن طریف کی دوبارہ امارت۔		سندھ امیر بصرہ محمد بن سلیمان ہاشمی کی
۱۲۲	سالم بن ابوسالم یونس کی امارت	۱۱۰	مانگتی ہیں
	سالم یونس کی موت، اور ابراہیم		محمد بن سلیمان کے پاس سندھ اور
۱۲۳	بن سالم کی وقتی امارت،	۱۱۰	مکران کے ہیے
۱۲۳	اسحاق بن سلیمان ہاشمی کی امارت		عبد الملک بن شہاب سمعی کی چند روزہ
	طیفور بن عبداللہ حمیری کی امارت اور	۱۱۱	امارت اور نصر بن محمد ابن اشعث
۱۲۴	سندھ میں قبائل کی عصیبت کا زور،		کی واپسی،
	سعید بن مسلمہ ہلبی کی امارت اور اس کے	۱۱۲	زبیر بن عباس ہاشمی کی امارت،
۱۲۵	جہانی کشمیر میں مسلم کا نامنا سبب رویہ		سفیح بن عمرو تغلبی کی امارت اور سندھ
	سندھ والی بصرہ عیسیٰ بن جعفر بن	۱۱۳	میں قبائل کی عصیبت کا زور،
۱۲۶	منہور کی مانگتی ہیں		لیث بن طریف خزاعی کی امارت اور
	محمد بن عدی تغلبی کی امارت اور قبائلی	۱۱۵	جاٹوں کا صفایا

۱۳۶	ہارونی دہلی میں ہندوستان سے آمدنی	۱۳۶	عصیت کی شدت
۱۳۷	۲۵۰ھ میں داؤد بن یزید کی موت اور	۱۳۷	تسخیر بلتان میں ناکامی
۱۳۸	بشر بن داؤد کی امارت	۱۳۸	عبدالرحمن بن سلیمان ہاشمی کی اہمیت
۱۳۹	بشر بن داؤد کی سرکشی	۱۳۹	اور عبداللہ بن علاء رضی کی نیابت
۱۴۰	ابراہیم بن عبداللہ مہلبی کی اہمیت اور	۱۴۰	ایوب بن جعفر بن سلیمان کی امارت
۱۴۱	بغاوت میں شرکت	۱۴۱	اور سلیمان بن سعید کی سندھ میں آمد
۱۴۲	حاجب بن صالح کی مکران میں آمد	۱۴۲	داؤد بن یزید مہلبی کی امارت اور نزاریہ
۱۴۳	اور ابراہیم بن عبداللہ سے گفتگو	۱۴۳	کی شورش
۱۴۴	غسان بن عباد کی آمد اور بشر بن داؤد	۱۴۴	داؤد بن یزید کے دربار میں ایک بدوی شاعر
۱۴۵	کی حوالگی	۱۴۵	منیرہ بن یزید مہلبی کی آمد اور نزاریہ سے
۱۴۶	غسان کا طبیب خاعن ابراہیم بن نزار بن	۱۴۶	جنگ میں اس کی موت
۱۴۷	سندھی مور کا گوشت	۱۴۷	داؤد بن یزید کی آمد اور نزاریہ کا قتل
۱۴۸	سندھ کی ایک عجیب و غریب مچھلی	۱۴۸	عام
۱۴۹	موسیٰ بن یحییٰ برکی کی امارت اور اہمیت	۱۴۹	سیراشر کی فتح
۱۵۰	سے جنگ	۱۵۰	سندھ وغیرہ میں حجاج سے جنگ اور فتح
۱۵۱	موسیٰ بن یحییٰ کے دیکھ کام اور موت	۱۵۱	ہارون رشید کو ایک ہندی راجہ کا ہدیہ
۱۵۲	مامونی دور میں سنجان (گجرات) میں	۱۵۲	ایک اور ہندی راجہ کا تحفہ اور زمرہ کی چھوٹی
۱۵۳	دولت ماہانہ کا قیام	۱۵۳	ایک ہندی شاعر عیسیٰ بن خالد برکی کے دربار میں
۱۵۴	سنجان کی برادرانہ جنگ میں خلافت	۱۵۴	ہارون رشید کے خزانہ میں غنیمت ہندی
۱۵۵	کی فوجی مداخلت	۱۵۵	ہارون رشید کے علان کے لئے منگہ ہندی
۱۵۶	راجہ تمبیل کا قبول اسلام	۱۵۶	کی بغداد میں آمد
۱۵۷		۱۵۷	ہندی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت
۱۵۸		۱۵۸	اور طب و حکمت کی منتقلی

۱۷۵	سمندری ڈاکوؤں سے دوسری جنگ	۱۶۱	تبت کے راجہ کا قبول اسلام اور کعبہ کیلئے گراں قدر نذرانہ
۱۷۶	عربوں کی قبائلی جنگ میں عمران بن موسیٰ کا قتل	۱۶۲	راجہ رہی بنگال کا خط اور ہدیہ مامون کے نام
۱۷۹	عمران بن موسیٰ کی متروکات اور مال و دولت	۱۶۵	مامون کا خط اور ہدیہ راجہ رہی کے نام مامون اور ان کے بعد زفاف پر
۱۷۹	عمران کے اسلحہ جنگ	۱۶۷	ایک راجہ کا تحفہ
۱۸۰	خلیفہ واثق کی خدمت میں ہندی ہدایا و تحائف	۱۶۸	مامون کو ہاتھی کا تحفہ
۱۸۱	راجہ عسیفان کا قبول اسلام	۱۶۸	احمد ابو نعیم بغدادی کی سندھ میں نظر بندی
۱۸۲	افشین کی اعزازی امارت سندھ	۱۶۸	عمران بن موسیٰ برمکی کی امارت
۱۸۲	ایک اور برمکی امیر سندھ	۱۷۰	قیقان کے جاٹوں سے جنگ اور فتح شہر بیضار کی تعمیر
۱۸۳	جاہظ کی مالی امداد	۱۷۰	دبیل میں جیل خانہ کی تعمیر اور اس کی مرمت
۱۸۳	بحر بصرہ میں ڈاکوؤں سے جنگ	۱۷۲	قندیل کے متغلب محمد بن خلیل سے جنگ اور اس کی گرفتاری
۱۸۶	عراق سے جاٹوں کا قلع قمع	۱۷۲	سمندری ڈاکوؤں سے پہلی جنگ اور بند کی تعمیر
۱۹۰	عنبنہ بن اسحاق حنبی کی امارت اور متغلبوں کا صفایا	۱۷۳	جبال سندھ میں خوارج کی روپوشی
۱۹۲	۲۳ھ میں سوراتر کی فتح	۱۷۳	ہارون بن ابو خالد مروزی کی امارت
۱۹۳	جبال سندھ میں خوارج کی روپوشی	۱۷۳	سندھ و مکران محمد المنتصر کی ولی عہدی میں
۱۹۳	ہارون بن ابو خالد مروزی کی امارت	۱۷۳	جاٹوں کی شناخت کے لئے مہر لگانا اور جزیہ کی وصولی
۱۹۵	ولی عہدی میں	۱۷۳	

عمر بن عبدالعزیز ہبباری کی سندھ میں
آخری عباسی امارت

۱۹۶

متوکل کا سفیر ہندی راجہ کی خدمت میں

اور باہمی ہدایا و تحائف

ہندی تلوار سے متوکل کا قتل

عمر بن عبدالعزیز کی خود مختاری اور سندھ میں

دولت ہبباریہ کا قیام ۲۳۷ھ

سوراشٹر میں سمندری ڈاکوؤں سے جنگ

ایک اور متغلب حاکم ابو صمہ

سندھ کے بعض علاقوں پر یعقوب بن

لیث صفار کی حکومت

علاقہ سندھ میں صفاریوں کے غزوات و

فتوحات

عباسی خلفاء کو صفاریوں کی طرف سے

ہندی ہدایا و تحائف

صفاری حکومت پر اجمالی نظر

ملتان میں دو سالیہ کا قیام حدود ۲۴۵ھ میں

مکران میں دولت معدانیہ کا قیام حدود

۳۳۰ھ میں

طوران میں دولت متغلبہ کا قیام

حدود ۳۳۷ھ میں

(۲۱۱) امارت بحر لبرہ اور زکری ڈاکوؤں سے جنگ

۲۱۲

بحر لبرہ اور بلاذ بحر لبرہ

چند مشہور شہر اور جزائر جو ڈاکوؤں

۲۱۵

کی زد پر رہا کرتے تھے

۱۹۸

۲۱۵

جزیرہ قلیس

۲۱۶

جزیرہ جاسک

۲۱۶

راس الجبجہ

۲۱۶

سیراف

۲۱۷

ہرمز

۲۱۷

قلہات

کچھ اور سوراشٹر میں سمندری

۲۱۷

ڈاکوؤں کی کثرت

ان کی غارت گری کے طریقے اور

۲۲۰

چند واقعات

ڈاکوؤں سے جہازوں اور مسافروں

۲۲۳

کی جنگ

۲۲۷

راجے مہاراجے اور زکری ڈاکو

۱۳۱ھ میں امارت بحر لبرہ کا قیام

۲۲۹

اور ڈاکوؤں سے پہلی جنگ

۲۳۰

دوسری جنگ

۲۳۳	امین کے عہد میں	۲۳۰	تیسری جنگ
۲۳۳	مامون کے عہد میں	۲۳۱	چوتھی جنگ
۲۳۴	معتمد کے عہد میں	۲۳۲	پانچویں جنگ
۲۳۴	واثق کے عہد میں	۲۳۲	چھٹی جنگ
۲۳۵	متوکل کے عہد میں	۲۳۲	ساتویں جنگ
۲۳۵	منصور کے عہد میں	۲۳۳	آٹھویں جنگ
۲۳۵	مہتقین کے عہد میں	۲۳۳	نویں جنگ
۲۳۶	معز کے عہد میں	۲۳۳	دسویں جنگ
۲۳۶	مہدی کے عہد میں	۲۳۴	گیارہویں جنگ
۲۳۶	معتمد کے عہد میں	۲۳۴	بارہویں جنگ
۲۳۷	معتمد کے عہد میں	۲۳۴	تیرہویں جنگ
۲۳۷	مختلف قبائل کے امرائے سندھ	۲۳۴	چودھویں جنگ
۲۳۸	باشلی اور عباسی	۲۳۵	پندرہویں جنگ
۲۳۸	موالی	۲۳۵	جاٹوں سے لڑائیاں
۲۳۸	مہلبی	امارات، اور ملکی و شہری انتظامات (۲۳۷)	
۲۳۹	برمکی		
۲۵۰	دیگر قبائل	۲۳۸	ابوالعباس سفاح کے عہد میں
۲۵۰	بنو تمیم	۲۳۹	ابوجعفر منصور کے عہد میں
۲۵۰	بنو تغلب	۲۴۰	مہدی کے عہد میں
۲۵۰	بنو یاسلہ	۲۴۱	ہادی کے عہد میں
۲۵۰	بنو ضبہ	۲۴۱	ہارون رشید کے عہد میں

۲۶۴	غذا اور دسترخوان	۲۵۰	بنو طے
۲۶۵	امراء کے انتخاب میں مشورہ	۲۵۰	بنو ثعلبہ
	شرکائے امارت یا ذیلی امراء اور	۲۵۰	بنو خزاعہ
۲۶۷	اعوان و انصار	۲۵۰	بنو مسیح
۲۶۹	کاتب یعنی میر منشی	۲۵۰	بنو ہببار
۲۶۹	خلفاء اور امراء میں خط و کتابت	۲۵۱	صفاری
۲۷۲	سفارت اور وفادت	۲۵۱	متغالب امراء
۲۷۴	سندھ امراء کے عراق وغیرہ کی ماتحتی میں		منصور بن جمہور کلبی اور
۲۷۵	بعض امراء کی سرتابی اور بغاوت	۲۵۱	منظور بن جمہور کلبی
	مرکزی دارالامارہ منصور، اور علاقائی	۲۵۱	قنذابیل کے تغلب عرب
۲۷۶	دارالامارات	۲۵۲	ملتان کے تغلب عرب
۲۷۷	حکومت کی ضروریات اور سرکاری شعبے	۲۵۳	منصورہ کے تغلب عرب
	ہندوستان سے خلافت عباسیہ کی	۲۵۳	محمد بن خلیل حاکم قنذابیل
۲۷۷	سالانہ آمدنی	۲۵۴	ابوصمہ بولی کندہ
۲۷۸	بیت المال یعنی سرکاری خزانہ	۲۵۴	عثمان اور دوسرے تغلب عرب
۲۷۹	بیت الصرف	۲۵۵	سندان کے امراء
۲۷۹	جیل خانہ	۲۵۵	جو امراء یہاں مرے یا قتل ہوئے
۲۸۰	برید یعنی ڈاک	۲۵۶	مشاہیر حکومت و سیاست
۲۸۱	فوج اور فوجی چھاؤنی	۲۵۷	ارباب علم و فن کی قدردانی
۲۸۲	نظام حکومت اور ملکی و شہری قوانین	۲۶۰	امراء کی شخصی اور خانگی زندگی
۲۸۳	غزوات و فتوحات کی حیثیت	۲۶۳	مکانات

عرب و ہند کے تعلقات (۳۰۲)			
		۲۸۵	عشر، خراج اور جزیہ
		۲۸۵	غیر مسلم رعایا میں ذمی اور غیر ذمی
۳۰۲	اسلام اور مسلمان اہل ہند کی نظر میں	۲۸۷	ذمی اسلامی فوج میں
۳۰۵	یہاں کی پرکشش چیزیں		عباسیہ اور کرہینہ فوج میں
۳۰۶	اہل ہند کا سلوک مسلمانوں سے	۲۸۸	ہندی سپاہی
	خلیفۃ المسلمین کی عظمت کا	۲۸۸	مذہبی آزادی
۳۰۶	اقرار و اعتراف	۲۹۰	راجوں مہاراجوں کا برضار و رغبت قبول اسلام
۳۰۷	اہل سرندھپ کی مسلمانوں سے محبت		ہندی حکماء و اطباء اور فلاسفہ کا
	راجوں، مہاراجوں اور ان کی رعایا	۲۹۱	برضار و رغبت قبول اسلام
۳۰۷	کی غریبوں سے محبت و عقیدت	۲۹۲	رفاہ عام کے کام اور ملکی خدمات
	مسلمانوں کو دیاری آداب اور	۲۹۳	امن و امان
۳۱۴	ملکی قوانین سے آزادی	۲۹۴	عدل و انصاف
۳۱۷	ہنرمند یعنی محکمہ قضا	۲۹۴	تعمیرات
۳۲۰	مسلمانوں کا رعب داب	۲۹۵	منصورہ کی مرمت اور جامع کی توسیع
۳۲۲	پرہیزگاری اور بلند کرداری کے اثرات	۲۹۶	گندھارا میں مسجد کی تعمیر
۳۲۴	عربی و ہندی تہذیب و تمدن کا امتزاج	۲۹۶	شہر بیضار کی تعمیر
۳۲۵	ہند اور اہل ہند مسلمانوں کی نظر میں	۲۹۶	میدبانڈھ کی تعمیر
	اہل ہند کے اوصاف و کمالات	۲۹۷	نہر کا اجراء
۳۲۶	اور علم و فن کا اعتراف	۲۹۷	دہلی کی مرمت اور جیل خانہ کی تعمیر
۳۳۱	اہل ہند کا جذبہ حب الوطنی	۲۹۸	سرائیں اور مہان خانے
۳۳۲	ہندوستان کے امن و انصاف کا اعتراف	۳۰۱	پیداوار

۳۲۲	خرید و فروخت کے طریقے	۳۳۳	اہل ہند کا حسن و جمال
۳۲۳	تاجروں کی ایمانداری اور پارسائی	۳۳۸	ہندی عورتوں کی خصوصیات
۳۲۶	چند علماء و مشائخ تاجران ہند		عورت اور اس سے عشق کے
	ہندوستان کی نفع بخش تجارت کی	۳۴۰	بارے میں حکمائے ہند کا نظریہ
۳۲۱	ایک مثال		شعرائے عرب اور ہندوستان کا
	ہندوستان کے تاجر دوسرے	۳۴۱	طبعی و تکوینی حسن و جمال
۳۲۳	مالک میں	۳۴۵	مناکحت اور توالد و تناسل
	ہندی غلاموں کی تجارت اور	۳۴۷	غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک
۳۲۵	دوکانداری میں صلاحیت و شہرت		
	ہندی علوم و فنون اور علمائے ہند		عرب و ہند کے درمیان تجارت
	(۳۷۷)		(۳۴۹)
	ہندی علوم و فنون کو مسلمانوں نے	۳۵۰	بحری تجارت اور ہندوستان کے
۳۷۷	پچھلی بار دنیا میں متعارف کرایا		بحری راستے
۳۷۸	عباسی خلفاء کی ہندی علوم سے دلچسپی	۳۵۲	جہازوں میں سامان تجارت
۳۸۱	علم حساب و ہندسہ	۳۵۴	اور تجارت کی کثرت
۳۸۳	علم نجوم و فلکیات	۳۵۵	بحری ڈاکوؤں سے جنگ
۳۸۵	علم طب		بری تجارت اور بری راستے
۳۸۸	ہندی جڑی بوٹیاں اور دوائیں	۳۵۶	ہندوستان میں درآمد ہونے والے
۳۸۸	عزائم و نیرنجات		سامان اور اشیاء
۳۹۰	قصے کہانیاں	۳۵۷	ہندوستان سے درآمد ہونے والے
۳۹۰	نغمہ و موسیقی	۳۶۰	سامان اور اشیاء
	134951		خرید و فروخت کی زبان

۳۹۱	ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح منصور	۳۹۱	جنگ اور اسلحہ جنگ
۳۹۲	احمد بن محمد ہندی کراچی	۳۹۲	خطابت اور فصاحت و بلاغت
۳۹۳	ابو عبداللہ احمد بن موسیٰ دیہلی	اسلامی علوم و فنون اور علمائے اسلام (۳۹۳)	
۳۹۴	ابو حامد احمد بن محمد منصور		
۳۹۵	ابوبکر احمد بن محمد منصور بکر آبادی		ہندی مسلمانوں کے حالات کی نایابی
۳۹۶	ابو محمد احمد بن حسین بن علی بامیان	۳۹۶	کالمیہ
۳۹۷	ابو اسحاق ابراہیم بن سندی بن علی	۳۹۷	علمائے اسلام اور علمائے ہند
۳۹۸	بن بہرام اصفہانی		عباسی عہد کے علمائے ہند کا اجمالی
۳۹۹	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیہلی محمد نگر	۳۹۹	تعارف
۴۰۰	اسلم بن سندی رازی	۴۰۰	ابوبکر احمد بن سندی بغدادی
۴۰۱	ابو ابراہیم اسمعیل بن سندی بغداد	۴۰۰	احمد بن سندی بن فروخ بغدادی
۴۰۲	اسمعیل بن محمد بن رجاہ سندی مسفرائینی	۴۰۰	احمد بن سندی رازی
۴۰۳	بشیر بن عمرو سندی مالکی		ابو عمر احمد بن سعید بن ابراہیم ہندی
۴۰۴	ابو محمد جعفر بن خطاب قسرداری	۴۰۱	ہمدانی
۴۰۵	ابو القاسم جعفر بن محمد سرندی پی	۴۰۱	ابوالعباس احمد بن عبداللہ دیہلی
۴۰۶	حبیش بن سندی بغدادی		ابوبکر احمد بن قاسم بن سیما بن سندی
۴۰۷	ابو محمد حسن بن حامد دیہلی بغدادی	۴۰۲	بغدادی
۴۰۸	ابو القاسم حسین بن محمد بن اسد دیہلی		ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون دیہلی
۴۰۹	ابوبکر حمدان بن محمد بن رجاہ سندی	۴۰۲	بغدادی
۴۱۰	اسفرائینی		ابوالقوارس احمد بن محمد بن حسین
۴۱۱	خلف بن محمد موزینی دیہلی	۴۰۳	سندی مصری

۴۱۳	ابو الحسن علی بن احمد بن محمد دیبلی	۴۰۸	ابو سلیمان داؤد بن حصین بن شیبلی منصور
۴۱۴	علی بن موسیٰ دیبلی	۴۰۸	ابو محمد رجا بن سندی اسفرائینی
۴۱۴	علی بن عبداللہ سندی	۴۰۹	ابو بکر سندی خواتمی بغدادی
۴۱۴	علی بن اسمعیل سندی	۴۰۹	سندی بن ابوبارون
۴۱۴	ابو حفص عمر بن محمد بن سلیمان مکرانی	۴۰۹	ابو البتیم سندی بن عبدویہ رازی
	ابو العباس فضل بن مسکن بن سحیت	۴۰۹	سندی بن علی وراق بغدادی
۴۱۴	سندی بغدادی	۴۰۹	سلیمان بن رزیح بن ہشام ہندی
۴۱۵	فضل بن احمد منصور صفرانی		ابو داؤد سیبویہ بن اسمعیل بن داؤد
	ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ	۴۱۰	قرزاری
۴۱۵	دیبلی مکی	۴۱۰	محمد ابراہیم دیبلی
۴۱۶	محمد بن احمد بن منصور بوقانی سندی	۴۱۰	ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی
۴۱۶	ابو عبداللہ محمد بن ایوب کلہی	۴۱۱	عباس بن عبداللہ سندی
۴۱۶	ابو بکر محمد بن حسین بن محمد دیبلی شامی	۴۱۱	ابو محمد عبداللہ بن سلیمان سندی
۴۱۶	ابو عبداللہ محمد بن رجا سندی اسفرائینی	۴۱۱	ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن مرہ منصور
۴۱۷	ابو الحسن محمد بن عبداللہ سندی	۴۱۲	عبداللہ بن عبدالرحمن یلباری سندی
۴۱۷	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ دیبلی مہر شامی	۴۱۲	عبداللہ بن محمد سندی
۴۱۷	ابو بکر محمد بن علی بن احمد بامیانی	۴۱۲	عبد الحمید ہندی قیروانی
۴۱۸	ابو العباس محمد بن محمد عبداللہ دیبلی	۴۱۲	عبداللہ بن حسن بن سندی دمشقی اندلسی
۴۱۸	ابو بکر محمد بن محمد بن رجا سندی اسفرائینی	۴۱۲	ابو الفتح عبدالصمد بن عبدالرحمن لوہوری
۴۱۸	ابو القاسم منصور بن محمد سندی صفرانی	۴۱۳	عبدالرحیم بن یحییٰ دیبلی
۴۱۸	ابو محمد موسیٰ بن سندی جرجانی	۴۱۳	علی بن بنان بن سندی بغدادی

۴۲۷	علمائے سندھ و ہند	۴۱۹	ابو الحسن نصر اللہ بن احمد بن حاتم بن سیما ہندی
۴۲۹	علمائے اسلام کی ہندستان میں آمد اور تعلیم و تعلم	۴۱۹	ہبیب اللہ بن سہیل سندی
۴۳۱	ابو اسحاق ابراہیم بن مالک بغدادی	۴۲۰	ابو حمزہ ہریم بن عبد الاعلیٰ بن فرات سندی
۴۳۲	ابو بکر محمد بن معاویہ قرطبی، ابن الاحمر	۴۲۰	ابو جعفر سندی
۴۳۳	ابو احمد خلف بن احمد سجری بخاری	۴۲۰	ابو بکار ہندی
۴۳۳	ابو محمد عبد القوی بن محمد عبدی اندلیسی	۴۲۰	ابو حذیفہ ہندی
۴۳۴	ابو سعد محمد بن حسین حرمی	۴۲۰	ابو لفرج سندی کونی
۴۳۴	ابو عبد اللہ محمد بن ابوالفرج مغربی	۴۲۱	ابو محمد ہندی
۴۳۴	شیخ الاسلام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی	۴۲۱	وطنیت کے بارے میں
۴۳۵	محمد بن اسمعیل تنوخی منجم	۴۲۵	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۴۳۶	عالم اسلام میں تعلیمی اسفار اور ائمہ حدیث سے روایت	۴۲۵	علمائے ہند کن کن شہروں میں مقیم تھے
۴۳۶	مختلف خصوصیات اور امتیازات	۴۲۶	علمائے ذیل
۴۳۸	خاص خاص اجزاء و کتب کی روایت	۴۲۶	علمائے منصورہ
۴۵۰	ہندستان میں درس حدیث	۴۲۷	علمائے قصدار (قزوار) و مکران
۴۵۵	تحدیث و روایت میں احتیاط	۴۲۷	علمائے بامیان
۴۶۱	تصنیفات و تالیفات اور کتابیں	۴۲۷	علمائے بوقان
۴۶۲	علمائے ہند علمائے اسلام کی نظر میں	۴۲۷	علمائے لاہور
۴۶۳	بعض محدثین پزیر اور ان کی مرویات میں کلام	۴۲۷	علمائے کلہ
			علمائے ملیبار

	۴۷۹	اس دور میں جو علمائے اسلام	فقہ و فقہاء
۵۰۰	۴۸۶	ہندوستان آئے	زہد و تصوف اور مشائخ
۵۰۰	۴۹۲	ابوالعباس احمد بن عثمان تونسلی مالکی	مفسرین اور قرار
۵۰۰	۴۹۳	ابوتکام احمد بن محمد، ابن الخضر بغدادی	قضاة اور محدثین
	۴۹۴	ابواسحاق ابراہیم بن ابو عبد اللہ ابراہیم	بعد کے چند مشہور ہندی علماء
۵۰۱	۴۹۴	ابن العطار اسکندری	قاضی ابوالعباس احمد بن نصر صلی و بیلی
۵۰۱	۴۹۵	ابونزار حسن بن صافی ملک النخاعہ بغدادی	قاضی اسمعیل بن علی سندی
۵۰۱		ابومغیث حسین بن منصور الحلّاج	ابوالفضائل رضی الدین حسن بن محمد
۵۰۲	۴۹۵	فخر الدین حسین زنجانی	صفائی لاہوری
۵۰۲	۴۹۶	ابوالحسن سعد الخیر بن محمد اندلسی	ابوالحسن علی بن عمرو لاہوری
۵۰۲	۴۹۷	ابوالحسین عبدالغافر بن اسمعیل نیشاپوری	ابوجعفر عمر بن اسحاق لاہوری
۵۰۳	۴۹۷	ابوالفضل عبدالمجید بن حسین خطی اندلسی	عمرو بن سعید بہاوری
۵۰۳	۴۹۷	ابوالحسن علی بن عثمان سجوری لاہوری	ابوالمکارم فضل اللہ بن ابوسعید محمد بوقانی
	۴۹۷	فخر الدین رازی، ابو عبد اللہ محمد	محمد بن احمد بن محمد بوقانی
۵۰۳	۴۹۸	بن عمر صاحب تفسیر کبیر	ابوسعید محمد بن اسعد بن محمد بوقانی
۵۰۴	۴۹۸	ابوالمکارم محمد بن عمر بلخی	ابو عبد اللہ محمد بن مامون لاہوری
۵۰۵	۴۹۸	ابوالمحاسن محمد بن نصر اللہ ابن علی بن دمشق	ابوالقاسم محمد بن محمد بن خلف لاہوری
۵۰۶	۴۹۹	ابوالعالی محمد بن ہبیاج اثارلی	محمد بن عثمان بن ابراہیم لاہوری
	۴۹۹	ہندی موالی و مالیک (۵۰۷)	ابوعلی منصور بن سندی اسکندرائی
	۴۹۹		ابو محمد ہارون بن محمد بن مہلب بروچی
۵۰۸	۵۰۰	علماء، فقہاء اور ائمہ حدیث	ابوالعلاء ہندی

	محمد بن زیاد ابن الاعرابی سندی		حافظ اسمعیل بن علیہ بصری
۵۱۸	بغدادی	۵۰۸	مولی بن اسد
۵۱۹	محمد بن عبدالرحمن بن ابوزید بیلانی	۵۱۱	اسمعیل بن علیسی، مولی علی بن یقطین
۵۲۰	محمد بن ابومعشر بنیح سندی مدنی	۵۱۱	ابراہیم بن اسمعیل بن علیہ بغدادی
۵۲۰	مخلص بن عبداللہ ہندی بغدادی	۵۱۱	ابراہیم بن سندی بن شاہک بغدادی
	حافظ بنیح بن عبدالرحمن، ابومعشر	۵۱۲	بختیار بن عبداللہ ہندی مروزی
۵۲۱	سندی مدنی	۵۱۳	بختیار بن عبداللہ ہندی بوشہمی
۵۲۱	نصر بن محمد بن شاہک سندی	۵۱۳	حارث بیلانی
۵۲۱	یحییٰ، ابومعشر سندی	۵۱۴	حسین بن محمد بن ابومعشر سندی بغدادی
	غلام قاضی منصورہ احمد بن محمد	۵۱۴	حماد بن اسمعیل بن علیہ بغدادی
۵۲۲	بن صالح منصورہ	۵۱۴	حافظ خلف بن سالم سندی بغدادی
۵۲۳	مختلف علوم و فنون میں جامعیت	۵۱۵	داؤد بن محمد بن ابومعشر سندی بغدادی
۵۲۳	حدیث میں امامت	۵۱۵	رجعی بن ابراہیم، ابن علیہ
۵۲۴	سیر و مغازی	۵۱۶	سالم بن عبداللہ ہندی عدنی
۵۲۸	اصول و حدیث	۵۱۶	سندی بن ابان بغدادی
۵۳۰	فقہ اور فقہاء	۵۱۶	شیرین بنت عبداللہ ہندی
۵۳۱	علم کلام اور متکلمین	۵۱۷	ضحاک بن عبداللہ ہندی ہروی
۵۳۱	عباد و زہاد	۵۱۷	عبدالرحمن بن ابوزید بیلانی
۵۳۳	علمائے لغت و عربیت	۵۱۸	علی بن اسمعیل بن علیسی سندی
۵۳۳	تصانیف	۵۱۸	فتح بن عبداللہ سندی
۵۳۵	اعزاز و احترام اور جاہ و منصب	۵۱۸	محمد بن ابراہیم بیلانی

۵۵۰	سندی بن سہیل بغدادی	۵۳۹	تعلیم و تدریس
۵۵۱	یحییٰ بن عبدالرحمن، ابو عشر سندی	۵۴۰	ذاتی کاروبار
۵۵۱	ابوروح فرح سندی بصری	۵۴۱	شعر و شعراء
۵۵۲	مطرز سندی مدنی	۵۴۱	ابوالصلح سندی بغدادی
۵۵۲	نفیس سندی	۵۴۳	ابوالعطاء سندی کونی
۵۵۳	صالح سندی	۵۴۳	ابونصر سندی بن صدقہ بغدادی
۵۵۳	چند مشہور باندیاں	۵۴۳	عمرو بن سندی
۵۵۳	خار قند پارہ، مغنیہ	۵۴۴	کشاجم سندی
۵۵۳	دوم سندی بغدادیہ بناذہ	۵۴۵	منصور سندی
۵۵۴	سکر سندیہ	۵۴۵	ہارون بن موسیٰ ملتانی
۵۵۴	طلہ سندیہ	۵۴۵	امرار و حکام
۵۵۴	شہدہ طحانہ سندیہ	۵۴۶	ابراہیم بن سندی بن شاہک
۵۵۴	عجوز سندیہ	۵۴۶	ابراہیم بن عبدالسلام سندی
۵۵۶	استدکاکا بر خلافت امویہ و ہندستان	۵۴۷	ابوطوطہ
۵۵۶	فتح ارمائیل	۵۴۷	ابو حارثہ سندی
۵۵۶	ایک غیر مسلم کے قتل پر مسلمان قاتل کو	۵۴۸	اسمعیل بن علیہ
۵۵۶	سزا اور دیت	۵۴۸	خیار بن یحییٰ سندی
۵۵۶	اہل نیروں کی مسلمانوں کو	۵۴۹	سندی بن شاہک
۵۵۷	دعوت طعام	۵۴۹	خواہر سندی بن شاہک
۵۵۸	جامع ملتان	۵۵۰	سندی مولیٰ حسین الخادم
			سندی بن یحییٰ حوشی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین، والعاقبة للمتقین، والصلوة والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ونبینا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین
عباسی ہند کی (۱۳۲ھ تا ۲۳۴ھ) ایک سو پندرہ سالہ تاریخ سامنے ہے،
عہد فاروقی میں ۲۳۳ھ سے عہد غزنوی میں ۲۱۶ھ تک ہندوستان کے اسلامی
مقبوضہ پر تقریباً چار سو سال خالص اسلامی عربی حکومت رہی، اور خلفائے راشدین،
خلفائے امویہ، خلفائے عباسیہ، اور امراء عرب نے اپنے اپنے دور میں یہاں
ایک ہی نظام جاری رکھا جو مجموعی اعتبار سے خالص اسلامی نظام حکومت تھا،
اس پورے دور کا تاریخی قرضہ اب تک ہمارے ذمہ تھا، جس کی ادائیگی کی سخت
ضرورت تھی۔

الحمد للہ کہ اس جلد کے بعد اس قرضہ کی آخری قسط بھی ادا ہو گئی، اور عرب ہند
عہد رسالت میں، "خلافت راشدہ اور ہندوستان"، خلافت امویہ اور ہندوستان،
خلافت عباسیہ اور ہندوستان، اور "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں"
کی تصنیف و تالیف اور اشاعت کے بعد چار سو اسلامی ہند کی مربوط و منظم تاریخ
کھمکھ کر سامنے آگئی، نیز "رجال السند والہند"، العقد الثمین، اور "اسلامی ہند
کی عظمت رفتہ" کے ذریعہ اسلامی ہند کے علوم و فنون، طبقات و رجال
وغیرہ کے بارے میں مستند و معتبر اور نادر و نایاب معلومات فراہم ہو گئیں،

اس وقت تخریبِ نعمت کے طور پر اس حقیقت کے ظاہر کر دینے میں مجھے بڑی مسرت اور لذت محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے ۱۳۷۵ھ میں پہلے حج و زیارت کے موقع پر مقدس مقامات اور بابرکت لمحات میں خاص طور سے آپ زمزم پیتے وقت یہ دعا بھی کی تھی کہ مجھے اسلامی علوم کے کسی خاص اور اہم شعبہ کی خدمت کی توفیق عطا ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اسلامی ہند کی تاریخ مرتب کرنے کی توفیق سے نوازا ساتھ ہی کئی نادر موضوعات پر لکھنے کی سعادت بخشی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُعْطِيهِ مَن يَشَاءُ وَالشُّكْرُ

پھر ان کتابوں کی تدوین و تالیف میں حرمین شریفین کے حسنات و برکات یوں بھی شامل ہیں کہ ۱۳۸۵ھ اور ۱۳۹۳ھ میں سفر حج و زیارت کے دوران میں نے مکہ مکرمہ کے مکتبۃ الحرم المکی الشریف، اور مدینہ منورہ کے مکتبۃ شیخ الاسلام، مکتبۃ الجامعۃ الاسلامیۃ اور مکتبۃ العلمیہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

قاضی اطہر مبارک پوری

۱۶ رجب ۱۳۹۷ھ

۴ جولائی ۱۹۷۷ء

تمہیدات

اگرچہ عباسی خلافت کا خمیر خراسان میں تیار ہوا تھا، اور اس کا مزاج عجم میں بنا تھا، مگر ابتداء میں اس پر اسلام اور عربیت کا رنگ غالب تھا، نظام مملکت اور اس کے نفاذ کا طریقہ دورِ اول میں یعنی ۲۰۳ھ میں قتلِ متوکل اور ظہورِ فتن سے پہلے سراسر اسلامی تھا، اور خلافتِ راشدہ اور خلافتِ امویہ کی طرح یہ دور بھی خیر و برکت سے معمور و مشحون تھا، جس میں اسلامی احکام و قوانین کا اجراء، حدود و قصاص کا نفاذ، عشر، زکوٰۃ، جزیہ، خراج کی وصولی، عدل و قضا کا قیام، امن و امان کی بحالی، غزوات و فتوحات کا سلسلہ، امر اور عیال کا عزل و نصب، ذمیوں اور غیر مسلموں کے حقوق کی نگہداشت، اسلام اور مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت، اسلامی شان و شوکت کا ظہور، علوم اسلامیہ کی ترویج و تعلیم، احیاء سنت، امانتِ بدعت، اشاعتِ دین، علمائے اسلام کی کثرت، اور اسی قسم کے دینی و ملی حقائق پورے عالم اسلام میں پائے جاتے تھے، امام ذہبی نے عباسی خلافت کے ابتدائی دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

کان الاسلام و اہلہ فی اس زمانہ میں اسلام اور مسلمان

عزیزاً تاہم، وعلیٰ عزیز، أعلام
 الجهاد مشہور، والسنن مشہور،
 والبدع مکبوتہ، والقوالون
 بالحق کثیرون، والعباد
 متوافقون، والناس فی بھیتہ
 من العیش بالامن وکثرة
 الجیوش المصمدیتہ
 من اقصی المغرب وجزیرۃ
 الامندلس والی قریب
 مملکۃ الخطا و بعض
 الہند والی الحبشۃ لہ

عزت و احترام کی پوری قدروں سے
 مالا مال تھے، علم کی کثرت و تازگی تھی،
 ہر طرف جہاد کے جھنڈے لہرا رہے
 تھے، سنتوں کا رواج تھا، بدعات
 سرنگوں تھیں، حق و صداقت کی آواز
 بلند کرنے والے کثیر تعداد میں موجود
 تھے، عباد و زہاد کی کثرت تھی لوگ
 امن و امان کی زندگی کے مزے لے
 رہے تھے، مغرب قسطنطنیہ اور اندلس سے
 لے کر خطا، ہندوستان اور حبشہ تک
 جیوش محمدیہ کی کثرت اور شان و شوکت
 تھی اور غزوات و فتوحات ہر طرف عام
 تھیں،

اس سلام اسلام اور حافظ حدیث مؤرخ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ دور عالم
 اسلام کے حق میں کس قدر پر بہار و کتنا پر کشش اور کیسا پر شکوہ تھا، یہی زمانہ
 ہندوستان پر عباسیوں کی حکومت کا تھا جس میں ہر طرف اسلامی قدریں اپنی
 پوری تابانی و درخشانی کے ساتھ جلوہ گر تھیں، اور وہ تمام برکات و حسنات پائے
 جاتے تھے جن سے عالم اسلام فیضیاب ہو رہا تھا، اسلامی نظام حکومت جاری
 تھا اور عباسی امراء و عمال اسی کے مطابق اپنے فرائض انجام دیتے تھے اور ایک
 پندرہ سال کی مختصر مدت میں عباسی خلفائے ہندوستان میں وہ عظیم الشان

کارنامے انجام دیے جو دنیا کی اس عظیم اور زبردار حکومت شایان شان تھے، اس کے بعد یہاں کے متغلب امرا روسلاطین نے ان کے زیر سایہ اسی نظام کو یاتی رکھ کر اس ملک کی شاندار خدمت کی، گویا یہاں کی عرب حکومتوں کا دور بھی عباسی دور تھا،

یہ عباسی خلافت کی دین ہے کہ اس نے ہندوستان کی علاقائیت ختم کر کے اسے عالمی شاہراہ پر کھڑا کیا اور یہاں کی قدیم و جاہل زندگی کو ایک نئی اور ترقی پذیر تہذیب دی، جسے ہم "مسلم تہذیب" یا "اسلامی ہندی تہذیب" سے تعبیر کرتے ہیں، عالم اسلام بلکہ پوری دنیا سے گونا گوں تعلقات کی وجہ سے ہندوستان کے علمی فکری، تمدنی، تہذیبی، تجارتی، فنی، معاشی اور معاشرتی امور و معاملات میں وسعت و کثرت ہوئی، یہاں کے لوگوں کے ذہن و فکر میں انقلاب عظیم پیدا ہوا، وہ ایک عالمی برادری کے معزز فرد بنے اور رنگ و نسل، زبان و جغرافیہ کی محدود اور تنگ زندگی سے نکل کر عالمی زندگی کے مستحق ٹکڑے ہندوستان کے علماء و فضلاء کی ایک بڑی تعداد ائمہ اسلام کی صف میں بیٹھی، یہاں تک کہ ہندی سوالی و محالیک نے علم و فن اور حکومت و امارت میں شہرت و ناموری حاصل کی، عباسی خلفاء نے یہاں کے لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر رکھا جنہوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں سے خلافت کی خیر خواہی اور استحکام میں اہم خدمات انجام دیں، راجوں مہاراجوں اور عباسی خلفاء و امراء کے خوشگوار تعلقات سے عوام میں باہمی اعتماد و محبت کی فضا پیدا ہوئی، امن و امان کی بحالی عباسی دور کا خاص کام تھا جس کے لئے امارت بصرہ کا قیام ہوا اور تجارت کی عالمی بحری اور بری شاہراہیں بے خوف و خطر طے ہونے لگیں، عباسی خلفاء نے پہلی بار ہندوستان کے علوم و فنون کو یہاں کے نہان خالوں سے نکال کر تعلیم و تعلم کی وسعتوں میں پیش کیا اور علمی و

اعتبار سے پوری دنیا میں ہندوستان کو باوقار مقام بخشا، ان کے اس احسان کو
ہندوستان قیامت تک فراموش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا،
اساطیر و قصص اور روایاتی کہانیوں کی یہ سز زمین پہلی بار تاریخ کے دو بیابانوں
ہوئی اور واقعات و حقائق کی روشنی میں دنیا نے اسے دیکھا، اس دور کے عرب
مؤرخوں، جغرافیہ نویسوں، سیاحوں، جہاز رانوں، اور تاجروں نے یہاں کے بارے
میں گراں قدر معلوماتی سرمایہ بہم پہنچایا، جس سے اس عہد کے ہندی علوم
و فنون، اقوام و اویان، مذاہب و عقائد، عادات و تقالید، افکار و خیالات،
سعیشت و معاشرت، سیاست و حکومت، صنعت و تجارت، بود و باش، شہروں
دیسہاتوں کا محل وقوع، ان کی مسافت، حدود، دریا، پہاڑ، پیداوار، معدنیات
حیوانات، جمادات، نباتات، راہوں، شاہراہوں کے فاصلے، بری، بحری
راستے، تجارتی سامان، درآمدی و برآمدی اشیاء، لین وین، حساب و کتاب،
معاملات، نسل و رنگ، اور معائب و محاسن پر روشنی پڑی ہے، اس سے پہلے
ہندوستان کے باشندے اپنے تمام علوم و فنون اور مہا خیر کے باوجود اپنے
ملک کی سمندری اور پہاڑی چہار دیواری میں رہ کر دنیا سے الگ تھلگ تھے،
جیسا کہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے جواب میں اسمعیل بن عبد اللہ نامی ایک صاحب
نظر و عبرت نے اسے بتایا تھا کہ:

واہل الہند حکماء، استغفوا ہندوستان کے دانشور اپنے ملک پر
بلا و ہم فاکتفوا بہا بما اکتفا کر کے باس پچوس والوں سے
یلیہم، لہ بے نیاز ہیں۔

اسی طرح یہاں کے لوگوں نے مسلمانوں کے ذریعہ پہلی بار انسانی قدموں کی آفاقیت

لہ تاریخ بڑی ص ۱۰۰

کو پہچانا اور ذات پات، طبقہ داریت، علاقائیت اور شخصیت پرستی کے مختلف خانوں سے نکل کر علم و فن، حکومت و سیاست، عنایت و حرمت اور مال و دولت سے اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق حصہ لیا،

خیال تھا کہ عباسی دور کے اسلامی ہند کی تاریخ ہر اعتبار سے کامل و مکمل ہوگی، اسی دور میں احادیث و آثار کی طرح تاریخ و طبقات اور عزوات و فتوحات کی تدوین و تالیف کی ابتداء ہوئی، اسی دور کے مؤرخوں اور مصنفوں نے عہد رسالت، خلافت راشدہ، خلافت امویہ کے سیر و مغازی اور فتوحات کو مزین کیا، جن میں کئی مؤرخ عباسی دربار سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے عباسی دور کی تاریخ مفصل و مکمل ہونی چاہئے، خاص طور سے مولیوں کے مقابلہ میں عباسیوں کے کارناموں کا مفصل تذکرہ ایک گورہ ضروری تھا مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ تاریخیں عباسی خلفاء و امراء کے زیر اثر علمائے لکھی ہیں اس لئے اسفند نے مولیوں کے معائب و مثالب اور عباسیوں کے فضائل و مناقب بیان کئے۔ اور اموی کارنامہ پر سیاہی پھیر کر عباسی خدمات کا چہرہ روشن کیا۔

ہمارے نزدیک علم و تحقیق کی رو سے یہ بات بالکل بے اصل ہے بلکہ اسلامی ہند کی تاریخ کی حد تک معاملہ اس کے برعکس ہے، اور جو مؤرخ و مصنف عباسی خلافت کی ابتداء میں موجود تھے اور جن کے سامنے یہاں کی تاریخ کے صفحات کھلے تھے، انھوں نے اموی دور کا تذکرہ عباسی دور کے مقابلہ میں تفصیل سے کیا ہے حالانکہ ان کے سامنے عباسی دور کا نقشہ موجود تھا اور اس کے مقابلہ میں امویوں کے واقعات مندرجہ ذیل ہو چکے تھے اور مختلف اسباب و عوامل کی بنا پر ان کی تفصیل عباسی دور میں خلافت مصلحت بھی ہو سکتی تھی، اس کے برخلاف

باوجود عباسی دربار سے تعلق رکھنے کے مؤرخوں نے امویوں کے کارناموں کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے، اور عباسی دور سے ایک گونہ بے اعتنائی کی ہے،

ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد بلاذری بغدادی متوفی ۲۶۹ھ متوکل کے خاص مقربین میں تھے، معتز اور مستعین کے دربار سے بھی متعلق رہے، اسفہوں کے ۲۵۵ھ میں فتوح البلدان لکھی جس میں اموی دور میں سندھ کی فتوحات کا ذکر تقریباً دس صفحات میں کیا اور دولت مبارکہ عباسیہ کا ذکر دو صفحات میں لکھ کر ختم کر دیا،

احمد بن ابویعقوب اسحاق بن جعفر بن وہب بن واضح کاتب عباسی یعقوبی کے دادا ابوجعفر منصور کے مولیٰ تھے، یعقوبی گویا عباسی گھرانے کے ایک فرد تھے، اور خلافت کے میر منشی تھے، وہ ۲۶۹ھ میں موجود تھے، اسفہوں نے ہندوستان کے حالات میں اپنے آقا عباسیوں کے مقابلہ میں ان کے مخالف امویوں کی فتوحات کو مفصل بیان کیا ہے، خلیفہ بن خیاط عصفری بصری متوفی ۲۳۲ھ نے اپنی تاریخ میں ۲۳۲ھ تک کے واقعات سے وار درج کئے ہیں، اور اموی دور کے ہندی امرار اور ان کی فتوحات کو اختصار کے باوجود بالاستیعاب بیان کیا ہے، مگر عباسی امرار اور ان کے واقعات کو بہت کم اور سرسری طور سے ذکر کیا ہے، البتہ امارت بحر ہیرہ اور ہندوستان سے متعلق اس کی سرگرمیوں کو اختصار کے باوجود مکمل طور سے بیان کیا ہے، ہندوستان کی عباسی تاریخ کا یہ باب خلیفہ بن خیاط کامریون منت ہے، اور کسی دوسرے مؤرخ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے،

ان تینوں معاصر مؤرخوں نے اپنی کتابیں ایسے زمانہ میں تصنیف کی ہیں

جس میں ہندوستان میں عباسی حکومت قائم تھی، اور یہاں پر رونما ہونے والے واقعات اور معاملات کے شرکار اور شاہدین ان کے سامنے موجود تھے، اس کے باوجود انہوں نے عباسی ہند کے غزوات و فتوحات مکمل اور مفصل طور سے نہیں بیان کئے جو اس دور اقبال میں ہمارے مؤرخوں کا محبوب ترین موضوع تھا اور جس پر ان کا قلم خوب خوب جولانی دکھاتا تھا،

ان کے دوسرے معاصر مؤرخوں نے اپنی کتابوں میں عباسی ہند کی مفصل تاریخ لکھی ہو گی مگر وہ ناپید ہیں، مثلاً مشہور مؤرخ محمد بن عمر و اقدی متونی ^{۲۵} نے کتاب فتوح بلاد الهند اور ابو الحسن علی بن مدائنی متونی ^{۲۶} نے کتاب نغراہند، کتاب عمال الہند اور کتاب فتح مکران تھیف کی تھی، و اقدی اور مدائنی کی یہ کتابیں خاص طور سے ہندوستان کی تاریخ میں تھیں، اس لئے ان میں عباسی عہد کے امراء و عمال اور ان کے غزوات و فتوحات کا ذکر زیادہ اور مفصل رہا ہوگا، مگر افسوس کہ یہ پیش بہا خزانے ہمارے پاس نہیں رہے، اور بعد کے مؤرخوں نے ان کتابوں سے جو کچھ نقل کیا ہے، اس کی مقدار بہت کم ہے،

مذکورہ بالا مؤرخوں کے معاصر یاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے بھی اپنی کتابوں میں ہندوستان کے مقابلہ میں عباسی مقبوضہ ہند کے بارے میں بہت کم معلومات درج کی ہیں، سلیمان تاجر، ابو زید سیرافی، ابن خردادبیر، یعقوبی، ابن فقیہ ہمدانی، اصطخری اسی دور میں تھے مگر انہوں نے اس بارے میں اپنے معاصر مؤرخوں کی روش اختیار کی ہے، البتہ ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ متونی ^{۲۷} نے کتاب الحيوان، کتاب البيان والتبيين، کتاب القبصر اور رسائل وغیرہ میں یہاں کے بارے میں نہایت نادر اور قیمتی معلومات دی

ہیں، مگر وہ ادیب و فلسفی اور ایک خاص فکر کا مالک تھا، اس نے جو باتیں بیان کی ہیں ان کا رنگ انشائی و ادبی ہے،

البتہ اس سلسلہ میں یہ حقیقت سامنے رہے کہ عباسی خلفاء اور برآمدگانے

ہندی علوم و فنون اور یہاں کے فلسفہ، نجوم، حساب اور طب سے پوری دلچسپی لی

ہندی حکماء و اطباء کو بغداد بلا یا، ان کی کتابوں کا ترجمہ کرایا اور ان کو بیت الحکمہ

میں رکھا، اس لئے اس طبقہ کے اہل علم و فن نے ہندوستان کو بڑی اہمیت دی

اور یہاں کے علوم و فنون کے ساتھ حکماء و فلاسفہ کے حالات نہایت تفصیل سے

بیان کئے۔ ابن ندیم، قفطی، ابن ابی اصیبعہ کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں،

مگر اسی سے متصل عباسی ہند کے بارے میں ان کتابوں سے کسی قسم کی علمی و فنی

سرگرمی اور علماء و حکماء کے وجود کا پتہ نہیں چلتا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے

محدثین اور علمائے طبقات و رجال کو کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں

عباسی ہند کے محدثین و روایہ حدیث، فقہاء، علماء، فضلاء، قضاة، معدین،

عباد، زہاد، حکماء، متکلمین، شعراء و دباء اور مختلف ارباب علم و فن کا تذکرہ

کیا، اور ہم ان کے حالات و تراجم سے بڑی حد تک اس دور کے ہندی مسلمانوں

کے بہت کچھ حالات معلوم کر سکتے ہیں، عباسی ہند سے عام مؤرخوں کی بے توجہی

اور بے اعتنائی کی ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عباسی دور سے سوسوا سو

سال پہلے اموی دور میں یہاں مسلمان آباد ہو چکے تھے اور ان کو وہ تمام قومی،

اہلی، تہذیبی، معاشرتی اور معاشی قدریں حاصل تھیں جو اس وقت پورے

عالم اسلام میں پائی جاتی تھیں، ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی سطح

سہوار ہو چکی تھی، ملکی و شہری نظام قائم تھا، حکومت و امارت کا کام حسن و خوبی

سے جاری تھا، عین اسی حال میں عباسی دور آیا، جب کہ یہاں کے مسلمان

منظم و منضبط زندگی بسر کر رہے تھے، اور عالم اسلام کے معزز شہری کی طرح باوقار مقام رکھتے تھے، حکومت کی تبدیلی سے ان کی زندگی میں رد و بدل نہیں ہوا نہ کوئی نئی قوم فاتح بن کر آئی، نہ کوئی جدید نظام آیا اور نہ ہی اعمال و عقائد اور افکار و خیالات میں کوئی تغیر ہوا، البتہ اس دور میں پورے عالم اسلام میں جو تمدنی و تہذیبی اور معاشی و معاشرتی وسعت پیدا ہوئی اس کے اثرات یہاں بھی نمایاں ہوئے، اگر حکومت کے ایوانوں اور جنگ کے میدانوں سے نکل کر اسلامی کتب خانہ کی سیر کی جائے اور مختلف موضوعات کی کتابوں کی چھان بین کی جائے تو اس دور کے پورے عالم اسلام کی طرح عباسی ہندوستان کے بارے میں معلومات فراہم ہو سکتی ہیں۔

اس کے باوجود اس دور میں نہ خلافت راشدہ کے حسنات و برکات تھے اور نہ اموی خلافت کی دینی عبیت اور عربی نخوت تھی، اس لئے عباسی خلفاء غزوات و فتوحات اور دین کی اشاعت و تبلیغ میں امویوں سے آگے نہ بڑھ سکے، بلکہ اس بارے میں ان کی ہمسری نہ کر سکے، ہم لے "خلافت امویہ اور ہندوستان" میں اموی دور کے غزوات و فتوحات پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اس کے بعد عباسی دور میں اس سے آگے فتوحات نہیں ہو سکیں بلکہ امویوں کے مفتوحہ علاقوں پر عباسیوں نے قبضہ کر کے ابتداء میں بناؤ قوں اور سرکشیوں کے خلاف غزوات و فتوحات کیں، اور آگے چل کر یہ سرگرمی بھی بند ہو گئی اور ان کے امراء یا ماتحت خود مختار حکمراں اپنے اپنے علاقوں کے مالک بن گئے، عباسیوں نے اس ملک میں کوئی نیا علاقہ فتح نہیں کیا اور نہ اسلامی قلمرو کی حدود میں اضافہ کیا بلکہ امویوں کے مفتوحہ علاقوں پر حکومت کی کرائی۔

(۲)

خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان

عباسی خلافت کو ابتداء ہی میں سندھ کی دو طاقتوں سے مقابلہ کرنا پڑا اور دونوں کے مقابلہ میں کامیابی نصیب ہوئی، ایک خود سندھ میں منصور بن جمہور کلہی کی طاقت تھی، جس نے ۱۳۰ھ میں آخری اموی امیر زید بن عرار کو قتل کر کے یہاں خود مختار حکومت قائم کر لی تھی اور پورے سندھ و کمران پر اس کا قبضہ تھا، دوسری طاقت منذر بن زبیر ہتھاری کی تھی جو بہت پہلے اموی امیر حکم بن ابوعواد کلہی کے ساتھ سندھ آیا تھا، اس نے عباسی خلافت کی ابتداء میں یہاں سے قریباً جا کر خلیفہ ابو العباس سفاح کے خلاف خروج و بغاوت کی راہ اختیار کی تھی، مگر عباسی خلافت کے امرار اور فوجوں نے ان دونوں طاقتوں کو شکست دے کر دونوں مقامات میں فتح پائی پہلے خلیفہ ابو العباس سفاح کے زمانہ میں ۱۳۱ھ ربیع الآخر ۱۳۲ھ تا ۱۲۱ھ ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں یہاں دو امیر آئے، ایک مغلس بن سری عبدی اور دوسرے موسیٰ بن کعب تمیمی اور دونوں نے منصور بن جمہور کلہی سے جنگ کی، پہلے امیر اس کے مقابلہ میں مارے گئے اور دوسرے امیر نے اس پر فتح پائی،

مغلس بن سری عبدی کی آمد | ہندوستان میں پہلے عباسی حاکم مغلس
 اور منصور بن جہور کے مقابلہ میں ناگامی | بن سری عبدی تمیمی کی آمد ۳۲۲ھ میں
 ہوئی، وہ سجستان کے بنو عثیم سے تھا، بلاذری نے لکھا ہے کہ خلافت عباسیہ
 کی ابتداء میں ابو مسلم خراسانی نے مغلس عبدی کو ثغر ہند کی ولایت دی،
 یعقوبی نے لکھا ہے جب ابو مسلم کو خراسان میں پورے طور سے ظہور و غلبہ حاصل
 ہو گیا تو اس نے سجستان کے عربوں میں سے مغلس نامی ایک شخص کو سندھ
 روانہ کیا، ان دونوں بیٹوں کے مقابلہ میں خلیفہ بن خیاط نے تصریح کی ہے کہ
 مغلس کو خود خلیفہ ابو العباس نے یہاں بھیجا تھا، بہر حال مغلس طخارستان
 کی راہ سے سندھ آیا اس کی آمد سے پہلے ہی یہاں عباسی خلافت کے آدمی
 آگئے تھے جنہوں نے مغلس کی آمد سن کر منصور بن جہور کے سہائی منظور بن
 جہور کو قتل کر دیا، یعقوبی نے لکھا ہے:

فلما اظلم و شب	جب مغلس اپنے لاؤشکر سمیت
اصحاب منظور اخی	پہنچ گیا تو منظور کے ساتھیوں نے
منصور بن جمہور	(جو درحقیقت مغلس کے آدمی تھے)
فقتلوا، و کتبوا الی	حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور مغلس
مغلس فاتاہم فلقیہ	کو خط لکھا جسے پا کر وہ ان کے پاس
منصور بن جمہور	آیا، اس وقت منظور کے سہائی
فقاتلہ فہزمہ و أسر	منصور بن جہور نے اس سے جنگ
مغلس فاتی بہ منصور	کر کے شکست دی، مغلس گرفتار کر کے
فقتلہ و قتل	منصور کے پاس لایا گیا اور اس نے
اکثر قتلة	مغلس کو اور اپنے سہائی کے اکثر

قاتلوں کو قتل کرایا،

اخفیہ ۱۵

اس واقعہ کی پوری تفصیل محمد بن حبیب بغدادی نے اپنی کتاب "اسماہ
 المختارین من الاشراف فی الجاہلیۃ و الاسلام" میں یوں بیان کی ہے کہ منصور
 بن جبور نے سندھ پر قبضہ کر کے اپنے سجائی منظور بن جبور کو یہاں کا والی مقرر کیا
 اور اس کے ساتھ اہل شام میں سے ایک یعنی آدمی رفاعہ بن ثابت بن نعیم کو
 شریک امارت کیا، کچھ دنوں کے بعد حکومت کے معاملات میں رفاعہ بن ثابت
 نے منظور بن جبور پر غلبہ حاصل کر لیا، وہ منظور کی رات کی مخصوص مجلسوں
 میں شریک ہوتا تھا، اسی دوران میں ابو مسلم خراسانی نے بنو عباسیہ کے حق میں
 خراسان کو ہموار کر کے قبیلہ بکر بن وائل کے ایک آدمی مناس نامی کو سندھ کی
 ولایت دی، جس وقت وہ سندھ کے قریب پہنچا اور رفاعہ بن ثابت کو اس کی آمد کی
 خبر مل گئی، اس نے موقع تلاش کر کے منظور کو قتل کر دیا، اس کی صورت یہ ہوئی
 کہ حسب معمول ایک رات دارالامارہ میں رفاعہ، منظور، اور اس کا غلام بیٹوں
 ماکولات و شروبات میں شریک ہوئے، کچھ رات گئے منظور اور غلام دونوں
 سو گئے، اور رفاعہ نے گھرا کر تلوار اور غلام کو ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار
 ہو کر دارالامارہ پہنچا، اور احاطہ کی جس دیوار کے پاس سے بالا خانہ کی طرف
 سیرمی جاتی تھی اس میں نقب لگا کر دونوں سیرمی سے بالا خانہ پر گئے جہاں منتظر
 اور اس کا غلام دونوں سوئے تھے، رفاعہ نے پہلے منظور کا کام تمام کیا، پھر
 اس کے غلام کو قتل کرنا چاہا مگر وہ جاگ گیا، اور سمجھا کہ میرا آقا منظور مجھے قتل
 کرنا چاہتا ہے، کہنے لگا کہ منظور! تم رات کے پہلے حصہ میں مجھے اپنی گفتگو
 بات چیت میں شریک کرتے ہو، اور آخری حصہ میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہو

رفاعہ تے یرسن کر ہا ستھ روک لیا اور غلام سے کہا میں تم کو جو حکم دوں اسے مانو
ورنہ ابھی قتل کروں گا، اس نے کہا جو حکم کرنا چاہو کرو، رفاعہ نے کہا تم منظور
کے نام سے اس کے محافظ دستہ کے افسر کو آواز دو، غلام لے کرے سے
باہر نکل کر اسے آواز دی اور کہا تم کو امیر یاد کرتے ہیں، افسر آواز سن کر اہل چڑھا،
اور جوں ہی سامنے آہا رفاعہ اور اس کے غلام نے مل کر اس کو قتل کر دیا، اس کے
بعد دارالامارہ کے اعیان و اشراف اور سرکاری آدمیوں کو قتل کر کے آٹھ نفر
کی جان لی،

رفاعہ کی غداری اور خون خراب کرنے پر ایک شاعر نے اس کی ہجو میں یہ اشعار
کہے ہیں:

یا رفاع بن ثابت بن نعیم
لے رفاع بن ثابت بن نعیم!
ماجنیت الاحسان بالاحسان
تم نے احسان کا بدلہ احسان سے نہیں دیا
ولقد اقلقت یمینک خرقاً
ارمیثاً وفارس الفرسان
تھارے ہاتھ نے حماقت کر کے ایک عظیم سپہ سالار اور شہ سوار کو ضائع کر دیا۔

فاوال ملبلک منک
اصححت فی کف نار حوران
اب تم حاکم کی آتش انتقام سے بچ کر نکل نہیں سکتے ہو، لہ

اس کے بعد منصور بن جہور نے رفاعہ بن ثابت کو گرفتار کر کے قتل کر دیا،
طبری نے ۱۲۰ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس سال اموی خلیفہ مروان بن محمد
بن حکم کے خلاف ثابت بن نعیم نے اہل فلسطین کو لے کر خروج کیا اور طبریہ
کا محاصرہ کر کے خلافت کی فوجوں سے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر فلسطین میں پناہ
گزین ہوا جب دوسری بار مقابلہ ہوا تو خود ثابت بن نعیم کہیں چھپ گیا، اس کے بعد

ملہ اسماء المتعالمین من الاشراف فی الجاہلیۃ والاسلام، المجموعۃ الثانیۃ من نوادر المخطوطات
طبع قاہرہ

اس کا لڑکار فاعہ بن ثابت بن نعیم بھی روپوش ہو گیا، باقی تین لڑکے گرفتار ہوئے،
 رفاعہ بن ثابت اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ بدطنیت تھا، وہ کسی طرح بھاگ
 کر سندھ میں منصور بن جہور کلبی کے پاس پہنچا، منصور نے نہایت ہمت پاک
 طریقہ پر اس کا استقبال کیا اور اپنے بھائی منصور بن جہور کے ساتھ اس کو

منصورہ کا حاکم اور اپنا نائب بنایا، ایک مرتبہ رفاعہ نے

موت پا کر منظور کو قتل کر دیا، اس وقت منصور ملتان کی مہم پر جا رہا تھا، جب
 اسے بھائی کے قتل کی خبر ہوئی تو راستہ سے واپس آیا اور رفاعہ کو گرفتار کر کے
 پختہ اینٹوں کا ایک بنا رہ بنوایا جو اندر سے خالی تھا اور رفاعہ کو اسی میں زندہ
 بند کر کے اوپر سے اینٹ چنوا دی، پھر اس پر عمارت بنا دی۔

رفاعہ بن ثابت اموی دور میں اقتدار و غلبہ کی کوشش میں ناکام ہو کر سندھ
 آیا تو یہاں اموی خلافت کی ایک مخالف طاقت نے پناہ دی اور بڑی حد تک
 اس کو اقتدار کا مالک بنا دیا، مگر رفاعہ نے اندر عباسی خلافت کے حق میں
 کام کرنا شروع کیا، اور ابو مسلم خراسانی نے اس سے کام لے کر سندھ کو
 عباسی خلافت میں شامل کرنے کی ترکیب نکالی، چنانچہ منگلس بن سری اور رفاعہ
 بن ثابت میں خفیہ نامہ و پیام ہو رہا تھا اور جب منگلس اپنے آدمیوں کے ساتھ
 سندھ میں پہنچا تو منصور بن جہور اس صورت حال سے بے خبر تھا اور ملتان کی
 مہم پر روانہ ہو رہا تھا، منگلس اور رفاعہ کے درمیان یہ بات طے رہی ہو گی کہ جب
 منصور بن جہور کسی مہم پر نکلے تو منظور کو قتل کر کے منگلس بن سری کو دعوت دیکھے

۱ تاریخ طبری ۷ ص ۳۱۳ چوں کہ رفاعہ کی آمد ۱۱۳ھ میں اموی دور میں ہوئی تھی اس لئے ہم نے
 ۱۱۳ھ اثنین اور خلافت ہور اور چند درستان میں اموی دور کے واقعات میں اس کا تذکرہ کیا
 ہے، حالانکہ منظور کے قتل کا واقعہ عباسی دور کا ہے،

چنانچہ رفاعہ نے ۳۳ھ میں اپنا کام کر دیا مگر مجلس اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا، اور دو سال تک منصور بن جہور سے مبارزہ و مقاتلہ کر کے ۳۴ھ میں ناکام ہو گیا،

تو رفاعہ اور اس کے ساتھیوں نے مجلس کو منظور کے قتل اور منصور کی فوجی مہم پر روانگی کی خبر دی تو اس نے منصورہ کا رخ کیا، آدمہ منصور بن جہور کو بلتان جاتے ہوئے راستہ میں اپنے بھائی کے قتل کی خبر ملی اور اس نے فوج سمیت واپس آکر مجلس کے منصورہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس سے مقابلہ کیا، دونوں طرف سے معرکہ آرائی ہوئی اور منصور بن جہور نے مجلس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا، ساتھ ہی اس کی اکثر فوج کو تہ تیغ کیا، اور جو لوگ اس کے بھائی کے قتل اور سازش میں شریک تھے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتارا اس جنگ میں مجلس کی فوج کا بیشتر حصہ جنگ میں کام آیا، یہ واقعہ ۳۴ھ کہلے خلیفہ بن خیاط نے یہ ساری داستان چند لفظوں میں یوں بیان کی ہے:

السند، بعث ابو العباس راجلاً من بنی
تیمم یقال لہ مجلس فاخذ منصور بن
جمہور اسیراً وقتل عامۃ
اصحابہ۔
اور بلاذری نے لکھا ہے:

فلما کان اول الدولۃ المبارکۃ
ولی ابو مسلم عبد الرحمن بن مسلم مغلساً
العبدی ثغر السند واخذ علی
عباسی خلافت کی ابتداء میں ابو
مسلم خراسانی نے مجلس عبدی کو سندھ
کی ولایت دی اور وہ طخارستان کی

۱ تاریخ خلیفہ ۲۷ ۶۳۶

طخارستان و سارحتی
 صارا الی منصور بن جمہور
 الکلبی، و ہویا بسند
 فلقیہ منصور فقتلہ و
 ہزم چند کا۔ لہ

راہ سے روانہ ہوا یہاں تک کہ سندھ
 میں منصور بن جمہور کی سمت بڑھا،
 منصور نے اس سے مقابلہ کر کے
 اس کو قتل کر دیا اور اس کی فوجوں
 کو شکست دے دی،

ابوحنیفہ دنیوری کا بیان ان مورخوں کے عملات یہ ہے کہ ابو مسلم خراسانی نے
 مجلس کو طخارستان کی امارت دی، جب منصور بن جمہور کو اس کی آمد کی خبر لگی تو
 مقابلہ کے لئے نکلا اور جابنہ میں جنگ ہوئی جس میں مجلس متحیاب ہوا اور منصور
 بن جمہور اپنے ساتھیوں کو لے کر ریگستان کی طرف بھاگا راستہ

میں پیاس کی شدت سے وہ سب سے مر گئے، اس کے بعد مجلس نے سندھ
 میں قیام کیا لہ

اس بیان میں مجلس عبدی اور موسیٰ بن کعب کے واقعات میں خلط ملط ہے
 آخری باتوں کا تعلق موسیٰ بن کعب اور منصور بن جمہور کی جنگ سے ہے،
 مجلس کی دو سالہ امارت کا پورا دور منصور بن جمہور کے ساتھ نمبر و آزمائی
 میں گذرا، اس وقت کے امیر کاسب سے بڑا کارنامہ یہی تھا کہ وہ سندھ سے
 منصور بن جمہور کے اقتدار کا خاتمہ کر کے عباسی حکومت و امارت قائم کرے،
 مجلس نے اس کے لئے کوشش کی حتیٰ کہ اسی میں کئی اور اس کے اکثر ساتھیوں
 کی جان گئی۔

موسیٰ بن کعب تمیمی کی آمد، ۱۳۳ھ میں مغلس بن سری عبدی تمیمی کی موت کے
 اور منصور بن جمہور کا خاتمہ بعد موسیٰ بن کعب تمیمی کو سندھ کی امارت ملی، خلیفہ،
 یعقوبی، طبری، ابن اثیر، ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ موسیٰ بن کعب کو خلیفہ
 ابو العباس نے منصور بن جمہور سے جنگ کے لئے بھیجا، مگر بلاذری نے لکھا ہے کہ
 ابو مسلم خراسانی کو مغلس کے قتل کی خبر ملی تو اسی نے موسیٰ بن کعب کو روانہ کیا،
 خلیفہ ابو العباس نے منصور بن جمہور کے ہاتھوں مغلس اور اس کے آدمیوں
 کے قتل کی خبر پا کر عباسی دعوت و خلافت کے نقیب خاص
 اور اپنے محافظ دستہ کے افسر اعلیٰ موسیٰ بن کعب تمیمی مروزی
 کو سندھ روانہ کیا۔

اور اس کے ساتھ بصرہ کے عربوں اور عجمی موالی میں
 سے تین ہزار سپاہی، اور قبیلہ بنو تمیم کے ایک
 ہزار خصوصی سپاہی بھیجے، موسیٰ بن کعب اس وقت خلیفہ ابو العباس کے
 محافظ دستہ کا افسر تھا، اس نے اپنی جگہ سیتب بن زبیر کو مقرر کیا اور سندھ آ کر
 قندابل میں قیام کیا جو منصور بن جمہور کے دار الامارہ منصورہ سے آٹھ مرحلہ
 کی دوری پر تھا، درمیان میں دریائے سندھ حائل تھا، کچھ دنوں قندابل میں
 قیام کر کے حالات کا جائزہ لیا، پھر منصور بن جمہور کے اصحاب و اخوان اور ان
 کے قبائل سے خط و کتابت کر کے اپنے حق میں فضا ہموار کی، نیز سندھ کے
 آٹھ ہزار آدمیوں کو اپنا ہمتو اپنا کر بارہ ہزار فوج کے ساتھ منصورہ کی طرف
 بڑھا، جب منصور بن جمہور کو اس کی خبر لگی تو تین ہزار فوج لے کر آگے بڑھا،
 موسیٰ بن کعب نے منصور بن جمہور کی فوج پر حملہ کر کے شکست دے دی، وہ
 شکست کھانے کے بعد اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ ریگستان کی طرف بھاگا

خلافت عباسیہ اور ہندوستان

اور راستہ میں پیاس کی شدت سے مر گیا، ایک قول ہے کہ شکست کے بعد اس کو اسپہال کا مرض ہو گیا تھا اور اسی میں اس کی موت واقع ہوئی، تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، مرآة الجنان اور البدایہ والنہایہ میں موسیٰ بن کعب کی فوج ہزار اور منصور بن جمہور کی فوج تین ہزار بتائی گئی ہے، مگر یعقوبی نے موسیٰ بن کعب کی فوج بیس ہزار بتائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عراق کی چار ہزار فوج کے علاوہ سندھ کی فوج سولہ ہزار تھی، یہ فتح و شکست منصورہ سے دور قندابیل کے آس پاس ہوئی تھی، جب اس کی خبر منصورہ میں منصور بن جمہور کے نائب کو ملی تو وہ اس کے ہاں بچوں اور ساز و سامان کو لے کر بلاد خزر کی طرف چلا گیا۔ کم و بیش چھ سال تک سندھ میں منصور بن جمہور کی حکومت قائم رہی۔ ۲۸ رمضان ۱۳۶ھ کو ختم ہو گئی اور سندھ پر عباسی خلافت نے قبضہ کیا، خلیفہ نے لکھا ہے

وفیہا ۱۳۶ھ قتل موسیٰ بن کعب ۲۸ رمضان ۱۳۶ھ کو موسیٰ بن کعب منصور بن جمہور بقندابیل لیلین نے منصور بن جمہور کو قندابیل میں یقیناً من مشورہ مصنان - ۱۳۶ قتل کر دیا،

بلاذری کا یہ قول عام مؤرخین کے خلاف ہے کہ موسیٰ بن کعب نے منصور بن جمہور کے سجائی منظور کو قتل کیا تھا بلکہ اس کو رفاعہ بن ثابت نے مجلس کی سندھ میں آد پر قتل کیا تھا،

خلیفہ ابو العباس کی موت سے تقریباً سوا دو ماہ قبل سندھ پر عباسی خلافت کا مکمل قبضہ ہو گیا مگر بغداد میں اس کی اطلاع سوا دو ماہ کے بعد پہنچی، وہیں پر خنشی اور اطمینان کا مظاہرہ کیا گیا، اس سلسلہ میں ابن کثیر نے البدایہ

۱ تاریخ یعقوبی ۳/۲۲۶، تاریخ طبری ۷/۲۷۱، کامل ابن اثیر ۵/۱۰۱، مرآة الجنان ص ۲۸۱، البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۵۵، تاریخ ابن خلدون ۳/۳۷، بیروت ۲/۲۶، تاریخ خلیفہ ۲۶ ص ۲۳۹، فتح البلدان ص ۲۳۱۔

والنہایہ میں یہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ عیسیٰ بن علی کا بیان ہے کہ ایسا یوم عرفہ
 (۹ ذوالحجہ ۳۳ھ) کو خلیفہ ابو العباس سفاک کی خدمت میں حاضر ہوا، خلیفہ
 روزہ سے تھا اس نے مجھ سے کہا کہ تم آج دن بھر میرے پاس رہو کہ تفریحی بات چیت
 کرو، چنانچہ میں نے گفتگو شروع کی حتیٰ کہ بہت دیر ہو گئی اور خلیفہ کو نیند آنے
 لگی تو میں وہاں سے یہ کہہ کر اٹھا کہ میں اپنے مکان میں قیلولہ کر کے آجاؤں گا،
 اور جب میں خلیفہ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک شخص سندھ
 کی فتح کا بشارت نامہ لئے کھڑا ہے،

فاذا علی بابہ بشیر یفتہ السند
 و بیعتہم للخلیفۃ و تسلیم الامور
 الی نوابہ -

دار الخلافہ کے دروازہ پر ایک قاصد
 خوشخبری دے رہا تھا کہ سندھ فتح
 ہو گیا، لوگوں نے خلیفہ کی بیعت
 کر لی اور وہاں کی حکومت امیر کے
 قبضہ میں آگئی۔

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ فتح سندھ کی بشارت کے ساتھ میں خلیفہ کے
 دروازہ میں داخل ہو رہا ہوں، پھر اندر جا کر دیکھا کہ وہاں دوسرا قاصد
 افریقہ کی فتح کا بشارت نامہ لایا ہے۔
 اس واقعہ کے تیسرے دن یکشنبہ ۱۲ ذوالحجہ ۳۳ھ کو خلیفہ ابو العباس کا
 انتقال ہو گیا، جس وقت فتح سندھ کی خوشخبری خلیفہ ابو العباس کو ملی اس پر
 غمیشی اور رنج کی ملی جن کی کیفیت ہماری ہو گئی تھی، یعقوبی نے اس بار اوفنا سے
 نقل کیا ہے کہ ابو العباس کی شدت مہن میں اس کے پاس دو درآسے،
 ایک سندھ سے، دوسرا افریقہ سے، اس لئے اللہ کی آمد کی خبر سن کر کہا کہ

لے البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۳۰

میں تین دن کے بعد مر جاؤں گا، عیسیٰ بن علی نے درازی عمر کی دعا دی، پھر ابوالعباس نے اپنے سلسلہ سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول بیان کر کے کہا کہ میرے اس شہر میں ایک ہی دن دو وفد آئیں گے، ان میں سے ایک وفد سندھ کا، اور دوسرا الریفہ کا ہوگا، اس کے تیسرے دن میں قبر میں ہوں گا، اور میرے بعد خلافت کا وارث کوئی اور ہوگا،

منصورہ کی مرمت، جامع مسجد | موسیٰ بن کعب ۱۳۲ھ سے ۱۳۶ھ تک سندھ
کی توسیع اور فتوحات | کی امارت پر رہا، اس کے ساتھ اس کے

رد کے فیئینہ کے علاوہ تبید نوٹیم کے تین ہزار آدمی اور سرکاری اور غیر سرکاری فوج تھی، اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ یہاں سے چھ سال کی ایک شخص حکومت ختم ہوگئی، اور یہ ملک خلافت عباسیہ کے زیر نگیں آ گیا، دو سال کی مدت امارت کا زیادہ حصہ منصور بن مہر کے استیصال میں گذرا، بعد میں اس کو یہاں رہنے اور کام کرنے کا موقع بہت کم ملا، وہ چند ہی ماہ رہ سکا، پھر بھی اس مختصر سی مدت میں اس نے متعدد جنگی اور تعمیری کارنامے انجام دیے، ان کی طرف عرف بلاذری نے یوں اشارہ کیا ہے:

و ولی موسیٰ السند
فرم المنصوراً و زاد فی
مسجدھا و غرأ و اقلتم
موسیٰ بن کعب نے سندھ کی امارت
کے زمانہ میں دارالامارہ منصورہ کی
مرمت کی، اور اس کی جامع مسجد کو
وسیع کیا اور جہاد کر کے فتوحات
حاصل کیں۔

عباسی امراء اور منصور بن مہر کے درمیان جنگ وجدال کی وجہ سے

لے تاریخ یعقوبی ۷ ص ۱۱۱ نجف،

منصورہ تباہ ہو گیا تھا وہاں کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی، اس لئے موسیٰ بن کعب نے اطمینان پاتے ہی اس کی مرمت کرائی، اور اموی دور کی جامع مسجد کو وسیع کیا نیز غزوات و فتوحات کیں، مگر ان کارناموں کے بارے میں ہمیں تفصیلات نہیں مل سکیں، ان تمام خدمات میں موسیٰ کا بیٹا عیینہ اس کا دست راست تھا، اس لئے ابو جعفر منصور کی خلافت کے ابتدائی ایام میں عیینہ کو اپنا جانشین بنا کر خود عراق چلا گیا،

مندربن زبیر ہبیری سندھی کی سندھ کے تعلق سے دوسرا اہم فتنہ جس نے قرقیسیا میں بغاوت اور ناکامی سے خلیفہ ابوالعباس کو دوچار ہونا پڑا

یہ تھا کہ مندربن زبیر بن عبدالرحمن بن ہبیر بن اسود ہبیری قرشی نے سندھ سے نکل کر جزیرہ اور شام کے علاقہ قرقیسیا میں علم بغاوت بلند کیا، یہ شخص عمر بن عبدالعزیز ہبیری کا دادا تھا جس نے ۲۲۴ھ میں خلیفہ متوکل کے قتل کے بعد سندھ میں اپنی حکومت قائم کی، مندربن زبیر ہبیر ہشام بن عبدالملک اموی کے زمانہ میں امیر سندھ حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ ہندوستان آکر یہیں آباد ہو گیا جیسا کہ بلاذری نے لکھا ہے اور اصطخری نے لکھا ہے کہ اس کا خاندان سندھ کے ایک معمولی سے مقام بانیہ میں آباد ہوا، مندربن زبیر نے پچیس سال سے زائد تک خاموشی کے بعد ۱۳۲ھ جزیرہ کے شہر قرقیسیا میں خلیفہ ابوالعباس کے خلاف خروج کیا، ابن حزم اور ابن خلدون نے لکھا ہے۔

مندربن زبیر ابوالعباس سفاہ

المنذر بن الزبیر

کے دور خلافت میں قرقیسیا میں

قدقام بقرقیسیا

۱۰ فتوح البلدان ص ۲۳۲ ۱۱ مسالک الممالک ص ۱۰۰

ایام السفاح فاسر

خریج و بغاوت کے لئے آمادہ ہوا،

وصلب، لہ

اور گرفتار کر کے سولی دے دیا گیا،

ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ ۱۳۲ھ میں اہل جزیرہ نے بغاوت کر کے خلیفہ ابو العباس سفاح کے خلاف حران میں طاقت جمع کی، نیز قرظیا، روقہ اور دار، ماروین میں شورش برپا ہوئی، قرظیا اور روقہ کی طرف ابو العباس نے اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو سجاری جمعیت کے ساتھ روانہ کیا، تادیبی کارروائی کے بعد جزیرہ اور شام کے حالات قابو میں آ گئے، اور ابو جعفر منصور نے ۱۳۶ھ تک جزیرہ، ارمینیا، آذربائیجان میں کامیاب حکومت کی تھی

قرظیا کی اسی شورش میں منذر بن زبیر بھی شریک تھا اور کھل کر عباسی فوج کے مقابلہ میں آیا جس کی پاداش میں گرفتار کر کے قتل کیا گیا، منذر بن زبیر قرظیا میں ناکام رہا مگر اس کا پوتا عمر بن عبدالعزیز سندھ میں کامیاب رہا جس نے ہتباری حکومت قائم کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیا، سندھ میں خوارج کی آمد اور ابو امیہ کے آخری دور میں ان کے مخالفوں سلیمان بن ہشام کا قتل

جمہور اور اس کے بھائی منظور بن جمہور نے یہاں اپنی حکومت قائم کر کے اموی دور کے شورش پسندوں کے لئے پناہ گاہ بنا دی تھی، اور وہ یہاں آج بے خوفی کی زندگی بسر کرتے تھے، اسی دور میں آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے خلاف خوارج نے بڑے پیمانہ پر شورش برپا کی، جس میں قریش کی ایک جماعت بھی شریک تھی، نیز اسی میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے صاحبزادے سلیمان تھے، خوارج کے سردار ضحاک بن قیس شیبانی، خیبری اور شیبانی

۱۱۱ جہرۃ انساب العرب ص ۱۱۱ و تاریخ ابن خلدون ۲۶۷ (بیروت) طبع ۱۹۶۳ء
تاریخ یعقوبی ۲۷ ص ۳۴

عبدالغزیز حروری تھے، ۳۱۳ھ میں اہواز کی جنگ میں شیبان بن عبدالعزیز
 حروری مارا گیا، اس کے بعد سلیمان بن ہشام اپنے حشم و خدم کے ساتھ سندھ
 چلے آئے، اس وقت یہاں منصور بن جمہور کی حکومت تھی، سلیمان بن ہشام
 امن و اطمینان سے رہے، اس کے بعد پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس کے
 دربار میں حاضر ہوئے، خلیفہ نے ان کو امان دے کر نہایت عزت و احترام
 کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھایا، یہ دیکھ کر درباری شاعر سدیف نے خلیفہ سے کہا،

لا یغرنک ماتوی من رجال ان تحت الصلوع داء دویا
 ان لوگوں کو دیکھ کر تم دھوکہ میں نہ پڑو، ان کے دلوں میں مہلک بیماری ہے،

فضع السیف و ارفع السوط حتی لا تری فوق ظہرہا امویا
 اس لئے گدڑہ اٹھا کر رکھو اور تلوار سے کام لو، یہاں تک کہ تم کو روئے
 زمین پر کوئی اموی نظر نہ آئے، ابوالعباس نے ان اشعار کو سن کر سلیمان
 بن ہشام کو قتل کر دیا، لے

یعقوبی نے لکھا ہے کہ سلیمان بن ہشام خلیفہ ابوالعباس سے امن
 لے کر اپنے بال بچوں کے ساتھ سندھ سے اس کے پاس گئے، اس نے
 نہایت ادب و احترام سے سلیمان اور ان کے لڑکوں کو قیمتی فرش اور کرسی
 پر بٹھایا، بعد میں خلیفہ ہشام کی مجلس میں ان کو اپنے ساتھ بٹھاتا تھا، ایک
 دن ابوالجہم نے بدوی ہیت میں آ کر خلیفہ کو کچھ اشعار سنائے جن میں اس
 کو بنو امیہ کے خلاف اہجارا، اور سلیمان یہ کہتے ہوئے مجلس سے اٹھ گئے
 کہ امیر المؤمنین! آپ کا یہ نوکر مجلس میں میرے اور میرے لڑکوں کے قتل
 کی ترغیب دیتا ہے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کسی وقت ہمیں ختم

۱۰ تاریخ طبری ۲۵۱ھ، تاریخ ابن خلدون ۲۷۳ھ، العبرۃ والنہایہ ۱۰۷۱ھ، معارف ابن
 قتیبہ ۲۱۱ھ

کر دیں گے، ابو العباس نے کہا کہ اگر میں یہ چاہوں تو کون روک سکتا ہے
جب تمہارے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی ہے تو تمہارے حق میں خیر نہیں ہے
پھر ابو الجہم سے کہا کہ تم ان کو اور ان کے لڑکوں کو ہاتھ سے جاؤ، اور ان کی گردن
مار کر ان کا سر میرے پاس لاؤ، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

موسیٰ بن کعب تمیمی نے منصور بن جہور کا فتنہ ختم کر کے
عینہ بن موسیٰ کی امارت پورے سندھ کو عباسی خلافت کے زیر نگیں کیا،

اس کے دار الامارہ منصورہ کی تعمیر و ترمیم کی، وہاں کی جامع مسجد کی توسیع
کرائی اور اطراف و جوانب میں غزوات و فتوحات کیں، ان تمام کارناموں
میں اس کا بیٹا عینہ بن موسیٰ تمیمی شریک رہ کر نہایت مستعدی اور ذمہ داری سے
مفوضہ امور انجام دیتا رہا حتیٰ کہ ذوالحجہ ۳۶ھ میں خلیفہ ابو العباس کا انتقال
ہوا، اور ابو جعفر منصور دوسرا خلیفہ ہوا، اس کے ابتدائی ایام میں موسیٰ بن
کعب اپنے بیٹے عینہ کو سندھ میں اپنا جانشین بنا کر عراق چلا گیا، ابو جعفر
منصور نے بھی عینہ کی ولایت و امارت کی منظوری دیدی اور موسیٰ بن کعب
عراق جانے کے بعد وہیں ۱۴۱ھ میں فوت ہو گیا،

قبائلی اور فوجی شورش موسیٰ بن کعب کے ساتھ بصرہ کے تین ہزار اور قبیلہ
بنو تمیم کے ایک ہزار، کل چار ہزار فوجی سندھ آئے

تھے، مقامی فوج اس کے علاوہ تھی، عینہ بن موسیٰ کی امارت شروع ہوتے
ہی ان میں سے یمن کے بنو ربیعہ والوں نے کھل کر عینہ کے خلاف مظاہرہ
کیا اور شورش برپا کر کے بیت المال کے تانے توڑ ڈالے، اس میں سے
رقوم و اجناس لوٹ لئے اور سخت فتنہ و فساد برپا کیا جس کے فرو کرنے کی

۱۴ تاریخ یعقوبی ۳۷ ص ۱۲۱

عیینہ نے طاقت استعمال کی، اور اکثر شورش پسندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس سلسلہ میں ذور وایات ہمارے سامنے ہیں، ایک روایت مؤرخ یعقوبی کی یہ ہے :

وکان موسیٰ بن کعب التیمی	موسیٰ بن کعب نے سندھ سے واپسی کے وقت
لما انصرف عن بلاد السند	اپنے بیٹے عیینہ بن موسیٰ کو جانشین بنایا تو
خلف ابنہ عیینة بن موسیٰ	یمن کے نبید ربیعہ کی جو فوج اسکے ساتھ تھی آپس ایک
فخالف علیہ قوم مہن کان	جماعت نے اس کی مخالفت کی تو
معہ من ربیعة الیمن فقتل	اس نے ان کو قتل کر دیا، انہوں
عاقبہم واطہرو والمعصیة لہ	نے نافرمانی کا مظاہرہ کیا تھا،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بغاوت درحقیقت قبائلی عصبیت اور پمانیہ فزاریہ کی باہمی آویرش کا نتیجہ تھی، جو عیینہ بن موسیٰ کی امارت کے نام پر فتنہ وفساد کا باعث بنی، اور اس کی امارت شروع ہوتے ہی یمن کے نور ربیعہ نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، یہ تحریک وقتی طور سے دب گئی مگر اس کے اثرات سندھ کے باہر بھستان وغیرہ کے یمانیوں میں پھیلے اور انہوں نے عیینہ بن موسیٰ سے انتقام لیا،

اور دوسری روایت العقدا الفریدی کی ہے، جس میں ہے کہ عیینہ بن موسیٰ نے ابو جعفر منصور کو اس فوجی شورش کی اطلاع دی اور اس نے عیینہ کو قصور وار ٹھہرایا:

ابو جعفر وقع فی کتاب امانہ	ابو جعفر منصور کے پاس امیر ہند کی
من صاحب الہند یخبرہ ان جنبا	طون سے ایک خط آیا جس میں اس

لہ تاریخ یعقوبی ۲/۲۲۲

شغبوا علیہ وکسوا افعال
 بیت المال فاخذوا
 ارازا قهر : لو عدلت
 لم یشغبوا، ولو وفیت
 لم ینهبوا۔
 خبر یہی تھی کہ فہج نے اس کے خزانہ
 ہنگامہ کر کے بیت المال کے ففل توڑ
 ڈالے اور اس میں سے اپنی تنخواہ وغیرہ
 لے لی، اس کے جواب میں ابو جعفر منصور
 نے لکھا ہے کہ اگر تم عدل و انصاف کرتے
 تو وہ ہنگامہ اور شورش برپا نہ کرتے
 اور اگر تم ان کے حقوق پورا کرتے
 تو وہ لوٹ مار نہ کرتے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شورش کی ظاہری وجہ عیینہ بن موسیٰ کی وعدہ
 خلائی اور ظلم و زیادتی تھی۔

یہ ہنگامہ ۱۳۶ھ میں یا اس کے ننھوڑے عرصہ بعد برپا ہوا تھا بہر حال یہ
 شورش وقتی طور سے دب گئی اور عیینہ بن موسیٰ سندھ کی امارت پر رہ کر مقوضہ
 خدمات انجام دیتا رہا،

عیینہ بن موسیٰ کی خلافت تقریباً چار سال تک عیینہ مستعدی اور ذمہ داری
 سے سرتابی اور بناوت سے کام کرتا رہا، اس درمیان میں اس کی طرف
 سے کوئی غلط بات نہیں ہوئی، اور موسیٰ بن کعب عراق میں جب تک زندہ رہا
 عیینہ اس کی نیابت کے فرائض بوجہ احسن انجام دیتا رہا، مگر باپ کے انتقال
 کے دوسرے سال یعنی ۱۴۲ھ میں خلافت سے سرتابی و سرکشی کی روش اختیار
 کر لی، معلوم ہو چکا ہے کہ موسیٰ بن کعب نے سندھ کی ولایت پا کر مسیب بن
 زبیر کو اپنی جگہ محافظہ دستہ کا افسر مقرر کیا تھا، اس نے موسیٰ بن کعب کے

انتقال کے بعد عیینہ کے پاس سندھ میں ایک خط بھیج کر سرتابی پر ابھارا،
 طبری، ابن خلدون، اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سندھ کے عامل عیینہ بن موسیٰ
 کی خلیفہ منصور سے بغاوت کا سبب یہ ہوا کہ عیینہ کے والد موسیٰ نے اپنی امارت
 سندھ کے موقع پر مسیب بن زہیر کو اپنی بجائے خلیفہ ابو العباس کے محافظ
 دستہ کا افسر اعلیٰ بنا دیا تھا، ۱۲۱ھ میں موسیٰ کے مرنے پر مسیب کو خطرہ محسوس
 ہوا کہ کہیں خلیفہ منصور عیینہ بن موسیٰ کو سندھ سے بلا کر باپ کے سابق عہدہ
 پر نہ رکھ دے، اور میں اس سے محروم ہو جاؤں، یہ سوچ کر مسیب نے عیینہ
 کے پاس ایک گناہم خط بھیجا جس میں یہ شعر تھا۔

فأرضك أرضك ان تاتنا تم فومة لیس فیہا حلم
 سز میں سندھ کے تم مالک ہو، اگر تم ہمارے پاس بغداد میں آؤ گے تو
 ایسی نیند سے جاؤ گے جس میں خواب نہیں ہے، ابن خلدون نے اس خط کا
 مضمون یہ بتایا ہے:

فخذنا المنصور، وحرصه اس نے عیینہ کو خلیفہ منصور سے ڈرا کر

علی الخلاف مخالفت پر ابھارا تھا۔

عیینہ بن موسیٰ نے یہ خط پلٹتے ہی بغاوت و استقلال کی راہ اختیار کی، اور مرکز بغداد سے
 قطع تعلق کر کے سندھ میں اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا، اس
 یہ پہلا موقع ہے کہ عباسی دور میں سندھ میں بغاوت و سرکشی کا مظاہرہ ہوا،
 اور عباسی امیر نے یہاں اپنی حکومت قائم کرنی چاہی، اور چھ سال گذرتے
 گذرتے پھر یہاں منصور بن جمہور کلبی کا دور نظر آنے لگا تھا، مگر ایک سال
 کے بعد ہی ۱۲۲ھ میں اس کا خاتمہ ہو گیا،

۱۲ تاریخ طبری، ۲۵۱، تاریخ ابن خلدون ۳۶، البدایہ و النہایہ ج ۷، اصناف المعارف ج ۱،

عیینہ کے پاس مال | عیینہ نے مرکز سے سرتابی کر کے سندھ کی پوری آمدنی اپنے
دولت کی فراوانی | پاس جمع کر لی اور مرکز کو اس میں سے کچھ نہیں بھیجا اس

طرح اس نے اپنے ایک سالہ دور میں کافی دولت حاصل کر لی، اس کا اندازہ

اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ۱۵۸ھ میں خلیفہ ابو جعفر منصور نے ابو مقاتل خراسانی

کے ایک غلام پر دس ہزار درہم کا دعویٰ کر کے یہ رقم وصول کی غلام نے کہا کہ

میرے ذمہ امیر المومنین کی رقم کیسے ہوسکتی ہے، نہ میں نے کوئی سرکاری عہدہ

پایا اور نہ ہی میری آپ سے قرابت داری ہے، اس پر خلیفہ منصور نے کہا کہ:

بلی، کنت تزوجت مولاة | ہاں، تم نے عیینہ بن موسیٰ کی ایک

لعیینہ بن موسیٰ بن کعب | باندی سے شادی کی ہے جس نے تم

فوتک تکت مارا، وکان | کو مال دیا، اور عیینہ سے ولایت

ذک قد عصی واخذ | سندھ کے دور میں سرکشی کر کے میرا

مالی وهو الی علی السند | مال لے لیا تھا، تمہارا یہ مال عیینہ

فہذا المال من ذک المال | کے اسی مال میں سے ہے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیینہ نے کافی دولت جمع کر لی تھی اور سندھ سے

مرکز کو کوئی رقم نہیں بھیجی تھی،

عیینہ بن موسیٰ نے ۱۴۱ھ میں خلافت سے | عمر بن حفص ہزار مرد مہلبی کی

سرتابی کی اور ۱۴۲ھ میں عمر بن حفص ہزار | آمد اور بغاوت کا خاتمہ

مرد مہلبی نے سندھ کی امارت پا کر اس کو فرو کیا، یعقوبی نے لکھا ہے کہ

۱۴۲ھ میں ابو جعفر منصور حج کے ارادہ سے بغداد سے بصرہ کے لئے روانہ ہوا،

جسے کبیر (بڑے پل) پر اسے خبر ملی کہ عین کے باشندوں نے خلافت سے عیینہ

۱۴۲ھ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۷،

وعدوان کا معاملہ جاری کر رکھا ہے اور یمن کا حاکم عبداللہ بن ربیع نے باغیوں کے حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے راہ فرار اختیار کر لی ہے اور وہیں یہ خبر بھی ملی کہ سندھ کے عیینہ بن موسیٰ نے سرتابی کر دی ہے، اس کے بعد ابو جعفر منصور نے معن بن زائدہ شیبانی کو یمن اور عمر بن حفص بن عثمان بن مہلب بن ابی سفیر کو سندھ روانہ کیا۔ اور خود وہیں سے بغداد واپس چلا آیا، سندھ میں صورت یہ ہوئی کہ موسیٰ بن کعب نے وہاں اپنے بیٹے عیینہ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا، اس کے قبیلہ بنو تمیم کے علاوہ یمن کے بنو ربیعہ کے لوگ بھی ساتھ تھے، مگر ربیعہ والوں نے عیینہ کے خلاف ہنگامہ برپا کیا، اور اس نے اکثر کو قتل کر دیا، اس کے بعد عیینہ اور اس کے آدمیوں نے خود مختاری کا دعویٰ کر کے خلافت سے بے تعلقی کا اعلان کر دیا، اور ابو جعفر منصور نے اس کی تادیب کے لئے عمر بن حفص ہزار مرد کو بھیجا، اس کے ساتھ عقبہ بن مسلم نامی ایک ہوشیار آدمی تھا، عمر بن حفص سندھ پہنچ کر دارالامارہ منصورہ میں داخل ہونا چاہا مگر عیینہ مانع ہوا اس لئے اس نے دیبل میں قیام کیا، اس کے بعد تیاری کر کے عیینہ سے جنگ کی۔ عمر بن حفص کی جنگی طاقت و شوکت دیکھ کر عیینہ کے آدمیوں نے اس سے امن چاہا اور اس کے طرفدار بن کر عیینہ سے برگشتہ ہو گئے عیینہ نے یہ حال دیکھ کر صلح کا پیغام بھیجا، عمر بن حفص نے صلح کر لی اور عیینہ کو گرفتار کر کے اپنے آدمیوں کی نگرانی میں ابو جعفر منصور کے پاس بغداد روانہ کیا، اور خود منصورہ پر قبضہ کر کے اس میں سکونت اختیار کی، ادھر عیینہ کا یہ حال ہوا کہ راستہ میں سرکاری محافظوں کے قبضہ سے نکل کر سجستان کی طرف بھاگا، جب رنج کے قریب پہنچا تو وہاں کے یہانیوں کی ایک جماعت نے اسے قتل کر کے سر کو خلیفہ منصور کے سامنے پیش کیا،

معلوم ہے کہ عیینہ نے یمن کے بنو ربیعہ کے بہت سے لوگوں کو سندھ میں سیاسی اختلافات کی بنا پر قتل کیا تھا، رنج کے اہل یمن نے اپنے ان ہی یمنی بھائیوں کا بدلہ لیا اور عیینہ کو اپنے قابو میں پا کر قتل کر دیا۔ مکہ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن کعب اپنے لڑکے عیینہ کو سندھ میں نائب بنا کر عراق چلا گیا، یہاں تک کہ ۱۲۳ھ میں عمر بن حفص ہزار مرد یہاں کا امیر بن کر آیا تو عیینہ عہدہ امارت حوالہ کرنے سے انکار کر کے آمادہ جنگ ہوا، اس لئے عمر بن حفص نے گیارہ ماہ تک منصورہ کا محاصرہ کیا، اس کے بعد عیینہ نے منصورہ چھوڑ کر زندہ وسلامت چلے جانے کی شرط پر صلح کی پیش کش کی جسے عمر بن حفص نے منظور کر لیا اور عیینہ دارالامادہ منصورہ سے نکل گیا، اس کے بعد پورا ملک عمر بن حفص کے قبضہ میں آ گیا، مکہ

ابن حزم نے عیینہ کا نام عتبہ بن ابی جہرۃ انساب العرب میں ہے وثار ابنہ عتبہ بالسند فقتلہ بلذری نے عیینہ بن موسیٰ اور عمر بن حفص کی امارت کا تذکرہ اس موقع پر نہیں کیا ہے بلکہ ہشام بن عمرو تنلیبی کی امارت کے بعد عمر بن حفص کی امارت کا تذکرہ کیا ہے، عام مورخوں نے عمر بن حفص کی ولایت ۱۲۲ھ میں بتائی ہے مگر خلیفہ نے ۱۲۳ھ میں لکھا ہے،

عمر بن حفص سندھ میں دو سال رہا، یعقوبی نے لکھا ہے،

واقام عمر بن حفص بالسند عمر بن حفص نے سندھ میں دو سال
سعتین قیام کیا،

اس مدت میں سے گیارہ مہینے عیینہ بن موسیٰ کے محاصرہ میں گذر گئے،

اس کے علاوہ اس کا کوئی خاص کارنامہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس نے یہاں

۱۲ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۴۷ و ص ۲۴۸، تاریخ خلیفہ ص ۲۷۷ ج ۳ جہرۃ انساب العرب ص ۳۳

عباسی خلافت کے مقابلہ علوی اقتدار کی طرفداری کی، حالانکہ وہ عباسی امراء و قواد میں ممتاز مقام رکھتا تھا اور عباسی خلفاء کے خاص معتمدوں میں تھا، مگر اندر اندر علوی دعا کا حامی اور ان کی دعوت کا مبلغ تھا چنانچہ اس نے سندھ میں ان کے لئے بہت کام کیا،

عقبہ بن ازوی کی سندھ سے
بغداد کو روانگی اور خلیفہ منصور کیلئے خبری

عمر بن حفص مہلبی قبیلہ ازوی سے تھا،
سندھ میں عقبہ بن مسلم ازوی اس

کا دست راست اور مشیر خاص تھا، عیینہ بن موسیٰ کی شورش کے خاتمہ کے بعد ۱۱۱ھ میں عمر بن حفص نے عقبہ کو خلیفہ منصور کے پاس ایک وفد کا سربراہ بنا کر بھیجا، منصور نے اس کو عزت و احترام سے بٹھا کر پوچھا تم کون ہو، اس نے کہا میں امیر المؤمنین کا وفادار خادم ہوں اور عمر بن حفص کے ساتھ رہتا ہوں، منصور کے پوچھنے پر نام بتایا، پھر منصور نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو، اس نے بتایا قبیلہ ازوی کی شاخ بنی ہنارہ سے، منصور نے کہا تم بڑی سچے بوجھ کے آدمی معلوم ہوتے ہو، میں تم سے ایک اہم کام لینا چاہتا ہوں، اگر تم نے میرا یہ کام کر دیا تو میں تم کو بہت اونچا کر دوں گا، عقبہ نے کہا مجھے امید ہے کہ امیر المؤمنین کی خواہش پوری کر سکوں گا، منصور نے کہا اس وقت تم یہاں سے جاؤ اور اپنے کو ظاہر نہ کرو، فلاں دن فلاں وقت میرے پاس آنا چنانچہ عقبہ اسی دن اور اسی وقت منصور کے پاس آیا، منصور نے اس سے کہا کہ یہ ہمارے چچا زاد بھائی (علوی حضرات) ہماری حکومت ختم کرنے کی تدبیریں بنا کر رہے ہیں، خراسان کے فلاں گاؤں میں ان کے ہنوا اور مددگار لوگ ہیں جن سے وہ خط و کتابت کیا کرتے ہیں، تم خفیہ طور سے علوی داعیوں کے اس جاؤ اور عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی کے متبعین کی طرف سے ایک خط

لکھ کر ان کو دو، چنانچہ عقبہ بن مسلم نے اسی ترکیب سے عبد اللہ بن حسن کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک خط پیش کیا، انہوں نے اس سے لاعلمی اور بے تعلقی ظاہر کی اور کہا کہ میں ان لوگوں کو نہیں جانتا، مگر عقبہ بن مسلم ان کے پیچھے پڑا رہا اور مٹھی مٹھی بائیں کر کے اپنی ندا کاری نیکی، اور اخلاص کا یقین دلاتا رہا حتیٰ کہ عبد اللہ بن حسن نے اس کا خط اور ہدیے کر اس سے ایک گونہ تعلق ظاہر کیا، عقبہ نے خط کا جواب طلب کیا تو انہوں نے کہا کہ میں کسی کے پاس خط نہیں لکھتا، تم خود ان کے لئے میرا خط ہو، ان کو میرا سلام کہنا اور خبر کر دینا کہ میرے دونوں بیٹے محمد اور ابراہیم فلاں وقت خروج و ظہور کرنے والے ہیں، اس کے بعد عقبہ بن مسلم نے منصور کے پاس آ کر سارا ماجرا بیان کر دیا، اس سلسلہ میں یہ عجیب بات ہوئی کہ عبد اللہ بن حسن کے ظہور و خروج کے وقت عقبہ بن مسلم اور ابو جعفر منصور میں اختلاف ہو گیا اور منصور نے اس کو قید کر لیا۔

محمد بن عبد اللہ بن حسن اور ابراہیم ۱۲۲ھ میں ابو جعفر منصور نے حج
 بن عبد اللہ بن حسن کی سندھ میں آمد، کیا، اس وقت جو اعیان و اشرف

اس سے ملنے آئے ان میں عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی کے دونوں صاحبزادے محمد اور ابراہیم نہیں تھے، راستہ میں منصور نے عبد اللہ بن حسن سے ملاقات کر کے پوچھا کہ یہ دونوں میرے پاس کیوں نہیں آئے، انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہیں، بات یہ تھی کہ آخری اموی خلیفہ مروان کے زمانہ میں محمد بن عبد اللہ بن حسن نے اس کے خلاف خروج و ظہور کا ارادہ کیا تھا اور اہل حجاز کی ایک جماعت نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، جس میں ابو جعفر منصور بھی شامل تھا، اور جب عباسی خلافت ہوئی تو ابو جعفر منصور کی خطرہ ہوا کہ

کہیں محمد بن عبداللہ اور ان کے بھائی ابراہیم اس کے خلاف صفت آرائی نہ کر بیٹھیں، جیسا کہ دونوں بھائیوں نے مروان کے زمانہ میں خروج کیا تھا، چنانچہ منصور کا یہ خیال صحیح نکلا، بہر حال اس وقت منصور نے عبداللہ بن حسن کو گرفتار کر لیا، جب ان کے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم کو اس کی خبر مگی تو وہ بھاگ کر ہندوستان آئے اور کچھ دنوں روپوش رہے، البدایہ والنہایہ میں ہے:

فَذَهَبَا فِي الْبِلَادِ الْتَاسِعَةِ دُونوں بھائی دھردراز شہروں میں
فَصَارَا إِلَى الْيَمَنِ ثُمَّ سَارَا إِلَى بھاگ گئے اتر من ہوتے ہوئے
الْهِنْدِ، فَاخْتَفِيََا بِهَا فَلِ ہندوستان پہنچ کر روپوش ہو گئے،
عَلَى مَكَاثِمَا الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ حسن بن زید نے ان کی جگہ بتادی تو
فَهَرَّ بِالْأَمْرِ الْآخِرِ دوسری جگہ چلے گئے،

طبری نے لکھا ہے کہ محمد اور ابراہیم دونوں ابو جعفر منصور کے خوف سے عدن اور وہاں سے سندھ گئے، پھر کوفہ اور مدینہ گئے، دوسری جگہ لکھا ہے کہ جب ابو جعفر منصور نے عبداللہ بن حسن کو گرفتار کیا تو محمد اور ابراہیم دونوں بھائی اس کے خوف سے عدن چلے گئے، چونکہ وہاں بھی خطرہ تھا اس لئے بحری راستہ سے سندھ پہنچے، اور جب ان کی آمد کی اطلاع عمر بن حفص کو دی گئی تو وہاں سے نکل کر کوفہ آ گئے۔

واضح ہو کہ آخری اموی خلیفہ مروان کے زمانہ میں محمد بن عبداللہ بن حسن سے بیعت کر لے والوں میں ابو جعفر منصور کی طرح عمر بن حفص بھی شامل تھا اور ان کا ساتھ دیتا تھا، اسی اثیر نے ایک موقع پر لکھا ہے:

البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۶۲۲ تاریخ طبری ج ۲ ص ۶۲۲

لانه كان فيمن بايعه من خليفه منصور کے فوجی امراء میں سے

قواد المنصور وكان بن حفص نے محمد بن عبداللہ کی

بیعت کر کے ان کا ساتھ دیتا تھا،

محمد اور ابراہیم دونوں نے سندھ سے عراق پہنچ کر عباسی خلافت کے

خلاف یوں ظہور و خروج کیا کہ ابراہیم ۱۲۲ھ میں دس آدمیوں کو لے کر خفیہ

طور سے یکم رمضان کی شب میں بصرہ میں داخل ہوئے، جہاں تقریباً چار ہزار

آدمیوں نے ان سے بیعت کی، اور انہوں نے اپنی طرف سے اہواز، فارس

اور واسط میں امراء و عمال روانہ کئے، ابو جعفر منصور نے مقابلہ کے لئے عامر مسکی

کی قیادت میں پانچ ہزار لشکر روانہ کیا، جہاں بینہ میں کئی معرکے ہوئے اور ۲۵ ذوقعدہ

۱۲۲ھ میں ابراہیم کا قتل ہوا، ادھر مدینہ میں ان کے بھائی محمد نے خروج کیا،

اس وقت ان کے ساتھ ڈھائی سو آدمی تھے، انہوں نے بھی اپنی طرف سے مکہ

یمن اور شام کے لئے حاکم روانہ کئے، ان کے مقابلہ کے لئے منصور نے اپنے

چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار فوج دیکر روانہ کیا، آخر وہ بھی قتل ہوئے،

عبداللہ الاشتر بن محمد کی سندھ میں | محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں خروج

آمد اور عمر بن حفص کی بیعت کے وقت اپنے لئے عبداللہ الاشتر

کو بصرہ روانہ کیا، جہاں سے انہوں نے گھوڑے خریدے تاکہ ان کی تجارت کے

بہانے سے سندھ میں عمر بن حفص کے پاس پہنچ سکیں، عمر بن حفص نے

پہلے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ہاتھ پر بیعت کر کے اموی خلافت کے خلاف

منصور بنایا تھا، وہ اندر اندر اہل بیت اور علویوں کا طرفدار تھا، اس نے

عبداللہ الاشتر اپنے آدمیوں کے ساتھ اس کے پاس سندھ میں آئے، ان

۱۲۲ھ تاریخ کامل ج ۵ ص ۲۲۱

یہ آمد بحری راستہ سے ہوئی تھی، جب عبد اللہ اپنے آدمیوں اور گھوڑوں کے ساتھ عمر بن حفص کے یہاں پہنچے تو اس نے گھوڑے طلب کئے، ان کی جماعت کے ایک آدمی نے کہا کہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جو گھوڑے سے بہتر ہے اور جس میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی سہلائی ہے اس لئے تم پہلے ہمیں امان دو، اس کے بعد ہماری دعوت قبول کرو بصورت انکار سے پوشیدہ رکھ کر ہماری اذیت رسائی سے بچو تاکہ ہم تمہارے ملک سے واپس چلے جائیں، عمر بن حفص نے عبد اللہ الاشرار اور ان کے آدمیوں کو امان دی، اور جب اس کو معلوم ہوا کہ عبد اللہ الاشرار کو ان کے والد نے میرے پاس بھیجا ہے اور مدینہ میں اپنی حکومت قائم کر لی ہے تو ان کو اور ان کے آدمیوں کو اپنے یہاں رکھ کر بیعت کی، اور عبد اللہ الاشرار کو اپنے یہاں چھپا کر شہر منصورہ کے اعیان و اشراف، فوجی اہل اور اپنے خاندان والوں کو ان کی بیعت کی دعوت دی، چنانچہ سب نے بیعت کی، اس کے بعد عمر بن حفص نے ان کے لئے سفید جھنڈے، اپنے لئے سفید لباس تیار کرائے تاکہ کل جمعہ کا خطبہ اسی لباس میں پڑھے، یہ تمام کارروائی پنجشنبہ کے دن پوری کر لی گئی تھی، مگر اتفاق سے اسی دن ایک چھوٹا سا جہاز عراق سے منصورہ پہنچا جس میں عمر بن حفص کی بیوی نے ایک قاصد کے ذریعہ یہ خبر بھیجی تھی کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن مدینہ میں قتل کر دیے گئے، اور عمر بن حفص نے عبد اللہ الاشرار کو اس حادثہ کی خبر کر کے تسلی دی،

عبد اللہ یہ خبر سن کر متروک ہوئے اور عمر بن حفص سے کہنے لگے کہ میرا معاملہ اب بالکل ظاہر ہو چکا ہے، میرا خون تمہاری گردن پر ہے، تم ہی میرے لئے کوئی ترکیب پیدا کرو، عمر بن حفص نے کہا کہ میں نے یہ ترکیب سوچی ہے کہ

یہاں سندھ میں ایک بہت بڑا راجہ ہے جس کی شان و شوکت بہت زیادہ اور مملکت بہت وسیع ہے، وہ اس شان و شوکت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کرتا ہے، ساتھ ہی وہ بڑا وفادار ہے، میں

اس کے پاس اپنا آدمی بھیج کر

آپ کے اوپر اس کے درمیان عہد و پیمانہ کرادیتا ہوں، پھر آپ کو اس کے پاس بھجوں گا جہاں کوئی شخص آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا، چنانچہ عمر بن حفص نے درمیان میں پڑ کر تمام باتیں طے کر کرادیں، جب عبد اللہ الاشتر اس راجہ کے یہاں پہنچے تو اس نے بڑی تعظیم و تکریم کا مظاہرہ کیا اور حسن سلوک سے پیش آیا، اور امن و اطمینان کی صورت پیدا ہو جانے پر سندھ میں پھیلے ہوئے زیدی ایک ایک کر کے یہاں پہنچنے لگے حتیٰ کہ چار سو کی تعداد میں اہل فہم و فراست ان کے گرد جمع ہو گئے اور عبد اللہ الاشتر اپنے آدمیوں کے ساتھ شاہانہ انداز میں سیر و تفریح اور صید و شکار میں نکلنے لگے، اس سلسلہ میں ابو القریظ اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں جو کچھ لکھا ہے وہی اور افادیت سے خالی نہیں ہے، اس میں ضمناً کئی اہم باتیں بھی آگئی ہیں، ابن سعدہ کا بیان ہے کہ عبد اللہ الاشتر کے والد محمد بن عبد اللہ بن حسن کے قتل کے بعد ہم لوگ عبد اللہ الاشتر کو لے کر کوئٹہ پہنچے پھر وہاں سے بھرہ پہنچے، اس کے بعد سندھ کے لئے روانہ ہوئے، سندھ سے چند دن کی دوری پر ہم ایک سرائے میں اترے، عبد اللہ الاشتر نے اس سرائے میں یہ اشعار لکھ کر نیچے اپنا نام لکھا:

۱۔ تاریخ کامل ج ۵ ص ۲۳

منفق الخفین شکوالوجی تنکبہ اطراف مروجداد
 شردہ الخوف فانہای کذلک من یکرہ حرا الجلاہ
 قد کان فی الموت لہ راحۃ و الموت حتم فی رقاب العباد
 اس کے بعد ہم لوگ منصورہ میں داخل ہوئے، یہاں ہمیں کوئی مددگار
 مل سکا اور قندھار چلے گئے، یہاں میں نے عبد اللہ الاشتہ کو ایک ایسے
 قلعہ میں اتارا جس کے قریب کسی کا آنا تو درکنار کوئی پرندہ پر بھی نہیں مار
 سکتا تھا، یہاں کے لوگوں کے اخلاق بالکل جاہلانہ تھے، اگر ان میں سے کوئی
 دمی خرگوش کو پکڑتا اور وہ کسی کے مکان میں گھس جاتا تو اسے روکتا اور
 کہتا کہ تم میرے پڑوسی کو پکڑنا چاہتے ہو؟ ان ہی ایام میں ایک ضرورت سے
 بن باہر نکلا، میرے پیچھے عراق کے کچھ تاجر آ رہے تھے، انہوں نے عبد اللہ
 الاشتہ سے کہا کہ منصورہ والوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے، اس کے بعد
 وہ لوگ عبد اللہ کے پیچھے پڑے رہے حتیٰ کہ وہ منصورہ چلے گئے، اسی زمانہ
 میں ایک آدمی نے ابو جعفر منصور کے پاس جا کر بتایا کہ میں نے سندھ کے
 علاقہ سے گذرتے ہوئے وہاں کے ایک قلعہ میں تحریر دکھی جس کا یہ مفہوم تھا
 ابو جعفر منصور نے اس کی تصدیق کی،

ابو جعفر منصور کا خط اور عمر | لادھر عمر بن حفص نے عبد اللہ الاشتہ اور ان
 حفص کی جیل جوئی | کے آدمیوں کے لئے محفوظ پناہ گاہ کا انتظام

اور ادھر ابو جعفر منصور کو ان تمام باتوں کا پتہ چل گیا، اس نے عمر بن
 حفص کو خط لکھا کہ مجھے ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں، عمر بن حفص یہ خط پا کر
 گھبرا یا اور کہنے لگا کہ اگر میں ان باتوں کا اقرار کرتا ہوں تو ابو جعفر منصور

مجھے معزول کر دے گا، اگر اس کے پاس جاتا ہوں تو قتل کر دے گا، اور اگر یہ دونوں کام نہیں کرتا تو وہ مجھ سے جنگ کرے گا، عمر بن حفص کی گھبراہٹ اور ڈر کو دیکھ کر اس کے ایک خاص آدمی نے کہا کہ تم سارا گناہ میرے سر ڈال کر مجھے گرفتار کرو، جب ابو جعفر کو اس کی خبر ہوگی تو وہ مجھے طلب کرے گا، سندھ میں جو تمہارا مقام و مرتبہ ہے اور تمہارے خاندان کو بصرہ میں جو عزت و شہرت حاصل ہے، اس کی وجہ سے وہ میرے خلاف اقدام نہیں کرے گا، عمر بن حفص نے کہا کہ تمہارے گمان کے برخلاف مجھے اس کا خطرہ ہے اس آدمی نے کہا کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو میری جان تم پر قربان ہو جائے گی اس گفتگو کے بعد عمر بن حفص نے اس شخص کو مجرم کی حیثیت سے گرفتار کر کے ظاہر کیا کہ عبداللہ الاشرار اور ان کے آدمیوں کو اسی نے پناہ دی تھی اور راجہ کے یہاں پہنچایا تھا، اور ابو جعفر منصور کو خبر دی کہ اصل مجرم میری قید میں ہے، ابو جعفر منصور نے لکھا کہ اس کو ہمارے یہاں بھیج دو، اور جب وہ پہنچا تو راجہ نے اس کی گروں مار دی،

اسی زمانہ میں ابو جعفر منصور نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ کو قتل کر کے ان کا سر ہندوستان بھیجا اور ظاہر کیا کہ محمد بن عبداللہ بن حسن کا سر ہے، ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عثمان بن عفان نہایت وجید و شکیل اور خوبصورت آدمی تھے، اس کا وجہ سے وہ دیراج کے لقب سے مشہور تھے،

واخذ ابو جعفر مع الفاطمیین ابو جعفر منصور نے ان کو فاطمیوں
شرا مریدہ و ضربت عنقه اور علویوں کے ساتھ گرفتار کر کے

ان تاریخ کامل ج ۵ صفحہ ۲۲۱، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ صفحہ ۱۰۱،

صبراً، وبعث براسہ
 الی الہند، واظہر انہ اس
 محمد بن عبد اللہ بن حسن۔
 ان کی گردن مارنے کا حکم دیا، اور
 ان کے سر کو ہندوستان بھیج کر
 ظاہر کیا کہ یہ محمد بن عبد اللہ بن حسن
 کا سر ہے،

رکتاب المعارف ص ۸۶

جمیل بن زحر کی وقتی امارت، اور اس کے بعد ابو جعفر منصور نے عمر بن حفص
 عمر بن حفص کی بغداد کو روانگی کو بغداد طلب کیا، اس نے اپنے اخیانی بھائی

جمیل بن زحر کو قونی طور سے سندھ کا امیر اور اپنا نائب مقرر کر کے بغداد کی راہ لی، خلیفہ بن خیا ط نے لکھا ہے:

ثم کتب الیہ ابو جعفر
 یا مرہ بالشیخوخ، فشیخ
 واستخلفت اخاہ لامہ
 جمیل بن زحر، ثم عزله
 وولی ہشام بن عمرو
 التغلبی۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے عمر بن حفص
 کو خط لکھ کر بغداد آنے کا حکم دیا،
 چنانچہ وہ اپنے اخیانی بھائی جمیل
 بن زحر کو اپنا نائب بنا کر بغداد
 روانہ ہوا، بعد میں خلیفہ نے اس
 کو معزول کر کے ہشام بن عمرو تغلبی
 کو یہاں کی ولایت دی،

یہاں سے معزولی کے بعد جمیل بن زحر اپنے بھائی عمر بن حفص کے ساتھ
 افریقہ چلا گیا اور جب خوارج نے عمر بن حفص کو قتل کر دیا تو جمیل بن زحر وہاں
 بھی اس کا نائب بن کر خوارج کا مقابلہ کرتا رہا، سندھ میں عمر بن حفص کا سب
 سے نمایاں کارنامہ عیینہ بن موسیٰ کی بغاوت کو فرو کرنا ہے، ملتان پر پہلے سے
 ایک مقامی راجہ قابض و ذخیل تھا مگر عمر بن حفص نے اس سے تعرض نہیں
 کیا، بلکہ عباسی خلافت کی مخالف طاقت کی ہمنوائی کی،

اس کے دور امارت میں بھی شکستہ میں خوارج کا ایک گروہ حسان بن
 خالد ہمدانی کی قیادت میں سندھ آیا، ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ۱۲۸ھ میں
 موصل کے اطراف میں حسان بن خالد بن مالک بن اجدع ہمدانی نے خروج
 کیا، اس وقت وہاں کا عباسی حاکم عصفربن بجدہ تھا، وہ خوارج کے مقابلہ
 کے لئے نکلا، اور ان کو شکست دیکر وجہ کے پیچھے وکیل دیا، اس کے بعد
 حسان بن خالد براہ سندھ چلا آیا، اور عمان کے خوارج کو لکھا کہ وہ بھی اگر
 اس کی جماعت میں شامل ہو جائیں مگر وہ سندھ آنے پر راضی نہیں ہوئے بلکہ
 موصل لوٹ گئے، ابن خلدون کے الفاظ یہ ہیں:

ورکب الی اسند وکاتب الخوارج حسان جہاز سے سندھ آیا اور عمان
 بعان یدعوہم ویثأذہم فی اللحاق کے خوارج کو یہاں آنے کی دعوت دی
 فابوا وعادوا الی الموصل یہ مگر وہ سب انکار کر کے موصل لوٹ گئے

ہشام بن عمرو تغلبی کی امارت | عمر بن حفص سندھ سے بغداد پہنچا تو
 ابو جعفر منصور نے اس کو افریقہ کی امارت

پر بھیج دیا، اور ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا امیر مقرر کیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ
 ابو جعفر منصور سندھ کے واقعات سے بہت زیادہ متاثر تھا اور وہاں کی امارت
 کے بارے میں غور و فکر کر رہا تھا، اسی اثناء میں ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں
 جا رہا تھا، اتفاق سے ہشام بن عمرو تغلبی ادھر سے گذرا اور ابو جعفر منصور اس کی
 طرف دیکھنے لگا، اس نے سمجھا کہ اس وقت مجھ پر نگاہ کرم ہو رہی ہے، اور تھوڑی دیر
 بعد منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں نے گھر جا کر اپنی بہن کا حسن
 و جمال، عقل و فہم اور دینداری کو دیکھا، میرے خیال میں وہ آپ کے لئے بہت

۱۔ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۱۔

مناسب ہے، منصور نے کہا کہ اچھا تم اس وقت جاؤ، میرا حکم تمہارے متعلق بعد میں صادر ہوگا، ہشام بن عمرو کے جانے کے بعد منصور نے اپنے دربان ریح سے کہا کہ اگر جریر کا یہ شعر نہ موتا تو میں ہشام کی بہن سے نکاح کر لیتا۔
 لا تَطْلُبَنَّ خَوْلَةَ فِي تَغْلِبِ قَالَتْ يَا لَيْتَ اَكْرَمَ مِنْهُمْ اَخْوَالَا
 تم بنو تغلب میں ہرگز ماموں تلاش نہ کرو، کیونکہ جیسی ان سے زیادہ شریف ماموں ہیں،

تم میری طرف سے ہشام سے کہہ دو کہ مجھے اگر نکاح کی ضرورت ہوتی تو اس کی پیش کش ضرور قبول کر لیتا، اس کے بعد ابو جعفر منصور نے ہشام سے کہا کہ میں نے تم کو سندھ کی ولایت دی، اسی کے ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ جس راجہ نے عبداللہ کو پناہ دی ہے تم اس سے کہو کہ ان کو ہمارے حوالہ کرے، اگر انکار کرے تو اس سے جنگ کرو، اس کے بعد ہشام بن عمرو سندھ آیا، اس کے ساتھ اس کے دونوں بھائی بسطام بن عمرو، اور سفیح بن عمرو بھی سندھ آئے، اور انھوں نے یہاں شاندار کارنامے انجام دیے،

اس زمانہ میں ہندوستان میں عباسی خلافت کے خلاف استیلا اور غلب کی ہوا پھر چلنے لگی، اور عبداللہ الاشر اور عمر بن حفص کی باہمی سازش نے ناپسندیدہ عناصر کی ہمت افزائی کی چنانچہ اس درمیان میں قندھار اور ملتان پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا، ہشام بن عمرو نے اپنے دونوں بھائیوں کی مدد سے مقبوضہ علاقوں کو طاقت اور جنگ کے ذریعہ واکذار کیا، دور دراز مقامات میں فوجی مہمات روانہ کیں، سیایا و غنائم حاصل کئے اور دربار خلافت کو یہاں سے بھاری تعداد میں مال و زر اور باندی غلام بھیجے، عباسی دور میں اب تک اتنا کامیاب امیر نہیں آیا تھا، اس کے کارناموں نے اموی

دور کے اولوالعزم فاتحوں اور مجاہدوں کی یاد تازہ کر دی گویا محمد بن قاسم ثقفی، حکم بن عوانہ کلبی اور جنید بن عبدالرحمن مری کا دور واپس آ گیا ہے، ان شاندار کارناموں میں ہشام اور اس کے دونوں بھائیوں کی خدمات قابل قدر ہیں جن سے اس ملک میں عباسی خلافت کا وقار قائم ہوا،

عبداللہ الاشر اور ان کے | ہشام بن عمرو تغلبی سندھ کی امارت پر
سانتھیوں کا قتل | آنے کے بعد اپنے مفوضہ کاموں میں

مصروف ہو گیا عبداللہ الاشر کی گرفتاری اور قتل کو ہشام بن عمرو بھی دل بستے ناپسند کرتا تھا، اور لوگوں پر ظاہر کرتا تھا کہ وہ عبداللہ کے بارے میں راجہ سے خط و کتابت کے ذریعہ بات چیت کر رہا ہے، وہ سری طرف دم دم کی خبریں ابو جعفر منصور کے یہاں پہنچتی تھیں اور وہ بار بار ہشام کو خط لکھ کر اس کے لئے تاکید کرتا تھا، اتفاق سے ان ہی ایام میں سندھ کے ایک مقام میں شورش برپا ہوئی اور خروج و بناوت نے سراٹھایا، ہشام نے اپنے بھائی سیف بن عمرو تغلبی کو فوج دے کر اس کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیا وہ ایسے راستہ سے چلا جو عبداللہ الاشر کو پناہ دینے والے راجہ سے قریب تھا، اسے ایک طرف سے گردوغبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا، سمجھا کہ دشمن کی فوج مقابلہ کے لئے آرہی ہے، مجمع سامنے آیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشر دریائے سندھ کے کنارے سیر و تفریح کے لئے نکلے ہیں، اس کے بعد سیف ان کی طرف بڑھا تو ان کے خیزواہوں نے کہا:

یہ ابن رسول ہیں ان سے تمہارے	هذا ابن رسول الله صلى الله
بھائی ہشام نے ویدہ ودانتہ اس	عليه وسلم، وقد تركه
ڈر سے درگزر کیا ہے کہ وہ ان کا قاتل	اخوك متعمداً مخافة

ان یبوعرید مد فلم یقصدہ کا۔ ہو کر گنہ گار ہو۔
یہ سن کر سفیح نے کہا کہ میں ان کی گرفتاری سے باز نہیں آسکتا اور نہ ہی کسی
ایسے شخص کو چھوڑ سکتا ہوں جس کی گرفتاری یا قتل کا ابو جعفر منصور نے حکم دیا
ہے، اس وقت عبد اللہ کے ہمراہ دس آدمی تھے، سفیح ان کی گرفتاری کے لئے
آگے بڑھا تو عبد اللہ اور ان کے ساتھیوں نے جنگ شروع کر دی کہ اسی میں
وہ اور ان کے تمام ساتھی قتل کر دیے گئے اور کوئی اس واقعہ کی خبر دینے والا
بھی نہ بچ سکا، عبد اللہ الاشر مقتولوں کے درمیان میں یوں گرے کہ پہچانے
نہ جاسکے، ایک قول یہ ہے کہ ان کے آدمیوں نے ان کو دریائے سندھ میں
ڈال دیا تاکہ ان کا سر منصور کے پاس نہ جاسکے، اس موقع پر ابن اثیر کے
الفاظ یہ ہیں:

وسقط عبد اللہ بین
القتلی فلم یشر بہ، و
قتل ان اصحابہ قذوۃ
فی مہران حتی لا یحمل
س اسہ ۱۶

عبد اللہ مقتولوں کے درمیان گر گئے
اس لئے ان کا پتہ نہ چل سکا اور ایک
قول یہ ہے کہ ان کے ساتھیوں نے
ان کو دریائے سندھ میں ڈال دیا تاکہ
ان کا سر نہ لے جایا جاسکے،

اور ابن اثیر نے لکھا ہے:

واشتبہ علیہم مکانہ فی
القتلی فلم یقدر و اعلیہ ۱۶

ان کے آدمی مقتولوں کے درمیان
ان کا پتہ نہ چلا سکے اور نہ ان کو پاسکے،
شاید سفیح نے دیدہ و دانستہ ان کی لاش سے تعرض نہ کرتے ہوئے مشہور
کر دیا کہ وہ نہیں مل سکے، معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا بھائی امیر سندھ عبد اللہ کی

۱۶ تاریخ کامل ج ۵ ص ۲۲، ۱۷ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۰۷

گرفتاری کو ناپسند کرتا تھا، اتفاقی طور سے یہ ناگوار واقعہ ہو گیا، چنانچہ اس کے بعد بھی ان کی اولاد کے ساتھ احترام کا معاملہ رہا، مگر ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبيين میں ابن مسعودہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ہشام بن عمرو نے عبداللہ الاشرک کو قتل کر کے ان کا سر ابو جعفر منصور کے یہاں بھیج دیا اور اس نے اس کو مدینہ بھیج دیا، نیز اس میں ہے کہ عبداللہ الاشرک اور ان کے ساتھی ایک مرتبہ سیر و تفریح کر رہے تھے ایک جگہ اتر کر سو گئے اور ان کے گھوڑے کھیتوں میں چرتے رہے جب کھیت والوں کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے آکر سب کو لاٹھی ڈنڈے سے ختم کر دیا، اور ہشام نے ان کے سروں کو ابو جعفر منصور کے پاس بھیج دیا،

ان الاشرک واصحابہ	عبداللہ الاشرک اور ان کے ساتھی صبح
اغدوا السیر ثم نزلوا	کو سیر کے لئے نکلے اور ایک جگہ اتر کر سو گئے،
فناموا فبقیت خیلہم فی	ان کے گھوڑے کھیتوں میں چرتے رہے،
زرع للرهط فخرجوا الیہم	یہ دیکھ کر کھیت والوں نے لاٹھی ڈنڈے
فقتلوہم بالخشب فبعث	سے سب کو مار ڈالا، اور ہشام نے کوئی
ہشام فاخذ رؤوسہم	بھیج کر ان کے سر منگائے اور ابو جعفر
فبعث بہا الی ابی جعفر، لہ	منصور کے پاس بھیج دیے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت بے اصل ہے، اور واقعہ یہی ہے کہ سفیح بن عمرو سے ٹڈ بھیر میں عبداللہ اور ان کے ساتھی مارے گئے، اور ان کا سر ابو جعفر منصور کے پاس نہیں گیا۔

ایک راجہ سے جنگ اور محمد بن
عبداللہ الاشرقی بغداد کو روانگی
ہشام بن عمرو نے عبداللہ الاشرقی کے
قتل کی خبر ابو جعفر منصور کو دی اور
اس نے شکر یہ ادا کرتے ہوئے ہشام کو حکم دیا کہ اب تم اس راجہ سے جنگ کرو،
اور بتایا کہ عبداللہ نے وہاں ایک پانڈی رکھی تھی، جس کے بطن سے ایک لڑکا
محمد بن عبداللہ پیدا ہوا ہے، تم کو وہ بچہ ملے، تو اس کی نگہداشت کرنا،
ہشام نے منصور کے حکم کے مطابق راجہ پر چڑھائی کر کے اس کو شکست دی
البدایہ والنہایہ میں ہے:

قنہض ہشام بن عمرو والی
ذالك الملك فقاتله فغلبه
وقهره على بلاده وامواله
وحواصله وبعث بالفتح
والاخصاس وبذالك الغلام
والملك الى المنصور۔
ہشام بن عمرو نے راجہ پر فوج کشی
کر کے اس کو زیر اور مغلوب کیا
اور اس کے ملک و مال اور دولت
و ثروت پر قبضہ کر کے فتح کی خوشخبری
اور خمس کے ساتھ اس بچہ کو بھی
خلیفہ منصور کے پاس بھیجا،

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ راجہ جنگ میں مارا گیا، جب منصور کے پاس یہ
سب چیزیں پہنچیں تو وہ بہت خوش ہوا اور اس بچہ کو مدینہ بھیج کر وہاں کے
امیر کو خط لکھا، جس میں اس کے حسب و نسب کی صحت کو تسلیم کر کے حکم دیا کہ
اس بچہ کو اس کے خاندان کے والہ کر دو تاکہ حسب و نسب محفوظ رہے، یہی
بچہ آگے چل کر ابو الحسن بن الاشرقی کے نام سے مشہور ہوا،

محمد بن عبداللہ کے قتل کے بعد ان کے
لڑکے اور عبداللہ الاشرقی کے بھائی علی بھی
علی بن محمد بن عبداللہ کی
ہندوستان میں آئے

البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۰۱

ہندوستان میں پناہ گزیں ہوئے تھے، مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ علی بن محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب اپنے والد اور خاندان کے قتل کے بعد ہندوستان کی طرف بھاگے اور وہاں ایک سرائے میں پہنچنے پر لکھا کہ پیدل چلتے چلتے میرے پیر لہو لہان ہو گئے گویا میں خون کے جوتے پہن کر اس مقام تک پہنچ سکا ہوں، اور میں نے یہ اشعار کہے:

عسنى مشربٌ يصفو فيروي ظمأه اطلال صداها المنهل المتكدر
ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی صاف ستھرا چشمہ پیاس کو بجا دے جس کی شدت گندے پانی کی وجہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے:

عسنى جابوا لعظم الكسير بلطفه سينظر العظم الكسير فيجبر

ہو سکتا ہے کہ ٹوٹی ہوئی بڑی جوڑنے والا اپنے لطف و کرم سے میری بھی ٹوٹی ہوئی بڑی کو جوڑ دے:

عسنى الله، لا تياس من الله انه يسير عليه ما يغير ويكثر

تم اللہ سے ناامید نہ ہو، انقلابات و تغیرات اس کے لئے بہت آسان ہیں،

ہشام بن عمرو کے غزوات و فتوحات | ہشام بن عمرو نے ۱۵۱ھ سے ۱۵۵ھ اور کارناموں کا اجمالی بیان | تک سندھ کی ولایت زامات پر

رہ کر عظیم الشان ملکی و سیاسی خدمات انجام دیں مگر افسوس کہ صرف ان کی فہرست کتابوں میں ملتی ہے، وہ بھی صرف دو موثر خوں "یعقوبی اور بلاذری" کی کتابوں سے معلوم ہوتی ہے، ہم پہلے ان کی اجمالی کیفیت درج کر دیں گے، پھر تفصیل بیان کریں گے، بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے:

ولی امیر المؤمنین المنصور رحمہ اللہ ہشام
بن عمر والتغلبی السندی
ففتح ما استغلق ووجه
عمر وبن حمل فی بوارج الی
باربد ووجه الی ناحیۃ الہند
فافتح قشیراً، واصاب
سیایا ورفیقاً کثیراً وفتح
الملتان، وكان یقعد ایل
متغلبۃ من العرب فاجلاہم
عنها، واتی القندھار فی لسن
ففتحھا، وهدم البد
ونبی موضعہ مسجد آفاخصبت
البلاد فی ولایتہ فتبرکوا
بہ وروح الثغر وحکم
امورہ - ۷

امیر المؤمنین منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی
کو سندھ کی ولایت دی تو اس نے
نا قابل تسخیر علاقے فتح کئے عمرو بن
حمل کو جنگی کشتیوں کے ساتھ باربد
روانہ کیا، ہندوستان کی جانب فوج
بھیجی کثیر کو فتح کیا، بہت سے قیدی
اور غلام حاصل کئے، ملتان کو فتح کیا،
قندابل پر تغلب عربوں کا قبضہ
تھا ان کو وہاں سے باہر نکالا اور جنگی
کشتیاں لے کر قندھار کو فتح کیا، وہاں
کابت خلد منہدم کر کے مسجد تعمیر کی،
اس کی ولایت کے دور میں ملک بڑا
خوشحال اور سرسبز و شاداب ہوا
جس کی وجہ سے باشندوں نے اس
کو مبارک سمجھا، اس نے سرحدی
علاقہ کو رام کیا اور نہایت مستحکم
انتظامات کئے،

اور یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

ولی ہشام بن عمر والتغلبی
فصار الی المنصورۃ فاقام

لہ فتوح البلدان ص ۲۳،

بہا، ووجہ الی ناحیة
 الہند یجیش فغنموا، و
 اصابوا رقیقا، وقیل لہشاً
 ان المنصورة لا تحمک
 والملتان بلاد واسعة
 ومنها مغربی، فسار الیہا
 فاستخلف علی المنصورة اخاہ
 بسطام بن عمرو، فلما قرب
 من الملتان خرج صاحبہا
 الیہ فی خلق لیردہ والتقیما
 فكانت بینہما وقعت عظیمۃ
 ثم انہزم صاحب الملتان
 وطفہ ہشام و نزل المدینۃ
 وسبى سبیا کثیراً ثم
 عمل السفن وحملہا علی
 نہر السند حتی اتی القندھار
 ففتحہا وسبى وھدم
 البید، وبنى موضع مسجداً
 ثم قدم الی المنصورة بالم
 یقدم بہ احد من السند
 فلم یقیم بالعراق الا
 قیام کیا، اور ہندوستان کی سمت
 فوج روانہ کی جس نے مال غنیمت اور
 جنگی قیدی وغلام حاصل کیا، ہشام
 سے کہا گیا کہ منصورہ تمہارے لئے
 کافی نہیں ہے، ملتان لمبا چوڑا ملک
 ہے اور وہاں غزوات کے مواقع ہیں،
 چنانچہ وہ اپنے بھائی بسطام بن عمرو کو
 منصورہ میں اپنا نائب بنا کر ملتان
 کی طرف چلا، جب قریب پہنچا تو
 ملتان کا متغلب حاکم سجاری فوج
 لئے کر اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔
 اور دونوں کے درمیان بڑی زبردست
 جنگ ہوئی، آخر میں ملتان کے حاکم
 کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور ہشام
 فتح مند ہو کر شہر میں داخل ہوا، اور بہت
 سے جنگی قیدی گرفتار کئے اس کے بعد
 جنگی کشتیاں تیار کرائیں اور ان کو
 لے کر براہ دریائے سندھ قندھار آیا
 اور اس کو فتح کر کے جنگی قیدی گرفتار
 کئے، بت خانہ گرا کر اس کی جگہ مسجد
 تعمیر کی اور خلیفہ منصور کی خدمت میں

قلیلاً حتی مات ۱۰

اس قدر مال و دولت لے کر گیا کہ اس

سے پہلے کسی امیر نے سندھ سے اتنی دولت

نہیں بھی تھی اور عراق پہنچنے کے بعد

یہ دونوں بعد انتقال کر گیا،

ان دونوں مورخوں کی ان مختصر عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام بن عمرو تغلبی کے دور انارت میں سندھ کے شہزادہ اہیل، پنجاب کے شہزادہ بلتان، گجرات کے شہزادہ بہد (بھڑ بھوت) اور قندھار (گندھارا) اور کشمیر وغیرہ میں غزوات و فتوحات ہوئیں اور ان مہمات میں ہشام بن عمرو کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی، مگر ان کی ترتیب زمانی معلوم نہیں، البتہ بعض غزوات میں ہشام کی تفریح ملتی ہے، چنانچہ سفح بن عمرو تغلبی کی مہم جس کے ضمن میں عبداللہ الاشر اور ان کے ساتھیوں کا قتل ہوا، اور اس کے بعد خود ہشام بن عمرو کی قیادت میں راجہ سے جنگ جس نے عبداللہ اور ان کے رفقاء کو پناہ دی تھی، یہ دونوں مہم ۱۵۱ھ میں ہوئی تھیں:

گجرات پر حملہ اور اس کے اسباب | اس کے بعد ۱۵۱ھ ہی میں ہشام بن عمرو نے گجرات کے مقام

پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا، اور ان ہی ایام میں گجرات کے دوسرے مقام بھڑ بھوت کے لئے ایک فوجی امیر عمر بن حبل کی قیادت میں مہم روانہ کی، یہ دونوں حملے بھری تھے جو منصورہ سے کئے گئے، علاقہ گجرات میں سب سے پہلے مسلمانوں نے عہد فاروقی میں سخانہ اور بھڑوچ میں فتوحات حاصل کیں، اس کے بعد اموی دور میں پہلی صدی کی آخری دہائی میں محمد بن قاسم تغلبی اور ان کے

۱۰ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۱، ۱۵۲،

خلافت عباسیہ اور ہندوستان

امرائے فوج نے سوراشٹر اور گجرات وغیرہ میں فتوحات کیں، پھر دوسری صدی کی ابتداء میں جنید بن عبدالرحمن مری نے یہاں کے کئی مقامات فتح کئے اور مرید (منڈل علاقہ جھالاوار کلاں) دھنج، بھڑوچ، اور سہیلان پر قبضہ کیا، اس کے بعد مسلمانوں نے اس علاقہ پر توجہ نہیں دی یہاں تک کہ عباسی دور میں ہشام بن عمرو نے ان علاقوں میں شاندار فتوحات حاصل کیں، بہتر ہے کہ پہلے مختصر طور سے گجرات پر حملہ کے اسباب معلوم کر لئے جائیں،

ہندوستان کے ڈاکو پورے بحر ہند اور اس کے سواحل پر چھائے ہوئے تھے، اموی دور میں ان سے بڑھتی رہتی تھی، عباسی دور میں ان کی غارتگری اور لوٹ مار بہت بڑھ گئی تھی، ویسے تو پہلوگ نکر ان اور سندھ سے لے کر گجرات اور سوراشٹر کے ساحلی مقامات کے آگے میدانوں میں رہا کرتے تھے مگر گجرات اور سوراشٹر کے علاقے ان کے خاص مرکز تھے، عباسی دور میں بصرہ سے سندھ و گجرات تک کی بحری عالمی شاہراہ ہر وقت ان کی زد پر رہا کرتی تھی، حتیٰ کہ عباسی دور کے شروع ہی میں بحر بصرہ اور بلاد بحر بصرہ کے لئے مستقل امارت قائم کرنی پڑی اور اس کے لئے مستقل امارت کی تقرری ہونے لگی، خلیفہ منصور کے زمانہ میں ان کی سرگرمی بہت بڑھ گئی تو اس لئے ۱۳۱ھ میں امارت بحر کا شعبہ کھول کر محمد بن ابو عبیدہ کو اس کا امیر مقرر کیا،

اس نے جزیرہ قیس کو اپنا مرکز بنایا، اسی سال یہ سمندری ڈاکو اپنی کشتیوں کے ذریعہ جزیرہ قیس پر حملہ آور ہوئے، جس میں اس کے بیٹے اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو بیٹروں نے قتل کر کے جزیرہ قیس کو ویران کر ڈالا، ۱۳۶ھ میں یہ ڈاکو بحر بصرہ کے راستہ دریائے دجلہ میں گھس گئے، ۱۳۹ھ میں بحر کے علاقہ سہیلان تک پہنچ گئے اسی سال جزیرہ خلدک میں ابو حنیفہ نے

ان سے مقابلہ کیا جس میں وہ اور اس کے آدمی کام آئے، پھر ۱۵۱۵ء میں یہ
ڈاکو بصرہ کے قریب دریائے دجلہ میں داخل ہوئے اور ابو عبیدہ سعدی
نے ان سے جنگ کی، اسی طرح ۱۵۱۳ء اور ۱۵۱۵ء میں بصرہ کے حدود میں
ان کی لوٹ مار جاری رہی، یہ ہندوستان کے بحری ڈاکوؤں کی تخریبی
سرگرمیاں تھیں، دوسری طرف عراق کے بطیمچ میں ہندوستان کے جاٹوں
اور دوسری جرائم پیشہ قوموں نے زبردست طاقت جمع کر لی تھی اور بغداد
و بصرہ کے درمیان بری و بحری راستے ان کی لوٹ مار کی وجہ سے غیر محفوظ اور
سخت خطرناک ہو گئے تھے، اس لئے ضرورت تھی کہ ان کی سرکوبی کے لئے
بری اور بحری مہمات روانہ کی جائیں اور بصرہ کی طرح سندھ سے بھی ان کے
خلاف اقدام کیا جائے، معلوم ہوتا ہے کہ سورامشٹر کے بحری ڈاکو محمد بن قاسم
تقنی سے صلح کے بعد بالکل خاموش ہو گئے تھے، مگر اس کے آگے گجرات میں
ان کا روز زیادہ تھا، خاص طور سے بھڑوچ کے آس پاس ان کی طاقت جمع
ہوئی تھی اور یہ لوگ دریائے نرہدا کے راستہ سے بحر عرب میں داخل ہو کر
بصرہ تک تباہی و بربادی مچاتے تھے، اسی وجہ سے بھڑوچ کے حدود میں
گندھارا اور بھاڑ بھوت پر حملہ ہوا، یہ دونوں مقامات دریائے نرہدا کے
کنارے واقع ہیں اور اس زمانہ میں گجرات کی اہم بندرگاہوں میں شمار
ہوتے تھے،

یا قوت نے معجم البلد ان میں بھڑوچ کے بارے میں لکھا ہے:

من اشهر مدن الهند	بھڑوچ ہندوستان کے بڑے بحری
البحریۃ و اکبرها	شہروں میں سے ہے اور بقول
وقال ابلا ذوی بروص	بلاذری ہندوستان کی بندرگاہیں

بندس کبیومن بنادر الہندہ میں سے بڑی بندرگاہ ہے۔

اور قندھار (گندھارا) کے بارے میں ظفر الاولیٰ میں ہے :

دمن نواحی کھنباہ (قندھار) گندھارا کھنباہت کے علاقے میں دریائے

بندر صغیر علی خور ہا، نزدیک آسٹا نریدا کی کھاڑی پر چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔

بازند (سجھاڑ بھوت) بھی بھڑوچ کے مغرب میں نریدا کے کنارے مشہور

بندرگاہ تھا اور یہاں بہت بڑا بت خانہ تھا، یہ دونوں مقامات عباسی دور

میں سمندری بیڑوں کے مرکز تھے اور یہاں سے یہ لوگ عرب و ہند کے درمیان

آنے جانے والے مسافروں اور تجارتی جہازوں پر حملہ کر کے قتل و غارت

مچاتے تھے، اس لئے ان کے خلاف دو طرفہ کارروائی کرنی پڑی اور بصرہ و صنعہ

کی امارتیں ان کے مقابلہ میں آئیں،

۱۵۱۰ء میں ہشام بن عمرو تغلبی سندھ کا امیر و حاکم بن کر

آیا، اور اسی سال اس نے اپنے بھائی سیف بن عمرو کے

گندھارا کی فتح

ذریعہ سندھ کی ایک شورش پر قابو پایا، نیز عباسی خلافت کے مد مقابل عبداللہ

الاشتر اور ان کے آدمیوں کو یہاں سے ختم کیا، پھر اسی سال سندھ کے راجہ پر

خود فوج کشی کر کے فتح پائی، ان تینوں مہمات سے فراغت کے بعد ہی گجرات کے

سمندری ڈاکوؤں کی سرکوبی کی مہم چلائی جو اس زمانہ میں بحری امن و امان کو

غارت کر رہے تھے ۵۳ھ میں وائی سجستان عباد بن زیاد بن ابوسفیان نے کچھ

اور سوراشر کی فتوحات کے سلسلہ میں گندھارا کو فتح کیا تھا مگر بعد میں یہاں

بد امنی پھیل گئی، جس کا خاتمہ ضرور تھا لیکن چنانچہ قاضی رشید بن زبیر کی تصریح

کے مطابق ہشام بن عمرو تغلبی نے ۱۵۱۰ء میں گندھارا کو فتح کر کے باربد کی مہم

۱۵۱۰ء میں ظفر الاولیٰ ج ۱ ص ۶۱۳

پراپنے ایک فوجی افسر کو روانہ کیا، بلاذری نے لکھا ہے :-

ہشام بن عمرو جنگی کشتیوں کے ذریعہ قندھار آیا اور اس کو فتح کر کے وہاں کے بت خانہ کو منہدم کیا اور اس کی جگہ مسجد بنائی اس کے دور ولایت میں شہروں میں سرسبزی اور رونق آگئی، اور باشندوں نے اس کو اپنے حق میں خیر و برکت سمجھا رہا

مؤرخ یعقوبی نے بیان کیا ہے :-

ہشام بن عمرو بحری بیڑا تیار کر کے دریائے سندھ کی راہ سے قندھار (گندھارا) لایا، اور اسے فتح کر کے قیدی بنائے اور بت خانہ کو منہدم کر کے مسجد بنائی،

بعد کے ایک اور مؤرخ فلقتندی نے آثر الانافہ فی معالم الخلفاء میں ملتان اور گندھارا کی فتح کا تذکرہ یوں کیا ہے :

خليفة منصور کے دور خلافت میں	فی ایامہ فتحت الملتان
ملتان اور گندھارا فتح ہوئے،	والقندھار مغارض
اور بت خانہ منہدم کر کے وہاں	السند، و هدم البد
مسجد تعمیر کی گئی	وبنی موضع مسجد

ان تینوں بیانات سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں: (۱) عباسی دور میں پہلی بار بری بیڑا ہشام بن عمرو نے تیار کیا اور خاص طور سے گندھارا کی جنگ کے لئے جنگی کشتیاں بنوائیں تاکہ وہ دریائے سندھ اور دریائے فرہدا میں چل سکیں، (۲) یہ بحری بیڑا منصورہ سے براہ دریائے سندھ سمندر میں داخل ہوا، پھر سواحل گجرات پر آ کر دریائے فرہدا کے راستے سے گندھارا کی

۱۔ فتوح البلدان ص ۲۳، ۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۹، ۳۔ آثر الانافہ ص ۱۵۱،

بندر گاہ پر لنگر انداز ہوا، (۳) یہاں آئے کے بعد اسلامی فوج سے مقامی راجہ یا مقامی لوگوں نے مزاحمت نہیں کی، کیونکہ یہاں کے سمندری ڈاکوؤں سے سب ہی بیزار اور ان کی سرکوبی کے خواہاں تھے (۴) مسلمانوں کی تادیب و سزا کے بعد ان کی غارتگری بیکسر ختم ہو گئی، اطراف و جوانب میں امن و امان کی فضا پیدا ہو گئی، جان و مال، کمپیناں اور عزت و آبرو محفوظ ہو گئی، اور لوگ سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے، اور خدا کے فضل و کرم سے اس دیار میں بڑی خوشحالی آ گئی جس کی وجہ سے عام باشندے مسلمانوں کے بارے میں خوش عقیدہ بن گئے، یوں بھی گجرات کے عوام اور راجے مہاراجے مسلمانوں سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے جس کو ابو زید سیرانی، سلیمان تاجر، مسعودی اور دوسرے مؤرخوں اور سیاحوں نے بیان کیا ہے، (۵) یہاں اموی دور سے مسلمانوں کی آبادی کافی تعداد میں موجود تھی، اور وہ لوگ متاہل زندگی بسر کرتے تھے ہشام بن عمرو نے اس موقع پر یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کر دی جو ہمارے علم میں گجرات میں پہلی مسجد تھی، (۶) مقامی بت خانہ کے انہدام کی ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ بت خانہ سمندری ڈاکوؤں کا اڈہ بن گیا تھا، اور پوجا پاٹ کے نام پر وہ یہاں جمع ہوا کرتے تھے، غلط کاری اور مخمور کاپی کے لئے عبادت گاہوں اور مقدس مقاموں کا استعمال آج بھی عام بات ہے، سوراٹھریس پانی ستانہ کابت خانہ جو ایک پہاڑ پر واقع تھا وہاں کے لٹروں کا مرکز و مامن تھا، یہی شکل گندھارا کے مندر کی تھی (۷) یعقوبی کے بیان کے مطابق ہشام بن عمرو نے یہاں کے کچھ باشندوں کو جنگی قیدی بنایا، یہ وہی بحری ڈاکو تھے جو اصل مجرم تھے اور جن کے لئے یہ جنگی مہم روانہ ہوئی تھی، (۸) اس جنگ کے نتیجے میں کسی قسم کی بد مزگی کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس کے برخلاف

مسلمانوں سے خوش عقیدگی بڑھ گئی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی فوج نے ظلم و زیادتی نہیں کی اور نہ بیجا استحصال کیا، ورنہ گجرات کے مہاراجگان و سہی رائے اور ان کے ماتحت راجے چند سو یا چند ہزار عرب فوجوں سے مقابلہ میں پیچھے نہ رہتے، جو ان کے دیار میں ہلکی پھلکی بحری مہم لے کر آئے تھے،

قاضی رشید بن زبیر نے لکھا ہے کہ ۱۵۱ھ میں ابو جعفر منصور کے زمانہ میں ہشام بن عمرو تغلبی نے ہندوستان پر حملہ کیا اور سندھ کو عبور کر کے قندھار پر بیٹھ گیا، اس نے یہاں لوہے کا ایک بہت موٹا مینارہ پایا جو ایک سو ہاتھ لمبا تھا، ہشام نے مقامی لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ابنائے فارس کی تلواریں ہیں، انہوں نے تیغ حمیری کے ساتھ حملہ کو کے ہمارا ملک فتح کیا تھا، بعد میں انہوں نے اپنی تلواریں جمع کر کے توڑ ڈالیں، ان ہی ٹوٹی ہوئی تلواروں سے یہ مینارہ بنایا گیا ہے، اہل یمن کا خیال ہے کہ تیغ نے اسی موقع پر یہ شعر کہا تھا:-

ولو لغت بقتد ہذا فخریؑ
خبرت صوامعہا وکل عمود لہ

تیغ حمیری کے گندھارا پر حملہ کی روایت صحیح ہو یا نہ ہو، ہشام بن عمرو کے وقت یہاں ایک ستون یا منہ موجود تھا،

واضح ہو کہ اس سے کابل و قندھار والا قندھار مراد نہیں ہے وہ

پہاڑی ملک ہے اور اُس کا راستہ خشکی کا ہے، وہاں جانے کے لئے کشتیاں تیار کرنے اور دریائے سندھ کا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں تھی،

عمرو بن حبل کی قیادت میں | اسی دوران میں علاقہ بھڑوچ کے ایک اور
سھاڑ بھوت کی فتح، | مقام بار بد (سھاڑ بھوت) پر بحری مہم روانہ

کی گئی جو فتحیاب واپس ہوئی، یہ مقام بھی بحری بڑوں کا مرکز تھا اور یہاں کے بت خانہ میں ان کی سرگرمیوں کے منصوبے بنتے تھے، اس مہم کا تذکرہ صرف بلاذری نے مختصر طور سے یوں کیا ہے:

ووجه عمرو بن جمل فی بوارج ہشام نے عمرو بن جمل کو بحری بڑا
الی یا ہد لہ دے کر بار بد بیجا،

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) بھاڑ بھوت کی یہ مہم معمولی قسم کی تھی اور اس کی حیثیت تادیب و سیاست کی تھی، اسی لئے ہشام خود شریک نہیں ہوا بلکہ اپنے ایک فوجی قائد عمرو بن جمل کو اس کی قیادت دی (۲) چونکہ صرف تادیب و سرزنش مقصود تھی اس لئے بوارج کا استعمال ہوا، یہ بارج کی جمع ہے جو بڑا کا معرب ہے، ابیرونی نے کتاب الہند میں سورائٹھ کے بحری چوروں کا ذکر کرتے لکھا ہے کہ یہاں ایک گردہ بوارج کے نام سے مشہور ہے، یہ لوگ کچھ اور سومنات میں رہتے ہیں،

وسموا بہذا الاسم لانہم یہ لوگ بوارج کے نام سے مشہور ہیں

یتلصصون فی الزوارق و کیونکہ یہ چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ

اسمہا بیڈ لہ چوری کرتے ہیں جن کا نام بیڑہ ہے

زیرق اور بیڑہ چھوٹی کشتی کو کہتے ہیں بھاڑ بھوت کی مہم میں یہی بوارج و زوارق استعمال کئے گئے تھے، (۳) اس میں کسی جنگ و مقابلہ اور فتح و شکست کا ذکر نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گندھارا کی فتح کے بعد ہی چلتے چلائے یہاں بھی فوج کو گشت کرادیا گیا، اور کسی قسم کے اقدام کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، اس لئے کہ مہاراجگان گجرات اور گجراتی عوام سے مسلمانوں

لہ فتوح البلد ان ص ۴۳، لہ کتاب الہند ص ۶۱ (یورپ)

تعلقات خوش گوار اور استوار تھے، اس مہم کا مقصد سمندری ڈاکوؤں کی تادیب
و تہذیب تھا،

کشمیر اور دیگر علاقوں میں غزوات و فتوحات
ہشام بن عمرو نے دارالامارہ منصورہ سے
بعض جنگی مہمات امرار و قواد کی سرکردگی
میں بھیجیں وہ خود ان میں شریک نہیں تھا، جن میں شاندار کامیابی حاصل
ہوئی، اور جنگی قیدی ہاتھ آئے، ان مہمات میں بلاذری نے کشمیر کا نام لیا ہے

ووجه الی ناحیۃ الہند
فافتحہ کشمیراً، و
اصاب سیایا و سرقیقاً
کثیراً۔ لہ

ہشام نے ہندوستان کی سمت
فوج روانہ کی اور کشمیر کو فتح کر کے
بہت سے جنگی قیدی اور غلام
حاصل کئے،

اور یعقوبی نے لکھا ہے کہ:

ووجه الی ناحیۃ الہند
بعجیش فعنہموا، و
اصابوا سرقیقاً۔ لہ

اس نے ہندوستان کی جانب
فوج کشی کرانی اور فتح و ظفر کے بعد
مالِ غنیمت اور غلام ہاتھ آئے،

ان دونوں عبارتوں میں ناحیۃ الہند (ہندوستان کی سمت) سے مراد
پنجاب اور کشمیر کے علاقے ہیں، گجرات کی دونوں مہمات کا ذکر اوپر گذر چکا ہے،
غالباً اس مہم میں کشمیر سفلی ازیرین کشمیر) کا وہ علاقہ فتح ہوا تھا جو پنجاب
کی حدوں سے متصل تھا، جس میں تیرہ دریا اور وادیاں تھیں، کشمیر اعلیٰ
(بالائی کشمیر) دشوار گزار پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا، اس مہم میں اس پر
دھاوا نہیں بولا گیا،

۱۔ فتوح البلدان ص ۱۲۳، ۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۳،

قندابیل سے متغلب
عربوں کا صفایا

قندابیل علاقہ طور آن کا سب سے بڑا مرکزی
شہر تھا، بعض مؤرخوں نے اسے سورہ مدہ کا

دارالسلطنت بتایا ہے، پہاڑی مقام ہونے کی وجہ سے محفوظ قلعہ کی حیثیت رکھتا
تھا، خلافت راشدہ میں اسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا، اموی دور کی ابتداء
میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے قندابیل کے علاوہ بوقان، قیقان اور
قصدار کو اسلامی قلمرو میں شامل کیا، بعد میں یہاں خوارج نے قبضہ
جمایا مگر قالونی طبرستان سے قندابیل خلافت سے وابستہ رہا، حتیٰ کہ اموی دور
کے آخر اور عباسی دور کے شروع میں خود عربوں نے اس پر غلبہ حاصل کر کے
چند قبائل نے پورے علاقہ کو آپس میں تقسیم کر لیا مگر ہشام بن عمرو نے پورے
علاقہ سے ان متغلبین کو نکال باہر کر کے اسے منصورہ سے ملا دیا، اس کا تذکرہ
صرف بلاذری نے کیا ہے۔

قندابیل پر کئی عرب قابض تھے،

وكان بقندابيل

ہشام نے ان سب کو وہاں سے

متغلبة من العرب

نکال باہر کیا،

فاجلاهم عنها

”متغلبة من العرب“ سے معلوم ہوتا ہے کہ قندابیل پر چند عرب
قبائل یا افراد قابض و دخیل تھے، کسی ایک شخص کا قبضہ نہیں تھا، اور ان سب کو
ہشام بن عمرو نے وہاں سے بے دخل کیا، طور ان و مکران کے علاقے اس
زمانہ میں خوارج کی جولان گاہ تھے، اور ان کی طاقت خلافت سے ٹکریا کرتی تھی، غالباً
غالباً انہی عرب خوارج نے قندابیل کو اپنا مرکزی بنا رکھا تھا،

ہشام بن عمرو نے یہاں جو شاندار کارنامے انجام دیے ان
میں ملتان کی فتح

ملتان کی فتح

ہشام بن عمرو نے یہاں جو شاندار کارنامے انجام دیے ان
میں ملتان کی فتح نہایت اہم اور قابل ذکر کارنامہ ہے،

محمد بن قاسم نے ۹۵ھ میں ملتان کو فتح کر کے یہاں اپنا امیر مقرر کیا تھا مگر جب
امویوں کے آخری دور میں ہر طرف خروج و بغاوت اور سرکشی و خود مختاری کی
وباعام ہوئی تو ملتان والوں نے بھی سرتابی کی اور مقامی باشندے جو مسلمان
ہو چکے تھے مرتد ہو گئے، اور ایک راجہ نے اپنی حکومت قائم کر لی، حتیٰ کہ ہشام
بن عمرو نے اسے دوبارہ فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کیا، بلاذری کا بیان ہے:

ان الملتان فتحها محمد بن القاسم في ايام الوليد بن عبد الملك، ثم كفر اهل هذا البلاد ففتح في ايام المنصور۔
ملتان کو خلیفہ ولید کے زمانہ میں محمد بن قاسم نے فتح کیا تھا، بعد میں اس علاقہ کے باشندے کافر ہو گئے تو خلیفہ ابو جعفر منصور کے دور میں اسے فتح کیا گیا، اور قلعہ شندی نے لکھا ہے:

في ايا فتح الملتان۔
خلیفہ منصور کے زمانہ میں ملتان فتح کیا گیا،

یعقوبی نے ان دونوں کے مقابلہ میں فتح ملتان کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ ہشام بن عمرو کے حوصلہ مندانہ اقدامات و فتوحات کو دیکھ کر ان سے کہا گیا کہ:

وقيل لهشام: ان المنصورة لا تحملك و الملتان بلاد واسعة، ومنها مغزى۔
اور ہشام سے کہا گیا کہ منصورہ تمہاری حیثیت کے یائق نہیں ہے البتہ ملتان وسیع و عریض ملک ہے اور وہاں مغزوہ کے مواقع ہیں،

لہ فتوح البلدان ص ۳۴، لہ آثار الانوار ص ۱۱۱،

ہشام بن عمرو نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے بھائی بسطام بن عمرو کو
منصورہ میں اپنا جانشین بنا کر ملتان کی مہم پر فوج لے کر چلا، جب ملتان کے
قریب پہنچا، اور راجہ کو اس کی آمد کی خبر لگی تو وہ بہت بڑا لشکر لے کر چلا
تاکہ اسلامی فوج کو شہر سے دور ہی شکست دے کر واپس کر دے، دونوں فوجیں
آمنے سامنے ہوئیں اور نہایت ہی سخت جنگ کے نتیجے میں راجہ کو ہزیمت
ہوئی، ہشام بن عمرو مظفر و منصور ہو کر شہر ملتان میں داخل ہوا، اور لڑنے
والوں کو جنگی قیدی بنایا۔

ملتان کی فتح کے بعد پنجاب، کشمیر اور گجرات تک عباسی خلافت کا اقتدار
قائم ہو گیا اور سندھ کے دونوں سرے محفوظ ہو گئے،
واقعہ یہ ہے کہ عباسی خلافت میں ہشام بن عمرو تغلبی سندھ کا پہلا امیر و
حاکم ہے جس نے نہایت ذمہ داری اور وفاداری کے ساتھ یہاں شاندار
حکومت کی، متعدد علاقوں کو عربوں اور راجوں کے غلبہ و قبضہ سے آزاد
کرایا، شورش پسندوں اور سرکشوں کی تادیب کی جنگی بیڑا تیار کیا، بری و بھری
غزوات و فتوحات کئے، جو علاقے دشوار گزار اور ناقابل تسخیر تھے ان کو فتح
کیا، اس کے دورِ امارت کو یہاں کے عوام نے باعثِ خیر و برکت سمجھا اور
اس کی ذات سے نیک شگون لیا، اس نے ملکی و سیاسی استقامت کر کے
سرحدوں اور دور دراز علاقوں کو محفوظ کر دیا، بلا ذریعے ان کے بارے
میں لکھا ہے:

ففتح ما استعلق ... اس نے ناقابل تسخیر مقامات فتح کیے

و دوح الثغر و حکم سرحد کو محفوظ و مستحکم کیا اور نہایت بہتر

انتظامات کئے،

موسر ۸-

ہشام بن عمرو نے اپنی امارت کے سات سالہ دور میں سندھ اور ہندوستان میں جو خدمات انجام دیں اور عوام کے دلوں میں جو مقبولیت حاصل کی وہ اپنی جگہ ہے، مرکز کو بھی یہاں سے اموال غنیمت جنگی قیدی اور دیگر حاصلات اس قدر زیادہ مقدار میں دیئے کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی یعقوبی نے لکھا ہے:

فخر قدم الی المنصور جمالم وہ خلیفہ منصور کے پاس یہاں سے

يقدم به احب من السند - جو کچھ لے گیا اس سے پہلے سندھ کے

کسی امیر نے اتنا زیادہ نہیں دیا،

ان تمام کارناموں اور نیک نامیوں کو لے کر ہشام بن عمرو ۷۵۷ھ میں ابو

جعفر منصور کے پاس بغداد پہنچا اور تھوڑے ہی دن بعد انتقال کر گیا،

ہشام بن عمرو کے دربار میں مطیع بن | ہشام بن عمرو تغلبی نہایت بلند حوصلہ

ایاس شاعر کی آمد، اور دادود ہش، علم دوست اور سخی آدمی

تھا اس کی دادود ہش کا شہرہ سندھ سے عرب تک تھا، چنانچہ مشہور شاعر

مطیع بن ایاس کنانی اس کے دربار میں سندھ آیا اور نہایت اعزاز و احترام

کے ساتھ رہا اور واپسی کے موقع پر الو داعی اشعار کہے، ابو الفرج اصفہانی

نے کتاب الاغانی میں لکھا ہے:

مرحل مطیع بن ایاس الی ہشام بن عمرو کی امارت سندھ کے

ہشام بن عمرو - و دھوبالند زمانہ میں مطیع بن ایاس اس کے

مستحب حالہ - پاس انعام و اکرام کے لئے گیا تھا،

وہ ہشام کے یہاں آنے کے بعد بڑی قدر و منزلت کا مستحق ٹھہرا ہشام

کے بال بچوں اور مطیع کے درمیان انس و محبت پیدا ہو گئی، اور جس وقت

مطیع یہاں سے جانے لگا ہشام کی بی بی اس کی جدائی سے رونے لگی، جس سے مطیع کا دل بہت متاثر ہوا اور اس کی زبان سے یہ اشعار نکل پڑے،

اسکتی قد حزنت بالدمع قلبی طالما حزد معن القلوبا
 بی بی! خاموش رہ تم نے اپنے آنسو سے میرا دل گرما دیا، بسا اوقات تم سب کے
 آنسو لے لوں گو گریا ہے،

ودعی ان تقطعی الا ان قلبی وترینی فی رحلتی تعدیبا
 تم اس وقت میرے دل کے ٹکڑے نہ کرو، اور میرے سفر میں تکلیف نہ دو،
 فعسی اللہ ان یدافع عتی ربیب ما تحذرن حتی اذبا
 ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آرزو پوری کرے اور میں دوبارہ واپس آؤں
 لیس شیء یشاء لا ذوالمعالی بعنیز علیہ فا ذعی المعبیبا
 جس چیز کو اللہ تعالیٰ چاہے وہ اس کی قدرت سے دور نہیں ہے تم اسی سے
 دعا کرو،

انا فی قبضۃ الالہ اذا ما کنت بعدا، او کنت قریبا
 میں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہوں، دور رہوں، یا نزدیک رہوں
 مطیع بن ابی اس کنانی مخضرم اردو تین شاعر ہے، اموی دور میں ولید بن
 یزید بن عبد الملک کا درباری شاعر تھا، اور عباسی دور میں ابو جعفر منصور کے
 دربار سے منسلک رہا، اسی کے زمانہ میں سندھ آیا تھا، لہ
 بسطام بن عمرو غلبی کی امارت و معزولی، ۱۵ھ میں ہشام بن عمرو اپنے بھائی بسطام بن
 اور معبد بن خلیل تمیمی کی امارت، عمرو تغلبی کو منصورہ میں قیدی پکڑنے پنا نامی مقرر کر کے
 ابو جعفر منصور کے پاس بغداد چلا گیا، خلیفہ بن خیاط کا بیان ہے۔

کتاب الاغالی ج ۱ ص ۲۵۵ تا ۲۵۷

شخص الی ابی جعفر وہ اپنے بھائی بسطام بن عمرو کو اپنا
 دستخلف اخاب بسطام نائب بنا کر خلیفہ ابو جعفر منصور کے
 بن عمرو سے پاس چلا گیا،

بسطام بن عمرو سات سال تک اپنے بھائی کے ساتھ رہ کر یہاں کے
 سرد گرم سے واقف ہو چکا تھا، اس سے پہلے ہشام نے ملتان کی مہم پر
 جاتے وقت اس کو منصورہ میں اپنا نائب بنایا تھا، اور بغداد جانے لگا تو
 اس عہدہ پر رکھا، مگر بسطام کو زیادہ دنوں رہنے کا موقع نہیں مل سکا، اور
 ابو جعفر منصور نے اس کی جگہ معبد بن خلیل تمیمی کو یہاں کی امارت پر روانہ
 کیا، اس کے نام میں اختلاف یا اجاتا ہے تاریخ یعقوبی، تاریخ ابن خلدون،
 تاریخ ابن اثیر، اور تاریخ طبری میں معبد بن خلیل تمیمی مرنی ہے، اور تاریخ
 خلیفہ میں سعید بن خلیل ہے جبکہ البدایہ والنہایہ میں ایک جگہ سعید اور
 دوسری جگہ معبد ہے، ہم نے معبد کو ترجیح دی ہے، اس سے پہلے ۱۱۴۰ھ میں
 معبد بن خلیل مرنی خراسان میں تھا، عبد الجبار بن عبد الرحمن خراسان
 کا امیر ہوا تو اس نے وہاں کے کئی فوجی افسروں اور امیروں کو علوی دعوت
 کی طرفداری کا الزام لگا کر گرفتار کیا اور مار پیٹا، ان ہی لوگوں میں معبد بن
 خلیل بھی تھا کہ ایک قول کے مطابق ابو جعفر منصور نے اس کو خراسان
 ہی میں سندھ کی ولایت کے لئے لکھا اور وہیں سے سندھ آیا، اس
 معبد ہی خلیل دو سال تک سندھ کی امارت پر رہا مگر اس کی وفات
 ۱۱۵۹ھ میں ہوئی ہو جیسا کہ ابن اثیر اور ابن خلدون لکھا ہے، مگر البدایہ والنہایہ
 میں ۱۱۵۷ھ میں اس کی ولایت اور وفات دونوں کا ذکر ہے کہ

تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۶۷، تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۵۳، تاریخ کامل ج ۴ ص ۱۱۴، البدایہ والنہایہ
 ج ۱ ص ۱۱۴

اس قول کی رو سے وہ ایک سال سے کم ہی یہاں رہ سکا، سندھ میں اس کے کارناموں اور خدمات کا مفصل ذکر کتابوں میں نہیں ہے، ابن اثیر نے صرف اتنا لکھا ہے :

وقیل انه كان يجر اسان
فكتب اليه المنصور فسار
الى السند، وفتح ما استغلق.
معبد خراسان میں تھا، خلیفہ منصور
نے اس کو سندھ کی ولایت کا پرواز
بھیجا اور اس نے یہاں آکر دبائے
ہوئے علاقے فتح کئے،

اور یعقوبی نے لکھا ہے :

لی المنصور معبد بن الخلیل
التمیمی، وكان محموداً فی
البلد۔
خلیفہ منصور نے معبد بن خلیل کو یہاں
کی ولایت دی اور وہ یہاں نیک نام
بن کر رہا،

ان دونوں بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ معبد بن خلیل نے قلیل مدت میں ہتھیائے ہوئے علاقے فتح کئے، اور تین انتظام کی وجہ سے عوام و خواص میں مقبول و نیک نام رہا، اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی سندھ میں باپ کے کاموں میں شریک رہا،

معبد بن خلیل کی منصورہ میں
موت اور محمد بن معبد کی جانشینی
معبد بن خلیل یہاں آنے کے چند ماہ بعد
منصورہ میں انتقال کر گیا اور اپنے لڑکے

محمد بن معبد کو وقتی طور سے اپنا جانشین بنایا، جو خلیفہ منصور کی وفات کے
تک سندھ کی امارت پر رہا، خلیفہ کا بیان ہے :

فمات بالمنصورۃ، واستخلف
ابنہ محمد بن سعید (معبد)
معبد منصورہ میں فوت ہوا اس نے
اپنے بیٹے محمد کو نائب بنایا جو ابو جعفر

قلم یزل علیہا حتی مات ابو جعفرؑ کے انتقال تک امیر رہا،
 معبد بن خلیل تمیمی فزنی پہلا عباسی امیر ہے جس کا انتقال سندھ میں ہوا،
 اس کے بیٹے محمد بن معبد کو یہاں ایک سال یا اس سے کم ہی مدت رہنے کا
 موقع ملا اور خلیفہ مہدی نے اس کی جگہ دوسرا امیر بھیجا،

منصوری دور میں ہندوستان | محمد بن معبد بن خلیل تمیمی کی امارت کے زمانہ
 سے متعلق چند واقعات | میں ابو جعفر منصور کا دورِ خلافت ختم ہو گیا

ذیل میں ہم چند ایسے واقعات کو ذکر کرتے ہیں جو منصور کی دور میں رونما ہوئے
 اور کسی نہ کسی طرح سے ان کا تعلق ہندوستان سے ہے،

ہندی ڈاکوؤں کا شاہی | جیسا کہ معلوم ہوا، امیر سندھ معبد بن خلیل
 قیدیوں کو یرغمال بنانا، | یہاں سے پہلے خراسان میں تھا وہاں کے

امیر عبد الجبار بن عبد الرحمن نے کئی امرار کو علویوں کی طرفداری کے الزام
 میں قتل کیا، اور معبد بن خلیل اور دیگر بعض اعیان کو مار پیٹ کر قید کر دیا،
 ۱۲۱ھ میں ابو جعفر منصور نے اپنے بیٹے محمد مہدی کو ولی عہد بنا کر خراسان
 روانہ کیا تا کہ وہ عبد الجبار اور دیگر امرار و اعیان کے معاملات کی تحقیق
 کر کے عبد الجبار کو سزا دے، مہدی نے حکمت عملی سے کام لے کر عبد الجبار
 اور اس کے لڑکے کے ساتھ ایک جماعت کو گرفتار کیا، اور یہ سب خراسان
 سے بغداد لائے گئے منصور نے عبد الجبار کو قتل کر کے اس کے بیٹے اور
 کچھ مجرموں کو بحین کے ایک جزیرہ میں بھیج دیا، جن کو ہندوستانیوں نے
 گرفتار کر لیا اور بعد میں ان میں سے کچھ لوگوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیا
 گیا، ۲۱

۱۲۱ھ تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۶۷، ۱۲۱ھ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۶۷، ۱۲۱ھ،

فت عباسیہ اور ہندوستان

یہ ہندوستان کے بحری ڈاکو تھے جو اس زمانہ میں عدن اور سقوطرہ کی حدود تک اپنے بیڑوں کو بیجاتے تھے، اور سمندر میں قزاقی کرتے تھے، انہوں نے شاہی قیدیوں اور شہر بدر مجرموں کو برغمال بنایا تھا، اس سے ان کی طاقت اور غارتگری کا اندازہ ہو سکتا ہے، اسی سال منصور نے بحر بصرہ کی امارت قائم کر کے ہندی ڈاکوؤں اور بیڑوں کی تاویب کا انتظام کیا، ممکن ہے اسی واقعہ کے فوراً بعد یہ اقدام ہوا ہو،

۵۵۰ھ میں ابو جعفر منصور سواری سے گر کر زخمی ہو گیا تھا، اور مقام جرجریا میں آرام کی جان بخشی

کر رہا تھا، اس وقت ہندوستان کے کچھ قیدی براہ عثمان اس کے پاس لائے گئے، ان کو نسیم بن سواری نے اپنے بیٹے محمد کی نگرانی میں بھیجا تھا۔

فَضَّمْ بَصْرِبِ اعْنَا قَلْمِ

منصور نے ان کو قتل کرنا چاہا، مگر انہوں نے اسے ایسی باتیں بتائیں

فَسَاءَ لَہُمْ فَا حَبْرُ وَا

جس سے ان کا معاملہ مشتبہ ہو گیا اور منصور نے ان کو قتل کرنے کی

عَلِیْہِ ، فَا مَسْکُ عَنِ قَتْلِہُمْ

دقتوں میں قواد اور بجائے اپنے امراء و قواد میں تقسیم

امراء سے،

کروا،

یہ معبد بن غلیل کی امارت یا محمد بن معبد کی نیابت کے زمانہ کا واقعہ ہے، ان ہندی قیدیوں کو کسی بڑے خطرناک برہمن میں گرفتار کر کے ابو جعفر منصور کے پاس بجا یا گیا تھا تاکہ وہ ان کے مارے سزا تجویز کرے، چنانچہ اس نے ان کے الزام کو دیکھتے ہوئے قتل کی سزا تجویز کی، پھر تحقیق حال کے لئے ان

سے پوچھ گچ کی تو معلوم ہوا کہ انکا اہرام مشتبہ ہے اور یہ قتل کے سزاوار نہیں ہیں، اس لئے ان کو اہرام کی دولت کی غلامی میں دے دیا،

شیر بامیان کا اسلام | اسی کے دور خلافت میں علاقہ بامیان کا ایک اور اس کا اعزاز و احترام

راہ جو شیر کے نام سے مشہور تھا اسلام قبول کر کے عزت و احترام کا مالک بنا، یعقوبی نے کتاب البلدان میں لکھا ہے کہ بامیان پہاڑی شہر ہے وہاں کا حاکم شیر نامی ابو جعفر منصور کے زمانہ میں مزاحم بن بسطام کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، مزاحم نے اس کی بیٹی سے اپنے بیٹے محمد بن مزاحم کی شادی کر دی جس کے بطن سے محمد بن مزاحم کا ایک لڑکا پیدا ہوا جب فضل بن یحییٰ خراسان آیا تو اس لڑکے کو غور کا حاکم بنایا، اسی غور کو فتح کیا تھا، اور اس کا لقب اس کے نانا کے لقب پر شیر بامیان رکھا گیا۔

اس زمانہ میں علاقہ بامیان ہندوستان میں شمار ہوتا تھا اور یہاں کے سر راجہ کور تبیل کے خاندانی لقب سے یاد کرتے تھے، شیر بامیان وہاں کے کسی علاقہ کا راجہ اور حاکم تھا،

ابو جعفر منصور کی ہندو لوگوں کے بارے میں معلومات، ایک مرتبہ ابو جعفر منصور نے اسمعیل بن عبد اللہ سے کہا کہ مجھے ہر ملک کے لوگوں

کا حال بتاؤ، اس نے کہا کہ اہل حجاز، اسلام کی ابتداء اور بقیۃ العرب ہیں اہل عراق، اسلام کے رکن اور دین کے مجاہد ہیں، اہل شام، امت کے قلعہ اور خلفاء کے نیرے ہیں، اہل خراسان میدان جنگ کے شہسوار اور مردوں کی لگام ہیں، ترک پہاڑی چٹان اور جنگی بہادر ہیں:

واہل الهند حکماء اور اہل ہند حکیم و دانائیں، وہ اپنے

کتاب البلدان ۲۸۹ در جہاں السند والہند ص ۵۵۵

استغثوا بیلا دھم فاکتفوا
بہا عبا علیہم۔
ملک میں مگن رہ کر دوسروں سے
بے نیاز ہیں،

روم اہل کتاب اور صاحب تدتین ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دور نزدیک والوں
سے نجات دی ہے، لہٰذا ہندوستان کے علوم و فنون اور اسرار و علم قدیمہ مادے
دنیا میں مشہور تھے، ابو جعفر منصور کو بتایا گیا کہ اہل ہند اس بارے میں دوسروں
سے یوں بے نیاز ہیں کہ دوسروں سے سیکھتے اور نہ ہی ان کو سکھاتے ہیں،
ابو جعفر منصور کے زمانہ میں اہل منصورہ | جاحظ نے اپنے رسالہ "تجیح النبوة"
کے بارے میں ایک غلط روایت، میں لکھا ہے کہ فرقہ شکیتہ کے جاہلوں

نے ایک مرتبہ یہ خبر مشہور کی کہ:

ان اهل المنصورۃ وافوا	دور منصورہ میں اہل منصورہ اس
مصلاہم یوم خمیس	شبہ میں پنجشنبہ ہی کو جامع مسجد میں
علی اند یوم الجمعة فی	پہنچ گئے کہ آج جمعہ کا دن ہے، اور
نرمن منصورہ، وان اهل	اہل بحرین جمعہ کے دن اس شبہ میں
البحرین جلسوا عن مصلاہم	جامع مسجد نہیں پہنچے کہ آج پنجشنبہ
یوم الجمعة علی اند یوم خمیس فی	ہے، تو منصورہ نے ان کی تادیب
زمن الی جعفر، فبعث الیہم قومہم	دوسرے نیشن کرائی،

پھر جاحظ نے اس لغو اور احمقانہ داستان کا رد کر کے لکھا کہ ان جاہل مشکلیں
و مرتابین کی یہ بات ناممکن ہے، اگر یہ بات بحرین اور منصورہ والوں کے یہاں
ہو سکتی ہے تو بصرہ اور کوفہ والوں کے یہاں بھی ہو سکتی ہے، پھر یہ بات میں اگر
شک اور تردد کیا جائے تو شب و روز اور ماہ و سال میں بدرجہ اولیٰ شک و شبہ

بلہ تاریخ طبری ج ۸ ص ۸

ہو سکتا ہے حالانکہ یہ سراسر لغو غلط اور خلاف واقعہ ہے، لہ
 سدھانت کا عربی میں ہندوستان کے خاص علوم و فنون کو عربی زبان
 ترجمہ اور زائچہ، میں منتقل کرنے کا کام باقاعدہ خلیفہ ہارون
 رشید کے زمانہ میں ہوا جب کہ بغداد میں بیت الحکمہ قائم کیا گیا، مگر اس سے
 پہلے ابو جعفر منصور کے زمانہ میں ہندی حساب اور نجوم کی ایک نادر کتاب کو
 عربی میں منتقل کر کے اسے اس فن کے لیے بنیاد بنایا گیا، ۱۵۱ھ میں ابو جعفر
 منصور کی خدمت میں ایک ہندی عالم حاضر ہوا جو یہاں کے حساب سندھند
 (سدھانت) کا ماہر تھا، اس کے پاس اس فن کی ایک کتاب تھی جس میں بارہ
 ابواب تھے، منصور نے اس کو عربی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اس
 دور کے مشہور ماہر نجوم و حساب محمد بن ابراہیم فزاری نے یہ کام کیا اور ایک کتاب
 لکھی، پھر ہارون کے زمانہ میں ابو جعفر بن موسیٰ خوارزمی نے اس کا اختصار کیا،
 اور اسی سے زریچ خوارزمی بنائی، اس کے بعد سے اسی کتاب اور اس زائچہ پر
 اہل فن کا اعتماد درپاڑا۔

روح بن حاتم مہلبی کی امارت | ابو جعفر منصور کی وفات کے وقت محمد بن
 اور جاٹوں کی شورش، معبد سندھ کی امارت پر اپنے والد کا قائم

مقام بن کر مقوضہ خدمات انجام دے رہا تھا، مگر خلیفہ مہدی نے اپنی خلافت
 کی ابتداء میں ۱۵۹ھ میں اس کو معزول کر کے روح بن حاتم بن قبیصہ بن
 مہلب بن ابو صفور مہلبی ازوی عتلیٰ کو سندھ کا امیر بنایا، روح بن حاتم، خلیفہ
 ابو جعفر منصور کے معاصروں اور مستمدوں میں سے تھا، سندھ میں اس کی امارت
 زیادہ دنوں تک نہ رہ سکی، ۱۶۱ھ میں خلیفہ مہدی نے اس کو یہاں سے معزول

۱۶ رسا میں جا حظ ص ۱۶۹ لک طبقات الامم ص ۱۶۹

کر کے بھرہ اور افریقہ کی امارت پر بھیج دیا، ل

روح بن حاتم نے اپنے دورِ امارت میں کیا کیا کارنامے انجام دیے اور شہری و ملکی انتظامات کے علاوہ غزوات و فتوحات میں کتنا حصہ لیا؛ اس کے بارے میں تاریخ خاموش ہے، یعقوبی نے اس کے زمانہ میں یہاں کے جاٹوں میں شورشن و بغاوت کی خبر دی ہے، مگر یہ نہیں بتایا کہ اس میں روح بن حاتم کا کردار کیا رہا؛

استعمل المہدی روح	مہدی نے روح بن حاتم کو سندھ کا
بن حاتم النہلبی علی السند	عادل بنایا، اور اس کی آمد پر جاٹوں
فقد مها والنظ قد تحرکوا	نے سندھ میں شورشن برپا کر دی، اور
بھا فلم یقیم الا سیراً حتی	اس کو تھوڑی مدت کے بعد معزول
عزل۔	کر دیا،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روح بن حاتم ان جاٹوں کی تادیب نہ کر سکا، اس لئے مہدی نے اس کو معزول کر کے جاٹوں کی سرکوبی کے لئے زبردست جنگی مہم روانہ کی،

جاٹ کو عربی میں زط کہتے ہیں، یہ نہایت شریر و سرکش قوم تھی، جو بلوچستان، مکران، سندھ، پنجاب اور گجرات کے علاقوں میں پائی جاتی تھی، یہ لوگ راجوں مہاراجوں کے خلاف بھی شورشن برپا کیا کرتے تھے، اور عباسی امراء و حکام کو بھی چین نہیں لینے دیتے تھے، ابن خردادزب نے المسالک و الممالک میں لکھا ہے کہ مکران اور منصورہ کا درمیانی علاقہ جو تین سو اٹھاون فرسخ کا ہے، جاٹوں سے آباد ہے اور یہی لوگ اس راستہ کے محافظ ہیں، لہٰذا اور اعطی

لہٰذا تاریخ خلیفہ ج ۲۹۷، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۹، تاریخ کان ۷۷۱، المسالک و الممالک ص ۵۶

لے المسالك الممالک میں لکھا ہے کہ سندھ سے ملتان تک کا پورا علاقہ جاٹوں سے آباد ہے، اس میں ان کی آبادیاں اور آراضی ہیں، لہٰذا ان ہی جاٹوں نے خلیفہ مہدی کے ابتدائی دور میں ہر طرف شورش و سرکشی کی فضا پیدا کر کے کئی سال تک امن و امان کو غارت کیا، حتیٰ کہ سندھ کو امیر بصرہ کے ماتحت کرنا پڑا، اور متعدد داور امرا ان کے مقابلہ میں ناکام رہے۔ آخر میں طاقت کے استعمال اور سخت تادیب کے بعد ان کا زور ٹوٹا اور امن و امان کی بحالی ہوئی جیسا کہ آگے معلوم ہوگا،

روح بن حاتم کی امارت کے دور میں علاقہ گجرات کے مشہور اور مرکزی شہر سجھاڑ بھوت (باربد) پر

سجھاڑ بھوت (گجرات) کی فتح ۱۶۰ھ

مرکز سے براہ راست فوجی مہم آئی اور شاندار کامیابی حاصل ہوئی، اس وقت روح بن حاتم سندھ کا امیر تھا، مگر اس مہم سے اس کا تعلق نہیں تھا، بلکہ بصرہ کی امارت بحر کا یہ کارنامہ تھا جس میں خلیفہ مہدی نے ذاتی طور سے دلچسپی لی، اور اس کے لئے مخصوص تیاری کرائی، معلوم ہو چکا ہے کہ ابو جعفر منصور کے دور میں امیر سندھ ہشام بن عمرو تغلبی نے اپنے ایک فوجی افسر عمرو بن جمل کی زیر قیادت باربد (سجھاڑ بھوت) کی طرف بحری بیڑا روانہ کیا تھا، جس میں مسلمانوں کو شاندار کامیابی ہوئی تھی اور اس اقدام کا سبب گجرات کے سمندری ڈاکوؤں کی بحر بصرہ میں لوٹ مار تھی، اس وقت حالات درست ہو گئے تھے اور ڈاکوؤں کی سرگرمیاں رک گئی تھیں، مگر مہدی کے ابتدائی دور میں جب یہاں کے جاٹوں نے پورے علاقہ سندھ، مکران اور گجرات میں شورش برپا کی تو علاقہ باربد دوبارہ فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن گیا اور اس

لے المسالك الممالک ص ۳۵

علاقہ کے شورش پسندوں نے یہاں اپنی طاقت جمع کر لی، اس لئے براہ راست مرکز بغداد سے ان کی سرکوبی کا انتظام کیا گیا، اور خلیفہ نے اس کے لئے اہتمام کیا، چنانچہ ۱۵۹ھ میں بصرہ سے جنگی مہم بھاڑ بھوت کے لئے روانہ ہوئی، اور ۱۶۰ھ میں ایک سخت معرکہ کے بعد فتح نصیب ہوئی، اس کے امیر وقائد عبدالملک بن شہاب مسمعی تھے، اور ان کی ماتحتی میں دیگر کئی امرار تھے، اس عزدہ باربد کا تذکرہ طبری، ابن اشیر، ابن خلدون، ابن کثیر وغیرہ نے معمولی فرق کے ساتھ کیا ہے، ہم یہاں تاریخ طبری سے اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں، امام طبری نے ۱۵۹ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس سال خلیفہ مہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کو براہ سمندر بلاد ہند روانہ کیا، اور ان کے ہمراہ مندرجہ ذیل فوجوں اور رضا کاروں کو بھیجا،

۲۰۰۰ دو ہزار بصرہ کی مختلف سرکاری فوج سے، عبدالملک بن شہاب کے اس کی امارت مندر بن محمد جبار وود کو دی،

۱۵۰۰ پندرہ سو عالم مرا بطوں اور قداٹیوں سے جو حسبہ لٹا اس میں شریک ہوئے، عبدالملک بن شہاب نے اپنے بیٹے عبدالواحد بن عبدالملک کو اس کا امیر بنایا، ۷۰۰ سات سو اہل شام سے، ان کے امیر وقائد ہزید بن جہاب مذہبی شامی تھے ۱۰۰۰ ایک ہزار بصرہ کے فدائیوں میں سے جو اپنے خرچ سے نکلے تھے، ان ہی میں حضرت ریح بن مہج بصری بھی تھے،

۴۰۰ چار سو آسادرہ اور سیابچہ سے، ان میں اکثریت ہندوستانی نسل والوں کی تھی جو عراق میں آباد تھے، کل فوج نو ہزار دو سو تھی، جس کے امیر عبدالملک بن شہاب مسمعی تھے، خلیفہ مہدی کو اس مہم سے اس قدر دلچسپی تھی کہ اس کے انتظامات کے لئے ابوالقاسم محرز بن ابراہیم کو خاص طور سے مقرر کیا

اور پورے انتظام و اہتمام کے ساتھ یہ فوج روانہ ہوئی ہے۔ اس کے بعد امام طبری نے ۳۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس سال عبدالملک بن شہاب سمعی مطیوہ وغیرہ افواج کو لے کر شہر ہار بد پہنچے، اور دو دن کے بعد جنگ شروع کی، اس جنگ کا نقشہ ان کے الفاظ میں یہ ہے:

اقاموا علیہا یومین فنصبوا
المنجیق ، وناھضوہا بجمیع
الألة و تحاشد الناس ، و
حصن بعضهم بعضاً بالقرآن
والتذکیر ففتحها اللہ علیہم
عنوةً و دخلت خیولہم من
کل ناحية حتی أجمعوہم
الی بدہم فاشعلوا فیہا
النیران و انقط ، فاحترق
منہم من احترق ۔

اسلامی فوج نے ہار بد پہنچ کر دو
دن توقف کیا، اس کے بعد منجیق
نصب کر کے اسلحہ و آلات سے اپنے
کو بیس کیا، اور مجاہدوں نے بہلوری
کا نظارہ کرتے ہوئے ایک دوسرے
کو قرآن کی آیات اور تقریروں سے
ابھارا، اور جنگ کے نتیجہ میں اللہ
تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، اور
ان کے گھوڑے ہر طرف سے شہر میں
داخل ہو گئے حتیٰ کہ دشمنوں کو اپنے
بت خانہ میں پناہ لینی پڑی اور
انہوں نے اس میں لفظ و ناز سے
آتش زنی کی، جس سے کئی دشمن
جل گئے،

اس جنگ میں بیس سے کچھ زائد مجاہدین اسلام بھی شہید ہوئے، اس
طرح اللہ تعالیٰ نے یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں دے دیا، اس درمیان میں

۱۔ تاریخ طبری ج ۹ ص ۳۲۰،

سمندر میں زبردست مدد زجر کی وجہ سے سفر خطرناک صورت اختیار کر گیا اس لئے
اسلامی فوج موسمِ خوشگوار ہونے تک اسی علاقہ میں ٹھہری رہی اور مجاہدین میں
حمام القہر نامی ایک وبائی بیماری پھوٹ پڑی جو منہ میں پھوڑے پھینسی کی شکل
میں پیدا ہوتی تھی اس میں تقریباً ایک ہزار مجاہدین وہیں انتقال کر گئے، جن
میں حضرت امام ریح بن صبیح لصری بھی تھے، اس کے بعد موسمِ خوشگوار
ہونے پر اسلامی فوج براہِ سمندر عراق کے لئے روانہ ہوئی، مگر جب فارس کے
ایک ساحل پر پہنچی جسے بحرِ حران کہتے تھے تو رات کو نہایت تند و تیز ہوا چلی
جس نے تمام جہازوں کو ڈبو دیا، اس طوفان کی وجہ سے کچھ آدمی سمندر میں غرق
ہو گئے اور جو لوگ بچ گئے تھے انھوں نے یہاں کے قیدیوں کو لبرہ کے گورنر محمد
بن سلیمان کی خدمت میں پیش کیا، ان میں بھاڑ بھوت کے راجہ کی بیٹی بھی
شامل تھی، لہ

یزید بن حاتم مہلبی کی ذیلی امارت | روح بن حاتم مہلبی کے دورِ امارت میں
اس کا بھائی یزید بن حاتم مہلبی بھی کئی جگہ

کا امیر تھا، ابن حزم نے جمہرة النساب العرب میں لکھا ہے:

ولد حاتم بن قبيصة: روح حاتم بن قبيصة کے لڑکے روح اور

ویزید، کلاہما ولی افریقیة یزید دونوں افریقہ اور سندھ کے

والسندھ امیر و حاکم تھے،

یہ امارت اس کے بھائی کی نیابت اور قائم مقامی کی حیثیت سے تھی، یا پھر وہ

کسی خاص جگہ کا امیر تھا، پورے ملک کا امیر نہیں تھا، اسی لئے ابن حزم کے

علاوہ کسی مؤرخ نے یزید بن حاتم کی امارت سندھ کا ذکر نہیں کیا ہے، بعض

لہ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۶۳ لہ جمہرة النساب العرب ص ۳۱،

دوسرے قرآن بھی اس کے امیر سندھ ہونے کے ہیں۔
 چنانچہ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مشہور شاعر ربیعہ بن ثابت
 اسدی رقی نے یزید بن حاتم ہلبی کی مدح میں اشعار کہے جن میں یزید بن اسید
 سلمیٰ کی بھج بھی کی، اس کے جواب میں ابو الغراف عمرو بن مرثد سلمیٰ سندھی نے
 اشعار کہے جن میں یزید بن اسید کی مدح تھی، ربیعہ اسدی رقی کے اشعار یہ ہیں
 كَسْتَلْتَن مَابَيْنَ الْيَزِيدِ بْنِ الْمُنْدِيِّ : يَزِيدُ سَلِيمٌ ، وَالْاَعْمَى بْنُ حَاتِمٍ
 يَزِيدُ بْنُ سَلِيمٍ اُوْر يَزِيدُ بْنُ حَاتِمٍ دُوْنُوں مِیْنِ جُوْدُوں سَخْلَ كَے اَعْتَبَارُ سَے
 بڑا فرق ہے،

فَهْمُ الْفَتَى الْاَزْدِيَّ اِتْلَافُ مَالِهِ وَهَمُّ الْفَتَى الْقَيْسِيَّ جَمْعُ الدَّرَاهِمِ
 ازدی نوجوان (یزید بن حاتم) کا حوصلہ مال خرچ کرنا ہے اور قیسی
 نوجوان (یزید بن سلیم) کا حوصلہ مال جمع کرنا ہے۔

فَلَا حِسْبَ التَّمَتُّامِ اِنِّي هَجَوْتُهُ وَ لَكِنِّي فَضَّلْتُ اَهْلَ الْمَكَارِمِ
 احمق یہ نہ سمجھے کہ میں نے اس کی بھج کی ہے بلکہ میں نے اہل مکارم کی منقبت بیان کی ہے
 ان اشعار کے جواب میں ابو الغراف سلمیٰ سندھی نے یہاں یہ اور ربیعہ کی
 بھج کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

لَشْتَانِ مَابَيْنَ الْيَزِيدِ بْنِ الْمُنْدِيِّ اِذَا عُدَّ فِي النَّاسِ الْمَكَارِمِ وَالْمَجْدِ
 جب لوگوں میں مجد و شرف کا تذکرہ ہوگا تو دونوں یزید میں بڑا فرق ہوگا
 يَزِيدُ بْنُ شَيْبَانَ اَكْرَمُ مِنْهُمَا وَ اِنْ غَضِبْتَ قَيْسَ بْنَ عِيْلَانَ وَالْاَزْدِ
 نبی شیبان کا یزید بن سلیم برتر ہے، اگرچہ قیس بن عیلان اور ازد کے
 قبائل ناراض ہوں۔

فتی لمیدة من سلیم قبیلۃ ولا الحنم قبیۃ ولم ینمہ خد
 وہ ایسا بہادر اور نوجوان ہے کہ اسے بنو سلیم کے کسی قبیلے نے نہیں جتا ہے اور بنو ہاشم اور بنو اسد سے نسبت کرتے ہیں
 ولكن فتمتہ الغر من ال وائل و بوقت تنمیه و من بعد ہاھند
 بلکہ اس کی نسبت قبیلۃ وائل کے تابناک لوگوں سے اور برہ اور اس کے
 بعد سند سے ہے۔

غالباً یہ واقعہ یزید بن حاتم مہلبی ازدی کی امارت کے زمانہ میں سندھ
 میں ہوا تھا، جب کہ ربیعہ رقی اور ابو العزاف سلمی سندھی دونوں یہاں موجود
 تھے، لہ

سلیمان بن قبیصہ مہلبی کی ذیلی امارت اور
 خلیل بن احمد فراہیدی کو سندھ آتے کی دعوت

سندھ کے مہلبی امرا میں
 سلیمان بن قبیصہ بن یزید
 بن مہلب بھی ہے، جو امرائے سندھ یزید بن حاتم مہلبی اور روح بن حاتم مہلبی
 کا چچا تھا، اس کی ولایت و امارت کے زمانہ کی تعیین نہیں ہو سکی، غالباً وہ
 روح بن حاتم کے دور امارت میں کسی مقام یا کسی محکمہ کا امیر تھا، اس کا
 تذکرہ ابن معنز نے طبقات الشعراء میں امام لغت و ادب خلیل بن احمد
 فراہیدی کے حال میں کیا ہے، اس نے لکھا ہے:

ومما ینتار قولہ سلیمان
 بن قبیصہ بن یزید بن مہلب
 خلیل کے پسندیدہ اشعار میں اس کا
 وہ شعر ہے جسے اس نے سلیمان بن
 قبیصہ کے جواب میں کہا ہے، سلیمان
 وقد کتب الیہ یرد
 الی السند و کان والیاً علیہا۔
 نے اس کو سندھ آنے کی تحریری
 دعوت دی تھی جب کہ وہ سندھ کا والی تھا۔

لہ مجم الشعراء مرزبان ص ۳، وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۱۱

اس کے بعد یہ دو اشعار لکھے ہیں یہ
 ابلغ سليمان انى عندى سعة وفى غنى غدا لى لست ذامال
 سليمان کو خبر کر دو کہ میں اس سے مستثنیٰ اور بے نیاز ہوں، البتہ مالدار نہیں ہوں
 المرذق من قدر لا الضعف بقصه ولا يزيدك فير حول همتال
 روزی تقدیر سے ملتی ہے آدمی کی کمزوری نہ اسے کم کرتی ہے اور نہ چارہ گر کی
 چارہ گری زیادہ کرتی ہے نیز ابن معتر نے لکھا ہے :

واهدى اليه سليمان من سليمانك زليل کے پاس سندھ سے
 السند هدية برزاة فردها نہایت عمدہ ہدیہ بھیجا مگر اس نے
 وقال به قبیل نہیں کیا اور کہا

وخصلة يكثر لشيطان ان ذكرت منها التعجب جاءت من سليمان
 بہت سی ایسی باتیں سلیمان کی طرف سے ہوتی ہیں کہ اگر ان کو یاد کیا جائے
 تو شیطان تعجب کرنے لگے۔

لا تعجبن لخير نزل عن يده فاللوكب النفس يستقى الارض احيانا
 اس کے ہاتھ سے ایک کار خیر پر تم تعجب نہ کرو، کیونکہ منجوس نچتر کبھی زمین کو
 سیراب کر دیتا ہے، سلیمان بن قبیصہ کا خلیل بن احمد کو سندھ آنے کی دعوت
 دینا اور اس کے پاس یہاں سے گراں قدر ہدیہ بھیجنا بتا رہا ہے کہ وہ یہاں
 کامیاب امیر تھا، اور کسی اچھے عہدہ پر مامور تھا،

روح بن حاتم کی معزولی اور نصر بن محمد روح بن حاتم مہلبی سقوطے ہی دن
 بن اشعث خزاعی کی امارت ، سندھ میں رہا اور اس کی جگہ نصر بن

محمد بن اشعث خزاعی آیا۔ بن اشعث نے لکھا ہے کہ ۱۶۱ھ میں نصر بن محمد بن اشعث نے

۱۰ طبقات الشعراء، ابن معتر عد 49،

عبداللہ بن مروان کو شام سے گرفتار کر کے خلیفہ مہدی کے دربار میں پیش کیا، اور اسی سال مہدی نے اس کو سندھ کی ولایت دی، لہٰذا اس کے دور میں بھی ملک کے حالات قابو میں نہ آسکے، اور جنگ سر تابی، سرکشی، اور شورش اٹھتی رہی، سپندھ امیر بصرہ محمد بن سلیمان | ان حالات میں یہاں کے سرکاری انتظام ہاشمی کی ماتحتی میں | میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی،

چنانچہ اسی سال مہدی نے سندھ کو امیر بصرہ محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی کے حوالہ کر دیا تاکہ وہ اس کو اپنے نظام میں لے کر مناسب کارروائی کرے، معلوم ہے کہ سندھ و مکران خلافت راشدہ اور خلافت امیہ میں سواد عراق میں شمار ہوتے تھے اور ان کا انتظامی تعلق بصرہ کے امراء و حکام سے تھا، وہی یہاں اپنی طرف سے امرار بھیجتے تھے، اور اپنی صوابدید کے مطابق یہاں کا نظام چلاتے تھے، مگر عباسی دور میں یہ صورت باقی نہیں رہی بلکہ براہ راست عباسی خلفاء سندھ میں اپنی طرف سے حکام روانہ کرتے تھے، یہ پہلا موقع ہے کہ عباسی خلافت میں سندھ کو بصرہ کے ماتحت کیا گیا، اس سے یہاں کے حالات کی ابتری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد بن سلیمان کے پاس | جس زمانہ میں سندھ محمد بن سلیمان بن علی سندھ اور مکران کے بدیعے | امیر بصرہ کی ماتحتی میں تھا یہاں سے عمدہ

عمدہ ہدایا و تحائف اس کی خدمت میں بھیجے گئے جن میں سے بہت سے سامان اس کی موت کے بعد ملے، طبری نے لکھا ہے کہ جمادی الاولیٰ ۱۷۱ھ میں اس کا انتقال ہوا تو اس کے ذاتی خزانہ سے عمدہ سامان، مچھلیاں، قسم قسم کے غلہ جات، پنیر، کپڑے وغیرہ بڑی مقدار میں برآمد ہوئے جو سندھ،

۱۔ تاریخ کامل ۶ ص ۱۹، ۲۔ المحدثون من الشراعت ۳۴۔

مکران، فارس، ابواز، یمامہ، ارے، اور عمان سے ہدیہ اور تحفہ میں آئے تھے، ان میں اکثر چیزیں خراب و خستہ ہو چکی تھیں، منجملہ ان کے کندہ نامی ایک مچھلی تھی، اس کو محمد بن سلیمان اور جعفر بن سلیمان کے گھر سے نکال کر راستہ میں پھینک دیا گیا تھا اور آنے والوں کے لئے مصیبت بن گئی تھی، راوی کا بیان ہے کہ اس کی بدبو کی وجہ سے کئی دن تک ہم ادھر سے گذر نہیں سکتے تھے۔
(تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۷)

عبد الملک بن شہاب مسمعی کی چند روزہ سندھ کے محمد بن سلیمان والی امارت، اور نصر بن محمد بن اشعث کی واپسی بصرہ کی ماتحتی میں آنے کے بعد

نصر بن محمد بن اشعث کو معزول کر کے سندھ کی امارت عبد الملک بن شہاب مسمعی کو دی گئی جو ایک سال پہلے ۶۱۷ھ میں ایک زبردست بحری مہم لے کر ہندوستان آئے اور بھارت بھوت کی فتح کے بعد واپس چلے گئے تھے، مگر وہ سندھ کی امارت پر بیس دن سے کم ہی رہ سکے اور ان کو معزول کر کے نصر بن محمد بن اشعث کو دوبارہ یہاں کی امارت دی گئی، وہ اس وقت سندھ ہی میں مقیم تھے، خلیفہ نے لکھا ہے:

ثم جاءه عهد
وهو بالبلد
عبد الملک کے بعد سندھ کی ولایت
کا عہدہ نصر کو سپرد ہوا اس وقت
وہ یہیں موجود تھے،

اور یعقوبی نے سندھ کی امارت میں رد و بدل کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

وولی نصر بن محمد بن
الاشعث الخزاعی ثم ضم
نصر بن محمد خزاعی کو سندھ کی ولایت
ملی، پھر سندھ کو محمد بن سلیمان ہاشمی

من تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۶۹

السند الی محمد بن سلیمان بن
 علی الهاشمی واستعمل علیها
 عبد الملک بن شہاب المسمعی فولی
 اقل من عشرين يوما وردت السند
 الی نصر بن محمد بن الاشعث۔

کی ماتحتی میں رکے دیا گیا، اور اس نے
 یہاں کی امارت عبد الملک بن شہاب
 مسمعی کو دی، جو بیس دن سے کم ہی یہاں
 رہا، اس کے بعد یہاں کی امارت دوبارہ
 نصر بن محمد کے حوالہ کر دی گئی،

یہ امارتی تبدیلیاں ۱۶ھ کی جنگ باربد کے بعد ہوئیں، اور اس کے ایک
 سال بعد عبد الملک بن شہاب یہاں کا امیر ہوا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سندھ
 کے انتشار کی وجہ سے ۱۶ھ میں یا اس سے کچھ پہلے ہی اس کو بصرہ کے زیر انتظام
 لانے کی بات چل رہی تھی، یہی وجہ ہے کہ فتح باربد کے بعد اسلامی فوج اپنے
 امیر عبد الملک بن شہاب کی سرکردگی میں بصرہ کے امیر محمد بن سلیمان کی خدمت
 میں پہنچی اور اس کو یہاں کے جنگی قیدی پیش کئے، اس کے بعد عبد الملک
 بن شہاب سندھ کا مستقل امیر بن کر آیا مگر یہاں کی منازل سیاست میں
 بیس دن سے کم ہی رہ سکا، اور سندھ کو بصرہ کے ماتحت کرنا بھی کچھ زیادہ مفید
 ثابت نہیں ہوا، اس لئے نصر بن محمد بن اشعث خزاعی کو یہاں کی امارت
 واپس کر دی گئی، اس مدت میں وہ یہیں رہا، بعض روایات میں ہے کہ وہ
 عراق روانہ ہو گیا تھا مگر راستہ سے واپس کر کے دوبارہ امیر بنایا گیا،

نصر بن محمد خزاعی کے دوبارہ سندھ کی امارت
 پر آنے بعد بھی ملک کے حالات سدھر

نہ سکتے، ایک طرف جاٹوں اور مقامی باشندوں کی شرارت و شورش اور دوسری
 طرف یہاں کے عربوں کی قبائلی عصبیت اور علاقہ گیری نے پورے ملک میں

۱۶ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۶۹ و ص ۲۷۰

عام کر رکھی تھی، ان حالات میں پھر سندھ کی امارت میں تبدیلی ہوئی اور نصر بن محمد خزاعی کی جگہ زبیر بن عباس بن عبد اللہ بن حارث بن عباس بن عبد المطلب ہاشمی کو خلیفہ مہدی نے یہاں کی ولایت دی، مگر یعقوبی کے بیان کے مطابق وہ شہر منصور میں نہ آسکا،

ولم یبلغ العباد ر لم وہ منصورہ تک نہ پہنچ سکے۔
مگر ابن حزم نے حمیرۃ انساب العرب میں اس کے والی سندھ ہونے کی تخریح کر کے ایسی کوئی بات نہیں لکھی ہے:

الزبیر بن العباس بن عبد اللہ زبیر بن عباس سندھ کی ولایت
بن الحارث بن العباس بن عبد اللہ پر تھا:

ہمارا خیال ہے کہ زبیر بن عباس سندھ کی ولایت پر اتنی قلیل مدت رہا کہ اس کا رہنا نہ رہنا دونوں برابر متعاقب کی یعقوبی اور ابن حزم کے علاوہ اور کسی مؤرخ نے اس سلسلہ میں اس کا نام تک نہیں لیا ہے، ایسی حالت میں اسکی امارت اور خدمت کے بارے میں کیا معلومات مل سکتی ہے؟

سفیح بن عمرو تغلبی کی امارت اور خلیفہ ابو جعفر منصور کے دور میں سندھ سندھ میں قبائلی عصیت کا زور کے حالات حد درجہ خراب ہو گئے تھے

جگہ جگہ عرب قبائل اقتدار و غلبہ کی کوششیں میں تھے، علوی ذعاۃ و سابعین اپنا کام کر رہے تھے، مقامی راجے اور بحری قزاق انکا فتنہ برپا کرتے ہوئے تھے، ان ناگفتہ حالات میں ابو جعفر منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی کو یہاں کی امارت دی، اس نے اپنے دونوں بھائیوں سفیح بن عمرو اور سلطام بن عمرو کو لے کر ملک کی سالمیت کے لئے شاندار کارنامے انجام دیے جن میں سفیح کی

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۴۔ ۲۔ حمیرۃ انساب العرب ص ۱۱۳۔

جنگی مہمات اور تادیبی کارروائیاں نمایاں ہیں،

خلیفہ مہدی کے زمانہ میں یہاں کے حالات پھر بگڑ گئے اور ان پر قابو پانا سخت مشکل ہو گیا۔ غزوہ بارہ ہوا، اس کے بعد سندھ کو بصرہ کے ماتحت کیا گیا، اور آئے دن امارت میں دو بدل ہوتی رہی، مگر حالات قابو میں نہ آسکے۔ اس لئے مہدی نے اپنے والد کے زمانہ کے ایک تجربہ کار اور کامیاب حاکم کو جو سندھ کے سرد و گرم میں کام کر چکا تھا یہاں کی امارت پر روانہ کیا، یعنی سفیع بن عمرو تغلیبی کو امیر سندھ بنایا۔

مگر سفیع بن عمرو تغلیبی کی امارت اب کے بارنا کام رہی، اور وہ یہاں آکر کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکا، اس وقت یہاں کے عربوں کی نسلی اور قبائلی عصبیت نے پہلی بار کھل کر اپنے بال و پر دکھائے، اور انفرادی اور شخصی حیثیت سے گذر کر اجتماعی اور قبائلی حیثیت سے اپنے کو نمایاں کیا،

قبائلی عصبیت کا زہر عباسی دعوت کے دعاۃ و مبلغین نے بنو امیہ کی مخالفت میں تقریباً ہر جگہ کے عربوں میں پھیلا یا استھا، جو آگے چل کر خود خلافت عباسیہ کے حق میں خطرناک صورتوں میں جگہ جگہ اور وقتاً فوقتاً ظاہر ہونے لگا اور جو عرب دوسروں پر استعمال کیا جاتا تھا وہ اپنے ہی اوپر پلٹ گیا، عباسی دعوت کے داعی اعظم ابو مسلم خراسانی نے خراسان کے مروان امیر نصر بن سیار سے جنگ و مقابلہ کیا اور اس کے عربوں میں تحریکات اور عدنانی یا یمنی اور مزارعی فتنہ کو ہوا دی اور خوب خوب عصبیت پھیلائی، جو وہی نے لکھا ہے

وكانت له صعاب مسلم حروب نصر بن سیار اور ابو مسلم میں لڑائیاں

اکثر فیما ابو مسلم الجلیل والمکاند ہوئیں جن میں ابو مسلم نے خراسان

لہ تاریخ خلیفہ امیر و تاریخ استغوی ج ۳ ص ۱۱۴

من تفرقة بين اليمانية ، و
النزارية بخزاسان وغير
ذلك مما احتال به على عدو الله
الذمير

کے ایمانیہ اور نزاریہ میں تفرقہ پیدا
کر کے اپنے دشمن کے خلاف طرح طرح کی
سازش اور ترکیب کی،

اسی طرح شام وغیرہ میں قبائلی عصبیت پھیلانی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
خلافت عباسیہ کی ابتداء ہی میں عربوں نے اسی بنیاد پر غلبہ و استیلاء کی
کوشش شروع کر دی، ہندوستان میں عربوں کی قبائلی جنگ و عصبیت
کی ابتداء ابو جعفر منصور کے دور میں عیینہ بن موسیٰ بن کعب تمیمی کی امارت
میں ہوئی جب کہ عین کے قبیلہ ربیعہ کی فوجوں نے اس کی مخالفت کر کے ہنگامہ
برپا کیا، بیت المال کے لئے توڑ کر نقدی اور سامان لوٹا، اور عیینہ نے ان کو
قتل کیلا س ہنگامہ کی گونج سبستان اور رنج تک پہنچی، چنانچہ جب عیینہ بغاوت
کے بعد گرفتار کر کے بغداد پہنچایا جا رہا تھا تو راستہ میں رنج کے قریب یمانی
عربوں کی ایک جماعت نے اسے قتل کر دیا، یہی فتنہ سندھ میں پرورش پاتا
رہا اور رہ رہ کر عربوں کے ظہور و غلبہ اور خروج و استیلاء کا باعث بنا حتی کہ
تیس سال گزرتے گزرتے خلیفہ مہدی کے زمانہ میں حدود ۵۶۵ء میں پورا
سندھ اس کی پیٹ میں آ گیا،

لیث بن طریف خزاعی کی
امارت اور جائلوں کا صفایا

سفیخ بن عمرو تغلی کی امارت کا زمانہ بہت دور
اور مختلف قسم کے ہنگاموں میں گذرا،

خصوصاً سندھ کے عربوں میں باہمی جنگ و جدال اور نفرت و عصبیت کی
گرم بازاری ہوئی اور مہدی نے اپنے غلام لیث بن طریف خزاعی کو یہاں کا
امیر بنایا، جس نے ایک حد تک حالات درست کئے، نہ اس طور سے جائلوں

کی طاقت توڑ کر رکھدی اس کے کارنامہ کی داستان یعقوبی کے الفاظ میں
یہ ہے:

وكانت العصية بالسند اول	سندھ میں پہلی بار قبائلی عصیت کھل
ما وقعت، فاستعمل ليش بن	کر سامنے آئی تو ضلیف مہدی نے اپنے
طريف مولا لا فقدم المذمورة	غلام لیش بن طریف کو یہاں کا امیر
فاقام بها شهواً، والنز طقد	بنایا، اس نے منصورہ آکر ایک ماہ
كثروا فجر د عليهم السيف	قیام کیا، اس وقت جاٹوں نے
فأفناهم	بڑی شورش برپا کر رکھی تھی، لیش نے
	تلوار کے ذریعہ ان کو ختم کیا،

جاٹوں کی شرارت و شورش کی ابتداء مہدی کے ابتدائی دور میں ۱۵۹۱ء
میں ہو چکی تھی جب روح بن حاتم سندھ کی امارت پر آیا تھا یعقوبی نے لکھا ہے

واستعمل المهدى روح	مہدی نے روح بن حاتم کو سندھ کا
بن حاتم المصلي على السند	امیر بنایا جس وقت وہ یہاں آیا
فقد مها والنز طقدنر كوا بها	جاٹوں نے شورش برپا کر رکھی تھی،

ان کی حرکت و شرارت چھ سال کے اندر ہر طرف جڑ پکڑ گئی تھی، اس درمیان
میں متعدد امرار آئے، نظام حکومت میں تبدیلی ہوئی، امرار و عمال اپنے اپنے
انداز میں تادیب و سزائیں کرتے رہے، مگر جاٹوں کی بد امنی اور فارت گری
میں کمی ہونے کے بجائے زیادتی ہوتی گئی، آخر مہدی نے اپنے معتمد خاص اور
غلام لیش بن طریف خزاہی کو ان کی تادیب و سیاست کے لئے بھیجا، ساتھ
ہی بصرہ سے فوجی مدد بھیجی، اور ایک سخت کارروائی کے بعد چھ سال فتنہ ٹھنڈا

ہوا، لیث بن طریف نے ایک مہینہ تک دارالامارہ منصور میں رہ کر فوجی تیاری کی اور ہر طرح کے انتظامات مکمل کرنے کے بعد اچانک جا لٹوں پر یوں دھاوا بول دیا کہ ان کا قلع قمع ہو گیا اور طاقت کے ذریعہ ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، خلیفہ مہدی نے اس مہم میں بھی ذاتی دلچسپی لی اور فوج بھیجی، یعقوبی نے لکھا ہے کہ ۱۶۵ھ میں مہدی حج کے ارادہ سے بغداد سے بصرہ گیا وہاں معلوم ہوا کہ سندھ میں سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے، تو لیث بن طریف کے پاس بصرہ سے فوج روانہ کی، اور چونکہ اس سال مکہ مکرمہ کے راستہ میں پانی کی سخت قلت تھی اس لئے بصرہ سے بغداد واپس چلا آیا،

سندھ و ہند اور عجم کے بادشاہوں | اموی خلفاء میں حضرت عمر بن
کو مہدی کی دعوت اطاعت و اسلام | عبدالعزیز نے ہندوستان کے

راجوں مہاراجوں کو اسلام و اطاعت کی دعوت دی تھی اور بہت سے راجے مہاراجے مسلمان ہو گئے تھے جس سے بڑی حد تک جنگ و جدال کے بجائے محبت و عقیدت کی فضا پیدا ہو گئی تھی، عباسی خلفاء میں مہدی نے اس سیاست پر عمل کر کے ہندوستان اور سندھ کے تقریباً تمام بادشاہوں کو اسلام اور صلح و اطاعت کی دعوت دی اور اس اہم کام کے لئے صرف دعوتی خطوط پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خصوصی نمائندے اور وفود بھیجے، اس کے نتیجہ میں اکثر بادشاہوں نے صلح و اطاعت قبول کر لی، بلکہ ان میں سے کئی اسلام لائے، یعقوبی نے اس کا تذکرہ کیا ہے،

ووجه المہدی رسلاً
الی الملوك يدعوهم الی
مہدی نے بادشاہوں کو صلح و اطاعت
کی دعوت دی اور ان کے پاس قاصد

۱۶ تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۱۳۶ طبع نجف،

الطاعة فدخل اكثرهم
 في طاعته -
 مہیے، چنانچہ اکثر نے اس کی اطاعت
 منظور کر لی،

پہران کے نام یوں گنائے ہیں، کابل کا حنبل، برستان کا اصہبہ، سعد
 کا خشید، طخارستان کا شروین، بامیان کا شیر، فرغانہ کا ہرن، اسوشنہ کا
 افشین، نخرنجیہ کا جیفو، سجستان کا ربیل، ترک کا طرخان، تبت کا تھورن،
 سندھ کا رائے، چین کا بغور، ہندوستان کا مہران، پورس اور تغرغ کا خاقان
 سندھ کے اندرونی حالات کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دعوت و وفادار
 مہدی کے ابتدائی دور میں ہوئی ہوگی تاکہ یہاں کے ناگوار حالات و معاملات
 میں اطراف و جوانب کے بادشاہ حصہ نہ لیں اور یہ مقامی قضیہ کسی بڑے فتنہ کا سبب
 نہ بن جائے، چنانچہ ان پورس حکمرانوں نے بھی صلح و مصالحت پر لبیک کہا،

محمد بن لیث بن طریف خراسانی | خلیفہ مہدی کے آخر زمانہ میں یہاں کا امیر
 کی وقتی امارت، لیث بن طریف تھا، جس نے وقتی طور پر

یہاں کے عربوں کی عصیت جاہلیہ اور جاٹوں کی فتنہ پروری اور غارتگری ختم
 کی، اور خلیفہ موسیٰ ہادی (۱۶۹ھ تا ۱۷۹ھ) کے مختصر دور میں بھی وہی امیر سندھ
 تھا، خلیفہ بن خیاط کے بیان کے مطابق موسیٰ ہادی نے اس کو بغداد بلایا
 وہ اپنے بیٹے محمد بن لیث کو نائب بنا کر روانہ ہوا مگر وہ راستہ ہی میں تھا کہ
 موسیٰ فوت ہو گیا،

السند - مات امہدی و
 علیہا اللیث مولاہ، فکتب
 مہدی کی وفات کے وقت لیث سندھ
 کا امیر تھا جسے موسیٰ نے بلایا اور وہ
 الیہ موسیٰ ان یسجد و فأنجد، اپنے بیٹے محمد بن لیث کو اپنا جانشین

واستخلف ابنه محمد بن الوليت بناکر روانہ ہوا، مگر اس کے پہنچنے
 قات موسیٰ قبل ان یصل الیہ لہ سے پہلے ہی موسیٰ کا انتقال ہو گیا،
 محمد بن یثرب نے اپنے والد کی قائم مقامی کے مختصر ایام میں کوئی قابل ذکر
 کارنامہ انجام نہیں دیا، بلکہ باپ نے یہاں امن و امان کی جو فضا قائم کی تھی
 اس کی حفاظت یہی اس وقت بہت بڑی خدمت تھی،

ابوحارثہ ہندی، مہدی کے سرکاری خزانہ کا کلید بردار	خليفة مہدی کے زمانہ میں بیت المال یعنی سرکاری خزانہ کا کلید بردار ابو حارثہ ہندی
--	---

سقا، ایک مرتبہ خزانہ خالی ہو گیا اور ابو حارثہ ہندی نے یہ کہہ کر کنجیاں مہدی کے
 سامنے ڈال دیں کہ خالی خزانہ کی کنجی رکھنے سے کیا فائدہ؟ اسے کسی اور کے حوالہ
 کر دیں، اس کے بعد مہدی نے مالیات کی فراہمی کا انتظام کر کے چاندیوں میں
 خزانہ بھر دیا، اور ابو حارثہ ہندی حساب و کتاب کی مشغولیت کی وجہ سے
 تین دن تک دربار میں حاضر نہ ہو سکا۔

جب وہ پہنچا تو مہدی نے تاخیر کی

وجہ دریافت کی، اس نے بتایا کہ خزانہ کا حساب و کتاب درست کر رہا تھا،
 مہدی نے کہا اے امیر گنوار، کیا تم سمجھ رہے تھے کہ بوقت ضرورت ہمارے
 پاس دولت نہیں آجائے گی، ابو حارثہ نے عرض کیا کہ جب کوئی حادثہ ہو جائیگا
 تو انتظار نہیں کرے گا کہ آپ مال جمع کر سکیں، لہ

مہدی کی بانڈی سکرت یہ کے بلین سے اسحاق بن مہدی پیدا ہوا۔	مہدی کی بانڈیوں میں سکرت یہ بھی تھی اس کے بلین سے اسحاق بن مہدی پیدا ہوا۔
---	--

اس کے کان جھدے ہوئے تھے، ملے

۱۔ تاریخ خلیفہ ۲۔ ۵۰۰، ۱۔ مروج الذهب ۳۔ ابن خلکان ذکر ائمن مرنہ ہمان سلمی
 ۴۔ کتاب المنق ۵۔ ۵۰، ۵۰

ہندی کے بعد

ہادی کے زمانہ میں ایک ناگوار واقعہ سندھ میں پیش آیا جس کی وجہ سے ہندوستان اور عرب میں سندھی غلاموں اور ملازموں کی قدر و قیمت ختم ہو گئی اور ان کی نیک نامی بدنامی سے بلبا گئی،

مستوی نے مروج الذہب میں اور ابن عماد نے شذرات الذہب میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن داب علمائے حجاز میں علم و ادب اور معاملات کے اعتبار سے اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے، خلیفہ ہادی ان کا شیدائی تھا، ان کا بیان ہے کہ ہادی کے دربار میں یہ خبر پہنچائی گئی کہ شہر منصورہ میں ایک مہلبی رئیس و شریف نے ایک سندھی — یا ہندی لڑکے کی تربیت کی، یہ لڑکا بڑا ہو کر اس کی باندی پر فریفتہ ہو گیا اور اسے بہلا پھسلا کر اپنی طرف مائل کر لیا، اتفاق سے ایک مرتبہ آقائے دونوں کو یکجا دیکھ لیا، اور سزا کے طور پر غلام کو خسی کر دیا، پھر خود ہی اس کا اعلان بھی کیا، اور حسب سابق اپنے آقا کے یہاں رہنے پہنے لگا، اس کے آقا کے دو لڑکے تھے، ایک ابھی بچہ تھا اور دوسرا بلوغت کے قریب پہنچ گیا تھا، ایک دن جب کہ آقا باہر تھا، وہ غلام دونوں لڑکوں کو لے کر مکان کی چھت پر چڑھ گیا جب آقائے آکر یہ حال دیکھا تو کہا کہ تم میرے لڑکوں کو وہاں کیوں لے گئے ہو کیا ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ ہے؟ غلام نے نہایت لاپرواہی سے کہا کہ یہ سب باتیں جھوٹ و اگر تم میرے سامنے اپنے جسم کے مخصوص حصہ کو نہیں کاٹو گے تو میں ان دونوں کو یہیں سے نیچے گرا دوں گا، آقائے نے یہ سن کر شور مچایا اور کہا کہ خدا کے لئے میرا اور میرے لڑکوں کا خیال کرو، غلام نے کہا کہ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں ہے، ان دونوں کی پروا کیا ہوگی، یہ کہہ کر دونوں لڑکوں کو نیچے پھینکنے کا ارادہ کیا، یہ منظر دیکھ کر

آقا گھبرایا اور چھیری لاکر اس کے سامنے اپنا جسم کاٹ دیا، اس کے باوجود غلام نے دونوں لڑکوں کو وہیں سے گرا دیا، اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، اس کے بعد غلام نے کہا کہ تم نے جو کچھ کیا وہ میرا بدلہ تھا اور میں نے جو کچھ کیا منافع ہے، جب ہادی کو اس حادثہ فاجعہ کی خبر ہوئی تو اس نے امیر سندھ کو خط لکھ کر غلام کو عبرتناک سزا اور مملکت سے سندھی غلاموں کے اخراج کا حکم دیا،

فکتب الہادی بالکتاب الی صاحب ہادی نے امیر سندھ کو لکھا کہ اس
السند بقتل الغلام وتعذیبہ غلام کو بدترین سزا دے کر قتل کر دیا
باقطع ما یکن من العذاب و امر جائے، نیز پوری مملکت سے سندھی
باخراج کل سندھی مملکتہ غلاموں کا اخراج کیا جائے،

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہادی کے زمانہ میں سندھی غلاموں کی قدر و قیمت بہت
گر گئی اور وہ بہت حقیر و ذلیل سمجھے جانے لگے، اس
اس کے علاوہ ہادی کے دور میں سندھ کے اندر کوئی قابل ذکر بات
تاریخوں میں نہیں ملتی ہے،

لیث بن طریف کی معلوم ہو چکا ہے کہ مہدی کی وفات کے وقت سندھ
دوبارہ امارت، کی امارت پر محمد بن لیث بن طریف اپنے والد کا جائیں

تھا جو ہادی کی دعوت پر سندھ سے بغداد روانہ ہوا۔

مگر وہ راستہ ہی میں تھا کہ

ہادی کا انتقال ہو گیا، اور ہارون رشید کی خلافت میں بغداد پہنچا، تو
ہارون رشید نے اس کو دوبارہ سندھ کی امارت پر روانہ کیا خلیفہ بن خیاط نے ہارون
رشید کے سندھی امراء میں سب سے پہلے اسی کی امارت اور عزولی کا تذکرہ کیا ہے۔

لہ عرون الذہب ج ۳ ص ۳۳۵، و شذرات الذہب ج ۱ ص ۲۶۲

السند - ولا ہا اللیث مولیٰ ہارون نے لیث کو سندھ کا امیر
امیر المؤمنین شرعاً لہ بنا یا، پھر معزول کر دیا،

لیث کی یہ دوبارہ امارت بالکل ہنگامی اور وقتی تھی، دوسرے مخورخوں نے
اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے ہو سکتا ہے کہ لیث بن طریف کی سندھ میں واپسی
پہلی امارت کے سلسلہ کی کٹری ہو، جیسا کہ یعقوبی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے
سالم بن ابوسالم | خلیفہ بن خیاط نے ہارون کے دور میں لیث بن طریف کو
یونسی کی امارت پہلا امیر سندھ بتایا ہے اور یعقوبی نے سالم بن ابوسالم
یونسی کو اس عہد کا پہلا امیر بتایا ہے جو لیث بن طریف کی معزولی کے بعد سندھ گیا۔

واستعمل ہارون علی السند سالماً ہارون رشید نے لیث
الیونسی مولیٰ اسمعیل بن علی مکان کی جگہ سالم یونسی کو سندھ
الیث مولیٰ امیر المؤمنین - کا امیر بنایا۔

خلیفہ نے بھی سالم بن ابی سالم کی امارت کا تذکرہ اسی انداز میں کیا ہے مگر اس میں یہ
شرعاً لہ وولا ہا الیونسی سالم ہارون رشید نے لیث کو معزول
مولیٰ امیر المؤمنین - کر کے سالم یونسی کو امیر بنایا،

خلیفہ نے سالم کی نسبت یونسی کے بجائے یونسی اور مولیٰ اسمعیل بن علی کے
بجائے مولیٰ امیر المؤمنین بتائی ہے، سالم کو یہاں رہنے کا موقع بہت کم ملا، مگر
جتنے دن رہا، نہایت نیک نامی اور ناموری کے ساتھ رہا، یعقوبی نے اس سلسلہ
میں مزید ایک جملہ لکھا ہے:

فاحسن السیرۃ اس نے خوش خلقی کا معاملہ کیا،

سالم یونسی کی موت اور ابراہیم | سالم یونسی کی مدت امارت بہت مختصر ہے،
بن سالم کی وقتی امارت، وہ سندھ آنے کے بعد ہی منصورہ میں فوت

ہو گیا اور انتقال کے وقت اپنے لڑکے ابراہیم کو جانشین بنایا جو ایک سال تک
یہاں رہا، خلیفہ نے اس کی امارت دنیا بت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وولاها البرسی سالم
مولی امیرالمومنین، فمات
بھاوا سنخلف ابنہ ابراہیم
بن سالم فولثما سنة ثم
عزل۔
ہارون رشید نے سالم برسی کو سندھ
کا امیر بنایا، وہ وہیں فوت ہو گیا،
اور مرتے وقت اپنے بیٹے ابراہیم
بن سالم کو جانشین بنایا جو ایک سال
اپنے عہدے پر رہ کر معزول ہوا،

یعقوبی اور دوسرے مؤرخوں نے صرف سالم بن ابو سالم یونسی کی امارت
کا تذکرہ کیا ہے، ابراہیم بن سالم کی نیابت و امارت کی تصریح صرف خلیفہ نے کی
ہے اس کے علاوہ کچھ معلوم نہیں ہے سندھ کی امارت میں یہ تبدیلیاں ۱۷۱ھ
سے ۱۷۲ھ تک چار سال میں ہوئیں،

اسحاق بن سلیمان ہاشمی کی امارت | ایک سال کے بعد ہارون رشید نے

ابراہیم بن سالم کو سندھ سے معزول
کر کے ۱۷۲ھ میں اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی کو امیر بنایا، اس کی امارت کا
تذکرہ یعقوبی اور خلیفہ دونوں نے کیا ہے، یعقوبی نے مزید یہ لکھا ہے:

وقدم البلد، وكان
عقيفا۔
وہ منصورہ میں آیا اور پھر میرگاہ
آدمی تھا،

ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ وہ ۱۷۲ھ میں سندھ و مکران کا امیر ہوا، ابن
خلدون نے ۱۷۲ھ میں اس کی وفات بیان کی ہے، حالانکہ وہ ۱۷۳ھ اور ۱۷۴ھ

میں مہر کا حاکم تھا، اسحاق بن سلیمان کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ وہ دارالامارہ منصورہ میں آیا، اور اپنی عفت و شرافت کی وجہ سے نیک نام رہا۔ طیفور بن عبداللہ حمیری کی امارت اسحاق بن سلیمان ہاشمی بھی اپنے اور سندھ میں قبائلی عصیت کا زور پیش رو امرائے سندھ کی طرح یہاں زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا، اور اس کی جگہ ہارون رشید نے طیفور بن عبداللہ بن منصور حمیری مولیٰ مہدی کو یہاں کا امیر بنایا، خلیفہ بن خیاط نے اس کا نام محمد بن طیفور بتلایا ہے مگر صحیح طیفور ہے، اس کی امارت کا تذکرہ یعقوبی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

ثم عزله، وولى طيفورا	ہارون رشید نے اسحاق کو سندھ
بن عبد الله بن منصور	کی امارت سے معزول کر کے طیفور بن
الحميري، فهاجت بين	عبداللہ حمیری کو امارت دی اس وقت
اليمانية والزارية	یہاں کے یمانیہ اور نزاریہ کے درمیان
حرب، فوجه جابر	جنگ برپا ہو گئی اور طیفور نے جابر بن
بن الاشعث الطائي	اشعث طائی کو دریائے سندھ کے
على غربي النهر ومكران	مغرب اور مکران پر مامور کیا،

معلوم ہو چکا ہے کہ چند سال پہلے مہدی کے دورِ خلافت میں یمانی اور نزاری قبائل نے یہاں باہمی عصیت و عداوت کا بازار گرم کر رکھا تھا، اور لیث بن طریف نزاری نے بڑی حد تک اس فتنہ کو ختم کر دیا تھا، مگر اس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو چکی تھیں کہ ذمناً وقتاً اس کا ظہور ہوتا رہتا تھا،

تاریخ نلیقہ ج ۲ ص ۲۹۳، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۹۳، تاریخ کامل ج ۹ ص ۲۹۳،

تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۹۳، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۹۳،

چنانچہ ہارون رشید جیسے عظیم حکمران کے زمانہ میں بھی اس نے پھر سراٹھایا، اور پورے قلم و خلافت میں جگہ جگہ ہنگامہ برپا ہوا، ہندوستان بھی اس کی لپیٹ میں آیا، طیفور بن عبداللہ حمیری نے پوری کوشش کی کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے، خود دار الامارہ منصور میں رہ کر سندھ کے حالات درست کرنے میں منہمک رہا، اور اپنے ایک ماتحت امیر جابر بن اشعث طائی کو دریائے سندھ کے مغربی علاقہ اور کران میں بھیجا، یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ طیفور حمیری اور جابر طائی دونوں بھائی گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور نسلاً اہل یمن میں سے تھے، اس لئے وہ غیر جانبدار نہیں کہے جا سکتے تھے:

طیفور حمیری کے بعد ہارون	سعید بن مسلم باہلی کی امارت، اور اس کے
رشید نے یہاں کی امارت	بھائی کثیر بن مسلم کا نامناسب رویہ،

سعید بن مسلم بن قتیبہ باہلی کو دی اور اس نے اپنے بھائی کثیر بن مسلم بن قتیبہ باہلی کو اپنے کاموں میں شریک کیا، سعید بن مسلم حدیث و عربیت کا اچھا عالم تھا مگر اس نے امارت و حکومت کی راہ اختیار کر لی تھی، سندھ سے پہلے خراسان کے علاقہ مرو کا حاکم تھا اور کثیر بن سجستان کا حاکم رہ چکا تھا، دونوں بھائیوں کی امارت کے بارے میں یعقوبی نے لکھا ہے:

سعید بن مسلم سندھ کا وال بنا یا گیا تو	دولی سعید بن مسلم
اس نے اپنے بھائی کثیر بن مسلم کو یہاں	بن قتیبہ، فوجتہ
بھیجا جس نے بدکرداری کا ثبوت دیا	اخا کثیر بن مسلم فاسلہ
وہ بدنام آدمی تھا،	السیرة وکان مذہوماً لہ
	اور خلیفہ بن خیا ط نے لکھا ہے:

لہ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۴،

دولی سعید بن مسلم

سعید بن مسلم سندھ کا امیر بنا تو

بن قتیبة، فوجہ اخاہ

اپنے بھائی کثیر بن مسلم کو یہاں بھیجا،

کثیر بن مسلم شرعاً لہ۔ پھر سعید معزول کر دیا گیا،

یعقوبی کے بیان سے کثیر بن مسلم کی ناکامی اور غیر ذمہ دارانہ روش کی شہادت

ملتی ہے، اور یہ کہ اس کا دور امارت ناکام تھا،

سندھ والی بصرہ عیسیٰ بن جعفر | سعید بن مسلم کا دور امارت قبائلی عصبیت

بن منصور کی ماتحتی میں، | کی وجہ سے سخت اضطراب میں گذرا،

یمانیہ اور نزاریہ کی جنگ میں نزاریہ پورے سندھ پر قبضہ کا منصوبہ تیار کر رہے

تھے، سندھ کے مشرق میں ملتان ان کے قبضہ میں تھا گویا پورے پنجاب پر

ان کا تسلط تھا، ان حالات میں ہارون رشید نے سندھ امیر مکران کو پھر امیر

بصرہ عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے حوالہ کر دیا، اس وقت بصرہ اور اس کے

نواحی علاقہ کے علاوہ فارس، اہوان اور یمامہ بھی اس کی ماتحتی میں تھے، اب سندھ

بھی اس کے ماتحت کر دیا گیا، اس سے پہلے مہدی کے زمانہ میں بھی سندھ حاکم

بصرہ محمد بن سلیمان بن ہاشمی کے حوالہ کیا جا چکا تھا، اس وقت سندھ عربوں

کی قبائلی جنگ اور استیلار و غلبہ کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا،

محمد بن عدی تغلی کی امارت اور | سندھ کے عیسیٰ بن جعفر کی ماتحتی میں

قبائلی عصبیت کی شدت، | جلنے کے بعد یہاں کی امارت سے

سعید بن مسلم کو معزول کر کے محمد بن عدی تغلی کو ایسا کیا، خلیفہ بن خیاط

نے سندھ کے بصرہ سے الحاق کا تذکرہ نہیں کیا ہے صرف سعید بن مسلم کی

معزولی اور محمد بن عدی تغلی کی امارت کو بیان کیا ہے، نیز یہ کہ سابق

امیر سندھ ہشام بن عمرو تغلبی کا بھانجا تھا، جب وہ منصورہ سے ملتان پہنچا تو ملتان والوں نے اس کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا، اس کی تفصیل یعقوبی نے یوں بیان کی ہے:

فبعث اليها محمد بن عدي ہارون رشید نے محمد بن عدی کو
التغلبی، فلما قدم بدء سندھ بھیجا، اس کے یہاں آنے پر
بالعصبية والتعامل وضرب قبائلی عصبیت کے نام پر قبائل کو
القبائل آپس میں لڑانا شروع کر دیا،

معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن عدی تغلبی خود عصبیت اور شدت پسندی کا شکار ہو گیا، اس نے صلح و مصالحت کرنے کے بجائے عرب قبائل کو آپس میں لڑایا اور گردہ بندی، تخریب اور عصبیت کو ہوا کے کمرے کی فضا پیدا کر دی کہ یہاں کے عربوں میں باہمی کشت و خون کی نوبت آگئی،

ملتان پر عربوں کا غلبہ و قبضہ تھا، محمد بن عدی کی نازیبا حرکت نے ملک میں مزید بے چینی پیدا کر دی

تسخیر ملتان میں ناکامی

اور ہر طرف جنگ و جدال اور کشت و خون کی گرم بازاری ہو گئی، اسی زمانہ میں محمد بن عدی ملتان کو متغلبوں سے آزاد کرانے کے لئے فوج لے کر چلا گیا وہاں کے عربوں نے اس کو شکست فاش دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا، یعقوبی کا بیان ہے:

محمّد بن عدي ملتان کی مہم کے لئے وخرج من المنصوره كائيد
منصوره سے نکلا اور ملتان والوں الملطان فلقية اهلها
نے بڑھ کر اس سے جنگ کی اور شکست فقاتلوه فهزموه وكتبوا
دے کر اس کے پاس جس قدر اسلحہ مامعه من السلاح، وهرّ

منهز ما لایلوئی علی شئیء
حتی صارا الی المنصوره
فالتحمت العصبیة بین
الیمانیة والنزاریة و
اتصلت۔

جنگ تھے سب لوٹ لئے، ابن عدی
شکست کھا کر سیدھا منصورہ کی طرف
بھاگا، اس کے بعد یمانیہ اور نزاریہ
کے درمیان قبائلی عصبیت نے
مسلل جنگ برپا کی۔

اور خلیفہ نے لکھا ہے :

و ولی محمد بن عدی
بن اخت ہشام بن عمرو
فمنعہ اهل المولتان۔

ہشام بن عمرو کا بھانجا محمد بن عدی
سندھ کا واپی ہوا تو ملتان والوں نے
اس کو اپنے یہاں آنے سے روک دیا،

سندھ اور پنجاب میں عرب قبائل نے باہمی قتل و غارت اور براہرکشی کا
جو مظاہرہ کیا وہ ان کی ناعاقبت اندیشی اور نادانی کی بدترین مثال ہے،
ہندوستان میں اسلام پھیلانے اور اخلاق و محبت سے یہاں کے لوگوں
کو اپنا گرویدہ بنانے کا یہ بہترین ذریعہ تھا، خلیفہ مہدی نے چند سال پہلے اطراف
جو انب کے تمام حکمرانوں سے صلح و اطاعت کا عہد و پیمانہ لے لیا تھا، ہر طرف
مسلمان اپنے قول و فعل سے اسلام کی ترجمانی کر سکتے تھے مگر افسوس کہ انھوں
نے جاہلیتِ اولیٰ کی یاد تازہ کر دی، جس زمانہ میں سندھ اور پنجاب میں قبائلی
عصبیت نے ہودھم مچا رکھی تھی، شام اور دمشق میں بھی یہی تماشائے برپا تھا
میں ملک شام میں نزاریہ اور یمانیہ کے درمیان فتنہ عظیم برپا ہوا اور مور
زمانہ میں ۔۔۔۔۔ عربوں نے زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ کر دی، اس فتنہ
بہت سے آدمی مارے گئے، اس وقت دمشق کا حاکم ابو جعفر منصور کا ایک
سندھی بن سہل تھا، جب عربوں کا قبائلی فتنہ برپا ہوا تو اس نے دمشق

شہر پناہ گروہی تاکہ تزار یہ یعنی قیس والے شہر پر قبضہ نہ کر سکیں لہٰذا کیا انقلاب
 تھا کہ عرب قبائل استیلار وغلبہ کریں اور ان کے سندھی غلام دفاع کریں،
 عبد الرحمن بن سلیمان ہاشمی کی امارت، | لٹان کے عربوں کے ہاتھوں
 اور عبد اللہ بن علاء ضیبی کی نیابت، | محمد بن عدی ثنلہی کی ذلت

امیر شکست و فرار کے بعد ہارون رشید نے عبد الرحمن بن سلیمان علی ہاشمی کو
 سندھ کی حکومت دی، وہ یہاں آکر کچھ دنوں رہا، پھر عبد اللہ بن علاء ضیبی کو
 اپنا جانشین بنا کر عراق چلا گیا، خلیفہ نے لکھا ہے:

دولی عبد الرحمن بن سلیمان | عبد الرحمن بن سلیمان بن علی سندھ کا

بن علی، تو خرج واستخلف | والی بنایا گیا پھر وہ عبد اللہ بن علام

عبد اللہ بن علاء الضیبی | ضیبی کو جانشین بنا کر عراق روانہ ہو گیا،

یعقوبی نے صرف عبد الرحمن بن سلیمان کی امارت کا ذکر کیا ہے، اس کے

دو بھائی محمد بن سلیمان بن علی اور اسحاق بن سلیمان بن علی پہلے یہاں کے امیر

رہ چکے تھے، اس امارت اور استخلاف کی مدت کیا تھی؟ اور عبد الرحمن ہاشمی

اور عبد اللہ ضیبی نے یہاں کے ناگفتہ بہ حالات میں کیا خدمات انجام دیں؟

کچھ معلوم نہیں،

ایوب بن جعفر بن سلیمان کی امارت | عبد الرحمن بن سلیمان کی واپسی

اور سلیمان بن سعید کی سندھ میں آمد، | کے بعد اس کے بھتیجے ایوب بن جعفر

بن سلیمان بن علی ہاشمی کو سندھ کی امارت ملی، مگر وہ خود یہاں نہ آسکا بلکہ

اس کا نمائندہ سلیمان بن سعید بن زید آیا، خلیفہ کا بیان ہے:

ثروالی ایوب بن جعفر بن سلیمان | پھر ایوب بن جعفر بن سلیمان بن علی

لہٰذا ابداً و النہایہ ج ۱ ص ۱۶۸ تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۲۶۶،

بن علی فوجہ ایوب
 علی مقدمتہ سلیمان بن
 سعید بن زید، ثمرات
 ایوب قبل ان یدخلھا۔
 یعقوبی کے صرف اتنا لکھا ہے کہ :
 ثمر ولی ایوب بن جعفر بن
 سلیمان -
 یہاں کا حاکم ہوا اس نے سلیمان
 ابن سعید بن زید کو اپنی آمد سے پہلے
 بھیجا، اور ایوب سندھ آنے سے پہلے
 ہی انتقال کر گیا،
 ایوب بن جعفر بن سلیمان سندھ
 کا امیر بنایا گیا،

اس کا پورا نام جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے، اس کے
 تینوں لڑکے ایوب، عبدالرحیم اور سلیمان اپنے زمانہ کے اعیان و اشراف میں سے
 تھے اور مختلف بلاد و امصار کے امیر و حاکم تھے، بعد میں بھی ان کی اولاد میں جاہ
 و منصب رہا، سلیمان بن سعید بن زید کا حال معلوم نہ ہو سکا، پورا ہارونی
 دور (۱۸۰ء سے ۱۸۲ء تک) یہاں کے عربوں کی شورش میں گذرا، وقفہ وقفہ
 سے متعدد امراء و حکام آئے، نظام میں تبدیلی کی گئی، امراء کی دوبارہ تقرری
 ہوئی مگر عربوں کی شورش شباب ہی پر رہی، مؤرخ یہ جاننے سے قاصر ہے کہ ہارون
 رشید جیسے عظیم حکمران کے دور میں یہاں کے عرب مسلمانوں میں قبائلی عصبیت
 یا یہی نفرت و عداوت، خانہ جنگی، برادر کشی اور استیلا و غلبہ کی گرم بازاری
 کیوں جاری رہی؟ اور امراء و حکام حالات پر قابو کیوں نہیں پاسکے؟ حتیٰ کہ
 داؤد بن زید بن حاتم مہلبی اور اس کے بھائی مغیرہ بن میرید بن حاتم مہلبی
 نے پوری طاقت سے فتنہ پستہ عربوں کو زیر کیا اور جو طاقت ان کے ہاتھ
 پر خرچ کرنی چاہئے تھی ان ہی پر خرچ کرنی پڑی، اس درمیان میں بعض امراء

طاقت کا استعمال غلط طریقہ سے کیا جس سے مزید خلفشار برپا ہوا، اور بات بننے کی بجائے بگڑ گئی، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ یہاں کے امراء خود بھی اسی عصیت کا شکار ہو کر اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرتے تھے۔

داؤد بن یزید مہلبی کی امارت | یعقوبی اور ابن اثیر کی تصریح کے مطابق
اور نزار یہ کی شورش، | ۸۲ھ میں ہارون رشید نے داؤد بن یزید

بن حاتم مہلبی کو سندھ کی امارت دی، قلقشن دی نے اس کی امارت ۸۲ھ میں بتائی ہے، بلاذری نے پورے ہارونی دور میں صرف داؤد بن یزید کی امارت کا تذکرہ کیا ہے، اور خلیفہ نے لکھا ہے کہ ہارون رشید نے داؤد بن یزید کو سندھ کی امارت دی جو اس کی وفات تک یہاں رہا یعنی ۸۲ھ سے ۹۳ھ تک کم و بیش نو سال یہاں رہ کر ناگفتہ حالات پر یوں قابو پایا کہ مامون کے زمانہ تک امن و عافیت کی بحالی رہی، بلاذری نے لکھا ہے کہ داؤد بن یزید بن حاتم کے بعد سے یہاں کے حالات درست رہے یہاں تک کہ مامون کے زمانہ میں بشر بن داؤد بن یزید نے اگر سرکشی کی،

داؤد بن یزید کے دربار | جاحظ نے کتاب المحاسن والمساوی میں لکھا ہے
میں ایک بدوی شاعر | کہ سندھ میں داؤد بن یزید کے دربار میں ایک

بدوی نے آکر کہا: اے امیر! میری مدح سننے کے لئے توجہ کیجئے، چنانچہ داؤد فوراً متوجہ ہو کر بولا، اگر تم نے اچھی مدح کی تو میں اچھا صلہ دوں گا، اور اگر اس کے خلاف ہوا تو تمہارے اشعار تم کو واپس کر دوں گا، اس کے بعد بدوی نے یہ اشعار سنائے:

أَمِنْتُ بِدَاوُدَ، وَجَوَدٍ مَيِّتَهُ عَنْ الْحَدَثِ الْمَخْشِيِّ وَالْبُؤْسِ الْفَقْرِ

امیر داؤد اور اس کی سخاوت کی وجہ سے میں مستقبل کے حوادث اور فقر و محتاجی

سے بے خوف ہو گیا:

وا صبحت لا انحشني مداؤد نبوة ولاحداثا وشدت به ازدي
اب مجھنے داؤد کی بے التفاتی کا ڈر ہے، اور نہ ہی کسی حییت کا خوف ہے،
اور میں طاقتور ہو گیا ہوں:

فما طلحة الطلحات ساوا لافي الندي ولاحاتم الطائي ولاحالدا القسري
جو دو سخا میں اس کے برابر نہ طلحة الطلحات ہے، نہ حاتم طائی اور نہ خالد
قسری۔

رحمك لقمان، وصورته يوسف وملك سليمان، وصدق ابي بكر
اس کے پاس لقمان کی حکمتیں، یوسف کا حسن، سلیمان کی بادشاہت
اور ابو بکرؓ کی صداقت ہے:

فتى كهراب الاموال من ظل كفه كما يهرب الشيطان من ليلة القدر
اس مرد کی سھیلی کے سایہ سے مال و دولت اس طرح بھاگتی ہے جیسے شیطان
شب قدر سے بھاگتا ہے۔ امیر داؤد بن یزید نے یہ اشعار سن کر کہلائے اعرابی
تم نے اچھی تعریف کی، اب تم ہی بتاؤ میں کیا انعام دوں؟ اور اگر چاہو تو
اس کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دو، اعرابی نے عرض کیا: امیر کے فیصلہ کے لئے اس کے
پاس گنجائش ہے، وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے گا، داؤد بن یزید نے کہا: اچھی
تم ان اشعار پر بہترین صلہ کے مستحق ہو، پھر اس کے لئے دس ہزار درہم کا
حکم دیا، بلکہ

منغیرہ بن یزید مہلبی کی آمد اور | داؤد بن یزید نے سندھ کی امارت کا
نزار یہ سے جنگ میں اس کی موت | پروانہ پا کر پہلے اپنے بھائی منغیرہ بن یزید

کے کتاب الحاسن والمسعودی ج ۱ ص ۳۹ طبع مصر

بھیجا، اس وقت یہاں یمانیہ کے مقابلہ میں نزار یہ غالب آکر پورے ملک پر قبضہ جانے کا منصوبہ بنا رہے تھے، یعقوبی نے لکھا ہے کہ:

فوجہ اخا لا المغيرة فرغت
النزارية رؤوسهم و غنموا
على ان يقسموا البلاد ارباعاً،
ربعاً لقریش و ربعاً لقیس
و ربعاً لربیعة، و یخرجوا
اليمانية -

ناؤد نے اپنے بھائی منیرہ کو سندھ
روانہ کیا، اس وقت نزار یہ نے سر
اٹھایا اور اس ملک کو آپس میں
چار حصوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ
بنایا ایک قریش کا، ایک قیس کا اور
ایک ربیعہ کا، اور یہ کہ یمانیہ کو یہاں

سے نکال باہر کر دیں،

اس وقت دار الامارہ منصورہ پر نزار یہ مکمل قبضہ کر کے اس کے سپاہ و سفید
کے مالک بن چکے تھے، چنانچہ منیرہ بن زید کی آمد پر انہوں نے منصورہ کے تمام
دروازے بند کر کے اس کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا، پھر اس شرط
پر داخلہ کی اجازت دی کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ عصیت اور جانبداری کا
معاملہ کر کے انتقام نہیں لے گا، یا پھر سب لوگ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے تو
وہ داخل ہوگا آخر میں طے ہوا کہ نزار یہ شہر سے نکل جائیں، چنانچہ جس سے
بن پڑا نکل گیا اور جو نہ نکل سکا وہیں رہ گیا، اس کے بعد منیرہ نے شہر میں
داخل ہو کر نزاریوں پر حملہ کر دیا، ان کی تعداد اب بھی زیادہ تھی، انہوں نے
جہم کو مقابلہ کیا اور منیرہ کو شکست اٹھانی پڑی۔

اس جنگ میں منیرہ بن زید مارا گیا، ابن حزم نے جہرۃ الساب العرب
میں تصریح کی ہے:

ولد یزید بن حاتم المغيرة
قتل بالسند - له
یزید بن حاتم کا لڑکا مغیرہ سندھ
میں قتل کیا گیا،

نیز مبرد نے الکامل میں لکھا ہے :

قتل المغيرة بن یزید
بن حاتم بالسند، فقتل
اخوہ داؤد بن یزید بن
حاتم الذین قتلوا شرقتلہ -
مغیرہ بن یزید بن حاتم سندھ میں
قتل کیا گیا اور اس کے بھائی
داؤد بن یزید بن حاتم نے اس کے
قاتلوں کو بری طرح قتل کیا،

اس کے بعد مبرد نے عبد اللہ نامی ایک شاعر کے اشعار درج کئے ہیں جن کو
اس نے داؤد بن یزید کے بارے میں کہا ہے :

اقتی تمیماً سعداً ورباً یحیا
مغیرہ بن یزید کی خول ریزی اور غارت گری نے سندھ میں بنو تمیم کی دونوں
شاخ بنو سعد اور بنو ربیع کو فنا کر دیا،
صعقت علیہم صعقةٌ متکبیه
ان پر از رو بن عتیک کی بجلی گری جس نے بنو تمیم کو قوم ثمود کی طرح تباہ و برباد
کر دیا،

ذاقت تمیم عن کتین عذابنا
بنو تمیم نے سندھ کے دو معرکوں میں ہمارے عذاب کا مزہ چکھا، ایک بلوچوں
کے معرکہ اور دوسری ہار داؤد کے معرکہ میں،

قد نال حبیاد من العراق الیہم
ہم ان کی طرف عراق سے اسیل اور عمدہ گھوڑے لے گئے، جو پانی بہا کرتے

۱۰ حبرة الساب العرب مت ۳۰

والے قظا پر ند کی طرح تیز رو ہیں:
 یحمان من ولد المہلب عصبۃ خلقت قلوبہم قلوب اسود
 وہ گھوڑے اپنی پشت پر مہلب بن ابوسفیرہ اردی کی اولاد کو سوار کئے
 ہوئے تھے جن کے دل شیروں کے ہیں، نیز اسی نے مغیرہ بن یزید بن عامر
 کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں -

وکان لہن فی صرمان یوم امر علی الشراۃ بھا الشراہا
 اور ان جماعتوں کا کرمان میں وہ جنگی کارنامہ ہے جس کا گھونٹ خوارج
 کے لئے بہت تلخ تھا،

وانا قار کون غدّ احدیثاً بارض السند سعداً والربابا
 ہم لوگ سندھ میں بنو سعد اور بنو رباب کو افسانہ بنا کر چھوڑنے والے ہیں،
 تفاخر یا بن احوزر ہاتیم لقد خان المفاخری وخابا
 بنو تھیم نے ہلال بن احوزر پر فخر کیا، مگر میرے مقابلہ میں ان کا فخر بے سود ہے
 داؤد بن یزید کی آمد جس زمانہ میں مغیرہ بن یزید منصورہ میں نزاریہ
 اور نزاریہ کا قتل عام کے ہاتھوں مارا گیا اس کا بھائی داؤد بن یزید
 عراقی میں تھا، وہ اس حادثہ کی خبر سن کر فوراً سندھ آیا اور آئے ہی قتل و غارت
 کا سلسلہ شروع کر دیا یعقوبی نے لکھا ہے:

دسار داؤد بن یزید لما	داؤد بن یزید اپنے بھائی کے قتل کی
بلغنا الخبر حتی قدم البلد	خبر سن کر سندھ آیا، اور قتل و غارت
فجر د فیہم السیف، فقتل	کہ کے نزاریہ کی بہت بڑی تعداد کو
من الزامیۃ خلقاً عظیماً و	موت کے گھاٹ اتارا، پھر منصورہ

صا را الی المنصورۃ فاقام
یقاتل عشرین یوماً، ولم
تزل الحروب بینہم عدۃ
شہور، ففتحہا، ثم
سارا الی سائر مدن
السند، فلم یزل یفتح و
یحرب الی ان استقامت لہ البلاد

واپس آکر بیس دن تک قتل و غارت
کرتا رہا، اور کئی ماہ تک نزار یوں اور
اس کی فوجوں میں جنگ کے بعد
فتحیاب ہوا، اس کے بعد سندھ
کے دیگر شہروں کا رخ کر کے فتح
و تخریب کا بازار گرم رکھا یہاں تک
کہ تمام علاقے مطیع ہو گئے،

یہ چند سطر میں بتا رہی ہیں کہ ہندوستان میں عربوں کی باہمی خانہ جنگی اور
برادر کشی کا منظر بہت ہی بھیانک تھا، داؤد بن یزید کو وہی اقدام کرنا پڑا
جس کے لئے گویا قبائلی عصیت و شورش اور غلبہ و استیلا کی کوشش پھیلے
چودہ پندرہ سالوں سے اپنے کو تیار کر رہی تھی، اس نے بے تحاشا قتل و غارت
سے کام لے کر نزار کی کشتوں کے پشتے لگا دیئے، منصورہ میں فاتحانہ داخل
ہو کر بیس دن تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھا، اس کے بعد کئی ماہ تک
مختلف علاقوں میں دبے دبائے فتنوں کا استعمال کیا، نزاری عرب بھی بڑی
حد تک مقابلہ میں ڈٹے رہے، مگر داؤد بن یزید کی سخت گیر سیاست اور خونی کارروائی
کے سامنے سپرانداز ہو گئے، چونکہ بنو تمیم اس میں پیش پیش تھے اور مغیرہ بن یزید کا قتل انہی کے
ہاتھوں ہوا تھا۔ اس لیے ان پر زور زیادہ پڑی، ہارون رشید بھی یہاں تک حالات سے گھبر گیا کہ
اس نے داؤد کو سخت سے سخت اقدام کرنے کی تاکید لکھ کر عصیت جاہلیہ کو تلوار سے
کرنے کا حکم دیا، ابن عبد ربہ نے الحقد الفرید میں لکھا ہے:-

(ہارون الرشید) وقع الی جب سندھ میں عصیت ظاہر ہوئی

صاحب السند اذ ظہرت
العصبیة : کل من
دعا الی الجاہلیة فجل
الی المنیة ، لہ

تو خلیفہ ہارون رشید نے امیر سندھ
کے پاس یہ توفیق نامہ بھیجا جو شخص
جاہلیت کی دعوت دے اس کو جلد از
جلد موت کے گھاٹ اتار دو۔

اور ابو منصور ثعالبی نے خاص الخاص میں اس واقعہ کو معمولی فرق کے
ساتھ یوں بیان کیا ہے :

و کتب الیہ صاحب السند
بظہور العصبیة فوق
من اظہر العصبیة فعاجلہ
باطنیة - لہ

والی سندھ نے ہارون رشید کو
عصیت پیدا ہونے کی خبر دی تو اس نے
لکھا کہ جو عصیت کا مظاہرہ کرے
تم اسے فیر موت کے گھاٹ اتار دو،

مغیرہ بن یزید کے قتل نے داؤد بن یزید کی آتش غضب میں اور بھی تیزی
پیدا کر دی تھی اور اموی دور میں قنذابل میں آل مہلب کا جو قتل عام
ہلال بن اخوز تمیمی کے ہاتھوں ہوا تھا اس کی گونج عباسی دور کے اس قتل
عام میں کھل کر سنائی دے رہی ہے اس جنگ میں داؤد بن یزید مہلبی نے بنو
تیم اور اس کی شاخ بنو سعد اور بنو رباب سے کھل کر بدلہ لیا ہے، اور بنو مہلب
اور ان کے آدمیوں نے بنو تیم کا قتل عام کیا جس طرح انھوں نے بنو مہلب کو
اپنی تلوار سے نیست و نابود کر دینے کی کوشش کی تھی، اس وقت بنو مہلب
کے بقیۃ السیف اپنی عدت اور عدت کے اعتبار سے بہترین حکمراں اور بہادر
شمار کئے جانے لگے تھے اور عباسی خلافت کے دروبست پر قابض و دخیل
تھے، بغداد بھی سندھ سے عاجز آچکا تھا، اگر یہ اقدام نہ ہوتا تو غالباً

لہ العقد الفرید ج ۴ ص ۲۱۴ لہ خاص الخاص ص ۸۸

ہارون رشید ہی کے زمانہ میں یہاں نزاری حکومت قائم ہو گئی ہوتی،

سورہ شکر کی فتح | معلوم ہو چکا ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں امارت بصرہ کا مستقل شعبہ کھولا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ

ہندوستان کے سمندری ڈاکوؤں کے قتل و فساد اور لوٹ مار سے بحری عالمی شاہراہ محفوظ رکھی جائے، خاص طور سے بصرہ اور ہندوستان کے درمیان بحری راستے اور جزائر ان کی یلغار سے محفوظ رہیں، اور بحر بصرہ اور بلاد بحر بصرہ میں

تجارتی اور سفیری جہاز امن و امان کے ساتھ ایک ملک سے دوسرے ملک تک نقل و حرکت کرتے رہیں، خلیفہ منصور کے زمانہ میں ۱۵۵ھ میں شہاب بن

عبد الملک امیر بحر بصرہ تھے اور مہدی نے ۱۶۲ھ میں اسی بحری امارت کے زیر اہتمام ہندوستان میں ایک زبردست بحری مہم عبد الملک بن شہاب مسمیٰ

کی قیادت میں بھیجی تھی جس نے غزوہ باربد میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی اس کے بعد جب ۱۶۸ھ میں ہارون رشید کو خلافت ملی تو امیر

بصرہ محمد بن سلیمان بن علی نے بحر بصرہ میں ایک مہم بھیجی بن سعد سعدی کی قیادت میں روانہ کی، جو تیرہ جنگی جہازوں پر مشتمل تھی، یہ مہم عمان تک آئی مگر دشمن

بھاگ گئے اور مقابلہ کی باری نہیں آئی پھر ۱۶۳ھ میں حماد بن نمیر ثمالی راہ سے بلاد سورہ شکر میں جہاد کیا، خلیفہ بن خیاط نے اس کا تذکرہ ان مختصر الفاظ

میں کیا ہے :

رسنة اربع وسبعين ومائة في

وفيها غزا حماد بن نمير بلاد سمرقند

وافتح مدينة بردان - له بردان كوفتحها

له تاريخ خليفه ج ۲ ص ۱۲۷

یعنی ۱۳۷ھ میں حماد بن نمیر نے بحری مہمات میں دو شہر فتح کئے، ایک بصرہ کے
 مغرب میں بردان جو طرسوس سے چومیل کے فاصلہ پر ایک دریا کے کنارے آباد
 تھا، اور دوسرا اس کے مشرق میں سورا شتر جس کا تذکرہ ہو رہا ہے،
 گجرات اور سورا شتر میں سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں عبدالبن
 زیاد اور وائی سجستان مہلب بن ابو صفیرہ ازدی نے فتوحات حاصل کیں، اس کے
 بعد محمد بن قاسم نے یہاں کا رخ کیا تو اہل سرست (یا شندگان سورا شتر) نے
 ان سے صلح کر لی، معلوم ہو چکا ہے کہ سورا شتر کے بحری ڈاکو خشکی اور تری میں
 لوٹ مار کرتے تھے، اور رہ رہ کر ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنی پڑتی تھی،
 اس سال بھی ان کے مرکز پر حملہ کیا گیا، سرست سورا شتر کی تعریف ہے، فتوح
 البلدان بعد تاریخ یعقوبی میں سرست ہے اور المسالک والممالک میں سرشت ہے،
 تاریخ خلیفہ میں "سرست" چھپا ہے مگر صحیح سرست ہے، بیرونی نے بھی بار بار
 سرست استعمال کیا ہے، اس سے مراد سورا شتر ہے جو گجرات کے
 انتہائی کنارے پر ساحل سمندر سے متصل وسیع و عریض علاقہ ہے، وہاں اس
 نام کا ایک دریا بھی تھا، جو مملکت سرست کو میراب کوٹا تھا اور سومنات
 کے مشرق میں تھوڑی دور پر سمندر میں گرتا تھا، عرب اس علاقہ کو بلاد
 بیت الذهب کے نام سے بھی یاد کرتے تھے، اس کا مرکزی شہر انکیر (منگول)
 تھا، یہاں بحر بصرہ کی امارت کی طرف سے اکثر مہمات آتی تھیں اور تیسری
 صدی کے وسط میں اس کو مغزی اہل البصرہ، کہتے تھے، حماد بن نمیر کی قیادت
 میں جو بحری جنگ یہاں ہوئی تھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے اور
 نہ خلیفہ بن حیاط کے علاوہ کسی مؤرخ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ جنگ بہت

بلکی تھی، یوں سمجھنا چاہئے کہ ہندوستان کے سمندری ڈاکوؤں سے ان کے وطن
میں مدھیہ پٹی اسی لئے اس میں فتح اور غنیمت وغیرہ کا تذکرہ نہیں ہے،

ہارون رشید کے ۲۳ سالہ دورِ خلافت میں اس ملک میں صرف اسی ایک غزوہ
کا ذکر ملتا ہے اور یہ پوری مدت یہاں کے عربوں کی قبائلی عصبیت اور باہمی جنگ
و جدال میں گذر گئی، حالانکہ ہارون رشید کا دور عباسی خلافت کا زریں دور تھا
سندھ وغیرہ میں خوارج | سندھ و مکران کے علاقے اموی دور سے خوارج
سے جنگ اور فتح کے لئے پناہ گاہ تھے، اور شام و عراق اور خراسان

و ہجستان کے شورش پسند یہاں اپنی طاقت جمع کیا کرتے تھے، عباسی دور میں
بھی یہ دور دراز مقامات ان کی کہیں گاہ تھے، چنانچہ ہارون رشید کے دورِ خلافت
میں سندھ وغیرہ میں خوارج کا ہر میت خیر وہ گریہ روپوش تھا، جسے عیسیٰ بن علی
بن مہان نے تلاش کر کے ختم کیا اور اپنی کوشش سے اس علاقہ کو ان سے
خالی کرایا، مسعودی نے لکھا ہے کہ ہارون رشید کے زمانہ میں عیسیٰ بن علی بن
مہان خوارج کے تعاقب میں سندھ، قندھار، رنج اور زابلستان آیا اور جنگ
کر کے اس قدر زیادہ فتوحات حاصل کیں کہ اس سے پہلے ان علاقوں میں
ان کی مثال نہیں ملتی ہے، ان فتوحات کے بارے میں ابن الغدافر شاعر کہتا ہے
کاد عیسیٰ بکون ذالقرنین بلغ المغربین والمشرقین
عیسیٰ بن علی بن مہان نے سلندرز و القرین کی طرح مغربین اور مشرقین
میں فتوحات کیں،

لم یدع کابلًا، ولا زابلستا ن فمأولها الی الرحبین لہ
اس نے نہ کابل کو چھوڑا اور نہ زابلستان سے رنجین تک کے علاقوں کو چھوڑا

مگر یہ فتوحات اسلامی فتوحات نہ تھیں بلکہ اپنے مخالف گروہوں کے مقابلہ میں جماعتی اور گروہی فتوحات تھیں،

ہارون رشید کو ایک عباسی دور میں ہندوستان کے راجوں ہارا جوں ہندی راجہ کا ہدیہ نے ہر اعتبار سے مصالحانہ رویہ رکھا اور یہاں کے

امرا اور مسلمانوں سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ عقیدت و محبت کا مظاہرہ کیا جس کی تفصیل اپنی جگہ آئے گی، خلیفہ مہدی نے عجم کے اکثر بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتِ صلح و اطاعت دے کر ان کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیا تھا، ہارون رشید کے پاس بعض راجوں نے ہدایا و تحائف روانہ کئے، چنانچہ احمد بن محمد بن عبد ربہ نے العقد الفرید میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے

ایک راجہ نے ہارون رشید کی خدمت میں نلعی تلواروں، سیوری کتوں اور ہندی کپڑوں کا ہدیہ بھیجا جس وقت ہندوستان کے قاصد یہ تحائف لے کر دربار میں پہنچے ہارون رشید نے ترکی سپاہیوں

کو دربار میں دوڑ دیر کھرا کر آیا، انکے پورے جسم پر اسلحہ تھے، انکے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا جب یہ ترکی سپاہی صاف باندھ کر کھڑے ہو گئے تلوار جب کے سفیروں و قاصدوں کو دربار میں بلایا گیا انھوں نے سرکاری آداب و رسوم ادا کیے، اسکے بعد ہارون رشید نے ان سے دریافت کیا کہ

تم ہمارے لئے کیا چیز لائے ہو؟ انھوں نے کہا: یہ ہمارے ملک کے بہترین کپڑے ہیں، پھر کپڑوں کا تحفہ پیش کیا، ہارون رشید نے حکم دیا کہ درزیوں کو بلا کر ہمارے گھوڑوں کے لئے ان کے جل سلائے جائیں، یہ دیکھ کر

سفراء شرمائے، اس کے بعد دربان نے ان سے پوچھا اور کیا چیز لائے ہو، انھوں نے کہا: بے نظیر قلعی تلواریں ہیں جو اپنی جوہریت اور برتشی میں اپنا جواب آپ ہیں، یہ سن کر ہارون رشید نے حضرت عمرو بن معدیکربؓ کی تلوار صمصامہ نکلوائی اور ان سفیروں کے سامنے صمصامہ سے ان کی لائی ہوئی

قلسی تلواروں کو کاٹ دیا، اور سفار کو دکھایا گیا کہ صمصامہ کی دھار پر ذرا بھی
 اثر نہیں پڑا، اس مظاہرہ سے بھی وہ جھینپ گئے پھر ان سے پوچھا گیا کہ اس کے
 علاوہ اور کیا تحفہ لائے ہو۔ انھوں نے کہا کہ سیوری کتے ہیں، یہ درندوں
 کو پھاڑ ڈالتے ہیں، ہارون رشید نے کہا: میرے یہاں جو درندے ہیں اگر یہ
 کتے ان کو پھاڑ دیں تو تمہاری بات سچ ہوگی، اس کے بعد ایک شیر لایا گیا جس
 کو دیکھ کر ہندی سفراء گھبرا گئے اور بولے ہمارے ملک میں ایسا شیر نہیں ہوتا
 ہے پھر بھی ہم اپنے کتوں کو اس پر چھوڑتے ہیں، یہ کہہ کر تین کتے چھوڑے اور
 انھوں نے شیر کو پھاڑ ڈالا، ہارون رشید نے ان کتوں کی بہادری دیکھ کر کہا کہ
 تم ہمارے ملک کے جو اچھے اور شہور سامان چاہو لے لو، ہندی سفراء نے
 صمصامہ تلوار کی خواہش کی مگر ہارون رشید نے یہ کہہ کر اس کے دینے سے
 معذرت کر دی:

ماکنا لبخل علیکم، ولکنہ	ہم تمہارے ساتھ بخل کرنا نہیں چاہتے
لا یجوزنا فی دیننا ان نمددیکم	ہیں، مگر ہمارے مذہب میں جائز نہیں
بالسلاح ولکن تمنا غیر	ہے کہ تم کو ہتھیار ہدیہ دین، اس کے
ذک ما شئتم۔	علاوہ تم جو تمنا کرو، پوری کی جائے گی

ہندی سفیروں نے کہا ہم تو صمصامہ کی خواہش کرتے ہیں، ہارون رشید
 نے کہا اس کے ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے:

ثم امولہم بتحف	پھر ان کے لئے بہت سے تحفے
کثیرة و احسن	تحائف کا حکم دیا اور ان کو انعام
جا ئز تہم۔ لہ	واکرام سے نوازا۔

لہ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۳ و ص ۲۰۴۔

ایک اور ہندی راجہ کا تحفہ | قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر
اور زمرہ کی چھٹری | والتحف میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے ایک

راجہ نے خلیفہ ہارون رشید کے پاس بہت سے ہدایا و تحائف بھیجے تھے، ان میں
زمرہ کی ایک چھڑی ایک گز سے زیادہ لمبی تھی، اس کے سر پر یا قوت سرخ کی ایک
چڑیا بنی ہوئی تھی جو بے حد لطیف و نازک تھی، ہارون رشید نے یہ چھڑی اپنی زوجہ
ام جعفر زبیدہ بنت جعفر کو دی جو وراثت میں منتقل ہو کر امین کے پاس آئی، پھر
اس کے بھائی مامون کو ملی، اور پھر معتصم باللہ کے قبضہ میں آئی یہ

ایک ہندی شاعر عیسیٰ بن | ہارون رشید کے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی کے
خالد برمکی کے دربار میں | دربار میں ہندوستان کے ایک شاعر نے ہندی

زبان میں اشعار سنائے جن کا ترجمہ ایک مترجم نے کیا اور یحییٰ بن خالد نے
شاعر کو انعام دیدام ابو حاتم محمد بن حبان نے ردھنۃ العقلاء میں اپنی سند سے
ابو الہذیل سے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس تھا، اسی
اشنا میں ایک ہندی آدمی آیا اس کے ساتھ اس کا ترجمان بھی تھا، ترجمان نے
یحییٰ بن خالد سے کہا کہ یہ شاعر ہے آپ کی مدح میں کچھ اشعار سنانا چاہتا ہے یحییٰ
نے اجازت دی اور ہندی شاعر نے اپنے اشعار پڑھے، ان میں یہ شعر بھی تھا،
اَسْرَہَ ، اَحْرَہَ ، کُکْرَاکِی ، کِرَہَ ، مَنْدَہِرَہَ
یحییٰ نے اس کا مطلب ترجمان سے دریافت کیا، اس نے اس کے مفہوم
میں یہ شعر پڑھا:

اِذَا الْمَكَارِمُ فِي آفَاقِنَا ذُكِرَتْ فَاتَّابَكَ فِيهَا لِيَضْرِبَ الْمِثْلُ

جب ہماری دنیا میں خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے گا تو آپ کو ان میں مثال کے

طے کتاب الذخائر والتحف ص ۱۳۳

طور پر پیش کیا جائے گا۔ یحییٰ نے یہ سن کر شاعر کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا
عباسی دور میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ایک ہندی شاعر نے عراق جا کر ہندی زبان
میں قصیدہ سنایا، اور اس پر انعام حاصل کیا،

ہارون رشید کے فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ ۱۹۳ء میں ہارون رشید
خزانہ میں عود ہندی کے بعد امین خلیفہ ہوا تو اس نے سرکاری خزانوں کی
کی تمام چیزوں کو شمارہ کر ایلیہ کام چار ماہ تک ہوتا رہا، ان میں عود ہندی کی
ایک ہزار ٹوکریاں بھی تھیں۔

ہارون رشید کے علاج ابن ابوالمنیۃ نے عیون الانباء میں لکھا ہے کہ
منک ہندی یہاں کے مشہور فلاسفہ و اطباء میں
بغداد میں آمد، سے سقا، ہندی اور فارسی زبانوں کا ماہر اور بہترین

طیب و معالج سقا، ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کسی شدید مرض میں مبتلا ہوا،
بغداد کے اطباء علاج سے عاجز رہے، ابو عمر و اعجمی نے عرض کیا کہ ہندوستان
میں منک نامی ایک طبیب ہے، بہتر ہے کہ امیر المومنین اس کو بلا لیں، ہو سکتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعہ آپ کو شفا دے، چنانچہ ہارون رشید نے ایک آدمی
کو سفر خرچ وغیرہ دے کر منک کے پاس بھیجا اور اس نے یہاں سے بغداد جا کر
اس کا علاج کیا جس سے نفع ہوا اور منک انعام و کرام سے نوازا گیا،

منک قیام بغداد کے دوران ایک دن راستہ سے گذر رہا سقا، دیکھا کہ
ایک آدمی چادر بچھا کر اس پر جڑی بوٹیاں پھیلاتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ یہ تجھ
پر قسم کے بخار، درد، بواسیر، ریاح، آشوب چشم، وجع المفاصل، درد شکم، درد
شقیقہ، سلسل البول، فالج، رعشہ غرض کہ ہر مرض کے لئے مفید ہے، منک نے

سہ روختہ العطار و نزہتہ الفلاد ص ۲۱۴ طبع مصر

ترجمان سے معلوم کیا کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے جب اس کو یہ باتیں معلوم ہوئیں تو کہنے لگا کہ اگر اس کی باتیں صحیح ہیں تو خلیفہ نے ناحق مجھے سفر کی تکلیف دی، اور میرے لئے اتنی رقم خرچ کی، یہ آدمی تو اس کے پاس ہے ہی، اور اگر اس کی باتیں غلط ہیں تو خلیفہ نے اس کو قتل کیوں نہیں کر دیا، کیونکہ شریعت نے اس کا قتل جائز قرار دیا ہے، اس ایک آدمی کی موت سے بہت سے لوگوں کی زندگی بچ جائے گی، یہ شخص اگر زندہ رہا تو روزانہ دو، تین، چار آدمیوں کی جان لے گا اور یہ زمین میں فساد اور حکومت میں کمزوری کا باعث ہے، لہذا جاہل نے کتاب الحیوان میں لکھا ہے کہ منکہ طیب بخت و مناظرہ کے بعد صحیح الاسلام مسلمان ہو گیا تھا۔

ہندی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت | عباسی دور کا اہم کارنامہ ہندی اور طب و حکمت کی منتقلی، علوم و فنون اور کتب کی ترویج

داشاعت اور منتقلی ہے، ہارون رشید کے زمانہ سے اس پر خاص توجہ ہوئی اور ریاضی، طب، نجوم، ہندسہ، حساب وغیرہ کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا، ہارون رشید نے برآمدہ کو اپنی وزارت میں لے کر ان کو علوم و فنون کی خدمت کا موقع دیا، اس نے تیجی بن خالد بریکی کو اپنا وزیر بنایا، اور اس کا بیٹا موسیٰ بن تیجی بن خالد بریکی اور یونس بن عمران بن موسیٰ بریکی دونوں ہندوستان کی امارت و حکومت پر رہ چکے تھے۔ تیجی بن خالد بریکی بڑا علم دوست تھا، اس کی مجلس میں مسلمان علماء و فضلاء اور غیر مسلم اہل علم و فن رہا کرتے تھے، اس نے بغداد میں بیت الحکمت کے نام سے ایک عظیم الشان علمی اور تحقیقی دائرہ المعارف قائم کر کے مختلف علوم و فنون کی کتابیں اور ان کے مترجمین جمع کئے اور اسی نے سب سے پہلے ہندوستانی علوم

۱۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء بحوالہ رجال السنن و الہند ۲۴۹ ص ۱۵۸ کتاب الحیوان ۲، ص ۶۵۶

خلافت عباسیہ اور ہندوستان

وفنون کی طرف توجہ کی، ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے:

الذی اعنتی بامر الہند فی دولة
العرب یحیی بن خالد وجماعة
من البرامکة، واهتا مہابامر
الہند واحضار علماء
طبہا وحکمائہا۔
غربی دور حکومت میں ہندوستان
کے علوم کے ساتھ جس نے اعتنا کیا
وہ یحیی بن خالد اور برامکہ کی ایک جماعت
ہے۔ انہوں نے ہندوستان کے اطباء
و حکماء کو بغداد بلایا،

نیز لکھا ہے:

حکی بعض المتکلمین بان یحیی
بن خالد البرمکی بعث بحبل
الی الہند لیا تہ بعقا قیر موجودہ
فی بلاد ہمدان یکتب لہ ادیانہم۔
بعض متکلمین کا بیان ہے کہ یحیی بن
خالد برمکی نے ایک شخص ہندوستان
بھیجا تاکہ وہ یہاں کی جڑی بوٹی لائے
اور یہاں کے مذاہب کو قلمبند کرے،

ہندی علوم و فنون کا مستقل بیان اپنی جگہ پر ہوگا، اس وقت صرف یہ
بتا نا ہے کہ عباسی دور میں عرب و ہند کے درمیان علمی و فنی تعلقات کی ابتداء
ہارون رشید کے زمانہ میں برامکہ کے ذریعہ ہوئی ہے،

ہارونی دور میں ہندوستان سے آمدنی | ہارون رشید کے زمانہ میں مرکز
خلافت بغداد کو ہندوستان سے

سالانہ آمدنی کی تفصیل جہشیاری نے کتاب الوزر اردو الکتاب " میں یوں بیان کی
من السند وما یلیہا احد عشر الف
الف، وخمس مائة الف درہم،
الطعام بالقفیذ، لکیرخ الف الف
سندھ اور اس کے اطراف سے نقد
درہم ایک وڑیس لاکھ (۱۰۰۰۰۰۰۰)،
غذائے بزرگ سے دس لاکھ روپے،

لہ کتاب الفہرست ص ۲۸۴

قفیز، الفيلة ثلاثة، الثياب
 الحشيشية الفاوب، الفوط
 اربعة الف فوطية، العود
 الهندی مائة وخمسون متنا
 سائر اصناف العود مائة وخمسون
 متنا، النعال الفانروج، وذلك
 سوی القرنفل والجوز بوا، له تھے،

اس کے بعد اس میں کمی ہوتی گئی۔ مامون کے زمانہ میں صرف دس لاکھ درہم
 سالانہ یہاں سے مرکز کو جاتے تھے، پھر یہ رقم بھی بند ہو گئی،

۲۰۵ء میں داؤد بن یزید کی موت | جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے ۳۸۱ھ میں ہارون
 اور بشر بن داؤد کی امارت، رشید نے داؤد بن یزید مہلبی کو سندھ کا

امیر بنایا اور اس نے اپنے بھائی مغیرہ کو بھیج کر عربوں کی شورش ختم کرنے کی
 کوشش کی جس میں مغیرہ قتل کر دیا گیا، اس کے بعد خود داؤد بن یزید نے
 یہاں آ کر نہایت سخت قسم کی تادیبی کارروائی کر کے امن و امان قائم کیا،
 اس کی امارت ہی میں ۱۹۳ھ میں ہارون رشید کی وفات اور امین کی خلافت
 ہوئی، جو ۱۹۸ء تک قائم رہی۔ امین کا زمانہ اس کے بھائی مامون سے چھٹے چھاڑ میں
 گذرا حتیٰ کہ اسی میں اس کی جان گئی، اسی پرچ مرج میں ۱۹۵ء میں داؤد بن
 یزید کا سندھ میں انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا بشر بن داؤد جانشین و امیر ہوا،
 یہ یعقوبی کا بیان ہے، اس قول کی رو سے امین کے زمانہ میں باپ داؤد اور
 بیٹا بشر دونوں سندھ کے امیر تھے اور خلیفہ بن خیاط نے داؤد بن یزید بن حاتم

کے کتاب الوزرار والکتاب ج ۱ ص ۲۸۳۔

کی وفات ۲۰ھ میں سندھ میں لکھی ہے مگر ابن کثیر اور ابن اثیر وغیرہ نے داؤد کی وفات اور بشر کی نہایت و امارت کو ۲۵ھ میں بعہد مامون بیان کیا ہے کہ اس قول کی رو سے امین کے دور میں صرف داؤد بن زید سندھ کا امیر رہا، بلا ذریعہ کے بیان سے ہی اسی کی تائید ہوتی ہے :

ولم یزل امر ذلک الثغر مستقیماً سندھ کا استقام درست رہا یہاں تک
حتی ولیہ بشر بن داؤد فی کر مامون کی خلافت میں بشر بن داؤد
خلافت مامون فعصی و نے ماکم ہو کر سر تابی اور مخالفت اختیار
خالفت۔ ۲۵ھ کی،

ہمارے نزدیک داؤد کی وفات اور بشر کی امارت ۲۵ھ میں ہوئی،

بشر بن داؤد کی سرکشی | داؤد بن زید ۲۵ھ میں سندھ میں فوت ہوا اور
اس کا بیٹا بشر بن داؤد امیر بنا، یہ خلیفہ مامون

(۱۹۵ تا ۲۱۵ھ) کا زمانہ تھا، اس نے بشر بن داؤد کو سندھ کی امارت پر اس
شرط کے ساتھ بحال رکھا کہ وہ سالانہ دس لاکھ درہم بغداد کو ادا کرتا رہے،
ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون نے ممولی سے فرق کے ساتھ لکھا ہے :

فولی مکانہ بشر بن داؤد خلیفہ مامون نے داؤد بن زید کی
علی ان یجمل الیہ فی حکل جگہ بشر بن داؤد کو اس شرط پر امیر
سنة الف الف درهم ۲۵ھ مایا کہ وہ ہر سال دس لاکھ درہم
ادا کرتا ہے،

مامون نے صرف دس لاکھ درہم سالانہ لے کر کے کمزوری کا مظاہرہ کیا، جس پر

۲۵ھ ایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۵۵، تاریخ کامل ج ۴ ص ۵۹، فتح البلاد ان ص ۴۳، ۲۵ھ ایہ
والنہایہ ج ۱ ص ۲۵۵، تاریخ کامل ج ۴ ص ۵۹، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۴،

بشر نے فائدہ اٹھاتے ہوئے سرتابی کی اور سالانہ رقم بند کر دی، بقول بلاذری یہاں کے حالات پر سکون چل رہے تھے مگر بشر بن داؤد نے امارت پا کر نافرمانی اور مخالفت کی روش اختیار کی، اور خود دار الا مارہ منصور پر قبضہ کر کے اپنے چچا زاد بھائی ابراہیم بن عبد اللہ بن یزید مہلبی کو مکران بھیجا،

ابراہیم بن عبد اللہ مہلبی کی سندھ و مکران کے امراء میں ابراہیم بن ذیلی امارت اور بغاوت میں شرکت

عبد اللہ بن یزید بن حاتم بن قبیلہ بن مہلب بھی ہے، اس کی ولایت سندھ و مکران کی تصریح ابن حزم نے جمہورۃ النسب العرب میں کی ہے؛

ولی ابراہیم بن عبد اللہ هذا اس ابراہیم بن عبد اللہ نے تقریباً
السند و مکران و کرمان میں سال تک سندھ و مکران اور
نحو عشرين سنة کرمان میں امارت کی ہے،

تعب ہے اس دیار میں تقریباً بیس سال تک مختلف علاقوں میں عہدہ امارت پر متمکن امیر کا تذکرہ دوسرے مؤرخوں نے نہیں کیا، اور اس کی خدمات کا کہیں ذکر نہیں ہے، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مستقل امیر نہیں رہا بلکہ ذیلی امارت پر رہ کر خدمت انجام دیتا تھا،

حاجب بن صالح کی مکران میں آمد مامون نے بشر بن داؤد کی سرکشی و بغاوت
اور ابراہیم بن عبد اللہ سے گفتگو کی خبر پا کر حاجب بن صالح نامی

ایک امیر کو اس کی تادیب کے لئے روانہ کیا، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ۲۲ھ میں مامون نے حاجب بن صالح کو ولایت پر بھیجا مگر وہ بشر بن داؤد کے مقابلہ میں ناکام ہو کر کرمان کی طرف چلا گیا۔ یعقوبی نے اس کی تفصیل بیان کی ہے کہ

جمہورۃ النسب العرب ص ۲۱، ۲۲ تاریخ کامل ۶۵۰

مامون نے بشر بن داؤد کی مخالفت کی۔ خبر پا کر اس کی جگہ حاجب بن صالح کو روانہ کیا: اس کے مکران آنے کے بعد بشر کے ایک بھائی سے ملاقات ہوئی:

فلما صار بمکران الفی جب وہ مکران پہنچا تو اس نے
اخفا لبشر بن داؤد۔ بشر کے ایک بھائی کو پایا۔

حاجب نے ابراہیم سے کہا کہ تم یہاں کی امارت میرے حوالہ کر دو، کیونکہ عنقریب خلافت کی طرف سے بشر کے پاس اس کا پر وازہ آنے والا ہے، جس کو بشر ٹپھ کر فوراً قہم کو اس کا حکم دے گا، اس نے جواب دیا کہ میں خود کچھ نہیں کر سکتا، میں تو بشر کی طرف سے مامور ہوں، اور وہ یہاں سے دو دن کی مسافت پر منصورہ میں ہے، جب اس سے میری ملاقات ہوگی اور وہ حکومت و امارت کی سپردگی کا حکم دے گا تو میں تمہارے حوالہ کر دوں گا، اتنی گفتگو کے بعد دونوں میں کشیدگی پیدا ہو گئی، اور حاجب نے مامون کو لکھا کہ بشر بن داؤد خلافت سے سرتابی کر کے آناؤہ جنگ ہے۔

بشر بن داؤد نے ابراہیم عبداللہ کو سندھ و مکران کی حکومت میں شریک کر کے یہاں مہلبی حکومت قائم کرنی چاہی تھی اور باپ نے جس ملک کو طویل کشمکش اور شورش کے بعد مرکز سے وابستہ کیا تھا بیٹا چند سال کے بعد خود اس پر قبضہ کا خواب دیکھنے لگا تھا، حاجب بن صالح، کم و بیش دو سال تک سندھ و مکران میں رہ کر واگذاری کی کوشش کرتا رہا، جب ناکام ہو گیا تو مامون کو صورت حال سے آگاہ کیا،

غسان بن عباد کی آمد اور حاجب بن صالح کا دور اس اعتبار سے ناکام رہا
بشر بن داؤد کی حوالگی کہ اس میں سندھ اور مکران پر بشر اور ابراہیم

کا قبضہ رہا، اور حاجب کو امیر کی حیثیت حاصل نہ ہو سکی، اس طرح تقریباً دو
سال کی مدت گزر گئی، تو اس نے مامون کو خط لکھ کر صورت حال سے مطلع کیا،
اور سخت اقدام کی تجویز پیش کی، چنانچہ مامون نے غور و خوض اور رائے مشورہ
کے بعد ۲۱۳ھ میں غسان بن عباد کو روانہ کیا تاکہ وہ بشر سے جنگ کر کے ملک
کو خلافت کے ماتحت کرے، ساتھ ہی شہری اور ملکی انتظام کے لئے موسیٰ بن یحییٰ
بن خالد برہکی کو امیر البلد بنایا، یہ پہلا موقع ہے کہ اس ملک میں عباسی خلافت
کی طرف سے امارت کو دو شعبے میں تقسیم کیا گیا،

یعقوبی نے لکھا ہے کہ مامون نے حاجب کا خط پا کر محمد بن عباد مہلبی کو بلایا
جو اپنے زمانہ میں بصرہ کے بنو مہلب کا رئیس و سردار اور صاحب فہم و فراست
کو می تھا، اور کہا کہ بشر نے سندھ میں خلافت سے بغاوت کی ہے، محمد بن عباد
نے یہ سنتے ہی سزاؤ اللہ کہا، مامون نے کہا کہ تم غسان بن عباد کے ساتھ سندھ
جاؤ، اس کے بعد مامون نے غسان کو چند فوجی امراء کے ساتھ سندھ روانہ کیا
اور اسی کے ساتھ موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برہکی کو بھیج کر غسان سے کہا کہ وہ اس کو
شہری امارت پر رکھے، اس ابن کثیر نے ۲۱۳ھ میں غسان کی امارت کا تذکرہ
کر کے مندرجہ بالا بیان نقل کیا ہے، ابن اثیر نے بھی لکھا ہے کہ مامون نے
۲۱۳ھ میں غسان کو سندھ کی امارت دی، وجہ یہ ہوئی کہ بشر بن داؤد نے سرتابی
کر کے خراج کی رقم وصول کی مگر مامون کے پاس اس میں سے کچھ نہیں بھیجا اور
سرکشی کی، مامون نے اپنے ندیموں سے غسان کے بارے میں مشورہ کیا اور کہا کہ

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۵۵۵

میں اس کو ایک اہم کام سپرد کرنا چاہتا ہوں تم لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟
 اس پر سب نے اس کی خوب خوب تعریف کی مگر احمد بن یوسف نامی ایک
 شخص خاموشی سے یہ باتیں سن رہا تھا، مامون نے اس سے کہا کہ احمد! تم کیا
 کہتے ہو، اس نے کہا: میرا مومنین! غسان بن عباد کے محاسن اس کے مساوی
 سے زیادہ ہیں، اسے جس حلقہ میں بھیجا جائے گا انصاف سے کام لے گا، کوئی ایسا
 کام نہیں کرے گا جس میں عذر و مغذرت کرنی پڑے مامون نے کہا کہ تم نے
 اس کے متعلق غلط رائے رکھنے کے باوجود اس کی تعریف کی، احمد بن یوسف
 نے کہا کہ اس معاملہ میں میرا حال اس شعر کے مانند ہے: ۱

كفى شكراً لما اسديت اتى صدقتك فى الصديق وفى عداى

تم نے میرے ساتھ جو احسان کیا ہے اس کے شکر کے لئے یہی کافی ہے کہ میں تم سے
 اپنے دوست اور دشمن کے بارے میں سچ بولتا ہوں، مامون یہ سن کر احمد بن یوسف
 کے حسن ادب سے بہت خوش ہوا، اور غسان کو سندھ روانہ کیا، اس وقت وہ بحر
 بصرہ کا امیر تھا، بہر حال جب غسان بن عباد اپنے لاؤ شکر اور فوجی امراء کے
 ساتھ سندھ پہنچا تو بشر ڈر گیا اور ان کے کر غسان کے پاس حاضر ہوا بلکہ بغیر
 کسی مزاحمت کے اپنے کو حوالہ کر دیا، غسان یہاں تقریباً دو سال رہا اور ۲۱۶ھ میں
 بشر بن داؤد اور اس کے خاندان کے مہلبی افراد و امراء کو ساتھ لے کر عراق آیا،
 مامون نے ان سب کو عام معافی دے دی اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور
 اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا۔ ۲

ابن اثیر اور ابن کثیر دونوں نے غسان کی سندھ میں آمد ۲۱۶ھ میں اور

واپسی ۲۱۶ھ میں لکھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تقریباً دو سال تک سندھ کی

۱۔ فتوح البلدان ص ۳۳۲، تاریخ یعقوبی ص ۱۲، البدایہ والنہایہ ص ۱۰، تاریخ کامل ص ۲ ص ۱۳۴،

امارتِ حرب پر رہا، اور اپنا کام کر کے عراق چلا گیا، غسان بن عباد کی طاقت و شوکت اور بشر بن داؤد کی خود سپردگی پر ایک شاعر نے کہلے ہے:۔
 سیفِ غسان روفقِ الحرب و سهامِ العتوف فی طبیئہ
 غسان کی تلوار میدانِ جنگ کی روفق ہے، اور اس کی دو طرفہ دھار میں موت کا زہر ہے:

فما ذا جزّوا الی بلد السند فالقی المقاد بشرًا الیہ
 غسان کیا سا مان جنگ اور فوج لے کر سندھ پہنچا کہ بشر نے اس کے سامنے
 اپنی طاقت اور فوج وغیرہ ڈال دی:

مقسما لا یعود صاحبٌ لله مصیلاً، ومارمی جمرتیہ
 بشر نے قسم کھائی کہ جب تک حج اور رمی جمرات کا سلسلہ جاری رہے گا وہ
 بغاوت کا ارتکاب نہیں کرے گا،

غاد الخلع الملوک و یعتا ل جنوداً تاوی الی ذرفینہ
 اس واقعہ کے بعد سرکشی ننگوں ہو گئی اور غسان نے خفیہ طور سے زبردست
 فوج بھیجی، (۶)

غسان بن عباد اس کے بعد سہلی بن حسن کی طرف سے خراسان کی حکومت
 پر گیا، اور ۲۱۸ھ میں خلیفہ معتمد نے اس کو جزیرہ، قنسرین اور عوامہ کی امارت
 دی،

غسان کا طبیبِ خاص | ابراہیم بن فرارون بغداد کے نامی اطباء و حکماء
 میں سے تھا، اور غسان کے دربار سے متعلق سخاؤہ
 جہاں امیر بن کر جاتا تھا ابراہیم طبیب بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا وہ غسان کا
 لہ تاریخ طبری -

طیب خاص تھا، چنانچہ جب وہ سندھ کا امیر بنا تو ابراہیم طیب بھی یہاں آیا
 سندھی مور ابراہیم طیب بیان ہے کہ غسان سندھ میں آنے کے بعد نو روز سے
 کا گوشت | مہرجان تک تقریباً ساڑھے تین ماہ باسی اور ٹھنڈے گوشت
 کی تمنا کرتا رہا، مگر ایک بوٹی بھی نہ کھا سکا، وجہ یہ تھی کہ ہم لوگ گوشت پکاتے تھے
 مگر ٹھنڈا ہونے کے بعد فوراً بگڑ جاتا تھا اور پھینکنا پڑتا تھا، البتہ مور کا
 گوشت جس قدر لذیذ اور مزیدار سندھ میں ہوتا ہے، کہیں نہیں ہوتا، میں نے
 قیام سندھ کے زمانہ میں مور کا گوشت خوب کھایا، اور سندھی مور کے گوشت
 سے زیادہ لذیذ گوشت، کہیں نہیں پایا،

سندھ کی ایک عجیب | ابراہیم بن فزارون نے سندھ میں ایک خاص قسم
 وغریب مچھلی، کی مچھلی کھانے کا تذکرہ لذت لے لے کر کیا ہے،

وہ کہتا ہے کہ لوگوں نے غسان بن عباد سے بیان کیا کہ دریائے سندھ میں ایک
 مچھلی بزغالہ (بکری کے بچے) کے مانند ہوتی ہے، وہ سر سے دم تک ٹھی سے
 لپ دی جاتی ہے، پھر راستہ میں لے کر آگ میں بھونی جاتی ہے، اس کے بعد
 اس طرح احتیاط سے کھائی جاتی ہے کہ ریڑھ کے کانے نہ لٹیں، پھر اس
 ڈھانچہ کو پانی میں ڈال دیا جاتا ہے تو کچھ دنوں کے بعد وہ مچھلی زندہ ہو جاتی ہے
 اور اس پر گوشت پوست آجاتا ہے، جب غسان نے یہ بات سنی تو تجربہ کے
 اپنے صحن میں ایک حوض بنا کر اس میں یہ مچھلی رکھی اور روزانہ اس حوض سے
 یہ مچھلیاں پکڑ کر آ جاتی تھیں اور ہم لوگ اسی ترکیب سے ان پر مٹی لگاتے اور
 بھون کر کھاتے تھے، تجربہ کے لئے بعض مچھلیوں کی ریڑھ توڑ دیتے تھے تو وہ
 پانی میں مرجاتی تھی، اور جس کی ریڑھ نہیں توڑتے وہ پانی میں کچھ دنوں کے
 بعد زندہ ہو جاتی تھی، البتہ اس مچھلی کا رنگ پہلے سیاہ ہوتا تھا اور دوبارہ زندہ

ہونے کے بعد اس کی سیاہی مائل بہ سفیدی ہو جاتی تھی۔
 موسیٰ بن یحییٰ برمکی کی امارت | معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۱۳ھ میں مامون نے
 اور راجہ پال سے جنگ | غسان بن عباد کے ساتھ موسیٰ بن یحییٰ بن
 خالد بن برمک کو یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ یہ امیر البلد ہوگا، چنانچہ غسان نے موسیٰ کو
 ملکی انتظامات پر رکھ کر خود بشر کی طرف توجہ کی، اور جب غسان ۲۱۶ھ میں عراق
 گیا تو موسیٰ سندھ کا امیر مطلق ہوا، اس کے زمانہ میں ایک راجہ نے سرکشی کی
 جس سے جنگ ہوئی،

صورت یہ ہوئی کہ جن دنوں غسان بن عباد اور بشر بن یزید کے معاملات
 چل رہے تھے، سندھ اور مکران کے مشرقی علاقہ کے پال نامی ایک راجہ نے
 غسان پر چڑھائی کر دی۔ راجہ پال نے غسان کو لکھا کہ دوسرے راجوں کی طرح
 وہ بھی اس کے لشکر میں حاضر ہو، مگر غسان نے صاف انکار کر دیا اس وقت بات
 ختم ہو گئی، مگر جب غسان یہاں سے عراق چلا گیا اور موسیٰ یہاں کا امیر ہوا
 تو اس نے راجہ پال کو گرفتار کیا، راجہ نے پانچ لاکھ درہم کے عوض اپنی جان
 بخشی کرانی چاہی مگر موسیٰ نے اس کو بیعت کے گھاٹ اتار دیا جس دنوں غسان
 اپنے حریف بشر سے نبرد آزما تھا راجہ پال کا اس کو اپنے یہاں طلب کرنا کسی
 سازش کے ماتحت تھا، غالباً راجہ پال نے بشر بن داؤد کو اندر اندر شدہ دیکر
 غسان کو اس کی تادیب سے روکنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا، مگر غسان
 اس کی چال کو سمجھ گیا اور اس وقت اس سے الجھنا خلاف مصلحت جانا مگر
 بعد میں موسیٰ بن یحییٰ نے مسلمانوں کے اندرونی معاملات میں دخل دینے اور
 ان کے باغی کی خفیہ مدد کرنے کی سزا میں راجہ پال کو قتل کر دیا، اس نے

۱۵ تاریخ احکام قفلی ص ۵۰ و طبقات الاطبار ج ۱ ص ۱۰۱ ابن اصبیح ۲ فتوح البلدان ص ۲۲۲

اپنے جرم کو پانچ لاکھ درہم میں خریدنا چاہا مگر موسیٰ نے اسے منظور نہیں کیا،
 موسیٰ بن یحییٰ کے دیگر | موسیٰ بن یحییٰ برمکی ۲۱۳ھ سے ۲۲۱ھ تک سندھ کا
 کام اور موت | امیر رہا اس درمیان میں معتصم باللہ ۲۱۵ھ تا ۲۲۶ھ

کا دور خلافت آیا، موسیٰ کی امارت کے آخری تین چار سال معتصم کی خلافت
 میں گزرے مگر دوسرے امرائے سندھ کی طرح
 اس کی خدمات اور کارناموں کی تفصیل کتابوں

میں نہیں ملتی ہے البتہ راجہ پال کے واقعہ کے بعد بلاذری نے لکھا ہے۔
 و اثر موسیٰ اثراً حسناً، ومات | موسیٰ نے قلدلی تحسین کا نامہ تھام
 سنة احدى وعشرين، و | نیا، اور ۲۲۱ھ میں فوت ہوا، اور
 استخلف ابنہ عمران بن موسیٰ۔ | اپنے بیٹے عمران کو جانشین بنایا،

یعقوبی نے موسیٰ بن یحییٰ کی امارت و خدمت اور سندھ میں آٹھ نو سالہ قیام کو
 صرف ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

وولى البلد موسیٰ بن یحییٰ | موسیٰ بن یحییٰ شہر منصورہ کا امیر ہوا
 فلم یزل موسیٰ فی البلد | اور مرتے دم تک اسی عہدہ پر رہا
 حتی مات فصار ابنہ | اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا
 عمران بن موسیٰ مکاتہ | عمران اس کا جانشین ہوا،

موسیٰ بن یحییٰ برمکی کے آثار و خدمات کی تفصیلات کتابوں میں نہیں ہیں
 البتہ اس پرفتن دور میں اس نے نیک نامی کے ساتھ کامیاب حکومت کی،
 مامونی دور میں سنجان (گجرات) | معلوم ہو چکا ہے کہ ہندوستان کے میدانی
 میں دولت مہانہ کا قیام | سندھ کی ڈاکو بنیادوں بصرہ سے لے کر سندھ

مکران کے سوا حل تک تفریقی کرتے تھے اور گجرات اور سوراشران کے خاص گڑھ تھے، ان بحری ڈاکوؤں کی وجہ سے عباسی خلفاء نے امارت بحر بصرہ کے نام سے مستقل امارت قائم کر کے بحری امرار و قواد مقرر کئے جو بصرہ اور ہندوستان کے درمیان ان ڈاکوؤں کی سرکوبی کرتے تھے، چنانچہ گندھارا، بھاڑ بھوت اور سوراشر میں متعدد بار فوجی مہمات آئیں اور فتوحات حاصل ہوئیں، پھر بھی گجرات و سوراشر کے قزاق فتنہ و فساد میں سرگرم رہا کرتے تھے۔ اور چونکہ سندھ اور مکران کے حالات مقامی عربوں کی شورش اور قبائلی عصبیت کی وجہ سے ہر وقت غیر یقینی اور پریشان کن رہا کرتے تھے اس لئے یہاں کے امرار کو ان سمندری ڈاکوؤں کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا حتیٰ کہ مامون کے دور میں سندھ اور مکران کی حدود سے دور ہندوستان کے علاقہ گجرات میں بنو سامہ کے آزاد کردہ غلام فضل بن ماہان نے شہر سندان (سنجان بمبئی) پر قبضہ کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کر لی اور عباسی خلفاء سے رابطہ قائم کر کے ان کے نام کا خطبہ پڑھا اور ان کی خدمت میں ہدیہ اور تحفہ روانہ کیا، چونکہ یہ علاقہ پہلے سے خلافت عباسیہ کے قبضہ میں نہیں تھا بلکہ راجہ بلہا کی مملکت میں واقع تھا اس لئے یہاں خود مختار حکومت کا قیام عباسی خلفاء کے نزدیک غیر مناسب اقدام نہیں تھا۔ فضل بن ماہان نے مامونی عہد میں سنجان کی یہ خود مختار حکومت قائم کی اور اسی عہد میں اس کے انتقال پر اس کا لڑکا محمد بن فضل بن ماہان حاکم ہوا،

اس نے بحری بیڑہ تیار کر کے سمندری ڈاکوؤں سے جنگ کے بعد سوراشر کے پانی تھانہ پر قبضہ کیا اور جب غزوات و فتوحات سے واپس ہوا تو دیکھا کہ اس کا بھائی ماہان بن فضل بن ماہان سندان پر قابض ہے، اس کے بعد دونوں بھائیوں میں ۲۲ھ سے پہلے جنگ ہوئی جس میں محمد بن فضل بن ماہان مارا گیا اور اس کے بھائی ماہان بن فضل نے سندان پر قبضہ کر کے خلیفہ معتمد سے خط و کتابت کی اور اس کے پاس ہدیہ بھیجا، دونوں بھائیوں کی جنگ میں مقامی ہندو محمد بن فضل کے طرفدار تھے، اس لئے انھوں نے بعد میں ماہان بن فضل کو سولی دے دی اور سندان پر قبضہ کر کے یہاں کی مسجد مسلمانوں کے لئے چھوڑ دی تاکہ وہ اس میں نماز پڑھیں اور اپنے خلیفہ کے لئے دعا کریں، راجہ اگر اس حکومت کی ابتداء ۱۹۸ھ میں اور انتہاء ۲۲۴ھ میں مانی جائے تو اس کی کل مدت ۲۸ یا ۲۹ سال ہوتی ہے، دولت ماہانہ سنجان کی تفصیل ہماری کتاب "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں موجود ہے، ہندوستان کے اسلامی مقبوضہ میں عرب قبائل نے بارہا قبضہ و غلبہ کی کوششیں کی اور ان کو ناکام ہونا پڑا، اور خلافت کی طرف سے ان کی سرکوبی ہوئی مگر دولت ماہانہ دوسرے علاقہ میں قائم ہوئی اور اسے خلافت کی خوشنودی حاصل ہوئی، اگر برادر کشی میں اس کا خاتمہ نہ ہوا ہوتا تو آگے چل کر جنوبی ہند میں اس سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچتا،

سنجان کی برادرانہ جنگ میں
خلافت کی فوجی مداخلت

بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن

فضل اور اس کے بھائی ماہان بن فضل کی

برادرانہ جنگ ۲۲۲ھ سے پہلے ہوئی تھی اور خلیفہ مامون کی فوجوں نے اس

۱۹ فتوح البلدان ص ۲۳۳ و ص ۲۳۴

جنگ میں محمد بن فضل کا ساتھ دیکر کشت و خون میں حصہ لیا تھا جس سے صورت
 حال نہایت خطرناک ہو گئی تھی، وزیر حسن بن سہل کے میرنشیوں کا بیان ہے کہ
 ایک مرتبہ مامون کی فوج میں ایک رقعہ ملا جس میں دو اشعار درج تھے، اس کو
 مجاشع بن سعد نے دیکھ کر کہا کہ یہ اشعار میرے دوست ابو العتاہیہ کے
 ہیں اور ان کا تعلق مجھ سے نہیں بلکہ فضل بن سہل (متوفی ۲۰۲ھ) سے ہے،
 چنانچہ سپاہی اس کاغذ کو فضل بن سہل کے پاس لے گئے، اس نے پڑھ کر
 کہا کہ میں ان اشعار کا مطلب نہ سمجھ سکا، جب اس کی خبر خلیفہ مامون کو ہوئی
 تو اس نے کہا کہ رقعہ میرے پاس لاؤ، میں اس کو دیکھ کر پہچان لوں گا، اس
 میں یہ اشعار تھے،

ماعلی ذالافتراقنا بسندان وما هكذا عهدنا للإخاء

ہم نے کس بات پر سندان میں باہمی اختلاف کیا، ہم نے ایسی بھائی بندی نہیں
 دیکھی تھی،

تضرب الناس بامھند البیض علی غد رھم وتشی الوفاء

تم ان لوگوں کو بے وفائی پر حکمتی ہوئی ہندی تلوار سے مار رہے ہو، اور ان کی
 وفاداری کو بھول رہے ہو؟

خلیفہ مامون کی فوج میں ابو العتاہیہ کے ان اشعار کا مجھول انداز میں
 لانا، اور سرکاری افسر اور وزیر حتیٰ کہ خلیفہ تک ان کا پہونچنا بتا رہا ہے کہ یہ
 فوجی اقدام بہت سخت تھا،

نیرسندان کی اس برادرانہ جنگ کی شدت و شہرت کا اندازہ اس سے ہوتا
 ہے کہ اس زمانہ میں "ایام سندان" (سندان کی جنگ) میں شرکت بہادری

کی علامت سمجھی جاتی تھی اور لوگ اسے اپنا کارنامہ سمجھتے تھے، چنانچہ آل مہلب کے ایک غلام خالد بن یزید نے جو بہت مالدار اور ساتھ ہی بہت بخیل تھا اس نے وقت اپنے لڑکے سے کہا تھا،

لے تشهدنی و کر دو یہ افسوس کہ تم نے مجھ کو اور کر دو یہ
الاقطع أيام سندان اقطع کو سندان کی جنگ میں نہیں بچھا
ولا شهدتنی فی فتنہ سرنڈیپ اور نہ تم نے مجھے سر سرنڈیپ کے فتنہ
ولا سراً یتنی حرباً ملتان لہ میں دیکھا اور نہ ہی تم نے مجھے ملتان
کی جنگ میں دیکھا،

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن یزید مولیٰ آل مہلب ملتان،

سندان اور سر سرنڈیپ میں رہ چکا تھا، اور وہ عباسی دور میں ہندوستان کے معرکوں میں شریک ہوتا تھا،

راجہ رتبیل کا قبولِ اسلام | ہندوستان سے متصل علاقہ ہامیان
اس زمانہ میں ہندوستان میں شمار ہوا

تھا، وہاں کے راجہ رتبیل، کے خاندانی لقب سے مشہور تھے، مامون کے زمانہ میں رتبیل نے اسلام قبول کر کے مامون کی خدمت میں تازہ ہلیڈ کا بلی کاہن بھیجا، بلاذری نے لکھا ہے کہ مہدی اور رشید کے امراء ہجستان کے راجگان رتبیل سے ان کی حیثیت کے مطابق جزیہ وصول کیا کرتے تھے جس زمانہ میں خلیفہ مامون خراسان میں تھا یہ رقم چند در چند مقدار میں آئی، اور وہاں کا راجہ مسلمان ہو کر اطاعت گزار ہوا،

۱۶ کتاب الخوار جا حظ ص ۴۷

واظہر ملکھا الاسلام
 والطاعة وادخلھا
 عاملہ واتصل ایھا البرید
 فبعث الیہ منها باھلیج
 غرض، ثمر استقامت
 بعد ذلک حینارے

بامیان کے راجہ نے اسلام اور اطاعت
 کا مظاہرہ کر کے بامیان میں خلیفہ
 مامون کے عامل کو بلایا اور وہاں سے
 ڈاک کا سلسلہ جاری ہوا، اور راجہ
 نے مامون کے پاس تازہ ہلیج بھیجا۔
 اس کے بعد ایک زمانہ تک وہاں کے
 حالات درست رہے،

بامیان کے راجگان تمہیں سے مسلمانوں کے تعلقات اموی دور سے تھے،
 اور وہ مسلمانوں سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے،

ثبت کے راجہ کا اسلام اور کعبہ
 کے لئے گراں قدر نذرانہ
 نیز مامون کے زمانہ میں سندھ کے اوپر
 ثبت کے علاقہ کے ایک راجہ نے اسلام

قبول کیا، اور بیت اللہ کے لئے گراں قدر نذرانہ بھیج کر اسلام سے عقیدت ظاہر
 کی، امام ازرقی نے اخبار کہ میں سعید بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ ثبت کا ایک
 راجہ مسلمان ہوا، اس کے پاس سونے کا ایک بت انسانی شکل کا تھا، اس کے
 سر پر سونے کا تاج تھا جس میں جواہر، یاقوت سرخ، یاقوت سبز، اور زبرجد
 کے جڑاؤ تھے، یہ بت ایک تخت پر رکھا ہوا تھا جس کے پائے سونے چاندی کے
 تھے، اس پر دیبا کا فرش تھا جس کی جھالیں سنہری اور روئی سہلی تھیں، راجہ نے بعد
 میں بت اور اس کے تخت کو مامون کے پاس خر اسان بھیجا اور کہلایا کہ یہ کعبہ
 کے لئے نذر ہے مامون نے اسے اپنے وزیر حسن بن سہل کے پاس بھیج دیا اور
 اس کو ۲۰۰۰۰ میں بلخ کے ایک فوجی افسر نصیر بن ابراہیم انجی کے ذریعہ مکہ مکرمہ

لہ فتوح البلدان ص ۳۹۳،

مذاہمت عباسیہ اور ہندوستان

بھیج دیا گیا اور حج کے موقع پر اسلامی شان و شوکت کے اظہار کی غرض سے اس کی نمائش ہوئی، جب تجاج بنی سے واپس ہوئے تو نصیر بن ابراہیم ابھی نے صفا اور مروہ کے درمیان رجبہ عمر بن خطاب میں اس تخت پر فرش بچھا کر بت کو رکھا، جو مین دن تک پڑا رہا اور نصیر بن ابراہیم کا بھانجا محمد بن سعید اس کی نگرانی کرتا تھا، اس کے ہاتھ میں چاندی کی تختی تھی جس پر لکھا ہوا تھا:-
 بسم الله الرحمن الرحيم، هذا سرير فلان بن فلان ملك التبت، اسلم و بعث هذا السرير هديته الى الكعبة فاحمد والله الذي هداه للاسلام۔

اور محمد بن سعید اس تخت پر بیٹھ کر صبح و شام لوگوں کو یہی سناتا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا تھا جس نے تبت کے راجہ کو اسلام کی توفیق بخشی، راجہ رہی بنگال کا خط اور مامون کے زمانہ میں بنگال کے راجہ رہی نے ہدیہ مامون کے نام اس کو بھجوا دیا تھا، پھر بھیج کر خط و کتابت کی اور اس کی جو شنودی حاصل کی، قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر والتحف میں اس کی تفصیلات یوں بیان کی ہیں کہ ہندوستان (بنگال) کے راجہ رہی نے خلیفہ مامون کی خدمت میں یہ خط اور اس کے ساتھ گراں قدر تحائف بھیجے،

بسم الله الرحمن الرحيم

ہندوستان کے راجہ رہی کی طرف سے جو مشرق کا زبردست حکمران ہے اس کے پاس سونے کا محل، یا قوت کے ستون اور موتیوں کے فرش ہیں، اس کا محل ایسے تروتازہ عود سے بنایا گیا ہے جس پر مہر کی جاتی ہے تو وہ موم کی طرح نقش قبول کر لیتا ہے، اس کے محل کی خوشبو

لہذا اخبار مکہ ازرقی ج ۱ ص ۱۶۲۔

ہیں فرسنگ سے محسوس ہوتی ہے، اس کے خزانے میں جواہر کے ہزاروں تاج ہیں جو اس کے خاندان کے ہزاروں بادشاہوں کے ہیں، سب سے بڑے بہت کا بچاری اس کے سامنے سجدہ کرتا ہے، اس بت کا وزن ایک لاکھ شقال سونے کے برابر ہے، اس میں ایک ہزار یا قوت سرخ اور موتی جڑے ہوئے ہیں، اور جب وہ خیر و برکت کے دن سوار ہو کر نکلتا ہے تو اس کے سر بھتان احمد جلو میں ایک ہزار دستے ہوتے ہیں جن کی سواری کے جانور موتیوں سے سجے ہوتے ہیں اور ہر سواری کے جلو میں ایک ہزار گھڑ سوار ریشم اور سونے سے مرقع و مزین ہوتے ہیں، اس کے اصطلبل میں ایک ہزار سفید ہاتھی ہیں جن کے چھلے سونے کی رستیوں کے ہیں، وہ جواہر کی رکابیوں میں موتیوں کے دسترخوان پر کھانا کھاتا ہے، وہ اس بات سے شرم و حیا کرتا ہے کہ اللہ رعایا کے معاملہ میں اس کو خائن دیکھے اور اس کو اہل مملکت کی امانت و ریاست دینے کے بعد نااہل پائے،

اس کے بعد لے بھائی! ہم بھی اس بات سے واقف ہیں کہ ہم نے اوپر اپنی جو تعریف و توصیف کی ہے وہ ذرا اہل ہونے والی اور بے سود ہے، ہمیں چاہئے تھا کہ اس خط کو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتے، مگر ہم عبادت اور دعا کے علاوہ اس کے ذکر سے خط وغیرہ کی ابتداء کرنے کو بہت بڑی جسارت سمجھتے ہیں، اس لئے ہم نے اس کے نام سے یہ خط شروع نہیں کیا، ہمارے پاس آپ کی علمی برتری کی خبریں آتی رہتی ہیں، آپ جیسے کسی دوسرے حکمران میں ہم نے یہ علمی فضیلت نہیں پائی، ہم بھی دوستی اور تعلق میں آپ کے شریک ہیں، اور ہم نے اپنی طرف سے

خط و کتابت اور استفادہ کا دروازہ اس طرح کھولا ہے کہ ہم ایک کتاب کا ترجمہ بنام "صفوة الاذہان" آپ کی خدمت میں بھیج رہے ہیں، اس کتاب کو دیکھ کر معلوم ہو جائے گا کہ اس کا یہ نام بالکل صحیح اور بر محل ہے، اس کے علاوہ اور بھی عمدہ عمدہ چیزیں جو ہم کو مناسب اور بہتر نظر آئیں آپ کی خدمت میں روانہ کر رہے ہیں، یہ چیزیں اگرچہ آپ کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بہت معمولی ہیں، مگر بسے سبائی! ان کے قبول کرنے اور تقصیر کی مغرت قبول کرنے کے ہم امیدوار ہیں۔

یہ خط کا ذی نامی درخت کی چھال پر لکھا ہوا تھا، جو ہندوستان میں اگتا ہے اس کی چھال کا غڈ سے بہتر ہوتی ہے، اس کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے، یہ خط لاجوردی رنگ کی روشنائی سے لکھا گیا تھا، اور سونے کے پانی سے مزین تھا، راہزنے اس خط کے ساتھ مامون کی خدمت میں جو تحفے تحائف بھیجے تھے ان کی تفصیل یہ ہے،

(۱) یاقوت سرخ کا ایک جام جو ایک بالشت چوڑا، ایک انگل موٹا اور موٹیو سے بھرا ہوا تھا، ہر موٹی کا وزن ایک مثقال تھا اور کل موٹیوں کی تعداد ایک سو تھی،

(۲) ایک فرش ایسے سانپ کے پٹے کے جو طواری مہراج میں پایا جاتا ہے اور ہاتھی کو نگل جاتا ہے، اس فرش کی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اس پر بیٹھتا ہے اسے سہل کی بیماری کا خطرہ نہیں رہتا ہے، اور اگر سہل کا مریض سات دن تک اس پر بیٹھے تو اس کا مرض زائل ہو جاتا ہے،

(۳) چھینٹ کے پٹے، جن میں بہترین چھینٹ وہ تھی جس میں درہم کے برابر گول بوٹیاں تھیں اور ان کے پتے میں سفید زردوزی کا کام تھا اور موٹی

کے ہوئے تھے،

(۴) تین مصلے جن کے ساتھ گاؤں تکے بھی تھے، یہ گھاؤں تکے سمندل نامی پرند کے پیرے بنے ہوئے تھے، اس پر کی خصوصیت یہ ہے کہ آگ میں نہیں جلتے ہیں،
(۵) تازہ عود ایک لاکھ شقال جو اس قدر نرم تھی کہ اس پر ہر گمانی جاتی تھی تو نشان پڑ جاتا تھا،

(۶) تینتیس^{۳۳} سیر کا فور کی ڈلیاں، سر ڈلی پتہ کی وضع کی بادام سے بڑی تھی،
(۷) ایک سنڈھی نامی باندی جس کا قد بہت لمبا تھا، جب وہ چلتی تھی تو سر کے بال زمین پر گھسٹتے تھے، اس کے سر پر چار چوٹیاں تھیں، دو اوپر تاج کے مانند اور دو پیچھے کی جانب زمین تک لٹکتی تھیں، اس کی بھویں بھی لمبی تھیں
دانتوں کی سفیدی سے گویا بجلی چمکتی تھی، ل

مامون کا خط اور ہدیہ | راجہ رمھی کے خط اور تحائف کے جواب میں خلیفہ
راجہ رمھی کے نام | مامون نے بھی خط اور ہدیہ بھیجا، خط یہ ہے،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امیر المومنین عبداللہ مامون کی طرف سے جس کی ذات کو اور جس کے آباء و اجداد کو اللہ تعالیٰ نے اس کے چچا زاد بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور کتاب اللہ کی تصدیق کی وجہ سے عزت و شرافت بخشی ہے، ہندوستان کے راجہ رمھی کے نام جو ہندوستان اور مشرق کے راجوں میں سب سے بڑا ہے، تم پر امن و سلامتی ہو، میں تمہارے سامنے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جو وحدہ لا شریک ہے، اور اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل

۱۰ کتاب الذخائر والتحف صفحہ ۳۱ تا صفحہ ۲۵

فرمائے، تمہارا خط ملا، جن نعمتوں کا تم نے تذکرہ کیا ہے، میں ان سے بہت
 خوش ہوا، اور قبولیت کی جس نیت سے تم نے ہمیں ہدیہ و تحفہ بھیجا ہے۔
 اسی کے مطابق ہم نے قبول کیا، تم نے اچھی چیز سے رسم و راہ کی ابتدا کی
 ہے، اس لئے تم قابلِ تعریف ہو، اس کا شکر ادا کرنا اور اسے یاد رکھنا ہمارے
 لئے ضروری ہے، ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص ہماری شریعت کو قبول
 نہیں کرتا، اور اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہم اس کی تعظیم و تکریم
 کے لئے شرعی الفاظ و محاورات استعمال نہیں کرتے ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی
 تو ہم تمہاری تعظیم و تکریم میں کمی نہ کرتے، اور یہ غدر بیان کرنا بھی ہماری
 طرف سے تمہاری ایک قسم کی تعظیم ہے، تم اس کے مستحق ہو، ہم تمہارے
 پاس اپنی محبت کا ہدیہ بھیج رہے ہیں، جو دو دوستوں کے درمیان سب سے
 بڑا تحفہ ہے، ہم تمہارے پاس ایک کتاب عربی زبان سے ترجمہ کر کر بھیج رہے
 ہیں جس کا نام دیوان الالباب ولبستان نو اور المعقول ہے، اس کے مطالعہ
 کے بعد تم کو اس اہم نعمت کی قدر و قیمت معلوم ہوگی، نیز معلوم ہوگا کہ
 کتاب کا یہ نام بالکل بزمحل اور صحیح ہے، ہم نے محبت و تعلق کا سرنامہ
 عمدہ عمدہ چیزوں کا ہدیہ بتایا ہے جو ہمارے نزدیک تمہاری شان سے کم
 درجہ کی ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ اگر سلاطین اپنی اپنی حیثیت کے مطابق
 آپس میں تحفہ و ہدیہ کا معاملہ کریں تو اس کے لئے ان کے خزانے کافی
 نہیں ہوں گے، اس لئے یہ چیزیں اسی قدر ہدیہ میں دی جاتی ہیں
 جس سے باہمی تعلق اور جانسیں کا حسن نیت ظاہر ہو جائے، اور اللہ
 تعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔

مامون کا یہ خط ایک لمبے کاغذ پر دونوں طرف لکھا گیا تھا، اور اس کا

ایک انگل ملی تھا، اس کے ساتھ جو ہدیہ بھیجا گیا تھا اس کی تفصیل یہ ہے
 (۱) ایک گھوڑا مع سوار اور سامان سواری کے جو عقیق سے بنایا گیا تھا،
 ایک روایت کے مطابق یہ گھوڑا شہب شہری کا تھا،
 (۲) سیاہ و سپید مونگے کا ایک خوان (کھانے کی چوکی) جس کی زمین سفید
 تھی، اس میں سیاہ، سرخ، اور سبز رنگ کی دھاریاں تھیں، یہ خوان تین بالشت
 چوڑا اور دو انگل موٹا تھا، اس کے پائے سونے کے تھے، یہ بنو عباس کو مروان
 بن محمد اموی کے خزانہ سے ملا تھا،

(۳) کپڑوں کی پانچ قسمیں، ہر قسم میں مندرجہ ذیل سو سو تھکان تھے، مصر کے
 سفید کپڑے، سوس کے ریشمی کپڑے اور اسکندر یہ کی چھینٹیں، دیبا خراسانی،
 فرش فرمزی، فرش طبری، فرش سوسجری، جیرو کے ایک سوسجری گندے مع تکیوں
 کے اور سوس کے ریشمی فرش،

(۴) فرعونی شیشہ کا ایک جام، جو ایک انگل دبیر اور ڈیڑھ بالشت چوڑا تھا،
 بیچ میں ایک شیردانت نکالے ہوئے تھا، یہ جام بھی مروان بن محمد اموی کے
 خزانہ سے بنو عباس کو ملا تھا،

مامون اور بوران کے زفاف پر ایک راجہ کا تحفہ
 ۳۱۰ء میں خلیفہ مامون کے ساتھ اس کے وزیر حسن بن سہل کی بیٹی بوران کی تقریب
 زفاف بڑی دھوم دھام سے سنائی گئی اس موقع پر ہندوستان کے ایک
 راجہ نے حسن بن سہل کے پاس بہت سے قیمتی ہدایا روانہ کئے تھے جن میں اعلیٰ
 قسم کے عود کی ایک ٹوکری بھی تھی، اس کی تفصیل قاضی رشید بن زہیر نے
 کتاب الذخائر و التحف میں بیان کی ہے ۳۱۰ء

۳۱۰ء کتاب الذخائر و التحف صفحہ ۲۵ تا صفحہ ۲۶ ۳۱۰ء تا صفحہ ۲۵

مامون کو ہاتھی کا تحفہ

مامون کو ہندوستان کے ایک راجہ نے ہاتھی

کا ہدیہ دیا تھا جو قدر و قامت میں بہت بڑا تھا،

عہد معتمد میں بابک خرمی گرفتار کر کے اسی ہاتھی پر مقام قاطول سے سامرا تک

لایا گیا تھا، مسعودی نے مروج الذهب میں اس فیل اشہب کا ذکر کیا ہے،

احمد بن ابو نعیم بغدادی کی

سندہ میں نظر بندی،

خليفة مامون نے اپنے مشہور درباری شاعر احمد

بن ابو نعیم بغدادی کو سندہ میں نظر بند کیا

تھا۔ ایک مرتبہ مامون نے ایک مرتبہ قاضی یحییٰ بن اکثم سے کہا یہ شعر کس کا ہے؟

وقاضٍ يرمى الحد في الزنا ولا يرمى علي من يلو ط من باس

قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا امیر المومنین! آپ کو معلوم نہیں یہ کس کا شعر ہے

مامون کے انکار پر بتایا کہ یہ کم بخت احمد بن ابو نعیم کا ہے جس نے یہ شعر بھی کہا،

لا احسب الجور ينقضى على الـ رمة والى من آل عباس

یہ سن کر مامون نے کہا اس کو شہر بدر کر کے سندہ بھیج دینا چاہئے،

(مروج الذهب ابن خلدون)

۲۲۱ھ میں موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برقی سندہ

عمران بن موسیٰ برقی کی امارت

میں فوت ہوا، اس نے انتقال کے وقت

اپنے بیٹے عمران بن موسیٰ برقی کو اپنا جانشین اور امیر بنایا، یہ خلیفہ معتمد

بالتدریج (۲۲۴ھ تا ۲۲۷ھ) کا دور خلافت تھا، معتمد نے بھی عمران کو اپنی شرف سے

سندھ کی ولایت کا پروانہ دیا، بلاذری نے لکھا ہے:

ومات سنة احدى وعشرين موسى برقي سنة ۲۲۱ھ میں فوت ہوا،

واستخلف ابنه عمران بن موسى اس نے اپنے بیٹے عمران کو سندھ میں

۲۲۷ھ مروج الذهب ج ۴ ص ۱۵

فکتب الیہ امیر المؤمنین اپنا نائب مقرر کیا تھا جسے خلیفہ
 المعتصم بالله بولاية الثغراء نے معتمد نے بھی امارت کا پر وازہ لکھ کر دیا
 خلیفہ معتمد نے عمران بن موسیٰ کو یہاں کی امارت دے کر سالانہ ایک لاکھ
 درہم کا مطالبہ کیا جسے اس نے منظور کیا، ابن خرداد بہ نے اس کی تصریح کی ہے
 وكان عمروان بن موسى عمران بن موسى برکی نے ذمہ داری
 البرمکی ضمن السند علی لی کہ سندھ سے سرکاری اخراجات
 ان یحمل منها بعد نفقة کے بعد سالانہ ایک لاکھ درہم
 الف الف درہم۔ ۲ روانہ کرے گا،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مامون کے زمانہ سے سندھ سے سالانہ ایک لاکھ درہم
 پر اکتفا معمول بن گیا تھا اور آخر تک اسی پر عمل رہا، یعقوبی نے بھی موسیٰ بن
 یحییٰ کے سندھ میں فوت ہونے اور عمران بن موسیٰ کی جانشینی کو بیان کیا ہے،
 بلاذری نے معتمد کے زمانہ میں غیبہ بن اسحاق نسبی کی امارت کا تذکرہ کیا ہے
 جب کہ دوسرے مؤرخوں نے خلیفہ موثق کے زمانہ میں اس کو یہاں کا امیر بتایا
 ہے، ہو سکتا ہے کہ معتمد کے زمانہ میں عمران بن موسیٰ مستقل امیر اور غیبہ
 بن اسحاق امیر پلدر رہا ہو۔

عمران بن موسیٰ نے اپنی امارت میں متعدد کارنامے انجام دیے، قیقان
 کے جاٹوں کو زیر کیا، بیضاں نامی شہر آباد کیا، قندابیل سے دوسروں کا غلبہ
 ختم کیا، بحری ڈاکوؤں سے جنگ کر کے ان کا صفایا کیا مگر افسوس کہ آخر میں
 پھر وہی یمانیوں اور زرار یوں کی قبائلی عصیت ابھر آئی اور اسی میں عمران کی
 جان گئی، اس کے بعد سندھ اور مکران میں عباسی خلافت کی طاقت کمزور

۱۰ فتوح البلدان ص ۴۲، ۲۱ المسالک و الممالک ص ۵۵،

پڑ گئی اور جگہ جگہ خود مختار حکومتیں قائم ہونے لگیں،

قیقان کے جاٹوں | معلوم ہو چکا ہے کہ خلیفہ مہدی کے ابتدائی دور میں
سے جنگ اور فتح، سندھ کے جاٹوں نے شورش برپا کی اور جگہ جگہ

فتنہ و فساد برپا کر کے امن و امان کو درہم برہم کیا، متعدد امرار آئے گئے اور
سندھ بصرہ کے ماتحت ہوا مگر یہ جاٹ قابو میں نہ آسکے حتیٰ کہ لیث بن طریق نے
اکران کو بزور شمشیر زیر کیا، اور کچھ دنوں تک ان کی طرف سے اطمینان رہا، مگر وہ
اندر اندر اپنا کام کرتے رہے یہاں تک کہ معتمد کے زمانہ میں انھوں نے قیقان
کے حدود میں اچھی خاصی طاقت جمع کر لی اور پھر وہی قدیم روش اختیار کر کے لوٹ
پار اور قتل و غارتگری شروع کر دی اس وقت عمران نے منصورہ سے فوجی تیاری
کی، اور قیقان جا کر ان کا قلع قمع کیا، بلاذری کا بیان ہے:

فخرج الی القیقان، وہم
نراط، فقاتلہم فغلبہم۔
عمران نے قیقان کے جاٹوں پر فوج
کشی کر کے ان سے جنگ کی اور ان کو
منعوب کیا،

جاٹوں کی تادیب کے سلسلہ میں صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے،

قیقان، قندابیل اور طوران کے علاقے دارالامارہ
شہر بیضاہ کی تعمیر | منصورہ سے کافی دور شمال میں واقع تھے، جہاں

شورش پسندوں اور فتنہ پروروں کی طاقت رہ رہ کر ابھرتی تھی، خوارج، زیود، متغلبین
جاٹ اور میدان دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں پناہ لیا کرتے تھے، اس لئے
ان حدود میں ایک ایسے مرکز کی ضرورت تھی جہاں فوجیں اور دیگر سرکاری لوازم
ہر وقت موجود رہیں تاکہ بوقت ضرورت حالات پر قابو پایا جاسکے، اسی خیال
سے عمران نے قیقان کے جاٹوں کی تنبیہ و تادیب کے بعد بیضاہ نامی ایک شہر کیا

کیا، بلاذری نے فتح قیقان کے بعد اسی کا تذکرہ کیا ہے :

وبنی مدینة
ساها البيضاء واسكنها
الجنود
بسايا،

اس نئے شہر میں فوجوں کو آباد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعمیر کا اصل مقصد اطراف و جوارب کی شورش پر قابو پانا تھا اور یہ شہر فوجی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا، جہاں سے بوقت ضرورت قیقان اور قندابل وغیرہ میں فوجی کارروائی کی جاتی تھی،

عباسی دور میں ہندوستان میں یہ پہلا شہر ہے جو خلیفہ معتمد کے زمانہ میں تعمیر کیا گیا، یہاں یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ خلیفہ معتمد شہروں کی تعمیرات کا شدید اہل تھا، اور کہا کرتا تھا کہ اس میں بہت سی خوبیاں ہیں، اس سے زمین کی آبادی اور رونق ہے جس سے ایک عالم بہرہ مند ہوتا ہے، خرچ و خرید کی آمدنی بڑھتی ہے، مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے، جانوروں کی پرورش ہوتی ہے، اشیاء کی قیمتیں ارزاں ہوتی ہیں اور معاش و معیشت کی کثرت ہوتی ہے، اپنے وزیر محمد بن عبد الملک سے کہا کرتا تھا کہ جب تم کو کوئی ایسا موقع ہاتھ آئے کہ اس میں دس درہم خرچ کرو، اور ایک سال کے بعد اس سے گیارہ درہم کی آمدنی ہو تو اس کے بارے میں مجھ سے مشورہ اور اجازت نہ لو، بلکہ اسے کر ڈالو، اسی لئے معتمد کے دور خلافت میں شہروں کی آبادی کی طرف بہت زیادہ توجہ کی گئی، نئے شہر بسائے گئے اور پرانے شہروں کی مرمت و توسیع ہوئی، اسی ضمن میں ہندوستان میں ایک شہر بسایا گیا،

۱ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۵۵، ۵۶، مروج الذهب ج ۳ ص ۵۶،

دیسلم میں جیل خانہ کی تعمیر اور شہر کی مرمت

معتصمی دور کی تعمیرات کے سلسلے میں شہر دیسلم کی مرمت اور وہاں جیل خانہ کی تعمیر بھی قابل ذکر ہے

معلوم ہو چکا ہے کہ اموی دور میں محمد بن قاسم نے دیسلم کو سخت مقابلہ کے بعد فتح کر کے یہاں عظیم الشان اور قدیم بت خانہ کا پینارہ عروس نامی منجیق سے توڑا تھا اور شہر پناہ پر سیڑھی لگا کر شہر کے اندر اسلامی فوج داخل ہوئی تھی، بعد میں محمد بن قاسم نے یہاں چار ہزار مسلمانوں کو آباد کر کے مسجد تعمیر کی، یہاں کے بت خانہ کا پینارہ اتنا لمبا چوڑا تھا کہ عباسی دور میں اسی میں جیل خانہ بنایا گیا اور اس کے ٹوٹے ہوئے پتھروں سے شہر دیسلم کی مرمت کا کام شروع ہوا، بلاذری نے منصور بن حاتم نحوی کا مشاہداتی بیان نقل کیا ہے کہ معتصم کے زمانہ میں عنیسہ بن اسحاق ضبئی سندھ کا حاکم تھا، اس نے بت خانہ کے پینارہ کا بالائی حصہ گرا کر اس میں جیل خانہ بنوایا اور پینارہ کے گرے ہوئے پتھروں سے شہر دیسلم کی مرمت شروع کی مگر درمیان ہی میں معزول کر دیا گیا۔ قنذابیل کے متغلب محمد بن خلیل | قیقان کے جاٹوں کی سرکوبی کے بعد سے جنگ اور اس کی گرفتاری

دوسرے مرکزی شہر قنذابیل کا رخ کیا جو ایک پہاڑی مقام ہونے کی وجہ سے دشوار گزار اور محفوظ شہر تھا، یہ شہر خلافت راشدہ ہی میں مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا مگر شورش پسند عربوں نے بار بار اس پر قبضہ کر کے اپنی شخصی حکومت قائم کی اور ان سے نبٹنا پڑا،

مامون کے زمانہ میں بشر بن داؤد اور اس کے چچا زاد بھائی ابراہیم بن عبداللہ کے استیلاء و غلبہ سے نجات مل گئی تھی مگر اندر اندر عرب قبائل

کے اعیان اپنا کام کر رہے تھے، اور یہاں موقع پاتے کوئی اہم مقام اپنے قبضہ میں لے لیتے تھے، چنانچہ معتمد کے زمانہ میں مکران و طوران کے پہاڑی علاقہ کے مرکزی شہر قندابیل پر ایک عرب سردار محمد بن خلیل نے اپنے چند ساتھیوں کو لے کر غلبہ حاصل کر لیا تھا، عمران بن موسیٰ نے قیقان کے جاٹوں کو زیر کر کے شہر بیضا کو اس علاقہ کی فوجی چھاؤنی بنایا، اس کے بعد دارالامارہ منصورہ آیا، اور یہاں سے پوری تیاری کر کے قندابیل پر فوج کشی کی اور جنگ کے بعد محمد بن خلیل اور اس کے آدمیوں کو گرفتار کر کے قصد ارپہونچایا، بلاذری کا بیان ہے :

شراقی المنصورة، وصار عمران منصورہ آکر وہاں سے قندابیل
منہالی قندابیل، وہی مدینہ گیا جو پہاڑی شہر ہے، اس پر محمد
علی جبل، و فیہا متغلب یقال بن خلیل غالب و قابض تھا، عمران
لہ محمد بن الخلیل فقاتلہ نے اس سے جنگ کر کے فتح پائی اور
و فتحها و حمل رؤسائها وہاں کے متغلب سرداروں کو گرفتار
الی قصدار۔ کر کے قصدار بھیجا،

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن خلیل نے قندابیل پر قبضہ کر کے اچھی خاصی فوجی طاقت بھی جمع کر لی تھی، اور اس کے ساتھ چند سرداران قبائل حکومت میں شریک تھے، اور محمد بن خلیل کے ساتھ انہوں نے بھی عمران بن موسیٰ سے مقابلہ کیا، اس لئے شکست کھانے کے بعد یہ سب قصدار میں قید کئے گئے،

سندری ڈاکوؤں سے پہلی جنگ اور بندگی تعمیر قیقان کے جاٹوں اور قندابیل کے متغلب

عربوں کی سرکوبی اور تادیب کے بعد عمران بن موسیٰ نے سمندری ڈاکوؤں کی طرف رخ کیا، جنہوں نے اس وقت اندرون ملک بڑی تباہی مچا رکھی تھی، نیز بصرہ اور ہندوستان کے درمیانی جزائر اور سواحل میں اپنی سرگرمی تیز کر دی تھی، چنانچہ بحر بصرہ کی امارت میں ۲۱۹ھ، ۲۲۵ھ میں تباہی مچائی، اور ان ڈاکوؤں سے جنگ کرنی پڑی، اسی سلسلہ میں امیر سندھ عمران نے بھی ان کے خلاف سخت اقدام کر کے تین ہزار ڈاکوؤں کو قتل کیا، اس کے بعد کچھ امن نصیب ہوا، بلاذری نے لکھا ہے:

بصرہ	بصرہ
بصرہ	بصرہ
بصرہ	بصرہ
بصرہ	بصرہ

غالباً یہ جنگ سوراشٹر کے کسی علاقہ میں ہوئی تھی، جہاں بصرہ کا گڑھ تھا، اور یہ بند جو ان کے نام سے باندھا گیا تھا، ان کی بلغارہ روکنے کے لئے تھا، جاٹوں کی شناخت کے لئے قیقان کے جاٹ اگرچہ خاموش ہو گئے تھے، مگر دوسرے علاقوں میں ان کی تخریبی سرگرمی برابر جاری تھیں، خاص طور سے سندھ کے صحرائی علاقوں میں انہوں نے بڑی اہمیت اور بے چینی پھیلا رکھی تھی، اس لئے عمران نے ان میں سے ہر ایک کی شناخت اور اس پر پابندی کا منصوبہ بنایا، اور دریائے اور کے کنارے زبردست فوجی پڑاؤ ڈال کر اس پاس کے جاٹوں کو بلایا اور ان کی شناخت کے لئے ان کے ہاتھوں پر مہر لگائی اور جزیرہ کی رقم وصول کی، نیز حکم دیا کہ جو جاٹ میرے دربار میں آئے اور مجھ سے ملاقات کرے، ضروری ہے کہ اپنی

ساتھ ایک کتا رکھتے ، — اس حکم کی وجہ سے اس زمانہ میں سندھ میں کتوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ ایک کتے کی قیمت پچاس درہم تک پہنچ گئی تھی۔

قدیم زمانہ سے سندھ کے راجوں مہاراجوں نے جاٹوں کے لئے ضروری قرار دیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ گتے رکھا کریں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے کے بعد مقامی لوگوں کو بلا کر یہاں کے عوام اور راجوں کے تعلقات کے بارے میں معلومات لیں تو انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہاں کے راجے جاٹوں کے لئے کتا ضروری قرار دیتے تھے، عمران نے اسی قدیم رسم کے مطابق یہ حکم دیا تھا، سمندری ڈاکوؤں سے عمران بن موسیٰ نے دریائے الرور کے آس پاس دوسری جنگ کے جاٹوں سے نہ جنگ کی، اور نہ ان کے ساتھ

سختی کا معاملہ کیا، بلکہ مردم شماری کی طرح ہر جاٹ کے ہاتھ پر نشان کے لئے مہر لگا دی، اس طرح کی بعض علامتیں ہمارے زمانہ میں بھی بعض قوموں اور جماعتوں میں رائج ہیں، جن کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں طبقہ سے ہیں، مثلاً مہاراشٹر اور کوکن کے دیہی اور پہاڑی علاقوں میں بعض نیم وحشی قسم کی قومیں ہیں جو گھونگر پہنتی ہیں اور ان کے جسم پر بعض خاص قسم کی علامتیں ہوتی ہیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں قوم سے ہیں، کتا ساتھ رکھنے کی رسم پرانے زمانہ سے چلی آرہی تھی، عمران کے اس نرم رویہ کی وجہ سے بہت سے جاٹ اسکی فوج میں شامل ہو گئے، اور عمران نے ان کی مدد سے مید (سمندری ڈاکوؤں) پر دوبارہ چڑھائی کی، بلاذری کا بیان ہے:

نفر غزالمید و معہ پھر عمران نے بحری ڈاکوؤں سے جنگ کی

لے فتوح البلد ان ص ۲۳۲،

وجوه النراط -

اس وقت اس کے ساتھ نامی گرامی
جاٹ تھے،

بالفاظ دیگر سمندری ڈاکوؤں سے لڑنے کے لئے جاٹوں کے بہادر اور
سردار عمران کی قیادت میں اسلامی فوج کے ساتھ نکلے، اور ہندوستان سے
اس بلا کے ٹالنے میں معاون بنے، چونکہ یہ ڈاکو بار بار سرکوبی کے باوجود اپنی
شرارت سے باز نہیں آتے تھے اور خشکی و تری میں بدامنی اور غارتگری جاری
رکھتے تھے، اس لئے عمران نے جاٹوں کی مدد سے ان کی جمعیت کو منتشر کرنے
کے لئے ایک ترکیب یہ کی کہ ان کی ساحلی بستیوں میں جن دریاؤں سے وہ
پانی پیتے تھے، ان میں سمندری پانی ملا دیا جس سے ان کا پانی کھاری اور ناقابل
استعمال ہو گیا اور جب وہ پریشان ہو گئے تو ان کو طاقت سے زیر کیا، بلاذری
نے لکھا ہے:

فحص من البحر نهراً،

واجراہ فی بطیحتہم،

حتی ملح ماؤہم وشن

الغاسرات علیہم -

عمران نے سمندر سے نہر نکال کر
بحری ڈاکوؤں کے میدانی علاقہ میں
جاری کی جس سے ان کے پینے کا پانی
کھاری ہو گیا، اور ان پر شدید حملے کئے

سمندر سے نہر کھودنے اور ڈاکوؤں کی ساحلی اور میدانی بستیوں تک اس
لانے میں اسلامی فوج کے ساتھ جاٹ بھی شریک تھے کیونکہ ان ڈاکوؤں کی

یلغار سے عام باشندے سخت پریشانی میں مبتلا تھے،

عربوں کی قبائلی جنگ میں | یہاں کے عربوں کی قبائلی عصبیت و شدت اور
عمران بن موسیٰ کا قتل، | ہر قبیلہ کی غلبہ و اقتدار کی کوشش مسلمانوں

اور خلافت کے حق میں سندھ و مکران کے جاٹوں اور ڈاکوؤں سے زیادہ

خطرناک اور مہلک تھی، اور یہ قبائلی اور نسلی فتنہ ہر عباسی خلیفہ کے زمانہ میں کسی نہ کسی رنگ میں کام کرتا رہا، چنانچہ اس وقت بھی یہ فتنہ زور پڑھا، ایک طرف عمران بن موسیٰ اسلامی فوج کے ساتھ یہاں کے جاٹوں کو لے کر شورش پسندوں اور فتنہ پروروں کا قلع قمع کر رہے تھے، دوسری طرف یہاں کے عربوں نے وہ شورش اور فساد برپا کیا کہ اپنے امیر کی جان لے کر ہندوستان پر قبضہ کی راہ ہموار کر لی،

صورت یہ ہوئی کہ اموی دور خلافت میں امیر سندھ حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ ایک شخص منذر بن زبیر قرظی صبار کی سندھ میں آیا، جس نے عباسی دور کی ابتدا میں یہاں سے قرظیسا جا کر خروج و بغاوت کا علم بلند کیا اور اس کی پاداش میں مارا گیا، اسی کے پوتے عمر بن العزیز بن منذر قرظی ہجری ۱۲۷ھ میں عمران کو قتل کر دیا، اس وقت سندھ کے یمانیوں اور نزاریوں میں شدید آویزش برپا ہوئی، عمر بن عبد العزیز جو بہت پہلے سے اقتدار کی کوشش کر رہا تھا اس میں نزاریہ کا طرندار تھا، اور امیر سندھ عمران بن موسیٰ برکتی جو نہ یمانی تھا نہ نزاری بلکہ ایرانی تھی تھا، یمانیوں کا ہمنوا تھا، اس لئے عمر بن عبد العزیز نے اس کو گھات میں پا کر قتل کر دیا، بلذری نے لکھا ہے:

نزاریہ اور یمانیہ کے درمیان قبائلی	شم و قعت العصبیة
عصبیت پیدا ہوئی جس میں عمران	بین النزاریة و
یمانہ کی طرف مائل تھا اس لئے	الیمانیة فمال عمران
عمر بن عبد العزیز ہجری ۱۲۷ھ میں فوج کشی	الی ایمانیتہ ، فسامر
کر کے اس کو قتل پا کر قتل	الیہ عمر بن عبد العزیز الہجری

خلافت عباسیہ اور ہندوستان

فقتلہ و هو غایرہ کردیا،

قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر والتحف میں تصریح کی ہے کہ
عمران بن موسیٰ برمکی کا قتل سندھ میں ذوالحجہ ۲۲۷ھ میں خلیفہ واثق کے دور میں
ہوا تھا، اس واقعہ سے تقریباً نو ماہ پہلے ربیع الاول ۲۲۷ھ میں معتمد کا
انتقال ہو چکا تھا،

اس کے بعد عمر بن عبد العزیز پیاری سا کمانہ شان و شوکت کا مالک بن کر
سندھ میں زاریوں کے نمائندہ کی حیثیت سے رعب و داب کی زندگی بسر کرنے
لگا، حتیٰ کہ اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر عباسی امراء سندھ میں داخل
نہیں ہو سکتے تھے، زبیر بن بکار نے جہرۃ نسب قریش و اخبار ہا میں لکوا ہے

عمر بن المنذر بن الزبیر عمر بن عبد العزیز بن منذر نے سندھ

... کان قد غلب علی پر غلبہ حاصل کر لیا تھا، اور سندھ میں

السند، وکان لا یدخلها خلافت کا کوئی امیر اس وقت تک،

والا ان یتلقا عمر داخل نہیں ہوتا تھا جب تک کہ عمر بن

بن المنذر، فاذا تلقاه عبد العزیز بن منذر اس سے ملاقات

عمر بن المنذر فی جماعة نہ کرے، اور جب عمر اپنے گروہ کے

دخلها ساتھ اس سے مل لیتا تھا تو وہاں

آتا تھا،

اس صورت حال کے باوجود وہ ابھی تک عباسی خلافت کا وفادار بن کر
رہا اور اس کے امیر سے تعاون کرتا تھا،

۱۷ فتوح البلدان ص ۲۳۳ ۱۸ کتاب الذخائر والتحف ص ۱۸۵ ۱۹ جہرۃ نسب

قریش و اخبار ہا ص ۵۲،

عمران بن موسیٰ کی متروکات اور مال و دولت ،

عمران بن موسیٰ برکی ۲۲۱ھ سے ۲۲۶ھ تک سندھ میں رہا، اس مدت میں اس نے شاندار خدمات انجام دیں اور بہت کچھ ساز و سامان اور مال و دولت فراہم کر لیا، قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر و التحف میں لکھا ہے کہ جب خلیفہ واثق کو عمران کے قتل کی خبر ملی تو اس نے اس کی دولت و ثروت پر قبضہ کرنے کے لئے بغداد، بصرہ، اور سیراف میں آدمی روانہ کئے، انھوں نے عمران کے بیٹے محمد اور اس کی بہن کو جو بغداد میں اس کے بال بچوں اور گھر کی محافظ تھی گرفتار کر کے دو سال تک ابراہیم بن مصعب کے یہاں قید رکھا، اس کے بعد ان کے بارے میں واثق سے گفتگو ہوئی تو اس نے ان دونوں کو چھوڑ کر عمران کے وکیلوں کو پکڑا، جو گرفتاری کے بعد سرمن راہی پہنچائے گئے، انھوں نے عمران کی تمام دولت جو ان کے پاس تھی حکومت کے حوالہ کر دی جس کی مجموعی قیمت پانچ کروڑ درہم تھی، اس کے علاوہ خود کی دو ہزار ٹوکریاں تھیں، اور جو سامان لاپتہ ہو گیا اس کا کوئی شمار نہیں، مقبوضہ سامان میں زیادہ تر سونا تھا، واثق نے اسی سونے سے وہ مشہور دسترخوان بنوایا تھا جس کی پیشیں اور دوسرے تمام سامان سولے کے تھے،

عمران کے اسلحہ جنگ | عمران بن موسیٰ نے اپنے سات سالہ دور

امارت میں کئی جنگیں کیں اور شاندار کامیابی

پائی، اس کے انتقال کے بعد سندھ کے سرکاری خزانہ سے قسم قسم کے آلات جنگ بھاری تعداد میں لئے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں سندھ میں کیسے کیسے آلات جنگ استعمال ہوا کرتے تھے، قاضی رشید بن زبیر نے

۱۸۵ھ کتاب الذخائر و التحف ۱۸۴ھ

لکھا ہے کہ عمران بن موسیٰ کے خزانے سے یہ آلات جنگ برآمد ہوئے (۱) اسات
سوقدیم ہندی نیزے جن پر روغن پھیرا ہوا تھا (۲) سابری زرہیں (۳) اونچے
قسم کے طرخونی جنگی لباس (۴) تبت کے بکتر اور سینہ بند (۵) لوہے کے سینہ بند
(۶) بازو بند (۷) ساق بند (۸) خود یعنی لوہے کی ٹوپی (۹) گھوڑوں کے لئے
لوہے کے نعل اور زرہ، نیز اسی قسم کے بہت سے سامان جنگ جن کا کوئی شمار
نہیں تھا، لے

خليفة واثق کی خدمت میں | عمران بن موسیٰ کی امارت سندھ کے ساتویں
سال ریح الاول ۲۲۴ھ میں خلیفہ واثق
ہندی ہدایا و تخالف.

کا دور خلافت آیا، اس وقت عمران بن موسیٰ نے اس کی خدمت میں ہندوستان سے
عمدہ عمدہ چیزیں روانہ کیں، نیز اس نے دوسرے ارکان دولت اور اعیان و اشراف کے پاس
یہاں سے پر پیچھا، قاضی رشید بن زبیر نے اسکی تفصیلات یوں بیان کی ہیں عمران بن موسیٰ نے یہاں سے
خلیفہ واثق کے پاس تقریباً دو ہزار جنگی تیرہ بھیجے، اور سندھ کے عمدہ عمدہ ساز و سامان اور اسی
اجی چیزیں، ناقہ مشک، مہر، عود ہندی سونے چاندی کے تاج وغیرہ کا ہدیہ
روانہ کیا جن کی مجموعی قیمت دو لاکھ درہم سے زیادہ ہی تھی، اسی کے ساتھ یہاں
کے وحشی جانور، خوش رنگ و خوبصورت پرندے جو صرف ہندوستان میں
میں پائے جاتے ہیں، اور باز اور بے پروغیرہ بھیجے، جس وقت واثق کو معلوم ہوا کہ
عمران سندھ سے بازو بے پرو اور جانور اور پرند بھیجنے والا ہے بہت زیادہ خوش
ہوا اور ایک خاص قاصد کو سندھ بھیجا، جس نے عمران سے ملاقات کر کے اس
خلیفہ کے اشتیاق اور شدت انتظار سے مطلع کیا اور عام تحفہ و ہدیہ سے پہلے
و خوش، طیبور کو بغداد پہنچایا گیا جس کو دیکھ کر خلیفہ واثق بے حد مسرور ہوا،

۱۔ کتاب الخوارزمی و الخوارزمی

عمران ہندی نکو ایس نکو ہندی کی کرسیاں اور تخت ہونے چاندی کے

اس کے بعد دوسرے سامان پہنچے،

اسی طرح عمران نے اسحاق بن ابراہیم، محمد بن عبد الملک، اور احمد بن
الہود اور دوسرے فوجی امراء اور ارکان دولت کی خدمت میں یہاں سے
عمدہ عمدہ ہدایا و تحائف بھیجے جن کو عمران کا نیرنشی اپنے ساتھ لے کر بغداد آیا تھا
راجہ عسیفان کا قبول اسلام | جس زمانہ میں ہندوستان کے عرب
قبائل خلافت کے مقابلہ میں خروج

و بناوت کر رہے تھے یہاں کے راجے ہمارا جے خلافت کے نمایندوں اور
امیروں سے تعاون کر رہے تھے، بلکہ ان میں سے بعض مسلمان ہو رہے تھے،
چنانچہ معتصم باللہ کے دور میں یہاں کا ایک راجہ اسلام کی صداقت سے
متاثر ہو کر مسلمان ہوا، بلاذری نے لکھا ہے کہ کشمیر، بلتان اور کابل کے درمیان
شہر عسیفان کا راجہ نہایت عقلمند تھا، عام باشندوں کے بت پرست تھے جو
ایک بت خانہ میں جا کر بت پوجتے تھے، ایک مرتبہ راجہ کا لڑکا بیمار پڑا اس نے
بت خانہ کے پجاریوں اور ہندوؤں کو جمع کر کے کہا کہ وہ بت سے التجار
کریں کہ بچے کو بیماری سے نجات دے دے، یہ سن کر پجاری عقڑی ویر کے لئے
راجہ کے سامنے سے ہٹ گئے، پھر آ کر کہنے لگے کہ ہم نے بت سے بچہ کی شفا
کے لئے دعا کی اور اس نے دعا سن لی ہے، مگر اس کے بعد بچہ مر گیا۔ راجہ
نے غصہ میں بت خانہ کو گروا دیا اور بت کو توڑ کر پھینک دیا۔

پھر راجہ نے مسلمان تاجروں کی ایک

جماعت کو بلایا جس نے اس کے

سامنے توحید و تہجد و ندی پڑھنے کی

نثر دعا قوما ہن

تجار المسلمین فعضوا

حیہ التوحید

فوحّد واسلم اور وہ توحید کا قائل ہو کر مسلمان ہو گیا،

یہ واقعہ امیر المومنین مستعم باللہ کے زمانہ کا ہے،

افشین کی اعزازی امارت سندھ | عمران بن موسیٰ جس زمانہ میں یہاں کا امیر تھا، مستعم نے افشین کو اعزازی طور سے

سندھ کی ولایت دی تھی، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ ۲۲۳ھ میں افشین نے بابک خرمی کو قتل کیا تو مستعم نے اس کا اعزاز کرتے ہوئے سرپرستان رکھا اور جواہر کے دو ہار بھی پہنائے اور بیس لاکھ درہم نقد نذر کیا اور یہ کہ

وکتب له بولاية

افشین کو سندھ کی ولایت کا پروانہ

لکھا،

السند

پھر شعراء کو حکم دیا کہ اس کی شان میں مدحیہ اشعار کہیں، چنانچہ کئی شعراء نے افشین کے دربار میں حاضر ہو کر اس کی شان میں قصیدہ خوانی کی، ان میں دیوان حماسہ کا مؤلف ابو تمام طائی بھی شامل تھا،

افشین کی یہ ولایت اعزازی تھی، نہ وہ سندھ آیا اللہ نے اسے اپنی طرف سے کسی کو یہاں امیر بنا کر بھیجا،

موسیٰ بن یحییٰ برمکی یا عمران بن موسیٰ کے

ایک اور برمکی امیر سندھ

دور امارت میں سندھ میں ایک اور برمکی

امیر تھا، ابن خلیکان نے حافظ متوفی ۵۵۰ھ کے حال میں اس کا تذکرہ "بعض

المرآة" کے مہم لفظ میں کیا ہے جو یہاں کا امیر تھا اور بغداد واپس گیا تھا،

و حکي بعض البرامكة ، بعض برار نے بیان کیا ہے کہ میں

قال كنت تقلدك السند سندھ کا امیر بنایا گیا اور ایک مدت

۲۳۳ھ سے البدایہ والنہایہ ۱۷۷ھ،

فاقت بہا ماشاء اللہ ، فتح تک وہاں مقیم رہا، پھر وہاں سے
انقل بی اتی صوفت عنہا۔ ہٹا دیا گیا۔

موسیٰ بن یحییٰ اور عمران بن موسیٰ باپ بیٹے دونوں سندھ ہی میں فوت ہوئے
اور تاحیات یہاں کے امیر رہے، اس لئے ان میں سے کسی کے یہاں کی امارت
سے ہٹنے یا ہٹانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، غالباً یہ کسی مقام یا شعبہ
کا امیر تھا۔ جس نے بہت سی ذاتی دولت کمائی اور یہاں سے بہت زیادہ
سونے لے گیا جس سے جا حظ کی مدد کی،

جا حظ کی مالی امداد | اس برہمنی امیر نے آگے بیان کیا ہے کہ میں نے
امارت سندھ کے زمانہ میں تیس ہزار دینار کمایا

تھا، یہاں سے واپسی پر مجھے خطرہ ہوا کہ اگر صارف (یعنی روپیہ پیسہ کے
بدلنے والے صارف) کو کسی طرح میری دولت کی خبر لگ گئی تو وہ لاپٹ میں
پڑ جائے گا، اس لئے میں نے تین مثقال وزن کے دس ہزار کی تعداد میں
ہلیہ (ہڑ) ڈھلوانے اور صارف کی نظر سے بچ کر جہاز پر سوار ہو گیا، جب بھرہ
پہنچا تو معلوم ہوا کہ جا حظ فارج میں مبتلا ہے، اس لئے مجھے شوق ہوا کہ
اس کو مرنے سے پہلے دیکھ لوں، چنانچہ اس کے دروازے پر پہنچ کر خادم
کے ذریعہ اندر جانے کی اجازت چاہی، اس نے خادمہ سے کہلوایا:

وما تصنع بشقّ ما تلّی
ولعاب سا تلّی ولون
حائل،

ہم ایسے شخص سے مل کر کیا کرو گے
جس کا ایک حصہ ہم ٹیڑھ ہے، لعاب
بہر رہا ہے، اور رنگ سیاہ ہے۔

جب میرا اصرار بہت زیادہ ہوا تو یہ کہہ کر بلنے کی اجازت دی کہ یہ آدمی
بھرہ سے گذر رہا تھا اسے میری بیماری کی خبر لگی تو سوچا کہ جا حظ کی موت سے

پہلے اسے دیکھ لوں تاکہ بعد میں کہہ سکوں کہ میں نے جاہظ کو دیکھ لیا ہے، بہر حال اس نے اجازت دی اور میں نے اندر جا کر سلام کیا، اس نے نہایت اچھے انداز میں جواب دیا اور میرا نام و نسب پوچھا، جب میں نے بتایا تو کہا:

رحم الله تعالى اسلافك

و اباؤك السرحاء الاجواد

فلقد كانت ايامهم رياض

الارزمنة ولقد انجبر بهم

خلق كثير، فسقيا لهم و رعيًا

میں نے کچھ اشعار سنائے کی گزارش تو اس نے یہ دو اشعار سنائے سے

لئن قدمت قبلي سراجال فطالما

مشيت على راسي فكنت امقدا

بہت سے لوگ مجھ سے آگے گئے اور میں اپنے طریق پر چل کر آگے ہو گیا،

ولكن هذا الدهر تاتي صروفه

فتبوم منقوصًا وتنقص مبرما

مگر یہ حوادث زمانہ پیچھے والے کو آگے اور آگے والے کو پیچھے کرتے رہتے ہیں،

جب میں رخصت ہو کر دہلیز میں پہنچا تو جاہظ نے کہا: اسے جو ان! تم نے

ایسے مفنون کو دیکھ لیا ہے جسے ہلیلہ سے فائدہ پہنچاتا ہے، میں نے کہا نہیں،

اس نے کہا مگر جو ہلیلہ تمہارے پاس ہے میرے لئے مفید ہے، تم اس میں

کچھ پیرے پاس بھیجو، مجھے سخت تعجب ہوا کہ اسے چھپانے کے باوجود

جاہظ کو کیسے خبر ہو گئی پھر اس کے پاس ایک سو ہلیلہ بھیجو ادیا، لہ

بمصرہ میں ڈاکوؤں سے جنگ

مغضی دور میں ہندوستان کے اندر جاٹوں، سمندری ڈاکوؤں اور یہاں

عربوں کی شورش و فتنہ گری اور ان کے خلاف امیر سندھ عمران بن موسیٰ کی جنگی اور ملکی و سیاسی خلافت کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر ہندوستان کے باہر یہاں کے میدان یعنی سمندری ڈاکوؤں اور جاٹوں سے بحر بھرہ اور عراق میں جنگ و مقابلہ اور ان کے استیصال کا حال بھی بیان کر دیا جائے، ان واقعات کا تعلق سندھ کی امارت سے نہیں ہے بلکہ بھرہ کی امارت بحر اور مرکز بغداد سے ہے۔

مسعودی نے کتاب التبیہ والاشراف میں معقلم کے بارے میں لکھا ہے؛
 وکانت له ثمانیۃ اس کے دور میں آٹھ عظیم فتوحات
 فتوح عظام ہوئیں۔

خلیفہ معقلم ثمن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا کیونکہ ثمن (آٹھ) کے عدد سے اس کے کئی واقعات متعلق ہیں، چنانچہ اس کے دور میں آٹھ بڑی بڑی فتوحات ہوئیں جن میں سے دو کا تعلق ہندوستان کے ان ڈاکوؤں اور جاٹوں سے ہے جو باہر نکل کر فتنہ و فساد کرتے تھے،

معلوم ہو چکا ہے کہ ہندوستان میں عمران بن موسیٰ نے سمندری بیڑوں سے جنگ کر کے ان کو زیر کیا، ایک مرتبہ تین ہزار کی تعداد میں ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا، دوسری مرتبہ ان کی سرکوبی کر کے ان کی آبادیوں اور بستیوں میں سمندر سے کھادی پانی جاری کیا، ان ہی ایام میں امارت بحر بھرہ کی طرف سے بھرہ، عمان اور فارس کے سمندری علاقہ میں ان کی طاقت توڑ دی گئی، مسعودی نے لکھا ہے:

اسرۃ البوارج، وہی مرآب
 معقلم کی آٹھ عظیم فتوحات میں سے
 الہند، وکان فیہامنہم
 بحر یا بیڑوں کی گرفتاری بھی ہے،

عسکر عظیم قد غلبوا
 علی ساحل فارس و
 عمان و ناحیة البصرة لہ
 یعنی ہندوستان کے وہ جہاز جن میں
 لشکر عظیم نے آکر فارس، عمان اور
 بصرہ کے نواحی پر قبضہ حاصل
 کر لیا تھا،

ہندی بیٹروں کو بصرہ، عمان اور فارس سے گرفتار کر کے کچھ دنوں کے لئے
 سمندر کی عالی شاہراہ کو یوں محفوظ کر دیا گیا تھا کہ اس کو معتمد کے عظیم
 لشکر کا رناموں میں شمار کیا گیا، خلیفہ بن خیاط نے عہد معتمد میں ۲۱۹ھ
 ۲۲۵ھ اور ۲۲۶ھ میں بحر بصرہ کے امراء کی سرگرمیوں کا اجمالی تذکرہ کیا ہے
 یہ واقعہ غالباً ۲۲۶ھ میں ہوا تھا، خلیفہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے:
 سنة مت وعشرين و ما قبلہا و فیہا غزوی سنة ۲۲۶ھ میں احمد بن عبید اللہ بن
 احمد بن عبید اللہ بن الحسن بصرہ لہ حسن نے بحر بصرہ میں غزوہ کیا،

اس سے معلوم ہوا کہ ان ڈاکوؤں کے بیٹروں کی گرفتاری اور ان سے جنگ
 احمد بن عبید اللہ بن حسن کی قیادت و امارت میں ہوئی،

عراق سے جاٹوں کا قلع قمع | معتمد کے دور کا عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ
 بصرہ، کوفہ اور واسط کے درمیانی سنگلا

رہلیجہ بطنخ) میں قدیم زمانہ سے جو جاٹ اور دوسرے شریکیند عناصر جمع ہو کر عراق
 میں لوٹ مار اور غارت گری کرتے تھے ان کا باہلیہ صفایا ہو گیا، ابن خلدون
 نے ابن غارت گری ہندوستانی جاٹوں کی جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے
 ایک جماعت بصرہ کے راستہ میں ایک مقام پر جمع ہو کر غالب آگئی تھی،
 اور اطراف و جوانب میں لوٹ مار، اور فتنہ و فساد کرتی تھی، ان لوگوں نے

کہ کتاب التبیہ والاشراف ص ۳۵۵ (لیڈ پ) لک تاریخ خلیفہ ۲ ص ۱۶۷

حدود میں گویا حکومت قائم کر کے اپنے ایک سردار محمد بن عثمان کو امیر و حاکم بنا لیا، اور ایک دوسرا شخص، سماق نامی ان کے امور و معاملات کا ذمہ دار تھا،
 جمادی الاخریٰ میں معتمد نے عجیف بن عنبہ کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا،
 دونوں طرف سے سخت جنگ ہوئی، مین سو جاٹ مارے گئے اور پانچ سو قید
 ہوئے جن کو عجیف نے بعد میں قتل کیا، سات مہینے تک عجیف ان سے مقابلہ
 کرتا رہا آخر کار ذوالحجہ ۲۱۹ھ میں وہ سب امان طلب کر کے عجیف کے پاس حاضر
 ہوئے، اس وقت ان کی تعداد ستائیس ہزار تھی جس میں بارہ ہزار جنگ جو اور
 جنگ باز تھے، عجیف نے ان کو ان کے جنگی ساز و سامان اور ہتھیار کے ساتھ
 کشتیوں پر سوار کر کے بغداد روانہ کیا، اور وہ سب کے سب اسی حال میں
 دسویں محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہنچے معتمد ان کی آمد کی خبر سن کر کشتی میں
 شماسہ تک گیا بعد میں ان کو عین رزہ کی طرف روانہ کر دیا جہاں رومیوں نے
 ان پر حملہ کر کے ایک ایک کو ختم کر دیا، اسے

ان اشیر نے لکھا ہے کہ ۲۱۹ھ میں معتمد نے ان جاٹوں کو نیست و نابود
 کرنے کا مقصد ارادہ کر لیا اور خراسان کے ایک امیر عجیف بن عنبہ کی امارت
 میں کئی فوجی امراء اور بہت سی فوج روانہ کی، عجیف نے جس قدر رقم طلب کی
 معتمد نے دی، عجیف نے جاٹوں کے علاقہ میں جو بطیمہ اور بغداد کے درمیان
 میں تھا اپنے شہسوار پھیلادیسے، اور ان پر ہر طرف سے پہرہ لگا دیا، جاٹوں
 کی نقل و حرکت اور ان کی سرکوبی کی خبریں ہر وقت بغداد میں پہنچتی تھیں،
 معتمد نے عجیف کو حکم دیا کہ وہ جاٹوں کو رام کرنے کے لئے بند باندھ کر
 ان کا پانی روک دے، چنانچہ بڑی کوشش سے ان کے سامنے بند باندھا گیا،

۱۸ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۷۔

اس کے بعد ایک ایک کر کے گرفتار ہوئے اور عجیب نے ان کوششیوں میں
سوار کر کے بغداد پہنچایا، معتصم نے ان میں سے کچھ کو مقام خاقین میں بسایا
اور باقی کو عین زہرہ اور دوسرے سرحدی علاقوں میں پھیلا دیا۔
خلیفہ بن حیاط نے ۲۱۹ھ میں اس کا تذکرہ کیا ہے:

وقبھا اخرج النسط من

۲۱۹ھ میں عجیب کی سرکردگی میں
البطیحة الی بغداد علی یدی عجیب

۲۱۹ھ کے جاٹ بغداد بجائے گئے

اور مسعودی نے التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے کہ معتصم کی آٹھ عظیم فتوحات

میں سے جاٹوں کا تعلق بھی ہے، یہ جاٹ بصرہ کے پیچھے اور بصرہ اور واسط کے

درمیان میدانی اور سنگلاخی علاقوں میں پھیلے ہوئے لوٹ مار، ڈاکہ قتل

وغارت کا بازار گرم کئے ہوئے تھے، یہ لوگ بھاری تعداد میں ہندوستان

نقطہ وگرانی کے زمانہ میں منتقل ہو کر کرمان، فارس، اہواز کے علاقوں میں آئے

اور پھر وہاں سے بصرہ اور واسط کے اطراف میں آباد ہو کر اور اپنی طاقت جمع

کر کے فتنہ وفساد برپا کرنے لگے تو معتصم نے ان کو وہاں سے نکال کر خراسان

متصل خاقین اور جلولار کے دیار میں اور شامی سرحد سے متصل عین زہرہ

کے اطراف میں بسایا۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ ۲۱۹ھ میں

معتصم نے بھاری فوج کے ساتھ عجیب کو جاٹوں سے جنگ کے لئے بھیجا جنھوں

نے بلاد بصرہ میں فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا۔ عجیب نے نو مہینے تک ان سے

جنگ کر کے بڑی مشکل سے ان کا استیصال کیا، اس وقت جاٹوں کے دو امیر

وہاں تھے محمد بن عثمان زہلی اور عمار زہلی بڑے بہادر اور جنگ باز تھا، معتصم نے

اس کا قلع فتح کر کے مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ ومامون کیا، یوم عاشور

۲۲۲ھ کو بحیف بغداد میں داخل ہوا، اس وقت اس کے ساتھ ستائیس ہزار جاٹ تھے جو ان کے خلیفہ معتصم کے یہاں آئے تھے، خلیفہ نے پہلے ان کو بغداد کے مشرقی علاقہ میں اتارا۔ پھر عین رزہ پہنچ دیا، جہاں رومیوں نے حملہ کر کے ان سب کو ختم کر دیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ۲۲۱ھ میں رومیوں نے عین رزہ پر حملہ کر کے یہاں کے جاٹوں کو، ان کی عورتوں بچوں اور جانوروں کو گرفتار کیا۔

یہ ہندوستانی جاٹ اموی دور میں یہاں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے، ان کے ساتھ... دیگر جرائم پیشہ قوتوں میں اور افراد بھی تھے، بغداد، بصرہ، کوفہ، واسط، وغیرہ قریب قریب واقع تھے، ان کے درمیان عام طور سے آمد و رفت اور تجارت و جہ کی راہ سے کشتیوں کے ذریعہ ہوتی تھی، جن پر یہ لوگ ڈاکہ مارتے تھے، ان جاٹوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ بغداد کے سامنے اپنی الگ حکومت قائم کر کے اپنے دو امیر مقرر کئے، ایک محمد بن عثمان اور دوسرا سماق، اس کے بارے میں ابن کثیر نے لکھا ہے:

سماق و هو داہیتهم	سماق ان جاٹوں میں بڑا بہادر
و شیطا نهم فارج	اور نہایت شریر تھا، عتہ پہنے
المسلمین منه	اس کو گرفتار کر کے مسلمانوں کو
ومن شره	اس کی ذات اور اس کے شر

سے بچایا،

ان جاٹوں کے ایک سرغنہ کے بارے میں مؤرخ کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ جماعت اس زمانہ میں کس قدر خطرناک سمجھی جاتی تھی، اور بغداد

طہ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴

عراق کے عوام اس سے کس قدر خائف و ہراساں تھے، اس اعتبار سے ہر
مستعم کا یہ کارنامہ واقعی یادگار ہے۔

مستعم کے زمانہ میں
فہرہ بن اسحاق ضبی کی امارت اور متغلبوں کا صفایا | ہندوستان کا امیر

بن موسیٰ تھا اور اس کے ساتھ فہرہ بن اسحاق ضبی شریک امارت تھا، اس
کو مستعم کے ترکی غلام ایٹاخ نے سندھ بھیجا تھا، اس وقت اس نے دیبل
جیل خانہ بنوایا اور شہر کی مرمت کا کام شروع کیا، ذوالحجہ ۲۲۴ھ میں عمران
قتل ہوا، یہ خلیفہ واثق باللہ ۲۲۴ھ تا ۲۳۲ھ کا دور تھا، عمران کے بعد فہرہ
بن اسحاق ضبی یہاں کا مستقل امیر ہوا، حتیٰ کہ واثق کا دور ختم ہوا اور متوکل کا
زمانہ آیا جس میں ۲۳۵ھ میں ایٹاخ قتل کر دیا گیا اور فہرہ بن اسحاق اس کے
قتل گھبر سن کر بغداد واپس چلا گیا، یعقوبی کا بیان ہے:

ولما بلغ عینسہ بن اسحاق ایٹاخ کے امیر سندھ فہرہ بن اسحاق

عاملی ... ایٹاخ علی کو جب ایٹاخ کے قتل کی خبر پہنچی

الند الخیر سارا الی العراق - تو وہ عراق روانہ ہو گیا،

یعنی ذوالحجہ ۲۲۴ھ سے جمادی الاخریٰ ۲۳۵ھ تک تقریباً نو سال فہرہ

بن اسحاق سندھ میں مستقل امیر رہا، اس مدت میں اس نے نہایت اہم

خدمات انجام دیں، یعقوبی نے لکھا ہے کہ واثق نے ایٹاخ ترکی کو خراسان

سندھ اور علاقہ دجلہ کی ولایت دی، اس وقت سندھ میں سخت اضطراب اور

بے چینی کی فضا پیدا ہو گئی تھی، عمر بن عبد العزیز ہجرت نے عمران بن موسیٰ

برمکی کو قتل کر کے ہر طرف اپنی طاقت و شوکت کا سکہ جمایا تھا اور سندھ

سے بغداد تک اس کا رعب داب قائم ہو گیا تھا، اس کی مرضی اور اجازت

میر بغداد کا کوئی حاکم سندھ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا، اور جب وہ اپنی جماعت کے اعیان و اشراف کو لے کر اس کا استقبال کرتا تو اس کی اہمیت معتبر مانی جاتی تھی، جگہ جگہ عرب قبائل قابض و دخیل تھے، اور پورا ملک متغلبوں اور شورش پسندوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ان حالات میں عنبسہ بن اسحق نے یہاں نو سال تک رہ کر قندھار، ہندوکش، کوزیر کیا اور بغیر جنگ و جدال کے پورے ملک امن و امان کی فضا بحال کی، من عثمان امی تغلب اپنی ضد پر اڑا رہا اور اس کا غلبہ ختم نہ ہو سکا، یعقوبی نے لکھا ہے :-

وكانت السند قد اضطربت	پورے سندھ میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی
وقتل عمران بن موسى	اور عمران بن موسیٰ قتل ہو چکا تھا،
بن يحيى بن خالد عامل	ان حالات میں ایتاخ نے عنبسہ بن
السند، فوجه ايتاخ	اسحاق ضبی کو سندھ کی امانت پر
الى السند عنبسة بن	بھیجا، وہ اس حال میں یہاں پہنچا
اسحاق الضبي فقدم	کہ کئی حکمرانوں نے غلبہ حاصل کر لیا
البلد وقد تغلب عليه	تھا، مگر عنبسہ کی آمد کی خبر سن کر سب نے
علاء ملوك، فلما قدما	سمج و طاعت کی روش اختیار کر لی
عنبسة سمعوا واطعوا	اور اس کے استقبال کو نکلے
وخرجوا اليه جميعا خلا	سوائے عثمان کے، اس لئے عنبسہ
عثمان ... فسار اليه عنبسة...	نے اس پر چڑھائی کی، وہ نو سال تک
فاقام على البلاد تسع سنين	یہاں مقیم رہا،

اس آئینہ میں عمر بن عبد العزیز ہتھاری اور دوسرے نزاری شیوخ و سوادان قبائل کی قبائلی عصبيت کی وہی تصویر نظر آتی ہے جو پورے عباسی دور میں

تاریخ یعقوبی ۲/۳ ص ۲۱۲ بن نجف، سقوط جگہوں میں بیانات ہیں،

اس ملک میں رہ کر نظر آتی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معتمد کے آخری زمانہ میں ہندوستان میں جگہ جگہ قبائلی عصبیت ابھر گئی تھی، اور چھوٹے چھوٹے علاقوں پر سردار ان قبائل قبائل و قبائل و قبائل ہو گئے تھے، مگر ان میں جنگ اور مقابلہ کی طاقت نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ غنبدہ کے دارالامارہ منصورہ آئے اس قسم کے جتنے خود ساختہ امراء و حکام تھے سب نے اس کے دربار میں حاضری دے کر سمع و طاعت کا رویہ اختیار کیا، ان میں سے کسی نے مقابلہ و مبارزہ کی بات نہیں کی، البتہ عثمان نامی ایک متغلب عرب تھا جس نے خود سری دکھائی تو غنبدہ خود اس کے یہاں گیا مگر انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی جنگ کی باری نہیں آئی، اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ غنبدہ بن اسحاق ضبی کی امارت کا زیادہ وقت یہاں کے عرب امرا و شیوخ کی اقتدار پسندی و ملک گیری کو فرو کرنے میں گزرا، جس میں جنگ و جدال کی باری نہیں آئی، البتہ بحر بصرہ کی امارت کی طرف سے سوراشر میں ایک شاندار فتح ہوئی،

۲۳ھ میں سوراشر کی فتح | واقع کے دور خلافت میں بھی ہندوستان کے سمندری ڈاکوؤں سے وقتاً فوقتاً بحری جنگ

ہوا کرتی تھی، چنانچہ ۲۲۰ھ ۲۲۱ھ ۲۲۲ھ ۲۲۳ھ میں ان سے لڑائیاں ہوئیں جن میں ۲۲۳ھ کی جنگ بہت کامیاب تھی اس میں سوراشر فتح ہوا، یہ واقع کی خلافت کا چوتھا سال تھا، خلیفہ نے لکھا ہے:

سنة ثلاثين ومائتين: ۲۳۳ھ میں ابراہیم بن ہاشم نے بحر

وغز ابراہیم بن بصرہ میں جہاد کیا جس میں اس نے

هاشم بحر البصرة بلاد سوراشر کے قریبی علاقوں میں

فبلغ اداہی بلاد سورت فخرق پہنچ کر بعض دیہات کو درآتش کیا

بعض قراہاوا صاب سبیٹا۔ لہ اور جنگی قیدی حاصل کئے۔
 یہ حملہ بھر سے براہ سمندر ہندوستان کے ساحلی علاقہ سورٹھ (سوراشٹر)
 پر ہوا تھا اور اسلامی فوجیں غالباً دریائے سرست میں اتر کر اس علاقہ میں داخل
 ہوئی تھیں، بیرونی نے لکھا ہے کہ یہ دریا بلا دسرت میں بہتا ہے، خلیفہ بن
 نیا ط کے ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اس حملہ میں مسلمان علاقہ سوراشٹر
 میں اندر تک گھس آئے تھے، اور جہاں جہاں مید یعنی بھری ڈاکوؤں کی طاقت
 جمع تھی ویرانی اور تباہی مچائی تھی کہ بعض ایسے دیہاتوں کو نذر آتش کر دیا
 جن میں یہ لیٹرے پناہ گزیں تھے اور جوان کے لئے محفوظ و مضبوط قلعہ کا کام
 دیتے تھے، اس جنگ میں بہت سے ڈاکو گرفتار ہوئے اور جنگی قیدی بنائے
 گئے، اس کے باوجود وہ رام نہیں ہوئے، بلکہ حسب سابق اپنی سرگرمی دکھائی
 رہے چنانچہ اس جنگ کے دوسرے ہی سال ۱۱۳۵ء میں بحر بھو میں انھوں
 نے تباہی مچائی اور ان کے مقابلہ میں مسلمان فدائیتوں اور رضا کاروں کی کئی
 جنگیں لڑیں سمندر میں ٹوٹیں اور غرق ہوئیں جن میں بہت سے رضا کار بھی
 غرق ہو گئے، واضح ہے کہ سوراشٹر کی یہ فتح اس کے خاص علاقہ کی تھی،
 پورے علاقہ کی نہیں تھی،

جہاں سندھ میں خوارج کی روپوشی | اموی دور سے سندھ اور مکران کے
 دشوار گزار اور پہاڑی علاقے خوارج

کے حق میں محفوظ پناہ گاہ تھے، اور وہ ناکامی کی صورت میں ان علاقوں
 میں گھس آیا کرتے تھے، چنانچہ واقع کے آخر زمانہ میں ۱۱۳۵ء میں بھی ان کا
 ایک گروہ سندھ کی پہاڑیوں میں آکر پناہ گزیں ہوا تھا، ابن خلدون نے

۱۱ تاریخ خلیفہ ۲ ص ۲

طمانت مہاسیہ اور ہندوستان

لکھا ہے کہ ۲۳۲ھ میں واثق نے رالمی مدینہ محمد بن صالح کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ بنو نمیر کی سرکوبی کے لئے نکلے، جس نے یمامہ اور اس کے قرب و جوار میں فتنہ و فساد اور شورش برپا کر رکھی ہے چنانچہ محمد بن صالح فوج لے کر یمامہ کی طرف گیا جہاں بنو نمیر کی ایک جماعت سے ٹکرائی ہوئی، محمد بن صالح نے اس جنگ میں ان سے پچاس آدمیوں کو قتل کر کے چالیس افراد کو گرفتار کیا اس کے بعد وہ بنو مرہ کی تادیب کے لئے گیا، ادریح و الماعت کی دعوت دی، مگر بنو مرہ نے انکار کر کے سندھ کے پہاڑی علاقوں میں پناہ لی، اور ان میں سے کچھ یمامہ کے سواحل میں چلے گئے،

وسارہ والی جبال السند وہ لوگ سندھ کے پہاڑوں اور
وطف الیمامہ۔ یمامہ کے ساحلوں کی طرف چلے گئے،

محمد بن صالح نے ان کے تعاقب میں فوج بھیج کر ہر طرف سے گھیر لیا مگر کچھ موقع پا کر نکل گئے، اور مقام اضغانے میں جمع ہو کر مقابلہ میں آئے اس جنگ میں انھوں نے محمد بن صالح کی فوجوں کا قتل عام کیا، مگر بعد میں بڑی مشکل سے گرفتار کر کے بغداد لائے گئے۔

ہارون بن ابو خالد | عنبن بن اسحاق ضبی ایتاخ ترکی کی طرف سے
مروزی کی امارت، یہاں کا حاکم تھا اور ۲۳۵ھ میں خود واپس چلا

یہ خلیفہ متوکل (۲۳۲ھ تا ۲۳۴ھ) کی خلافت کا تیسرا سال تھا، یعنی متوکل
دور میں تین سال تک عنبن بن اسحاق سندھ کا امیر رہا، اس کی واپسی کے
بعد متوکل نے ہارون بن ابو خالد مروزی کو سندھ کی امارت دی جو
تک تقریباً پانچ سال یہاں کا امیر رہا، ۲۳۴ھ میں سندھ میں فوت ہوا

لو تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۴۰

نے لکھا ہے:

ولما بلغ عنبسة بن اسحاق عنبسة بن اسحاق کے سندھ سے
عامل ایتاخ علی السند عراق چلے جانے پر متوکل نے اسکی
الخبر سارا الی العراق، فولى جگہ ہارون بن ابوالخالد کو سندھ کا
المتوکل مکانہ ہارون بن ابی خالد حاکم بنایا۔

ہارون بن ابوالخالد مروزی کا پانچ سالہ دور امارت عمر بن عبدالعزیز
بیماری کی بالادستی میں گزرا، اور اس مدت میں عملاً وہی سندھ کے سیاہو سفید
کا مالک رہا، ۱۳۴ھ میں عمران بن موسیٰ کے قتل کرنے کے بعد اس کی حیثیت
سندھ کے مطلق العنان حاکم کی ہو گئی تھی، اس کی مرضی و اجازت کے بغیر خلافت
کا امیر کچھ نہیں کر سکتا تھا،

۱۳۵ھ میں ہارون بن ابوالخالد سندھ کا
امیر بنایا گیا، اور اسی سال متوکل نے
سندھ و مکران محمد المنتصر
کی ولی عہدی میں

اپنے لڑکوں کو ولی عہد بنا کر محمد کو المنتصر باللہ کا لقب دیکر ولی عہدی
کا سیاہ جھنڈا اور حکومت و امارت کا سفید جھنڈا دیا، اور اس کے لئے ہون
ممالک و امصار کی ولایت متعین کیا، ان میں سندھ، مکران، قندھار
اور فرج بیت الذهب یعنی ملتان بھی شامل تھے۔
اس انتظام کی رو سے خلیفہ متوکل نے اپنے بیٹے محمد المنتصر کو گویا
سندھ، مکران، قندھار اور ملتان میں نیابت دے دی تھی مگر اس کی
حیثیت صرف دفتری انتظام کی تھی، عملاً اس کا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر
ہوا۔

لے تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۲۲۳ جمع، شہ کابل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۰

عمر بن عبد العزیز ہزاری کی | معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۲۶ھ میں عمر بن عبد العزیز
 سندھ میں آخری عباسی امارت | ہزاری نے ہمانیہ اور زاریہ کی باہمی جنگ
 میں عباسی امیر عمران بن موسیٰ کو قتل کر کے بالادستی حاصل کر لی تھی، حتیٰ کہ
 اس کی مرضی کے بغیر کوئی عباسی امیر سندھ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا مگر
 اب بھی عمر بن عبد العزیز نے خلافت سے سرتابی نہیں کی تھی، حتیٰ کہ اسی حال
 میں عینسہ بن اسحاق ضبی اور ہارون بن ابو خالد مروزی کا دور امارت گذرا،
 اور جب ۲۲۷ھ

میں ہارون بن ابو خالد مروزی کا سندھ میں انتقال ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے
 متوکل سے خط و کتابت کر کے سندھ کی امارت کا پر واز حاصل کر لیا اور اس کے
 نائب کی حیثیت سے یہاں کا امیر بن گیا، یعقوبی نے لکھا ہے:

و توفي هارون بن ابي خالد ۲۲۷ھ میں سندھ کے عامل ہارون
 حامل السند سنہ ۲۲۷ھ و کتب بن ابو خالد نے انتقال کیا اور عمر بن
 عمر بن عبد العزیز السامی عبد العزیز امیر شہر نے متوکل کو
 المنتہی الی سامۃ بن لوئی۔ لکھا کہ اگر وہ اسے یہاں کا امیر بنا دے
 صاحب البلد هنالك فذکو تو بہترین شہری انتظام کرے گا،
 انه ان ولی البلد قام به ضبطه چنانچہ متوکل نے ایسا ہی کیا، اور
 فاجابه الی ذلك فاقام طویل عمر بن عبد العزیز بعد سے متوکل
 ایام الطوکل۔ لہ دور میں یہاں کا امیر رہا،

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز ہزاری نے ہارون بن
 ابو خالد کے مرتے ہی منصورہ پر قبضہ کر لیا اور، صاحب البلد، ہو کر متوکل کو

۱ تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۲۲۳ (رجعت)

خط لکھا، یہاں پر یعقوبی کو ملتان کے نور سامرہ سے اشتباہ ہو گیا ہے، اسی لئے
 عمر بن عبد العزیز کو سامرہ بن لوی کی طرف منسوب و منتهی قرار دے کر اس کو
 سامی بتایا ہے، ورنہ وہ ہباری ہے اور ہبار بن اسود کی طرف منسوب و منتهی ہے
 بہر حال ۲۳۰ھ سے ۲۴۰ھ تک عمر بن عبد العزیز ہباری خلافت کے امیر کی
 حیثیت سے سندھ کی اہمیت سنبھالتا رہا، اور اس اعتبار سے یہ آخری عباسی
 امیر ہے جو ہندوستان میں خلافت کی طرف سے حکمراں رہا، اس کے بعد
 عباسیوں کا براہ راست تعلق ہندوستان سے ختم ہو گیا،

متوکل کا سفیر ہندی راجہ کی خدمت | معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۱۰ھ میں خلیفہ
 میں اور باہمی ہدایا و تخالف | ہامون اور بوردان بنت سہل کی

تقریب زفاف کے موقع پر ہندوستان کے ایک راجہ نے گراں قدر
 ہدایا بھیجے تھے، اسی سلسلہ میں چھتیس چھتیس سال کے بعد متوکل کے
 آخر دور میں اس کی طرف سے ایک قاصد راجہ کے پاس آیا، اور راجہ
 نے پھر قیمتی ہدیہ پیش کیا،

علی بن نعم کا بیان ہے کہ ایک رات میں اور حسن بن سہل کا لڑکا عبید اللہ
 متوکل کی مجلس میں تھے، متوکل نے پوچھا لگو آیا تھا، اور اظہار نے عود کی
 دھونی دینے کا مشورہ دیا تھا، عود کی خوشبو پر حاضرین نے اس کی تعریف کی،
 اس پر عبید اللہ بن حسن نے کہا کہ یہ وہی عود ہے جسے ہندوستان کے
 ایک راجہ نے میری بہن بوردان کے زفاف کے موقع پر بھیجا تھا، پہلے تو
 متوکل نے عبید اللہ کو جھٹلا یا مگر جب عود کی ٹوکری منگائی گئی اور اس کا
 پرزہ پڑھا گیا تو اس کی تصدیق ہو گئی، اور متوکل نے عبید اللہ کو انعام
 و اکرام سے نوازا، نیز اسی وقت اپنے وزیر عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو

حکم دیا کہ کسی معتبر آدمی کے ہاتھ سے دس ہزار دینار کے ایسے ہدایا و تحائف راہہ کے
 یہاں بھیجو جو ہندوستان میں نہیں پائے جاتے، اسی کے ساتھ اس آدمی کو ایک ہزار دینار
 سفر خرچہ دو، وہ ہندوستان جا کر راہہ کو یہ تحائف پیش کرے، اور اس کے بدلے میں اس عود کا
 باقی حصہ طلب کرے، چنانچہ وزیر نے حکم کی تعمیل کی، قاصد کا بیان ہے کہ میں نے راہہ کی خدمت
 میں تحائف پیش کئے جس سے وہ بہت خوش ہوا، اور جب میں نے عود کا سوال کیا تو کہا کہ
 یہ عود میرے خزانے میں صرف سو سیر رہ گئی ہے آدھی لے لو اور آدھی رہنے دو اور میں
 راہہ کو بہلاتا پھسلاتا رہا یہاں تک کہ وہ ڈیڑھ سو سوزن (بچھتر سیر) دینے پر راضی ہو گیا، اسی
 دوران میں ایک دن راہہ نے مجھے کھانے پر بلایا، کھانے کے بعد نارحیل کی نبیڈ لائی گئی، میں
 نے پینے سے انکار کر دیا اور اپنی قطرہلی شراب نکالی جسے بغداد سے ساتھ لے گیا تھا، راہہ
 نے پوچھا یہ کیا ہے، میں نے بتایا کہ یہ انگور کا پانی ہے اور اس میں سے ایک سو خماسی (ایک لرن)
 اس کو دے دی، اس نے اس کے بدلے مجھے بہت سے کپڑے، خوشبوئیں اور ایک لاکھ درہم دینے
 میں یہ سب سامان لے کر بغداد روانہ ہوا، اور جس رات سترین راہہ کو نچا اسی میں متوکل کا قتل ہوا،
 قاصد وہ عود اور سامان لے کر وزیر عبید اللہ کے پاس گیا، اس نے عود لے لی اور دوسرے
 تمام سامان علی بن نعم کے حوالہ کر دیا، اور وہ اسی عود کو ہمیشہ استعمال کرتا تھا۔

ہندی تلوار سے متوکل کا قتل | ایک رات خلیفہ متوکل اپنے بندوں کے ساتھ مصروف گفتگو
 تھا، باتوں بات میں ہندستانی تلواروں کا ذکر نکلا تو ایک شخص نے کہا کہ امیر المؤمنین البصرہ کے ایک شخص کے
 پاس ہندوستان کی ایک تلوار ہے جو اپنی جوہریت اور برش میں بے نظیر ہے، متوکل نے حاکم بصرہ کو لکھا کہ وہ تلوار
 جس قیمت میں لے فوراً خرید لے، وہاں سے جواب آیا کہ اس تلوار کو بیور کے ایک آدمی نے خرید لیا ہے
 متوکل نے حاکم مین کو اس کی تلاش اور خریداری کا حکم دیا، چنانچہ عبید اللہ بن یحییٰ وہ تلوار
 لے کر متوکل کے پاس آیا اور بتایا کہ اس نے اس کو دس ہزار درہم میں خریدا ہے۔ متوکل
 بہت خوش ہوا اور حاضرین سے اس کی خوب خوب تعریف کی۔ دوسرے دن متوکل نے
 فتح بن خاقان سے کہا کہ تم کسی ایسے جوان کی تلاش کرو جسے میں یہ تلوار دوں اور وہ اسے
 لے کر دیہات میں میرے سر پر بکھڑا رہے، اتنے میں باغترکی سامنے آ گیا، فتح بن خاقان نے اس کی تعریف کی
 اور کہا: امیر المؤمنین! یہ قابل اعلیٰ ہے، چنانچہ متوکل نے یہ تلوار اسی کو دے دی۔ راوی کو بیان
 ہے کہ یہ تلوار متوکل کے قتل کی رات باہر نکلی اور اس کے غلام باغترکی نے اسی سے
 اس کو قتل کیا، متوکل کا قتل چہار شنبہ ۲۳۱ھ میں تین گھنٹے

رات گئے ہوا، اسے

عمر بن عبد العزیز کی خود مختاری اور سندھ میں دولتِ ہباریہ کا قیام ۲۴۶ھ میں

عمر بن عبد العزیز ہباری ۲۳۵ھ سے ۲۴۴ھ تک

خلافت عباسیہ کے نائب کی حیثیت سے سندھ کا امیر رہا، اور خلیفہ متوکل کے قتل ہوتے ہی اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے سندھ میں دولتِ ہباریہ قائم کر لی، ابن حزم کا بیان ہے،

عمر بن عبد العزیز بن المنذر
بن الزبیر بن عبد الرحمن بن
ہبار بن الاسود، صاحب السنہ
ولہا فی ابتداء الفتنہ اشتر
قتل المتوکل، وتداول اولادہ
ملکھا الی ان اقطع امرھم
فی زماننا ہذا، ایام محمود
بن سبکتگین صاحب مادون
النہر من خراسان، وکانت
قاعدتھما المنصورۃ

عمر بن عبد العزیز صاحب سندھ،
متوکل کے قتل کے بعد پیدا ہونے
والے فتنہ کی ابتداء ہی میں یہاں کا
حاکم بن گیا تھا، اور اس کی اولاد
حکومت کرتی رہی یہاں تک کہ
ہمارے حکمران میں اس کا خاتمہ ہوا،
ہباریوں کا دارالسلطنت منصورہ
تھا، اس حکومت کا خاتمہ سلطان
محمود غزنوی کے دور میں ہوا جو
خراسان کا بادشاہ تھا،

ابن خلدون نے بھی یہی لکھا ہے کہ

عمر بن عبد العزیز کا دادا امین بن زبیر، اموی دور میں حکم بن عوانہ
کلی کے ساتھ سندھ آیا تھا، اس نے ۲۳۶ھ میں خلافت عباسیہ کی
ابتداء میں سندھ سے تقسیم کیا جا کر ایک جماعت کے ساتھ خرہین و بلوچ

لا مروج الذهب ۴ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱
۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱
۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱

میں حصہ لیا، اور سیلی دیا گیا، اس کے پوتے عمر بن عبد العزیز نے ۲۲۳ھ میں سندھ کے عربوں کی قبائلی جنگ میں نزار یوں کا ساتھ دے کر امیر سندھ عمر ان بن موسیٰ کو قتل کیا جس کی وجہ سے سندھ سے بغداد تک اس کی طاقت کا چرچا ہونے لگا اور سندھ میں بڑے کروفر کی زندگی بسر کرنے لگا، اور ۲۲۴ھ میں بغداد سے اپنی امارت کا پروانہ حاصل کر کے یہاں کا امیر و حاکم بنا، پھر ۲۲۶ھ میں اپنی آزاد حکومت قائم کر کے عباسی خلفاء سے تعلق رکھا اور ان کے نام کا خطبہ پڑھا، یہ حکومت ۲۲۷ھ سے ۲۳۱ھ تک قائم رہی اور اس میں عمر بن عبد العزیز ہباری، عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز ہباری، موسیٰ بن عمر بن عبد العزیز ہباری، ابو المنذر عمر بن عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز ہباری، محمد بن عمر بن عبد اللہ عمر بن عبد العزیز ہباری، علی بن عمر بن عبد اللہ بن عبد العزیز ہباری، یحییٰ بن محمد وغیرہ حکمران گذرے ہیں، منصورہ کی یہ ہباری حکومت ۲۳۱ھ کے آخر یا ۲۳۱ھ کے شروع میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ختم ہوئی ہندوستان میں ہباری حکومت نے بڑی شاندار خدمات انجام دی ہیں اور وہ ہر اعتبار سے اسلامی حکومت کہلانے کی مستحق ہے۔ دولت ہباریہ منصور کی ملداری میں سندھ کے اکثر و بیشتر علاقے تھے اور شمال مغرب میں بکران و طوران اور شرق میں لٹان وغیرہ پران کی حکومت نہیں تھی، بلکہ ان علاقوں پر دوسرے متغلب قابض و ذخیل تھے، یا خراسان کے آل صفار کی حکومت تھی، بعد میں ان میں بھی خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں،

متوکل کے بعد میں منتصر اور مستعین (۲۳۲ھ تا ۲۳۵ھ) کے زمانہ تک خلافت عباسیہ یا کسی دوسرے کا یہاں کوئی عمل و عمل معلوم نہیں ہوتا، البتہ معتز (۲۳۱ھ تا ۲۳۵ھ) کے زمانہ میں یہاں بعض واقعات رونما

ہوئے جن کا تعلق صباری حکومت سے نہیں تھا، اسی دوران میں ۲۵۳ء میں یعقوب بن صفار نے خراسان میں اپنی حکومت قائم کی جس کی وسعت بعد میں مکران اور سندھ کے حدود تک پہنچ گئی تھی،

سوراشٹر میں سمندری | بعض قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ
ڈاکوؤں سے جنگ | میں علاقہ سوراشٹر میں بحر بھرہ کی مہات

آتی تھیں اور یہاں کے ڈاکوؤں سے جنگ جاری تھی بلاذری نے محمد بن قاسم کی سوراشٹر والوں سے صلح کا تذکرہ کر لے ہوئے اپنی کتاب فتوح البلدان کے زمانہ تصنیف ۲۵۵ء میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں اہل بھرہ یہاں غزوات کرتے ہیں،

وسالہ اهل سرست، سورٹھ والوں نے محمد بن قاسم سے
وہی مغزی اهل البصرة صلح کر لی تھی، سورٹھ ان دنوں
اليوم، واهلها الميذالدين اہل بھرہ کے لئے جنگ گاہ ہے،
يقطعون في البحر۔ لہ یہاں کے باشندے سمندر کے
اندہ ڈاکہ زنی کرتے ہیں،

یعنی سرست (سورٹھ) ۲۵۵ء میں بحر بھرہ کے امراء و مجاہدین کی سرگرمیوں کی جو لانا گاہ تھا اور یہاں بحری مہات ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے آتی تھیں،

ایک اور متغلب حاکم ابو صمہ | خلیفہ معتز کے زمانہ میں سندھ میں جب الیہ
کی خود مختار حکومت قائم تھی، اسی زمانہ

میں یہاں کے کسی علاقہ میں ایک اور حاکم تھا جس نے اپنی حکومت عمارت

بہ فتوح البلدان ۲۴۷ء،

قائم کر لی تھی، یہ شخص قبیلاً کندیہ کا غلام تھا اور ہارون رشید کے دور میں
داؤد بن یزید بن معاویہ کے سرانجام سندھ آیا تھا، اس کا تذکرہ بھی بلاذری نے
۲۵۵ھ میں کیا ہے :

ثم داؤد بن یزید بن حاتم ہارون رشید کے امیر سندھ داؤد
وکان معہ ابو الصمۃ المثلثی بن یزید بن معاویہ کے ساتھ کندیہ کا غلام ابو
الیوم وهو مولی لکنذہ لید سمہ بھی تھا جو آج کل وہاں قابض
ووخیل ہے،

بلاذری کے "الیوم" سے مراد فتوح البلدان کا زمانہ تصنیف ۲۵۵ھ ہے
اس کے مطابق اس وقت ابو صمہ کسی علاقہ پر قابض تھا، اس کے بارے میں
دوسرے ذرائع سے مزید معلومات حاصل نہ ہوسکیں، البتہ ۲۶۰ھ کے بعد ابو
سمہ کے غلبہ کا پتہ چلتا ہے، عباری حکومت کے دوسرے حکمران عبداللہ
بن مرین عبدالعزیز عباری کے زمانہ میں اس نے منصورہ پر قبضہ کرنا چاہا تھا،
مگر عبداللہ بن عمر عباری نے اس کو مار بھجا یا، اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن
عمر اپنے آبائی وطن بانیہ کو چھوڑ کر مستقل طور سے منصورہ میں رہنے لگا تھا، ابو صمہ
کسی جگہ پر قابض تھا، اور وہیں سے منصورہ پر حملہ آور ہو کر ناکام واپس ہوا
سندھ کے بعض علاقوں پر یعقوب سندھ کے تمام علاقوں پر عباری
بن لیث صفاری کی حکومت حکومت قابض تھی، البتہ خراسان

و بھتان کی حدود سے لے ہوئے علاقے اس سے خارج تھے، اور عباری نے
نے ان کو خراسان کے صفاری حکمرانوں کی امارت میں دے دیا تھا
(۲۵۵ھ تا ۲۸۶ھ) کے زمانہ میں خلافت کی طرف سے سندھ کے ان علاقوں

کوئی اقدام نہیں ہوا، البتہ معتمد (۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ) کے دور میں خراسان کی صفاری حکومت میں ان کو شامل کر دیا گیا اور معتمد نے ۲۵۶ھ میں یعقوب بن لیث صفار کو بلخ، تخارستان اور اس سے متصل کرمان، سجستان اور سندھ کے علاقوں کی ولایت دی کہ یعقوب بن لیث صفار نے ۲۵۲ھ میں خراسان میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی جسے عباسی خلفاء کو تسلیم کرنا پڑا، اسی طرح ۲۷۹ھ میں خراسان کے بالائی علاقہ اور ادر النہر میں بنو سامان نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اور عباسی خلیفہ نے اسے بھی اپنی منظوری دی، ۲۷۹ھ میں معتمد نے الموفق باللہ کو ولی عہد بنایا اور اس کو مشرق کے جن ممالک کی ولایت سپرد کی تھی ان میں سندھ بھی شامل تھا، ۲۷۹ھ میں یعقوب بن لیث صفار کا انتقال ہوا اور اس کا بھائی عمرو بن لیث حکم ان ہوا تو معتمد کے پاس اپنی اطاعت گزاری کا خط لکھا اور معتمد کے بھائی ابوالموفق نے عمرو بن لیث کو مقبوضہ خراسان کے علاوہ پورے خراسان، السہبانی، سجستان، سندھ، کرمان وغیرہ کی ولایت دی ساتھ ہی خلعت اور حکم بھی دیا،

عمرو بن لیث نے خلیفہ معتمد سے ۲۷۹ھ تا ۳۰۱ھ کی خدمت میں ہدایا و تحائف بھیج کر اپنی ولایت کا یہ اجر حاصل کر لیا اس زمانہ کے عباسی خلفاء اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے تھے؟

علاقہ سندھ میں صفار یوں | یعقوب بن لیث صفار اور اس کے بھائی
کے غزوات و فتوحات | عمرو بن لیث صفار نے اس دور انارت
میں سندھ کے ان مقامات میں غزوات و فتوحات کی سرکاری جاری تھی

لہ البدایہ والنہایہ ۱۱ ص ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰

جن پر ان کی امدت و حکومت تھی اور جو علاقے حباریوں کے قبضہ میں تھے، ان سے تعرض نہیں کیا، کیونکہ دونوں ہی خلافت کی اطاعت کا دم بھرتے تھے، ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں بامیان کے بت خانہ کے حال میں لکھا ہے کہ ہستان کی جانب سے ہندوستان کا پہلا علاقہ بامیان ہے، اس میں بت خانہ ہے، اس مقام تک یعقوب بن لیث ہندوستان کی فتوحات کے ارادے سے پہونچا تھا، اور بغداد میں جو بت بیچے گئے تھے وہ بامیان کے اسی مقام کے تھے۔

یعقوب بن لیث نے اطراف و جوانب کے بادشاہوں پر اپنی دھاگ جما کر ان کو مرعوب کر دیا تھا اور وہ اس سے خوف کھاتے تھے، ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ۵۳ھ میں یعقوب بن لیث نے ہستان، ہرات، بوشیخ اور اس پاس کے علاقوں میں بڑی شہرت و ناموری اور شان و شوکت حاصل کی، علاقہ بامیان میں غزوات و فتوحات کر کے خراسان پہونچا اور پورے راستہ میں اپنی فاتحانہ شان کا مظاہرہ کرتا رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ:

فرھنبۃ الملوک الذین حولہ، اس کے ارد گرد جتنے راجے ہمارے
منہم ملک المولتان، و ملک تھے سب اس سے ہیبت زدہ ہو گئے
الرخج، و ملک الطیسین، و ملک ان ہی میں ملتان، رنج، طیسین
ذابلستان، و ملک السند و مکران ذابلستان، سندھ، مکران کے
وغیرہم، واذ عنوالہ، راجے بھی تھے جو اس کے مطیع ہو گئے

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یعقوب بن لیث نے مقبوضہ ہندوستان

لہ کتاب الفہرست ص ۴۴۴، تاریخ ابن خلکان ص ۲۳۳،

کتی شاندار حکومت کی، اور اس دیار کے راجوں مہاراجوں اور بادشاہوں کو کس قدر محبوب کر رکھا تھا،

یعقوب بن لیث کے بعد اس کے بھائی عمرو بن لیث نے بھی اپنے دور حکومت میں ہندوستان کے اس علاقہ پر جہاد کر کے فتح پائی تھی، مسعودی نے لکھا ہے کہ عمرو بن لیث نے بلاد بخت و معبر اور بلادِ دادر سے مستقل ہندوستانی علاقوں اور پہاڑوں میں فتوحات حاصل کیں، یہ علاقے ہمارے زمانہ (۳۳۲ھ) میں ہندوستان کی سرحد میں واقع ہیں جن میں شہری اور دیہاتی دونوں قسم کے خطے شامل ہیں،

عباسی خلفاء کو سفاریوں کی طرف سے ہندی ہدایا و تحائف سے بہت سے توائف معتمد کی خدمت

میں بھیجے گئے جن میں خراسان کے بہت سے جانور اور ہدایا کے صندوق کے علاوہ چار لاکھ درہم بھی تھے، نیز ان میں ہندوستان کے علاقہ ہامیان کا ایک بت عورت کی شکل میں تھا، جس کے چار ہاتھ تھے اور ہانڈی کے دو ہاڑ اس کے بدن پر تھے جو سرخ اور سفید جاہر سے مرصع تھے، اس بت کے سامنے بہت سے چھوٹے چھوٹے بت جو اہرات سے مزین تھے، یہ بت ایک بڑی گاڑی پر تھا جسے اونٹ کھینچتے تھے، یہ تمام چیزیں معتمد کے محل میں پہنچائی گئیں، پھر یہ بت مشرقی بغداد کے مکان میں رکھا گیا اور تین دن تک عوام اس کا تماشا دیکھتے رہے، اس کے بعد معتمد کے محل میں پہنچا دیا گیا، یہ نمائش پینچند ۴ ریح الآخر ۲۸۳ھ کو ہوئی تھی، عوام نے اس بت کو شغل کے نام سے یاد کیا کیونکہ لوگ کئی دن تک اس کے کھنپے میں مشغول

ط مروج الذهب ج ۲ ص ۱۲۷

سے مزین تھا، اس نے جستان کے ایک علاقہ پر غلبہ حاصل کر لیا، یعقوب بن لیث نے ۲۳۳ء میں اس سے جنگ کی، اور عباسی امیر طاہر بن عبد نے صالح بن نصر کنانی کو نکال باہر کیا تو ایک دوسرے شخص درہم بن حسین نے اسٹھ کر جستان پر قبضہ کر لیا، یعقوب بن لیث اس کی فوج کا امیر تھا، درہم بن حسین نے یعقوب بن لیث کی معاملہ فہمی اور ملکی و سیاسی معاملات میں بیدار مغزی دیکھ کر اپنا امیر و حاکم بنایا، اور خود حکومت سے بر طرف ہو گیا اس کے بعد یعقوب بن لیث کی طاقت بہت بڑھ گئی، اور نہایت دلیری سے حوارج سے جنگ کر کے ان کو بالکل تباہ کر دیا اور پورے سمستان پر قبضہ کر کے نہایت اچھا انتظام کیا، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور امن و امان کے لئے کوشش کی، پھر معتز کے دور خلافت میں ۲۵۳ء میں خراسان کے علاقہ ہرات اور بلوخیچ پر قبضہ کر لیا، اور ۲۵۵ء میں کرمان پر قبضہ کر کے اسی سال پورے فارس پر قابض ہو گیا، معتز کے دور میں ۲۵۹ء میں نیشاپور اور ۲۶۱ء میں بلخستان کو اپنے زیر نگیں کر لیا، ۲۶۲ء میں موفق اور یعقوب میں جنگ ہوئی، ۲۶۳ء میں یعقوب نے اہواز پر قبضہ کیا، ۲۶۴ء میں سندھ کے بعض علاقوں میں اس کی حکومت ہوئی، اور ۲۶۵ء میں یعقوب بن لیث کے انتقال پر اس کا بھائی عمرو بن لیث حاکم ہوا، ۲۶۵ء میں موفق اور عمرو بن لیث کی فوجوں میں جنگ ہوئی، ۲۶۹ء میں عمرو بن لیث قتل ہوا، دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے دور حکومت میں ہندوستان کے مقبوض علاقوں پر پوری توجہ داری سے حکومت کی اور ایک زمانہ تک یہ علاقہ ان کی حکومت کا حصہ بنا رہا،

لتان میں دولت سامیہ کا قیام حدود ۲۶۵ء میں

اس کے علاوہ سفاریوں نے مختلف اوقات میں ہندوستانی اشیاء کے
 تحفے معتمد کی خدمت میں روانہ کئے، قاضی رشید بن زبیر نے لکھا ہے کہ
 یعقوب بن لیث نے ایک سال معتمد کی خدمت میں بہت سے ہداہ و تحائف
 بھیجے جن میں دیگر نفائس و عجائب کے ساتھ سیر عود ہندی بھی تھی،
 میں جو ہداہ روانہ کئے ان میں بھی تلو سیر عود ہندی تھی، اور ۲۸۳ھ کے ہدایا میں
 پچاس سیر عود ہندی تھی، ۲۶۲ھ میں جب یعقوب بن لیث نے معتمد اور
 اس کے بھائی موفق کے مقابلہ میں شکست کھائی اور طسوخ جازر (عراق)
 میں پناہ لی تو اس کے خزانہ سے خلیفہ معتمد کو دیگر اشیاء کے ساتھ سندھ،
 ہندوستان، چین، فرغانہ کے عمدہ عمدہ سالانہ عود ہندی، مشک تھی اور
 نقد دولت کے بے شمار صندوق ملے،

۱۵۶ھ میں صفاری حکمران ہندوستان کے ایک
 علاقہ پر قابض ہوئے اور کئی سال تک یہاں ان کی

صفاری حکومت
 پر اجمالی نظر

حکومت رہی انہوں نے اپنے مقبوضہ علاقہ میں غزوات و فتوحات کیں
 اور اپنی سلطنت کے ایک حصہ کی طرح اس پر بھی حکومت کی، اس کے علاوہ
 بھی سندھ اور ہندوستان کے امراء و حکام میں اور ان کی اجمالی
 تاریخ بیان کی جاتی ہے،

بجستان میں یعقوب بن لیث اور عمرو بن لیث و بھائی تھے جو پہلے صفاری
 یعنی پتیل کے برتنوں کا کاروبار کرتے تھے،

اور بظاہر عابد و زاہد تھے، اس زمانہ میں بجستان میں ایک شخص صالح
 بن نصر کنانی تھا جو خوارج سے جنگ کرتا تھا، وہ بھی بظاہر تقویٰ طہارت

۱۵ کتاب الذخائر و التحف ص ۲۲۳، ص ۲۲۳

خلافت طرح طرح کے داخلی فتنوں سے دوچار ہو گئی، پہلے ہی فتنہ پروری اور شورش پسندی کیا کم تھی، اب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جس امیر نے جہاں چاہا اپنی حکومت قائم کر کے عباسی خلفاء سے نیابت اور ماتحتی کا پروانہ حاصل کر لیا، چنانچہ بغداد اور اس کے اطراف کے علاوہ پورے عالم اسلام میں عملاً عباسی خلفاء کی حکومت نہیں رہی بلکہ ان کے امر اور غلبہ حاصل کر کے حکومت کرتے تھے، پہلے عباسی خلفاء اس قسم کے لوگوں کو طاقت کے ذریعہ زیر کیا کرتے تھے مگر اب ان میں اس کی سکت باقی نہیں رہ گئی تھی، خود ہندوستان میں عمر بن عبدالعزیز ہبباری کی حکومت اور ہندوستانی علاقہ پر خراسان کے صفاریوں کی حکومت اسی صورت حال کی پیداوار تھی، اس زمانہ میں پنجاب میں بھی ایک خود مختار حکومت بنو ساسا نے قائم کی،

گذر چکا ہے کہ سامون کے زمانہ میں سندھ اور بلخ ان کے عباسی مقبوضہ سے باہر گجرات میں بنو ساسا کے غلام فضل بن ماہان نے سندھ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر کے خلفاء سے تعلق رکھنے والوں کے نام کا خطبہ پڑھا، ان کے پاس ہدیہ بھیجا اور خلفاء نے بھی اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی، اسی بنو ساسا کے ایک سردار محمد بن قاسم بن منبہ سامی نے خلیفہ معتضد کے دور میں ۲۷۹ھ کے حدود میں ملتان میں اپنی حکومت قائم کی، معتضد کے زمانہ میں عمان کے خوارج نے بڑی شورش برپا کر رکھی تھی، اس کے عمان کے بنو ساسا کے سردار محمد بن قاسم بن منبہ سامی کو ہر قسم کی فوجی مدد دے کر خوارج کے مقابلہ کے لئے تیار کیا، اس نے خوارج کو شکست دے کر عمان میں اپنی حکومت قائم کر لی، جو کسی نہ کسی طرح ۳۱۷ھ تک باقی رہی، غالباً

محمد بن قاسم سامی نے عمان میں حکومت قائم کرنے کے بعد ہی ملتان سے کسی متغلب حاکم کو نکال کر وہاں اپنی حکومت قائم جس میں بنو منبہ کے نام سے کئی حکمران گذرے ہیں، یہ سامی حکمران خالص سنی تھے اور خلفاء عباسیہ کے نام کا خطبہ پڑھ کر بغداد سے تعلق رکھتے تھے، ۳۶۰ھ اور ۳۷۵ھ کے درمیان باطنیوں نے اس حکومت پر قبضہ کر کے مصر و افریقہ کی باطنی حکومت کا سکہ جاری کیا، اور ۳۹۶ھ میں سلطان محمود غزنوی نے یہاں سے باطنی حکومت کا خاتمہ کیا،

اس طرح تیسری صدی کی آخری دہائیوں میں یہاں تین حکومتیں قائم ہوئیں اور تینوں ہی عباسی خلفاء سے وفاداری اور ان کی اطاعت کا دم بھرتی تھیں، منصورہ (سندھ) کی صفاری حکومت اور ملتان (پنجاب) کی سامی حکومت مقامی تھی اور خراسان کی صفاری حکومت بیرونی تھی، ان خود مختار حکومتوں کا دور بھی ہندوستان میں عباسی خلفاء کا دوسرا دور کہا جاسکتا ہے،

مگر ان ہیں دولت معدانیہ کا قیام حدود ۳۴۰ھ میں

ملتان کی دولت سامیہ کے تقریباً ستر سال بعد مکران میں ایک نئی خود مختار حکومت دولت معدانیہ قائم ہوئی جس نے بغداد سے کوئی تعلق نہیں رکھا اور اس کے حکمران خارجی تھے، معلوم ہے کہ سندھ اور مکران کے دو دراز اور دشوار گزار علاقے خوارج کے مرکز تھے، اور وہ ہمیشہ ان میں اپنی سرگرمی جاری رکھتے تھے، منصورہ اور ملتان کی خود مختار حکومتوں کے قیام کے بعد یہ علاقے صفاریوں کے ماتحت تھے اور وہ وہاں طاقت کے بل بوتے پر حکومت کرتے تھے، اور جوں ہی اس طرف سے ان کی گرفت

کچھ نرم ہوئی مقامی خوارج نے دو الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں، ایک مکران کے علاقہ میں جسے ہم دولت معدانیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری طوران یعنی قندابیل اور قیقان کے علاقہ میں جسے ہم دولت متغلبہ سے یاد کرتے ہیں۔ مکران میں ایک خارجی سردار عیسیٰ بن معدان اپنی حکومت قائم کر کے مہراج کے لقب سے حکمران بنا، اس نے عباسی خلفاء سے کوئی تعلق نہیں رکھا، نہ ان کے نام کا خطبہ پڑھا، اور نہ کبھی ان سے خط و کتابت کی، اس میں یہ حکمران گذرے ہیں، عیسیٰ بن معدان مہراج بانی حکومت، معدان بن عیسیٰ بن معدان، عیسیٰ بن معدان بن معدان، ابو العسا کر حسین بن معدان بن عیسیٰ بن معدان، اس کا خاتمہ ۳۲۷ھ میں سلطان شہاب الدین غوری کے ہاتھوں ہوا، اس کی مدت حکومت ایک سو اکتیس سال ہے، اس حکومت میں بعض حکمران نہایت کامیاب گذرے ہیں،

طوران میں دولت متغلبہ کا تقریباً اسی زمانہ میں علاقہ طوران یعنی قندابیل اور قیقان قیام حدود ۳۲۷ھ میں | میں ایک اور خود مختار حکومت قائم ہوئی جس کا بانی

ایک خارجی تھا اور بعد میں خوارج یہاں حکومت کرتے رہے یہی بغداد سے تعلق رکھتی تھی اور اس کا کوئی خاص نظم نہیں تھا، بلکہ جو غلبہ حاصل کر لیتا حکمران بن جاتا تھا، ۳۲۷ھ کے حدود میں ایک شخص منیرہ بن احمد نے اس علاقہ میں غلبہ و استیلا کے بعد اپنی حکومت کھڑی کر لی، اور کیزکاناں نامی مقام کو دارالحکومت قرار دیا، اس کے بعد ابو القاسم بصری نامی ایک شخص حکمران بنا جو پتھی عدی کے آخری حصہ میں ایک عادل و متواضع شخص حکومت کرتا تھا، اسی طرز و ایک اور حکمران کا پتہ چلتا ہے جو یہاں کے بادشاہ یا حاکم تھے، ۳۲۷ھ میں سلطان شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس حکومت کا خاتمہ ہوا، اس کی مدت بھی تقریباً ایک اکتیس سال ہے۔

(۳)

امارتِ بحرِ بصرہ

عباسی دور میں ہندوستان کا سرکاری انتظام اموی دور سے جداگانہ تھا، اس زمانہ میں حالات بدل گئے تھے، اور نظام حکومت متعدد شعبوں میں تقسیم تھا، خود ہندوستان میں وقتاً فوقتاً عربوں کی شورش پسندی، جاٹوں کی فتنہ گری اور بحری ڈاکوؤں کی یلغار سے یہاں کے امراء و حکام کو دوچار ہونا پڑتا تھا، اس لئے انھوں نے نظام حکومت کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے مالیہ، عدلیہ، انتظامیہ اور حربیہ کی ذمہ داری اپنے احوان و انصار اور ماتحت حکام کی مدد سے سنبھالی، ان ہی حالات میں یہاں کے جاٹ اور سمندری ڈاکو پورے بحر فارس اور بحر ہند میں لوٹ مار، قتل و غارت اور فتنہ و فساد برپا کرتے تھے، اور عراق کے بعض مقامات اور بحر فارس کے جزائر میں ان کے گروہ اپنی طاقت جمع رکھتے تھے، اس لئے ان کی سرکوبی اور ان سے جنگ کے لئے خلافت کو بحری مہمات کا انتظام کرنا پڑا، اور عباسی دور کی ابتداء ہی میں بحر بصرہ کی مستقل امارت قائم کی گئی، جس پر باقاعدہ امراء کا تقرر ہوتا تھا اور ان کی قیادت میں جزائر اور سواحل میں بحری مہمات روانہ کی جاتی تھیں، گویا یہ امارت ہندوستان

کے سرکاری انتظام کا ایک شعبہ تھی؛

اور اس کا تعلق یہاں کے امور و معاملات سے تھا، اس لئے ہم اس ادارے کی سرگرمیوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں، یہ ساری معلومات صرف خلیفہ بن خیاط متونی ۲۲۰ھ کی رہین منت ہیں، انہوں نے اپنی سند و تاریخ میں ہر سنہ کے حالات میں بحر بصرہ کی امارت کے غزوات بالانضمام بیان کئے ہیں، ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ میں اور ذہبی نے تاریخ الاسلام میں اس سلسلہ کے بعض واقعات لکھے ہیں، ان کا ماخذ تاریخ خلیفہ ہے،

بحر بصرہ اور بلاد بحر بصرہ | پہلے ہم بحر بصرہ اور بلاد بحر بصرہ کو بیان کرتے ہیں جو اس امارت کے حلقہ عمل تھے اور

جن کے لئے یہ امارت قائم کی گئی تھی، بحر فارس، بحر عرب، بحر بحرین، بحر عمان، بحر ہند ایک ہی سمندر کے نام ہیں، جہاں جو حصہ پڑا اسی کے نام سے موسوم ہوا، بعد میں ان سب پر بحر بصرہ کا اطلاق کیا گیا، یہ اصطلاح بحری اور جغرافیائی نہیں ہے بلکہ عباسی نظام حکومت کے ایک شعبہ ہے جس کا تعلق درحقیقت ہندوستان کی امارت و حکومت سے ہے، امارت بحر بصرہ کے ماتحت بلاد بحر بصرہ، بحر فارس کے جزائر اور سواحل مکران، سندھ، گجرات اور سورتاں تک پھیلے ہوئے تھے، یہی مقامات ہندوستان کے بحری ڈاکوؤں کی حوالانگاہ تھے اور ان ہی سے امارت بحر بصرہ کی سرگرمیوں کا تعلق تھا، یا قوت حموی کے بیان کی رو سے قدیم بحر فارس جو جدید اصطلاح کی رو سے بحر بصرہ کا ایک حصہ تھا، بصرہ اور عبادان کی طرف سے اس کا پہلا ساحل بصرہ سے براہ و جلہ عبادان کی طرف ایک چھوٹے سے شہر محزوزہ کہتے ہیں اور جلہ و شاخوں میں بٹ جاتا ہے، ایک شاخ وائیں سمت سے بحرین کے سواحل کے پاس سمندر میں گرتی ہے اور

کے میدانی اور عرب علاقوں کی طرف جانے والے جہاز چلتے ہیں، اس شاخ کے جنوبی سواحل پر قطر، عمان، شحر، مریاط، حضرموت اور عدن واقع ہیں، اور دوسری شاخ ہائیں سمت سے فارس کی خشکی سے سمندر میں گرتی ہے، ان دونوں شاخوں کے سمندر میں گرنے کی وجہ سے عبادان جزیرہ بن جاتا ہے، عبادان کی طرف سے بحر فارس کے سواحل پر مشہور شہر مہر و بانا ہے، یہاں لکڑی بحر فارس کو فارسی زماں میں زراہ افزنگ کہتے ہیں، یہاں ایک پلج سمندر سے نکل کر جنوب سے شمال کی جانب ابلہ کے آگے چلی جاتی ہے اور عراق کے لطیجہ کے پانی میں مل جاتی ہے، اس کے بعد جنوب کی طرف رامط کا شہر جنابہ ہے، اس کے بالمقابل سمندر میں جزیرہ خارک ہے، پھر فارس کے سواحل پر سینیر، بوشہر، بحریم، سیراف، جزیرہ لار، اور قلعہ نہرو آتے ہیں، ان کے بالمقابل سمندر میں جزیرہ قیس بن عمیرہ ہے جو فارس کے میدانی علاقہ سے نظر آتا ہے، بحر فارس میں یہ سب سے زیادہ آباد جگہ ہے اور یہیں سلطان بحر اور اس علاقہ کا متولی رہتا ہے، اس کے بعد ساحل فارس پر ہرموز ہے، اس کے بالمقابل لجزہ میں ایک بہت بڑا جزیرہ جاسک ہے اس کے بعد ہندوستان کا شہر تیز نکر ان آجاتا ہے، یہاں بحر فارس کی حد ختم ہو جاتی ہے،

اس کے بعد بحر ہند ہے جو تیز نکر ان کے ساحل سے مشرق کی طرف پورانی میں گذرتا ہے، اس کے سواحل پر دیبل، کچھ، سومنات، کھمبانت واقع ہیں، پھر ایک کھاڑی سے بھڑوچ کا راستہ ہے، اس کے بعد اس میں بہت زیادہ موڑ پیدا ہو گیا ہے، جو مالا بار تک چلا گیا ہے، یہاں کے مشہور منجور اور خاکنور ہیں، پھر ایک کھاڑی آتی ہے جس سے معبر کا راستہ ہے

یہ ہندوستان کا آخری علاقہ ہے، لے

بحر بصرہ (بحر فارس و بحر ہند) میں کئی چھوٹے بڑے جزیرے سمندری
ڈاکوؤں کے اڈے اور ان کی کین گاہ تھے، عباسی عہد کے جغرافیہ نویس ابن
خردادبہ نے ان جزائر کی تفصیل یوں بیان کی ہے (۱) البصرہ سے جزیرہ فارس
پچاس فرسخ پر ہے، یہ ایک فرسخ لمبا چوڑا ہے، یہاں پر انکور اور کھجور کے
باغات ہیں اور کھیتی باڑی ہوتی ہے، (۲) یہاں سے جزیرہ لاولیٰ اسی فرسخ
پر ہے، یہ دو فرسخ کی لمبائی چوڑائی میں آباد ہے، یہاں بھی کھجور کے باغات اور کھیت
ہیں (۳) یہاں سے جزیرہ ابروان سات فرسخ پر ہے یہ ایک فرسخ میں آباد ہے
یہاں کھیت اور نخلستان ہیں، (۴) یہاں سے جزیرہ فین سات فرسخ پر ہے
یہ عرف زوف میل میں غیر آباد ہے، (۵) یہاں سے جزیرہ مکیس (قیس)
سات فرسخ پر ہے یہ چار فرسخ میں آباد ہے، یہاں کھیتی باڑی اور مویشی کے
علاوہ موٹی بھی نکلتے ہیں (۶) یہاں سے جزیرہ ابن کاوان اٹھارہ فرسخ
پر ہے یہ تین فرسخ میں آباد ہے (۷) یہاں سے ارموز (ہرموز) سات فرسخ
پر ہے اور پھر تارات سات فرسخ پر ہے لے

بصرہ سے سورا شتر اور کچھ تک کے ہی جزائر اور ساحلی شہر بلاد بحر بصرہ
کے جاتے تھے اور ان ہی میں بحر بصرہ کے امراء بحری ڈاکوؤں کے خلاف
اپنی سرگرمیاں جاری رکھتے تھے، جن کی آخری حد علاقہ سورا شتر تھی
بلادی نے ۶۵۵ء میں لکھا ہے: سورسٹھ (سوا شتر) ان دنوں بصرہ والوں
کی جنگی جو لا لگناہ ہے، یہاں کے باشندے میدان میں جو سمندر میں ڈاکو
ڈالتے ہیں، لے

لے معجم البلدان، ۱ ص ۶۹، لے المسالك والممالک لے فتوح البلدان

ان ڈاکوؤں سے جنگ کے لئے آنے جانے والے جہاز اپنے ساتھ
فوج اور اسلحہ رکھتے تھے اور بحر بصرہ کی امارت کی طرف سے یہاں تک جنگی
مہمات آتی تھیں،

چند مشہور شہر اور جزائر جو ڈاکوؤں
کی زد پر رہا کرتے تھے،

بصرہ اور ہندوستان کے درمیان
جزیروں اور ساحلی شہروں کو

مرکزی حیثیت حاصل تھی، جہاں تاجروں اور مسافروں کے جہاز لنگر انداز
ہوتے تھے اور تجارتی سامان بھاری مقدار میں رہا کرتے تھے، ان کی حفاظت
کے لئے بڑی بیدار مغزی اور سخت انتظام کی ضرورت تھی، ہندوستان
کے ڈاکو منظم طریقہ پر ان علاقوں کے جہازوں، مسافروں اور سامانوں
پر ڈاکہ ڈالتے تھے، ان کی حفاظت اور بھی ضروری تھی، ذیل میں ہم بعض جزیروں
اور شہروں کی بحری، تجارتی اور مرکزی اہمیت بیان کرتے ہیں جس سے امارت
بحر بصرہ کی ضرورت کا اندازہ ہو سکے گا،

جزیرہ قیس | اس کو کیش اور کیش بھی کہتے تھے، بحر بصرہ میں عمان کے
حدود میں واقع تھا، اس کی لمبائی چوڑائی مار فرسخ میں

تھی، بہت خوبصورت شہر تھا، اس میں بڑے بڑے باغات، عمدہ عمدہ
مکانات تھے اور سمندر کے حاکم و سلطان کا مسکن بھی اسی میں تھا، اس
کو بحرین کی آمدنی کا دو تہائی حصہ ملتا تھا، یہاں ہندوستان اور عرب کے
درمیان آنے جانے والے جہاز ٹھہرتے تھے، تجارتی بازار تھا، ہندوستان
کے راجوں مہاراجوں پر یہاں کے حاکم کی دھاگ سٹھی ہوتی تھی، کیوں کہ
اس کے پاس چھوٹے بڑے بہت سے جہاز اور بیڑے تھے، جزیرہ قیس اور
اس کے قریب وجوار کے جزیروں سے ہوتی نکلتا تھا اور یہ تمام جزائر

سلطان قیس کی ملکیت میں تھے۔

جزیرہ قیس اور عمان کے درمیان ساحلی شہر ہرگز کے
جزیرہ جاسک | سامنے جاسک بہت بڑا جزیرہ تھا، اس کے اور

جزیرہ قیس کے درمیان تین دن کی بحری مسافت تھی، اس میں عمارتیں تھیں
جن میں جزیرہ قیس کے حاکم کی بحری فوج رہتی تھی، اس فوج کے سپاہی
نہایت قوی، سیکل، مستقل مزاج، ثابت قدم اور بحری جنگ کے ماہر ہوتے
تھے، جہازوں اور کشتیوں کی مرمت کا کام بھی خوب جانتے تھے، کئی کئی دلوں
تک سمندر میں تیرتے ہوئے بحری ڈاکوؤں سے تلوار سے لڑتے تھے، جیسے
زینبی جنگ ہوتی ہے، ان کی بہادری، جنگی مہارت اور صبر و استقامت
کی وجہ سے ان کی نسل کے بارے میں افسانوی روایت مشہور تھی۔

راس الجحیم | عمان اور عدن کے درمیان عمان کے قریب زمین کا ایک
حصہ سطح سمندر سے ابھرا ہوا ہے جسے جہازران راس

الجحیم کہتے تھے، جہازوں والوں میں اس مقام کا چرچا زیادہ رہتا تھا کیونکہ
اسی علامت کو دیکھ کر عرب اور ہندوستان کے درمیان جہاز آنے جاتے تھے
سیراف | بحر بصرہ کے ساحل پر بہت بڑا تجارتی شہر تھا، قدیم زمانہ
میں اسی بندرگاہ پر ہندوستان آنے جانے والے جہاز ٹھہرتے

تھے، تاجر اس کو شیداؤ کہتے تھے، سیراف سے دوسرخ پر دو پہاڑوں
درمیان ایک کھاڑی تھی، اسی میں جہاز ٹھہرتے تھے، ہوا موافق ہونے
پھرہ سے سیراف سات دن کی مسافت پر تھا، جب جزیرہ
آنے جانے جہازوں کے لئے بن رگاہ بن گیا تو سیراف ویران ہو گیا۔

یہاں چور ڈاکو رہنے لگے، اے

ہرمز | ہرمز ہرموز البحر بصرہ کا ساحلی شہر تھا، سمندر کی ایک کھاڑی
وہاں تک جاتی تھی، یہ مقام کرمان کی بندرگاہ تھلہ ہندوستان
کے جہاز یہاں تک آتے تھے اور ان کا سامان یہیں اتار کر کرمان بھستان
اور خراسان روانہ کیا جاتا تھا۔

قلہات | قلہات عمان کا ساحلی شہر تھا جہاں ہندوستان سے آنے
والے جہاز ٹھہر کرتے تھے، بعد میں مستقل بندرگاہ بن گیا،
اس پر ہرمز کے حاکم کا قبضہ تھا،

یہی سواحل و جزائر ہندوستان کے بھری ڈاکوؤں کے اڈے اور
کین گاہ تھے، اور یہیں سے سقوطہ اور عدن تک ان کی یلغار اور لوٹ
مار رہا کرتی تھی،

کچھ اور سوراٹھریں | یوں تو کرمان سے سرندیب تک کے ساحلوں
سمندری ڈاکوؤں کی کثرت اور ان کے چھپے میدانے علاقوں میں بحری

ڈاکوؤں (مید) کی آبادیاں اور اڈے تھے، مگر عباسی دور میں یہ لوگ
شورائٹھ اور گجرات کے ساحلوں اور میدانے علاقوں میں سمٹ آئے
تھے اور یہیں سے بحر بصرہ (بحر فارس اور بحر ہند) کے سواحل اور
جزائر بلکہ پچ سمندر میں مسلمانوں کی کشتیوں اور جہازوں پر ڈاکو ڈالتے
تھے اور آبادیوں میں لوٹ مار اور قتل و غارت کرتے تھے، اس دور کے
ہرموز اور اور جغرافیہ نویس نے ان ڈاکوؤں کی تباہ کاری اور گجرات
وسورائٹھ میں کی بھاری جمعیت کا تذکرہ کیا ہے، ابن خرداد نے

۱۔ بحم البلدان ص ۱۹۳۔ ۲۔ ص ۸۶۔

لکھا ہے کہ دریائے سندھ سے ہندوستان کے پہلے علاقہ اوتکین تک چار دن کی مسافت ہے، اس درمیانی علاقہ کے پہاڑوں میں بانس اور میدانی علاقوں میں کھیتی باڑی ہے،

واہلہا عتاقہ، مردۃ اور وہاں کے باشندے شہرید

نصوص، ومنها علی و سرکش اور چور ہیں، اور اوتکین

فرسخین المید سے چھ میل پر مید قوم رہتی ہے،

اصطخری نے لکھا ہے کہ دریائے سندھ کے سواحل پر ملتان (پنجاب)

سے لے کر سمندر (سندھ) تک بحری ڈاکو آباد ہیں اور دریائے سندھ

اور قاہل کے درمیانی میدانوں میں ان کا چراگا ہیں اور بہت سی بستیاں

ہیں، ان علاقوں میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مسعودی نے کتاب التنبیۃ والاشراف میں لکھا ہے کہ تقریباً تین سو

فرسخ کی لمبائی میں دریائے سندھ کے میدانی علاقے اور بڑی بڑی جھاڑیاں

ہیں جن میں نیزے اور بانس کے جنگلات ہیں، اس علاقہ میں سندھ کی ایک

قوم میدان نامی بہت بڑی تعداد میں ہے جو اہل منصورہ سے برسرِ سیکارہ کرتے ہیں

ولہم بواجرج فی البحر سمندر میں ان کے بیڑے ہوتے ہیں،

تقطع علی مراكب المسلمین اور مسلمانوں کے جہاز پر جو ہندوستان،

المجتناۃ الی ارض الہند جدہ اور بحر قلزم میں آتے جاتے ہیں

وحدة والقلزم وغیرہا کالشوانی ڈاکو ڈالتے ہیں، جس طرح بحر روم

فی بحر الروم۔ میں غارت گری بیڑے ہوتے ہیں،

اور مروج الذہب میں سقوطہ کے باشندوں پر ہندی ڈاکوؤں کی یلغار کو

ان المساک والممالک ص ۶۲ مساک الممالک ص ۱۶۶ التنبیۃ والاشراف ص ۵۵

بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وہم فی هذا الوقت تناوی
الیہم بوارج الہند الذین
یقطعون علی المسلمین فی
ہذا البوارج وہی المرائب
علی من اراد الصین والہند
وغیرہا کما یقطع المروم
فی الشوانی علی المسلمین فی البحر
الرومی من ساحل الشام ومصر

اس زمانہ میں (۳۳ھ میں) سقوطِ طرہ
تک ہندوستان کے پیرے آتے ہیں
جن میں ڈاکو مسلمانوں کے جہاز پر
ڈاکہ ڈالتے ہیں جو چین اور ہندوستان
وغیرہ آتے جلتے ہیں، جس طرح رومی
یٹر کے بحرِ روم میں مصر و شام کے
ساحل سے مسلمانوں پر ڈاکہ ڈالتے
ہیں،

بیرونی نے کتاب الہند میں سور اشتر کے علاقہ کچھ اور سومنات کو
ان ڈاکوؤں کا گڑھ بتایا ہے چنانچہ شہروں کی مسافت بیان کرتے ہوئے
لکھا ہے:

شع البوارج، نصوص،
ومواضعہم کج و سونات
وسموا بھذا الاسم لانہم
یتلصصون فی الزوارق
واسمہا بیره، لہ

پھر بوارج کا علاقہ ہے یہ لوگ چور
ڈاکو ہیں اور ان کا مرکز کچھ سومنات
ہے، ان ڈاکوؤں کو بوارج اس لئے
کہا جاتا ہے کہ وہ چھوٹی کشتیوں
میں سوار ہو کر سمندر میں چوری کرتے
ہیں، ایسی کشتی کا نام بیڑہ ہے،

مؤرخ بلاذری کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ سرست (سورٹھ، سوراشٹر)
ان دونوں اہل بصرہ کے غزوہ اور جنگ کا علاقہ ہے، یہاں کے باشندے

س مروج الذہب ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب الہند ص ۲۱۹ (یورپ)

مید ہیں جو سمندر میں ڈاکہ ڈالتے ہیں،

چونکہ ان بحری ڈاکوؤں کا سب سے بڑا مرکز علاقہ کچھ دسویں صدی میں

اس لئے امارت بحر بصرہ ان کی سرکوبی کے سلسلہ میں بعض اوقات سواشرط
کے علاقوں میں بحری مہم روانہ کرتی تھی، چنانچہ ۱۷۵۲ء اور ۱۷۵۳ء میں سواشرط
ہیں اسی کے ماتحت جنگ ہوئی،

ان کی غارتگری کے طریقہ | عباسی دور میں ان بحری ڈاکوؤں کی سفاکی
اور چپندہ واقعات | بہت زیادہ بڑھ گئی تھی، اموی دور کے آخر

میں ہندوستان میں ابتری پھیلی ہوئی تھی، منصور بن جہور کلہی اور اس کے
سہمائی منصور بن جہور کلہی نے پورے سندھ و بلکان میں اپنی حکومت قائم

کر لی تھی، ملتان اور قندابل وغیرہ کے عربوں میں عباسی دور کی ابتداء
میں قبائلی عصبیت نے خود سری پیدا کر دی تھی، اور وہ یہاں کے حالات

سے یکسو ہو کر باہمی آویزش میں مبتلا تھے اور عباسی امرا ان حالات کا
مقابلہ کر رہے تھے، اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں

کے جاٹوں اور میدوں نے ہر طرف شورش اور لوٹ مار کا بازار گرم کر
رکھا تھا، ایک طرف یہاں کے جاٹوں نے اپنے سرداروں کی قیادت

میں عراق میں اپنا مرکز قائم کر کے بصرہ، بغداد، کوفہ، واسط وغیرہ میں
غارتگری اور لوٹ مار جاری کر رکھی تھی، دوسری طرف خود ہندوستان

کے اندر انھوں نے جگہ جگہ سراٹھانا شروع کر دیا تھا، نیز عراق کے
جاٹوں کے ساتھ ان کے تعلقات قائم تھے اور ان کی تخریبی کارروائیوں

میں یہ بھی حصہ لیتے تھے، اسی طرح یہاں کے بحری ڈاکوؤں نے ہندوستان
کے سواحل، بحر بصرہ کے خبائر اور سمندر میں تباہی مچا رکھی تھی، اور ان کی

وجہ سے عرب، ہندوستان اور چین کی عالمی بحری شاہراہ ہر وقت
خطرات سے گھری رہتی تھی، اور یہ لوگ مسلمانوں کے سفری اور تجارتی
جہازوں کو بے دریغ تاراج کرتے تھے،

خود ہندوستان میں ان ڈاکوؤں اور ٹھکوں نے تاجروں اور دولت مندوں
کو بڑی طرح پریشان کر رکھا تھا، ان کا گردہ بڑی دیریں اور
بے خوفی سے اپنا کام کرتا تھا، نامی گرامی تاجروں، مالداروں اور ساہوکاروں
کو گرفتار کر کے ان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا تھا، یہ لوگ ہندو، مسلمان
یا ملکی غیر ملکی کی تمیز نہیں کرتے تھے، بلکہ جس تاجر اور مالدار کو چاہتے
گرفتار کر کے یرغمال کے طور پر رکھتے تھے اور بھاری رقم وصول کرتے
تھے ابو زید سیرانی نے لکھا ہے کہ سزیدپ کے بازاروں میں ہندوستان
کے ڈاکو جا کر اپنی دھار دار تیز چھری سے تاجر پر بھریوں حملہ کرتے ہیں اور
اس کا گلا پکڑ کر اس کے سامنے اپنا خنجر تانتے ہیں اور بھرے بازار سے
کھینچ کر آبادی کے باہر لے جاتے ہیں، سب لوگ کھڑے تماشا دیکھتے
ہیں، کسی کی بہت نہیں پڑتی کہ ان کے قریب جائے، اور اگر کوئی شخص
بہت کر کے تاجروں کو چھڑانے کی کوشش کرتا ہے تو ڈاکو تاجر کو یا
اپنے ہی کو اسی خنجر سے مار ڈالتا ہے، الغرض ڈاکو تاجر کو مجمع سے
کھینچ کر بستی کے باہر لے جاتا ہے، اور بھاری رقم فدیہ کے طور پر طلب
کرتا ہے، ایسی حالت میں کوئی پیچھے پیچھے جاتا ہے اور نٹلو بہ رقم ادا
کر کے تاجر کو نجات دلاتا ہے، یہ صورت ایک زمانہ تک باقی رہی، بعد
میں وہاں کے ایک راجہ نے حکم دیا کہ جو ڈاکو یہ حرکت کرے وہ جس حال
میں ملے فوراً گرفتار کیا جائے، ابتداء میں گرفتاری کے وقت ڈاکو

اپنے کو اور تاجر کو قتل کر دیا کرتے تھے، مگر اس سخت اقدام سے خرابی
سبب کے بعد امن ہوا:

وتلفت فيه نفس الهند
والنفس العرب فلما وقع
العباس انقطع ذلك، و
امن التجار على انفسهم
ان ڈاکوؤں کی وجہ سے بہت سے
ہندوستانیوں اور عربوں کی جانیں
گئیں اور جب سختی ہوئی تو یہ سلسلہ
بند ہوا، اور تاجر اپنے کو محفوظ
سمجھنے لگے،

سرندیپ کے علاوہ ہندوستان کے اندر بھی ان کا یہی طریقہ تھا،
بزرگ بن شہر بارنا خدانے لکھا ہے کہ ہندوستان میں چور اور ڈاکو شہر
در شہر گھوم گھوم کر مالدار تاجروں کو لوٹتے ہیں، اس میں عربی اور ہندی
کافرق نہیں کرتے ہیں، تاجر کو اس کے گھر میں یا بازار اور راستہ میں
پکڑ کر اس کے سامنے چھری نشکی کر کے کہتے ہیں کہ ہم کو اتنی رقم دو، ورنہ
ہم تم کو قتل کر دیں گے، اگر کوئی عام آدمی یا سرکاری آدمی آگے بڑھ کر
ان کو منع کرتا ہے تو اس کو قتل کر دیتے ہیں، ان کو اپنی جان کی یاد دہانی
کی جان کی مطلق پروا نہیں ہوتی ہے، اس لئے کسی کی مجال نہیں ہوتی
ہے کہ اس حالت میں ان سے تعرض کرے، وہ تاجر کو گرفتار کر کے محفوظ
جگہ میں رکھتے ہیں، اور نہایت بے باکی اور بے فکری سے اپنا خنجر کھلا
رکھ کر کھاتے پیتے ہیں، اور جب کوئی آدمی ان کی مطلوبہ رقم لے کر جاتا ہے
تو اسے اپنے ساتھ لے جا کر رقم لے لیتے ہیں اور تاجر کو چھوڑ دیتے
ہیں، لے

۱۲۱ (سلسلہ ۱۲۱) تاریخ طبع پریس) لہ جانب ہند

بمبئی سے متصل شہر تھانہ کا اسی قسم کا واقعہ ہے ایک تاجر محمد بن مسلم سیرانی تھانہ میں بیس سال سے زائد سے مقیم تھا، اس نے ہندوستان کے اکثر شہروں کی سیاحت کی تھی اور یہاں کے حالات سے واقف تھا، اس کا بیان ہے کہ تھانہ کے ایک ہندو ساہوکار کے اکلوتے لڑکے کو بارہ ڈاکوؤں نے اسی کے گھر میں بند کر کے گھیرا دیا اور دس ہزار دینار کا مطالبہ کیا ساہوکار نے راجہ کے پاس آکر ماجرا بیان کیا اور مدد چاہی، راجہ نے کہا کہ ان ڈاکوؤں پر ہمارا قابو نہیں چلتا ہے، تم ان کا مطالبہ پورا کر کے اپنے لڑکے کی جان بچاؤ، ورنہ کہو تو میں تمہارے گھر کو باہر سے آگ لگا دوں مگر اس صورت میں اندر کے بارہ ڈاکوؤں کے ساتھ تمہارا لڑکا بھی جل کر مر جائے گا، ساہوکار نے رقم نہیں دی، اور راجہ نے اس کے گھر کو چھینکوا دیا جس سے وہ بارہ ڈاکو اور ساہوکار کا لڑکا سب جل کر مر گئے،

بزرگ بن شہریار ناخدا نے لکھا ہے کہ سرندیپ کا سمندر تین سو فرسخ کا ہے، یہ ان سمندروں میں سے ہے جو نہایت خطرناک اور بے لاناک ہیں اور جن سے سلامتی کے ساتھ گزرنا بہت مشکل ہوتا ہے، اس کے اندر گھڑیاں اور اس کے ساحل پر چیتے ہوتے ہیں اور نیسیری مصیبت سمندری ڈاکوؤں کی ہے، یہ لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں اور جہازوں کے آدمیوں کو کھا جاتے ہیں، یہ بدترین مخلوق ہیں، سمندروں میں ان کے مانند ڈاکہ ڈالنے والے نہیں ہیں، اس سمندر سے گزرنے والے جس جہاز کو پکڑ لیتے ہیں اس کے مسافروں کو کھا جاتے ہیں، اگر کوئی جہاز ڈوب جاتا ہے تو ایک گھڑی بھی گزرنے نہیں پاتی ہے کہ مسافروں کو

گھڑیاں کھا جاتے ہیں، اور اگر کوئی جہاز ساحل اور خشکی کے قریب ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے مسافر اوپر چڑھ جاتے ہیں تو ایک گھنٹہ کے اندر ان کو چیتے پھاڑ ڈالتے ہیں۔

مسعودی نے اخبار الزمان میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں سرندیپ اور فلنٹن کے درمیان کئی خلیجیں ہیں جن میں ایک قوم رہتی ہے، اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور یہ لوگ بادر زادے رہتے ہیں، جب ان کے یہاں کوئی عرب پہنچ جاتا ہے تو اس کا کپڑا پکڑ کر لپٹ جاتے ہیں اور اس کو ٹکڑے کاٹ ڈالتے ہیں، ان کے علاقہ میں کوئی راجہ نہیں ہے، ان کی غذا مچھلی، کیلا، ناریل اور گنا ہے، یہاں کے جنگلات میں ہانس ہوتے ہیں۔

ان چند بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ڈاکو کس قدر ہدامنی اور غارتگری پھیلاتے رہتے تھے، اور یہاں کے راجے مہاراجے اور عوام ان کس قدر پریشان اور خائف تھے،

جنگ ان ڈاکوؤں سے جنگ اور مقابلہ کے لئے ڈاکوؤں کے جہازوں اور سفروں کی جہازوں کے سپاہی اور سامان جنگ رکھنے

تھے، گرم تیل اور تاڑکوں جہازوں سے ان پر پھینکتے تھے اور اس کا کئے تھے یہیں کی دو قوموں بیا سرہ اور سیا بچہ کو ملازم رکھا جاتا تھا اور لوہے کو لوہا کاٹتا تھا۔ اسان العرب میں ہے :

والبیاسرة قوم بالسند	بیا سرہ (بیسرہ کی جمع) سندھ کی ایک
وقیل جمیل من السند	قوم ہے یا ایک جماعت ہے یہ لوگ

۱۳
لعناتہم عندک اخبار الزمان ص ۳۱

یو اجرون انفسہم من اهل السفن لحرب عداوہم
جہازیوں کے یہاں دشمنوں سے جنگ کے لئے اجرت پر رہتے ہیں،

بیسری جیل من الہند والسند قسنا جرہن
جماعت ہے، ان کو جہازوں کے نامدا دشمنوں سے لڑنے کے لئے اجرت پر رکھتے ہیں،

العدا۔ اسی طرح سیابجہ کے بارے میں لسان العرب میں ہے:

والسیابجۃ قوم من الہند یستاجرون لیتقاتلوا فیکونون کالمبذرفۃ۔
سیابجہ ہندوستان کی ایک قوم ہے، یہ لوگ جنگ کے لئے کرایہ پر رکھے جاتے ہیں اور محافظوں کی طرح ہوتے ہیں،

نیز اسی میں ہے کہ:

السیابجۃ قوم ذوو جلد من السند والہند یکونون مع رئیس السفینۃ البحریۃ یبذرقوتھا۔
سیابجہ ہندوستان اور سندھ کے طاقتور اور بہادر لوگ ہیں جو جہاز کے افسر کے ساتھ کرایہ کی حفاظت کرتے ہیں،

مسعودی نے اخبار الزمان میں لکھا ہے کہ بحر ہند میں مدنامی ایک جزیرہ ہے، یہاں کے باشندے کائے ہوتے ہیں جو سمندر میں ڈاکہ ڈالتے ہیں، اور سافروں کو قتل کرتے ہیں، چینی جہازوں کے مالک اور ناخدا وغیرہ ان سے

لہ لسان العرب ج ۲ ص ۵۰۰۔ ح ۲ ص ۲۹۲،

غلاقت بحاسیہ اور ہندوستان

جنگ کے لئے اپنے ساتھ سامان جنگ اور نطفہ (مٹی کا تیل یا تار کول) رکھتے ہیں، بسا اوقات ان جہازوں میں چار سو تاجر اور پانچ سو سپاہی ہوتے ہیں اس لئے ڈاکو ان جہازوں پر ڈاکہ نہیں ڈالتے، اور دوسرے جہازوں اور کشتیوں پر حملہ کرتے ہیں، لے

اسمعیل بن ابراہیم (اسماعیلویہ) بلاد الذہب (گجرات اور سوراشٹر) میں آنے والا مشہور ناخدا تھا، اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں جنوبی ہند کی بندرگاہ کلمہ سے عمان کی طرف جہاز لے کر چلا، راستہ میں سڑ سڑ جنگی کشتیوں پر بحری ڈاکو ملے، جہاں سے تین دن تک متواتر جنگ ہوتی رہی، ہماری طرف سے سخت مقابلہ کر کے ان کی کشتیاں جلائی گئیں، ان کی ایک جماعت تفل کی گئی، اور بڑی مشکل سے نجات ملی، اس سفر میں کلمہ سے شط العرب یعنی مقام شحر تک آتا لیس دن لگے، لے

ایک مرتبہ ان ڈاکوؤں نے ایک تجارتی جہاز کو پکڑ کر لوٹنا چاہا تو مقام راجہ اورستی والے ان سے لڑنے کے لئے نکلے نیز بعض تاجروں نے جہاز کے سپاہیوں کے ساتھ مل کر ڈاکوؤں سے جنگ کی، اس جہاز میں عراق کا ایک نچلا مسافر تھا، جب اس نے دیکھا کہ ڈاکوؤں اور جہاز والوں میں جنگ بہت زیادہ شدت اختیار کر گئی تو اپنے صندوق سے ایک لمبا چوڑے کاغذ نکالا جس میں حساب و کتاب تھا، اس نے اس کو سامنے پھیلا کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا، اور بلند آواز سے کچھ کلمات منہ سے نکالے لگا، یہ دیکھتے ہی ڈاکوؤں نے جنگ بند کر دی اور ایک گروہ نے اس کے پاس آکر کہا کہ تم ایسا نہ کرو، ہم چلے جاتے ہیں اور تم لوگوں کی کوئی چیز

سہ اخبار الزمان ص ۳۹، سہ عجائب الہند ص ۱۳۱

نہیں ہیں گے، اس کے بعد آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں سے زلٹو
اس لئے کہ انھوں نے آسمان کے دیوتا کے یہاں اپنا معاملہ پیش کر دیا
ہے، یہ لوگ ابھی ہم پر غالب آکر ہمیں قتل کر دیں گے، اس کے بعد ڈاکو
اس عراقی سے منت و سماجت کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے اپنا کاغذ
پیش کر صندوق میں رکھ دیا، اور وہ سب واپس چلے گئے، رات

راجے مہاراجے اور سجری ڈاکو | ہندوستان کے ڈاکوؤں کا منظم گرو
اندر باہر ہر جگہ تباہی برپا کئے رہتا

تھا اور عرب سے لے کر چین تک کے تاجر اور مسافر ان کی تاراج کی زد
میں رہا کرتے تھے، ان سے لڑنے کے لئے استقام کرتے تھے، اپنے جہازوں
میں فوج اور اسلحہ رکھتے تھے، اور بھاری اخراجات برداشت کرنے کے
باوجود اپنی جان و مال کو محفوظ نہیں سمجھتے تھے، اس سعادت حال کے نتیجے
میں ان غارت گروں اور بیڑوں کی بدنامی کے ساتھ یہاں کے راجے مہاراجے
بھی بدنام ہوتے تھے، کیونکہ اپنے ملک کے ان بین الاقوامی غارت گروں
کے مقابلہ میں وہ اپنے کو بالکل بے دست و پا اور بے بس سمجھتے تھے اور
جب ان سے شکایت کی جاتی تو صاف طور سے اپنی مجبوری بیان کر دیتے
تھے، اموی دور میں راجہ داہرنے حجاج بن یوسف کو ایسا ہی جواب دیا
تھا اور محمد بن قاسم کو آنا پڑا، عباسی دور میں شہر تھانہ کے ایک ساہوکار
نے مقامی راجہ سے ڈاکوؤں کی شکایت کر کے مدد چاہی تو اس نے بھی اپنی
مجبوری ظاہر کر دی تھی، معلوم نہیں کیوں سر نہ سپا کے ایک راجہ کے
علاوہ یہاں کے راجوں مہاراجوں نے ان کے خلاف اقدام کی جرات

رہا شب الہند حنہ۔

نہیں دکھائی جب کہ ان کے پاس کافی فوج تھی حالانکہ وہ دوسرے علاقوں پر چڑھائی کرنے اور کنز صلاحہ کو زیر کرنے میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے، نیز جب مسلمان ان ڈاکوؤں کے خلاف اقدام کرتے تو یہ راجے مہاراجے خاموشی سے تماشا دیکھتے تھے، نہ مسلمانوں کی مدد کرتے اور نہ ڈاکوؤں کی طرفداری کرتے، اس کی ایک وجہ ظاہر ہے کہ وہ ڈاکوؤں سے اس قدر خائف تھے کہ بھڑکے چھتے میں ہاتھ ڈالتا نہیں چاہتے تھے، دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ ان کو اپنی بے قاعدہ بحری فوج سمجھتے رہے ہوں، اور سمندر کی راہ سے آنے والے دشمنوں سے جنگ و مقابلہ کے لئے ان کی ضرورت رہی ہو، جس طرح قرطاجنہ کارنگ، کے بحری ڈاکوؤں کو وہاں کا بادشاہ یہی حیثیت دیتا تھا اور درپردہ ان کی مدد بھی کرتا تھا،

ان راجوں مہاراجوں کے طرز عمل کے برخلاف مسلمانوں نے ان بحری ڈاکوؤں کا بھرپور مقابلہ کیا، ان سے جنگ کی ان کی آبادیاں ویران کیں، اور ان کے استیصال میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، یہاں کے عباسی امراء و حکام نے ان سے جنگ کی بغداد بصرہ سے ان کے مقابلہ کے لئے زبردست فوجی مہم آئی، گجرات کے شہر قندھار (گندھارا) اور باربد (بھاڑ بھوت) میں بار بار جنگ ہوئی، سوراشر کے علاقہ میں فتوحات ہوئیں، دولت، ماہانہ سندان کے دوسرے حکمران محمد بن فضل بن ماہان نے ستر جنگی کشتیوں کا بحری بیڑا تیار کر کے ان سے جنگ کی، اور ان کی ایک جماعت کو موت کے گھاٹ اتارا، نیز علاقہ سوراشر میں پالی ستخانہ کو فتح کیا،

مگر ان تمام کوششوں اور سرگرمیوں کے باوجود بحری ڈاکوؤں کا زور کم نہ ہوا، اور ان کی تباہ کاریاں بحر بھو کے سواصل و جزائر سے لے کر ہندوستان تک

عام رہی اس لئے عباسی خلافت کو بصرہ میں بحری امارت اور فوجی محکمہ کا اضافہ کرنا پڑا،

۱۲۱ھ میں امارت بحر بصرہ کا قیام اور ڈاکوؤں سے پہلی جنگ

خلیفہ ابو جعفر منصور نے ۱۲۱ھ میں خراسان کے حاکم عبد الجبار بن

عبدالرحمن کو گرفتار کر کے دربار میں حاضر کیا، اس کے ساتھ اس کا لڑکا اور ایک جماعت آئی تھی، ابو جعفر منصور نے عبد الجبار کو قتل کر کے اس کے لڑکے اور اس کے ساتھ والی جماعت کو یمن کے حدود کے ایک جزیرہ میں بھیج دیا، اور ان سب کو منہدی ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا، بعد میں ان میں سے بعض کو قیدیوں کے چھڑایا گیا، ۱۲۱ھ میں ابو جعفر منصور نے امارت بحر بصرہ کا محکمہ قائم کیا، اس امارت کے امراء اور ان کی سرگرمیوں کا تذکرہ خلیفہ بن خلیفہ نے اپنی سندوار تاریخ میں کیا ہے، ہم اسی سے اس کے امراء اور ان کی خدمات کو بیان کرتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ ۱۲۱ھ میں ابو جعفر منصور نے محمد بن ابو عیینہ کو ولایت بجدی اور وہ بحری فوج کے سربراہ بن گیا، جو سمندر میں ایک جزیرہ ہے، اس کے مقابلہ کے لئے ڈاکوؤں کے جنگی جہاز آئے اور محمد بن ابو عیینہ کے بجائے اس کا بیٹا مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر سامنے آیا، ڈاکو اور ان کے جنگی جہاز بہت زیادہ تھے، جنگ میں مسلمانوں کو ناکامی ہوئی، اور محمد بن ابو عیینہ نے شہر قیس کو خالی کر دیا، اس کے بعد دشمنوں نے اس کو یوں تباہ کر دیا کہ آج تک (۲۳۲ھ) اور ان سے

ذہبی نے تاریخ الاسلام میں یہ واقعہ ۱۲۱ھ میں بیان کر کے لکھا ہے کہ اس سال محمد بن ابو عیینہ بن مہلب بن ابوصفرہ دالی بصرہ ہوا اور جزیرہ قیس میں

کے البدایہ و النہایہ ۱۰۱ ص ۱۲۵ تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۱۲۵

اترا تو ہندی ڈاکوؤں کے جنگی جہاز وہاں آئے، ان کے مقابلہ میں وہ خود نہیں گیا، بلکہ اس کا لڑکا گیا، اور جنگ میں وہ اور اس کے ساتھ ایک گروہ مارا گیا، اس کے بعد محمد بن ابوعبیدہ وہاں سے بھاگا اور دشمن نے شہر میں داخل ہو کر اسے ویران کر ڈالا، خلیفہ نے لکھا ہے کہ یہ شہر اب تک ویران ہے، مگر ان دنوں (آسٹوپ صدی) وہ آباد ہے، اور تاجر وہاں کا سفر کرتے ہیں، آج کل اس کو جزیرہ کیش کہتے ہیں، ۱۲۷ھ میں میا اور بگری ڈاکو ابراہیم سندھوستان سے نکل کر بصرہ کے پاس دریائے دجلہ میں داخل ہوئے ۱۲۹ھ میں وہ بصرہ کے پاس دریائے دجلہ کی ماہ سے مقام مہلبان میں گھس گئے مہلبان بصرہ کے نواحی میں ایک علاقہ تھا جسے مہلب بن ابی صفر نے اپنی امارت کے زمانہ میں اموی دور میں اپنی بیوی خیرہ بنت ضمہ شیرہ کو جاگیر میں دیا تھا، یہ ابو عبیدہ بن مہلب کی ماں تھی، ۱۳۰ھ

دوسری جنگ | اسی سال یعنی ۱۳۰ھ میں میدون نے جزیرہ خارک میں اپنی طاقت جمع کر کے ابو جعفر سے جنگ کی، جس میں وہ

اور اس کے جہاز کے تمام سپاہی شہید ہو گئے، خارک بحر بصرہ کے مشرق میں ہندوستان کی طرف پچاس فرسخ پر پہلا جزیرہ تھا، جو ایک فرسخ کی لمبائی چوڑائی میں تھا، اور یہاں کھیتی باڑی اور انگور اور کھجور کے باغات تھے،

تیسری جنگ | ۱۵۱ھ میں مید بصرہ کے دجلہ میں داخل ہوئے اب

۱ تاریخ الاسلام ۹ ص ۱۵۱ تاریخ خلیفہ ۳ ص ۱۵۵ ۳ ص ۱۵۵
۱۲۷ فتوح البلدان ص ۱۳۵

بار ابو عبیدہ سعدی نے ان سے جنگ کر کے شکست دی، سلم
 ۱۵۳ء میں میدد جلد بصرہ کی راہ سے نہر الامیر میں کھس
 چوتھی جنگ گئے، اور جنگ کر کے لوگوں کو قتل اور گرفتار کیا، خلیفہ بن
 خیاط کا بیان ہے کہ مجھ سے منصفہ راوی نے بیان کیا ہے کہ وہ نہر الامیر کی
 جنگ میں موجود تھے اور انہوں نے ایک جماعت کے ساتھ ڈاکوؤں سے
 جنگ کی ان کی جنگی کشتیوں تک پہنچ کر ان کے پاس جو کچھ ستیا چھین
 لیا، ۱۵۳ء ذی الحجہ تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ ۱۵۳ء میں میدد جلد کے
 راستہ سے بصرہ پر چڑھ آئے اور جنگ کر کے لوگوں کو قید کیا، اس کے
 بعد ان سے جنگ کے لئے مسلمانوں کی فوج روانہ ہوئی اور ان کو شکست
 دے کر بہت سے قیدیوں اور سامانوں کو ان کے ہاتھ سے چھڑا لیا، ۱۵۳ء
 نہر الامیر بصرہ کی مشہور نہروں میں سے تھی جسے خلیفہ ابو جعفر منصور نے
 جاری کرایا تھا، بعد میں منصور نے اپنے لڑکے جعفر کو ہیہ کر دیا، اس
 زمانہ میں اسے نہر امیر المومنین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، پھر نہر الامیر
 کہا جانے لگا، خلیفہ ہارون رشید نے اپنے دور خلافت میں اس کو خرید
 کر کچھ حصہ جاگیر میں دیا اور کچھ حصہ فروخت کر دیا یہ نہر اتنی چوڑی اور گہری
 تھی کہ اس میں جہاز چلتے تھے، افتتاح البلد ان ص ۲۵۶ (۱۵۵ء میں بحر
 بلاد بصرہ کی ولایت پر شہاب بن عبد الملک مقرر کئے گئے، یہ غالباً
 عبد الملک بن شہاب مسمی کے قبیلہ سے تھے جنہوں نے بعد مہدی ۱۶۷ء
 میں گجرات کے شہر بار بد بھار بھوتسا کو فتح کیا تھا،

۱۵۹ء تاریخ خلیفہ ۲ ص ۶۵۹، ۱۶۷ء تاریخ الاسلام ص ۲ ص ۱۶۷

۱۶۷۲ء تاریخ خلیفہ ۲ ص ۶۷۲

پانچویں جنگ

ہارون رشیدؑ میں خلیفہ ہوا، اس نے محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی کو بصرہ کی ولایت پر برقرار رکھا اور محمد بن

سلیمان نے میدوں سے جنگ کے لئے تیرہ جنگی جہازوں میں سامان جنگ اور سپاہیوں لے کر بنی سعد سعدی کو بحر بصرہ میں روانہ کیا یہ جنگی مہم بصرہ سے عمان تک آئی، مگر دشمن مقابلہ میں نہیں آئے، اور اسلامی بیڑا واپس چلا گیا۔ غالباً یہ بنی سعد بن قیس بن عمرو بن سہیل مشہور فقیہ ہیں جو خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں بغداد کے قاضی رہ چکے ہیں۔

چھٹی جنگ

۱۷۱ھ میں حماد بن نمیر نے بلا شہرشت میں جہاد کیا اس لئے

سورٹھ، (سوراشٹرا) کے شہروں میں داخل ہو کر یہاں کے ڈاکوؤں سے جنگ کی اور فتح پائی، اس کی تفصیل اپنی جگہ موجود ہے،

۱۷۶ھ میں خلیفہ ہارون رشید بصرہ آیا، اور مسلم بن زیاد الاصحم کو بحر بصرہ کی ولایت سے معزول کیا، اس وقت مسلم بن زیاد الاصحم کے جنگی جہازوں کا مقام سلیمانناں میں پڑے ہوئے تھے،

سلیمانناں بصرہ میں ایک جاگیر سلیمان بن علی ہاشمی کی طرف منسوب تھی، غالباً یہ بھوکا وہی مشہور بند تھا جسے سلیمان بن علی ہاشمی نے دریائے دجلہ کی قندل نامی کھاڑی پر باندھا تھا، اسی جگہ منذر بن زبیر بن عوام کی جاگیر اور حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر کی نہر تھی جسے کسریٰ بادشاہ نے اسے جاگیر میں دیا تھا، یہیں نعمان بن منذر کا محل بھی تھا۔

ساتویں جنگ

۱۷۷ھ میں عمرو العربی نے بحر بصرہ میں واقع شہروں میں

۱۔ تاریخ خلیفہ ص ۲۷۹ جہرۃ انساب العرب ص ۳۲۹، ۲۔ تاریخ خلیفہ ص ۲ ص ۱۳۷
۳۔ ۱۷۶ھ فتوح البلدان ص ۱۳۷

جنگ کی اور مقام راس الجحہ میں دشمن کے جہاز پر قبضہ کر کے فتح پائی، لے
 عمان اور عدن کے درمیان عمان سے متصل سمندر کے اندر زمین کا حصہ ہے
 جسے جہازران اپنی اصطلاح میں راس الجحہ یا راس الجحہ کہتے ہیں، عربی
 نے بصرہ سے عمان کے قریب تک کے بحری شہروں اور جزیروں میں ڈاکوؤں
 سے جنگ کر کے ان کو زیر کیا تھا،

۱۱۷۱ھ میں مسلم بن زیاد الامم پھر امیر بحر بصرہ مقرر
 ہوا، اب کے بار اس نے بحر بصرہ میں جنگ کر کے

دشمنوں کے گیارہ جنگی جہازوں پر قبضہ کر لیا۔

۱۱۷۹ھ میں مسلم بن زیاد الامم
 نے ڈاکوؤں سے دوبارہ جنگ کی، اس بار ان کے چار

جنگی جہاز ہاتھ آئے۔

۱۱۸۱ھ میں بھی مسلم بن زیاد الامم نے بحر بصرہ میں جنگی
 سرگرمی جاری کی اور سالم و غانم واپس ہوا، کئی معرکوں

میں کھلی ہوئی کامیابی حاصل کی اور دشمنوں کا بہت سا مال و اسباب اس کے
 ہاتھ آیا۔

خلیفہ مامون کے زمانہ میں محمد بن عباد بن عباد بصرہ کا امیر تھا، ۱۱۸۳ھ میں مامون
 نے اس کو معزول کر کے اس محکمہ کو غسان بن عباد کے حوالہ کر دیا، اور اس
 نے پھر محمد بن عباد بن عباد کو بحر بصرہ کا امیر بنایا،

مامون کے زمانہ میں بشر بن داؤد مہلبی کی تادیب کے لئے غسان بن عباد
 بسندہ آیا تھا تو اس کے ساتھ محمد بن عباد مہلبی بھی تھا یہی دونوں بعد میں

۱۱۸۴ھ تاریخ خلیفہ ۲ ص ۱۱۱ ۱۱۸۵ھ ۱۱۸۶ھ ۱۱۸۷ھ ۱۱۸۸ھ ۱۱۸۹ھ

بحر بصرہ کے ذمہ دار اور امیر بنائے گئے اور ۲۱۵ھ میں ابراہیم بن محمد بنی ک
ولایت بجدی گئی، اس کے بعد یہ عہدہ احمد بن عبید اللہ بن حسن غنبری کا سپرد کیا گیا
اور ۲۲۵ھ میں معزول کیا گیا اسے یہ قاضی بصرہ حسن بن عبید اللہ بن
حسن غنبری متوفی ۲۳۳ھ کا بھائی تھا،

۲۲۶ھ میں احمد بن عبید اللہ بن حسن غنبری دوبارہ
گیا رہیں جنگ

بحر بصرہ کی ولایت پر مامور ہوا، اب کے بار اس

بحر بصرہ میں ڈاکوؤں سے جنگ کر کے فتح پائی، ۳

۲۲۳ھ میں احمد بن ریاح بصرہ کے قاضی بنائے گئے
بارہویں جنگ

توان کی طرف سے بحر بصرہ کی امارت ابراہیم بن ہاشم

کو دی گئی، ۲۲۸ھ میں اس نے بحر بصرہ میں دشمنوں سے جنگ کر کے فتح
پائی، ۴

۲۲۹ھ میں ابراہیم بن ہاشم نے احمد بن ریاح قاضی
بصرہ کی طرف سے بحر بصرہ میں دشمنوں سے جنگ کی

اور فتح پائی، ۵

۲۳۳ھ میں ابراہیم بن ہاشم نے بحر بصرہ میں جنگی سرگرم
دکھائی، اب کے بار وہ اپنی فوجوں کو لے کر سوراشر کے

چودہویں جنگ

شہروں تک پہنچ گیا، اور بعض دیہاتوں کو جن میں ڈاکوؤں کی آبادیاں
تھیں آگ لگا دی، اور قیدی بنائے، اس جنگ کی تفصیل گذر چکی ہے
ابراہیم بن ہاشم نے مسلسل تین سال تک سمندری ڈاکوؤں سے جنگ کی
اور تیسری بار ان کے گڑھ سوراشر میں داخل ہو کر ان کی جمعیت کو منتشر کیا

۱۶ تاریخ خلیفہ ۲ ص ۴۸، ۲ ص ۴۹، ۳ ص ۴۹، ۴ ص ۴۹، ۵ ص ۴۹، ۶ ص ۴۹

اس زمانہ میں ڈاکوؤں کی سرگرمیاں بہت زیادہ اور منظم ہو گئی تھیں،

۱۲۳۱ء میں پھر بحر بصرہ میں جنگی سرگرمی ہوئی، اس

پندرہویں جنگ | مرتبہ جنابا اور سینین کے درمیان مسلمان فداہوں

اور مشطوعون کے جہاز ٹوٹ گئے، جس کی وجہ سے کچھ لوگ تلف ہو گئے،

جنابہ (جنابا) بحر بصرہ کے ساحل پر قرامطہ کا شہر تھا، اس کے بالمقابل

سمندر میں جزیرہ خارک تھا، جنابہ کے آگے مشرق میں سینین (سینینز)

ایک ساحلی شہر تھا، ان ہی دو ساحلی شہروں کے درمیان یہ حادثہ پیش آیا تھا

۱۲۳۱ء سے ۱۲۳۲ء تک تقریباً نوے سال کی مدت میں ان پندرہ جنگوں

کا تذکرہ خلیفہ بن خیاط نے سنہ ۱۲۳۱ء واقعات میں بالا التزام کیا ہے، اور

۱۲۳۲ء پر کتاب ختم ہو گئی جبکہ آٹھ سال کے بعد ۱۲۳۸ء میں ان کی وفات

ہوئی، اس کے بعد بھی ہندی ڈاکوؤں سے بحر بصرہ میں معرکہ آرائیاں رہیں،

مگر ان کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی،

جاٹوں سے لڑائیاں | یہاں کے ہاٹ عراق میں ایک مقام پر قبضہ

کر کے میدان کی طرح لوٹ مار کرتے تھے،

اور ان کی سرکوبی خلافت کی طرف سے ہوتی رہتی تھی، ۱۲۰۵ء میں مامون

نے عیسیٰ بن یزید جلووی کو جاٹوں سے جنگ کے لئے بھیجا، اس کے دوسرے

سال ۱۲۰۶ء میں مامون نے داؤد بن ماسجور کو بلاد بصرہ، علاقہ، دجلہ، بامہ

اور بحرین کی ولایت دے کر جاٹوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا، ۱۲۱۹ء

میں معتصم نے عجیف بن عقیبہ کو بھاری فوج دے کر ان کے مقابلہ کے لئے

بھیجا اور کئی ماہ کی جنگ کے بعد ستائیس ہزار جاٹ گرفتار کر کے بغداد
 لائے گئے اور معتصم نے ان کو عین زربہ نامی مقام میں بھیج دیا، اس کے
 گیارہ سال کے بعد ۲۴۱ھ میں رومیوں نے عین زربہ پر یلغار کر کے یہاں
 کے جاٹوں کو ان کے جانوروں اور عورتوں سمیت لوٹ لیا، حتیٰ کہ ان میں
 سے کوئی نہ بچ سکا، اس کے بعد جاٹوں کی مصیبت سے نجات مل گئی،

امارات اور ملکی و شہری انتظامات

پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح کی بیعت خلافت ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۱ھ میں ہوئی، اس وقت سندھ اور مکران پر منصور بن جہور کلہی قابض قبیل تھا، اور دسویں عباسی خلیفہ متوکل کی وفات ۳ شوال ۲۲۷ھ میں ہوئی، وقت متوکل کے امیر سندھ عمر بن عبد العزیز ہبیری نے خود مختاری کا ملان کر دیا، اس حساب سے ہندوستان پر خلافت عباسیہ کے براہ راست مدت و اقتدار کی مدت تقریباً ایک سو پندرہ سال چھ ماہ ہوتی ہے، اور ۲۸ رمضان ۱۳۶ھ میں یہاں سے منصور بن جہور کلہی کا اقتدار و غلبہ ختم ہوا، جس کا لقب یہ ہے کہ اقتدار کے تقریباً چار سال سو پانچ ماہ تک عملاً عباسی اقتدار رہا تھا، اور اس حساب سے یہاں عباسی حکومت تقریباً ایک سو و نالیں سال ہی تک رہی، اس مدت میں دس خلفاء ہوئے جن کی طرف سے بیانیس عباسی راجہ و حکام ہندوستان آئے، جن میں مستقل امراء ان کے نائب اور ذیلی امراء شامل ہیں، بنو امیہ کے زمانہ میں عراق کی عملداری تبت سے لے کر چین مغربی ترکستان تک تھی جس میں ہند، سندھ، رے، خراسان، سجستان، رستان، دلم، جبال شامل تھے اور اصفہان گویا عراق کی نافر تھا، اس دور

میں عراق کا حاکم ان تمام مشرقی ممالک کا حاکم ہوتا تھا، اور یہ علاقے سرکاری انتظام کی رو سے عراق کی حکومت میں شمار ہوتے تھے، مگر عباسی دور میں یہ صورت باقی نہیں رہی، اب عراق دار الخلافہ بن گیا اور یہ تمام مشرقی ممالک مستقل ملک قرار دیئے گئے جن میں عباسی خلفاء براہ راست اپنی طرف سے امرار و حکام رواد کو لے تھے، اور ان کا تعلق عراقی حکام کے بجائے عباسی خلفاء سے ہو گیا، البتہ بعض اوقات ہنگامی حالات میں کسی ملک کو عراقی حکام کی ماتحتی میں دے دیا جاتا تھا اور یہ کام بھی خلفاء ہی کرتے تھے، چنانچہ ہندوستان میں بھی یہی صورت تھی کہ یہاں براہ راست عباسی خلفاء کے نائب حکومت کرتے تھے، اور وہ ان ہی کے سامنے جواب دہ تھے، درمیان میں بصرہ اور کوفہ کے حکام کا واسطہ نہیں تھا ذیل میں ہم خلافت عباسیہ کے ہندی امرار کی فہرست درج کرنے ہیں جو تاریخ خلیفہ بن خیاط، تاریخ یعقوبی اور فتوح البلدان بلاذری وغیرہ سے ماخوذ ہے،

پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح
ابو العباس سفاح کے عہد میں | کئی بیعت خلافت کوفہ میں شب جماد

۱۳ ریح الآخر ۱۳۲ھ میں ہوئی اور یکشنبہ ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں وفات ہوئی مدت خلافت چار سال، آٹھ ماہ، ایک دن ہے، اس مدت میں سندھ میں دو امیر آئے،

(۱) مجلس بن سری عبدی، ہنوتیم سے تھا، سجستان سے منصور بن جہر کے مقابلہ کے لئے فوج لے کر آیا، اور مقابلہ میں وہ اور اس کے آدمی مار گئے،

(۲) مجلس کے قتل کے بعد ۱۳۲ھ میں موسیٰ بن کعب تمیمی آیا جس نے ۱۳۶ھ میں منصور بن جہور کو شکست دے کر سندھ کو عباسی قلمرو میں شامل کیا،

ابو جعفر منصور زورالحجج ۱۳۶ھ میں خلیفہ

ہوا، اور شنبہ ۶ ذوالحجج ۱۳۵ھ میں فوت ہوا، مدت خلافت اکیس سال، دس ماہ، بیس دن ہے، اس دور میں یہاں سات امراء آئے،

(۳) ابو جعفر منصور کے ابتدائی امام میں موسیٰ بن کعب اپنے بیٹے عیینہ بن موسیٰ بن کعب تمیمی کو اپنا جانشین بنا کر عراق چلا آیا، اور یہیں ۱۳۱ھ میں انتقال کر گیا، عیینہ نے ۱۳۲ھ میں سندھ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا،

(۴) ۱۳۳ھ میں عمر بن حفص ہزار مرد مہلبی عیینہ کی تادیب کے لئے بھیجا گیا، اس کے ہمراہ عقبہ بن مسلم بھی تھا عمر بن حفص ہزار مرد نے سندھ کو عیینہ کے قبضہ سے نکالا،

(۵) ابو جعفر منصور نے عمر بن حفص کو بغداد بلایا، وہ جمیل بن صخر کو اپنا جانشین مقرر کر کے خلیفہ کے پاس چلا گیا،

(۶) اس کے بعد ابو جعفر منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی کو یہاں کی امارت دی، جس نے شاندار فتوحات حاصل کیں اور عمر بن جمیل کو بحری بیڑے کے جنگی مہمات پر روانہ کیا،

(۷) بعد میں ہشام بن عمرو تغلبی اپنے بھائی بسطام بن عمرو تغلبی کو اپنا نائب بنا کر ابو جعفر منصور کی خدمت میں چلا گیا، (۸) ہشام کا دوسرا بھائی سفوح بن عمرو

تغلی سہی ملکی اور عربی مہرات میں شریک تھا،

(۹) بسطام بن عمرو تغلی کے بعد ابو جعفر منصور نے معبد بن خلیل ثیمی کو یہاں کی امارت سپرد کی، بعض کتابوں میں ان کا نام معبد کے بجائے سعید ہے، اس نے کامیاب حکومت کی،

(۱۰) معبد بن خلیل کا انتقال سندھ کے دارالامارت منصورہ میں ہوا، اس نے اپنے لڑکے محمد بن خلیل ثیمی کو اپنی جگہ امیر بنایا، جو ابو جعفر منصور کی وفات تک اس عہدہ پر رہا،

مہدی کے عہد میں | خلیفہ مہدی کا دور خلافت ذوالحجہ ۱۵۵ھ سے محرم ۱۶۹ھ تک ہے، مدت خلافت دس سال ڈیڑھ ماہ

ہے، اس دور میں یہاں سات امرار و حکام آئے،

(۱۱) مہدی نے ۱۵۹ھ میں محمد بن معید بن خلیل کو معزول کر کے روح بن حاتم

مہلبی کو روانہ کیا، وہ چند دن یہاں رہا (۱۲) اس دور میں یزید بن حاتم مہلبی

اور (۱۳) سلیمان بن قبیعہ مہلبی بھی یہاں کے امیر تھے،

(۱۴) پھر نصر بن محمد بن اشعث خزاعی کو بھیجا گیا، روح اور نصر کے دور

میں یہاں کے جاٹوں نے بڑی شورش برپا کر رکھی تھی، اس لئے مہدی نے

سندھ کو بصرہ کے امیر محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی کی ماتحتی میں دے دیا،

(۱۵) اس کے بعد عبد الملک بن شہاب سمعی کو یہاں کا امیر بنایا، وہ یہاں

بیس دن سے کم ہی رہا،

(۱۶) مہدی نے نصر بن محمد بن اشعث خزاعی کو دوبارہ سندھ کی امارت پر بھیجا،

(۱۷) اس کے بعد زبیر بن عباس ہاشمی یہاں کے لئے نامزد ہو کر بقول ابن جابر

والی سندھ ہوا مگر یعقوبی نے لکھا ہے کہ نامزدگی کے بعد وہ یہاں نہ آسکا،

(۱۸) پھر سچ بن عمرو تغلبی مستقل امیر بن کر آیا، وہ ۱۵۹۵ء اس کے ڈوہجانی ہشام اور بسطام ابو جعفر منصور کے دور میں یہاں کے امیر رہ چکے تھے، اس کے دور امارت میں سندھ کے عربوں میں پہلی بار قبائلی عصیت کھل کر سامنے آئی اور بڑا فتنہ برپا ہوا،

(۱۹) اس کے بعد مہدی نے اپنے مولیٰ بیٹ بن طریف خزاعی کو یہاں کا امیر بنا کر بھیجا۔

ہادی کے عہد میں | ہادی کا دور خلافت محرم ۳۹۹ھ سے ربیع الاول ۴۱۰ھ تک ہے، مدت خلافت ایک سال، ایک ماہ،

پچیس دن ہے، اس کے دور میں یہاں ایک امیر رہا،

(۲۰) ہادی کی دعوت پر بیٹ بن طریف اپنے لڑکے محمد بن بیٹ بن طریف خزاعی کو اپنا نائب امین مقرر کر کے بغداد روانہ ہوا، مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ہادی کا انتقال ہو گیا،

ہارون رشید کے عہد میں | ہارون رشید کا دور خلافت ربیع الاول ۱۹۰ھ سے ۲۰۱ھ جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ تک ہے،

مدت خلافت تیس سال، دو ماہ، سولہ دن ہے، اس مدت میں یہاں گیارہ امراء آئے،

(۲۱) ہارون رشید نے محمد بن بیٹ خزاعی کو معزول کر کے سالم یوسفی کو یہاں کا امیر بنایا،

(۲۲) سالم کا انتقال سندھ میں ہوا، اس نے آخری وقت اپنے بیٹے ابوسلم بن سالم کو اپنی جگہ امیر مقرر کیا تھا جو ایک سال کے بعد معزول کر دیا گیا، ۲۳۰ھ پھر ہارون رشید نے اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی کو یہاں کی

خلافت حبشیہ اور ہندوستان

امارت دی جس نے نہایت کامیاب حکومت کی،

(۲۴۱) اس کی معزولی کے بعد طیفور بن عبداللہ بن مختور حمیری کا دور امارت

آیا، خلیفہ بن خیاط نے اس کا نام محمد بن طیفور بتایا ہے (۲۵) اس کے

دور میں یہاں کے عربوں میں نزاریہ اور یمانیہ کی عصبیت چھوٹ پڑی تو

اس نے جابر بن اشعث لٹائی ایک افسر کو درپاسے سندھ کے مغربی علاقہ

اور لکران پر مقرر کیا،

(۲۶) اس کے بعد سعید بن مسلم بن قتیبہ باہلی کو سندھ کی امارت ملی، جس

اپنے بھائی کثیر بن مسلم بن قتیبہ باہلی کو یہاں روانہ کیا، اس دور میں یہاں

اہتری زیادہ پیدا ہو گئی اس لئے ہارون رشید نے سندھ کو بصرہ کے امیر

عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے حوالہ کر دیا،

(۲۷) عیسیٰ بن جعفر نے محمد بن عدی ثعلبی کو یہاں بھیجا، یہ سابق امیر سندھ

ہشام بن عمرو ثعلبی کا بھانجا تھا، اس کے دور امارت میں یہاں کے عربوں

کی قبائلی عصبیت اور زور بچر گئی، اور محمد بن عدی اس کے فرو کرنے میں

ناکام رہا،

(۲۸) ہارون رشید نے اس کی جگہ عبد الرحمن بن سلیمان بن علی ہاشمی

کو امیر بنایا۔

(۲۹) عبد الرحمن بن سلیمان ہاشمی عبداللہ بن علاء حنبلی کو اپنا جانشین

یہاں سے چلا گیا۔

اسی چھ ماہوں میں ہارون رشید نے ایوب بن جعفر بن سلیمان بن علی کو یہاں

کی امارت دی جس نے مقدمہ الجیش کے طور پر سلیمان بن سعید

..... زید کو یہاں بھیجا، اور خود یہاں سے آنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔

(۳۱) ۸۲ھ میں ہارون رشید نے داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی کو امارت دی،

(۳۲) اس نے اپنے بھائی مغیرہ بن یزید بن حاتم مہلبی کو یہاں روانہ کیا اسکے دور امارت میں یہاں نزاریوں کی طاقت بہت بڑھ گئی اور انھوں نے منصور بن ابی اسد کو آپس میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے یہاں سے نکال دیں مغیرہ بن یزید اس شورش کے فرو کرنے میں ناکام رہا۔ تو خود داؤد بن یزید نے یہاں آکر طاقت کے ذریعے حالات درست کیے۔

خلیفہ امین بن ہارون رشید کا دور سہ ماہی الاول ۱۹۳ھ سے

۵۱۸ھ تک ہے۔ مدت خلافت چار سال سات ماہ، دس دن ہے، یہ پورا دور اس کے سہ ماہی مامون سے چھ ماہ پہلے سے گزرا، اور سندھ میں ایک امیر بنا،

(۳۳) امین کے دور خلافت میں سندھ کا امیر داؤد بن یزید مہلبی تھا وہ ۱۹۳ھ میں سندھ میں فوت ہوا، اور اپنے بیٹے بشر بن داؤد مہلبی کو اپنا جانشین بنایا، جیسا کہ یعقوبی نے لکھا ہے، مگر ابن کثیر اور ابن اثیر کی تصریح کے مطابق داؤد بن یزید بے بہد مامون ۲۰۵ھ میں یہاں فوت ہوا اور اس کا بیٹا بشر بن داؤد امیر بنا،

مامون کے عہد میں مامون کی خلافت محرم ۲۱۸ھ سے جب تک ہے، مدت خلافت بیس سال، پانچ ماہ، اٹھارہ دن ہے، اس دور میں ہندوستان میں پانچ امرا آئے،

(۳۴) بشر بن داؤد مہلبی کو مامون نے اس شرط کے ساتھ بحال رکھا کہ وہ سالانہ دس لاکھ درہم سندھ سے روانہ کرتا رہے مگر کچھ دنوں کے بعد اس کا رقم بند کر کے اپنی حکومت قائم کر لی، جب مامون کو یہ معلوم ہوا تو حاجب

بن صالح کو بشر بن داؤد کو زیر کرنے کے لئے بھیجا، چونکہ مقابلہ سخت
 اس لئے صاحب بن صالح نے مامون کو صورت حال سے آگاہ کیا۔
 (۳۵) اس کے زمانہ میں ابراہیم بن عبد اللہ مہلبی بھی سندھ و بکرہ ان کا امیر
 (۳۶) مامون نے غسان بن عباد کو بشر بن داؤد کے مقابلہ کے لئے بھیجا
 (۳۷) اسی کے ساتھ موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برکی کو امیر بلد بنایا،
 (۳۸) اسی کے ساتھ ایک اور امیر محمد بن عباد مہلبی کو سندھ روانہ کیا، موسیٰ بن یحییٰ برکی
 فوت ہوا،

(۳۹) اس کی جگہ اس کا بیٹا عمران بن موسیٰ بن یحییٰ برکی امیر بنا،

معتصم کے عہد میں | خلیفہ معتصم باللہ کا دور خلافت رجب ۲۱۸ھ
 ریح الاول ۲۲۴ھ تک ہے، اور مدت خلافت

آٹھ سال، آٹھ ماہ ۳۵۳ھ میں وقت عمران بن موسیٰ برکی سندھ میں امارت
 کی خدمت بحسن و خوبی انجام دے رہا تھا، معتصم نے بھی اپنی طرف سے
 اس کو امارت کا پروانہ دیا، اور ۲۲۲ھ میں عمران بن موسیٰ کو عمر بن عبد
 بن منذر عباری نے عربوں کی عصیت کے جھگڑے میں قتل کر دیا،

واقف کے عہد میں | واقف ۲۲۸ھ ریح الاول ۲۲۴ھ میں خلیفہ ہوا اور
 ذوالحجہ ۲۳۳ھ میں اس کی وفات ہوئی، مدت خلافت

پانچ سال، نو ماہ، تیرہ دن ہے

(۴۰) اس زمانہ میں سندھ میں عربوں کی تباہ کنی عصیت کی وجہ سے بڑی شہ
 برپا تھی، اسی دوران میں خلیفہ واقف نے ایتاخ نرکی کو سندھ اور نواحی
 کی ولایت دی، اس نے عنبر بن اسحاق ضبی کو امیر بنا کر بھیجا، اس
 یہاں نو سال تک رہ کر شورش پر قابو پایا، یہ یعقوبی کا بیان ہے، اور

یہاں ہے کہ عنیدہ بن اسحاق ضبی خلیفہ معتقم ہی کے زمانہ میں سندھ کا
بنایا گیا تھا، ہو سکتا ہے کہ معتقم کے زمانہ میں عمران بن موسیٰ امیر حرب
عنیدہ بن اسحاق امیر بلند رہا ہو،

خلیفہ متوکل کا دور خلافت ذوالحجہ ۲۳۲ھ سے ۲۳۳ھ

۲۳۲ھ تک ہے مدت خلافت چودہ سال، نومبر
۲۳۵ھ میں ایساخ ترکی قتل کیا گیا، جب اس کی
مقبہ بن اسحاق ضبی کو سندھ میں ملی تو وہ عراق واپس ہوا گیا،

۱۱ متوکل نے ہارون بن خالد مروزی کو یہاں کی امارت پر روانہ کیا، اور پانچ
۲۳۶ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

۱۱ اس کے انتقال پر عمر بن عبدالعزیز بن منذر بہاری نے متوکل سے
و کتابت کر کے سندھ کی حکومت کا پروانہ حاصل کیا، اور ۲۳۷ھ تک خلافت
سینہ کے امیر کی حیثیت سے یہاں امیر رہا، متوکل کے قتل ہوتے ہی اپنی
مختاری کا اعلان کر دیا، البتہ خطبہ عباسی خلفاء کے نام کا پڑھنا رہا، اور
ان کے باقی علاقے جو اس کی حکومت میں داخل نہیں تھے ان میں عباسی
نار کے ماتحت حکمرانوں کی حکومت تھی، جو برائے نام خلافت کے ماتحت
۱۱ خلفاء ان کو اپنا مقبوضہ سمجھتے تھے، حالانکہ براہ راست یہاں ان کا
نہیں تھا،

خلیفہ منتصر باللہ اپنے والد متوکل کے قتل کے
بعد ۲۳۷ھ سے ۲۳۸ھ تک صرف چھ ماہ حکومت

خلیفہ مستعین باللہ نے ۲۳۸ھ سے ۲۵۱ھ تک

حکومت سنبھالی، اس کے بعد اپنے بھائی معتز کے حق میں دست بردار ہو کر ۲۵۲ھ میں انتقال کیا، مدت خلافت تین سال، آٹھ یا نو ماہ ہے
معتز کے عہد میں | معتز باللہ ۲۵۱ھ میں خلیفہ ہوا دوسرے سال ۲۵۲ھ میں تجدید بیعت ہوئی، اور رجب ۲۵۵ھ میں مخلوڑ

ہو کر قتل ہوا، مدت خلافت چار سال، چھ ماہ ہے،

مہتدی کے عہد میں | مہتدی باللہ ۲۵۵ھ میں خلیفہ ہوا، اور رجب ۲۵۶ھ میں قتل کر دیا گیا، مدت خلافت گیارہ

ماہ ہے،

ان چاروں خلفاء کے زمانہ میں نو دس سال تک سندھ میں عمر بن عبد العزیز زبیری اور اس کی اولاد کے علاوہ کسی امیر و حاکم کا پتہ نہیں چلتا غالباً ہندوستان کے بقیہ مقبوضات میں طوائف الملوک رہی،
معتد کے عہد میں | احمد معتد علی اللہ رجب ۲۵۶ھ میں خلیفہ ہوا اور رجب ۲۵۹ھ میں فوت ہوا، مدت خلافت تینس

سال ہے،

معتد نے خلیفہ ہوتے ہی ۲۵۶ھ میں یعقوب بن لیث الصفار کو طخارستان اور اس سے متصل کرمان، سمستان اور سندھ کی ولایت دے دی یعنی سندھ کے شمالی مغربی علاقے جن پر ہباریوں کا قبضہ نہیں تھا یعقوب بن لیث صفار کی ماتحتی میں کر دیے گئے، پھر شوال ۲۶۱ھ میں معتد نے اپنے بیٹے جعفر کو المفقود عن الی اللہ کا خطاب دے کر اور ولی عہد بنا کر انھیں مصر، شام، جزیرہ، موصل، ارمینیہ، خراسان وغیرہ کا والی مقرر کیا، اور سبھائی ابو احمد کو الموفق باللہ کا خطاب دے کر بغداد، سواد، عراق، کو

بن، اہواز، فارس، اصفہان، دینور، رے کے ساتھ سندھ کی حکومت دی
 ۲۶۹ء میں ابو احمد موفق نے عمرو بن یث صفار کو خراسان، فارس، اصفہان
 خراسان، کرمان اور سندھ کی ولایت و امارت دے کر نخلت و انعام اور
 نصف تخائف کے ساتھ روانہ کیا،

معتضد کے عہد میں معتضد باللہ کی خلافت رجب ۲۶۹ء سے ربیع الآخر
 ۲۸۹ء تک ہے، مدت خلافت نو سال، نو ماہ،

و دن ہے، اس مدت میں سندھ پر صباریوں اور صفاریوں کی حکومت
 تھی، اسی کے ساتھ خلیفہ معتضد کے ابتدائی دور میں ۲۶۹ء اور ۲۸۶ء
 کے درمیان عمان کے بنو سالم کے ایک سردار محمد بن قاسم بن منبہ سامی
 نے ملتان میں اپنے آدمیوں کی مدد سے خود مختار حکومت قائم کی، اور صباریوں
 کی طرح اس حکومت کے حکمرانوں نے بھی عباسی خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھا
 و درم خلافت سے تعلق قائم رکھا،

مختلف قبائل کے امراء سندھ | عباسی دور کے امراء سندھ کی
 نسبتوں ہی سے معلوم ہو جاتا ہے

کہ وہ کس قبیلہ اور خاندان سے تھے، عباسی خلفاء نے دیگر ممالک اسلامیہ
 کی طرح سندھ و سمران میں بھی مختلف قبائل کو امارت و حکومت دی، اور جس
 قبیلہ کے کسی فرد میں قابلیت و صلاحیت نظر آئی اسے حکومت کی مسند پر
 بٹھایا جاتا کہ موالی اور غلاموں کو عہدہ دیا، یہ عباسیوں کے نظام حکومت
 کا تقاضا تھا، یہ مقصد بھی تھا کہ کسی ایک قبیلہ اور خاندان کو قبائلی عصیت
 یا اقتدار کا موقع نہ ملے ہر امیر نائب الخلیفہ ہوتا تھا اور اسی حیثیت کے
 مطابق کام کرتا تھا، یہاں کے مستقل اور ذیلی بیالیس امراء میں چھ ہاشمی

اور عباسی اور تین ان کے موالی اور غلام ہیں، باقی مختلف قبائل سے ہیں،
ہاشمی اور عباسی | عباسی خلافت خاندانی تھی مگر اس کا نظام خاندانی
 نہیں تھا، اس خاندان کے چھ امراء سندھ ہیں،
 (۱) عیسیٰ بن خلیفہ ابو جعفر منصور، یہ بصرہ، فارس، اہواز، یمامہ اور سندھ کے
 حاکم رہ چکے ہیں،

(۲) زبیر بن عباس بن عبداللہ بن حارث بن عباس بن عبدالملک
 (۳) اسحاق بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس، یہ سندھ اور مصر کے
 حاکم تھے، (۴) عبد الرحمن بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس،
 (۵) ایوب بن جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس، (۶) محمد بن
 سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس،

موالی | عباسی خاندان کے تین موالی اور غلام بھی ہندوستان کے امیر و
 حاکم رہ چکے ہیں (۱) طیفور بن عبداللہ حمیری خلیفہ مہدی کا مولیٰ تھا
 (۲) یث بن طریف بھی مہدی کا مولیٰ تھا، اور سندھ کے علاوہ حلوان اور
 ماہ کی امارت پر رہ چکا تھا، (۳) سالم بن ابوسالم یوسفی، اسمعیل بن علی بن
 عبداللہ بن عباس کا مولیٰ تھا،

مہلبی | عباسی دور میں آل مہلب کو بڑا عروج ہوا، اور انہوں نے امارت
 و فتوحات میں شاندار خدمات انجام دی ہیں، ان مہلبہ میں سے
 بعض خلافت عباسیہ کے رجال دولت میں شمار ہوتے تھے، دیگر ممالک
 اسلامیہ کی طرح ہندوستان میں بھی اس خاندان کے بہت سے امراء
 و حکام آئے اور یہاں ان کی اچھی خاصی آبادی ہو گئی، ہندوستان کے
 مہلبی امراء یہ ہیں (۱) عمر بن حفص بن عثمان بن قیس بن مہلب بن ابوسلمہ

المعروف بہ ہزار مرد (۲) جمیل بن صخر (۳) روح بن حاتم بن قبیصہ (۴) یزید بن حاتم بن قبیصہ (۵) داؤد بن یزید بن حاتم (۶) مغیرہ بن یزید بن حاتم (۷) بشر بن داؤد بن یزید بن حاتم (۸) محمد بن عباد مہلبی (۹) ابراہیم بن عبد اللہ بن یزید بن حاتم (۱۰) سلیمان بن قبیصہ بن یزید بن مہلب آل مہلب حکومت و امارت میں بہت مشہور تھے روح بن حاتم کے مشعلق ابن عسا کرنے لکھا ہے کہ:

کان من وجوة دولة المنصور والامراء عندة

یہ کوڑ، بصرہ، سندھ اور افریقہ کی امارت و حکومت پر رہ چکا تھا، عمر بن حفص اور یزید بن حاتم سندھ اور افریقہ کے حاکم تھے، داؤد بن یزید اور اس کا بیٹا مغیرہ بن یزید دونوں سندھ و افریقہ میں امارت پر تھے، محمد بن عباد مہلبی کے بارے میں ہے کہ

کان سید اهل البصرة في زمانه

ابراہیم بن عبد اللہ بن یزید تقریباً بیس سال تک سندھ، کرمان اور کرمان کا حاکم و امیر رہا۔

برمکی عباسی دور میں براء کا عروج و زوال بہت مشہور واقعہ ہے، خلیفہ مامون کے زمانہ میں انھوں نے ہندوستان میں امارت و حکومت کر کے شاندار خدمات انجام دیں، سب سے پہلے یحییٰ بن خالد برمکی اور اس کے خاندان والوں نے ہندی علوم و فنون کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا اہتمام کیا، اور اس کے لڑکے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی اور پوتے عمران بن موسیٰ برمکی نے سندھ میں کامیاب حکومت کی، خلیفہ مامون نے موسیٰ

۱۔ مختصر تاریخ ابن عسا کر ج ۵ ص ۳۳۷ تا تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۵

بن تلیج کی شجاعت اور بہادری دیکھ کر اس کو سندھ کی حکومت دی تھی ،
اس ہلکے میں برآمدہ میں کوئی شخص اس کا ہمسر نہیں تھا ،

دیگر قبائل | چونکہ عباسی دور میں یمانیہ یعنی یمن کے قحطانی اور زاریہ یعنی
حجاز کے عدنانی قبائل جگہ جگہ فتنہ و فساد برپا کرتے تھے ،

اس لئے عباسی خلفاء ہر قبیلہ اور ہر جگہ کے قابل افراد کو حکومت و امارت
میں لیتے تھے ، چنانچہ ہندوستان میں بھی انہوں نے امارت و حکام کے انتخاب
میں اس کا خیال رکھا ، اور یہاں عبدی ، تمیمی ، مرزی ، خزاعی ، ضبی ، طائی ، باہلی ،
تغلی ، ثعلبی سمعی جباری امارت مقرر کئے ،

بنو تمیم | مجلس بن سری عبدی تمیمی ، موسی بن کعب تمیمی مروزی ، عبیدہ بن لوی
بن کعب تمیمی ، معبد بن خلیل تمیمی مرزی ، محمد بن معبد خلیل تمیمی مرزی ،

بنو تغلب | ہشام بن عمرو تغلی ، بسطام بن عمرو تغلی ، سفح بن عمرو تغلی ،

بنو باہلہ | سعید بن مسلم بن قتیبہ باہلی ، کثیر بن مسلم بن قتیبہ باہلی ،

بنو ضبہ | عبد اللہ بن عمار ضبی ، عنبہ بن اسحاق ضبی ،

بنو طے | جابر بن اشعث طائی

بنو ثعلبہ | محمد بن عدی ثعلبی ،

بنو خزاعہ | نصر بن محمد بن اشعث خزاعی ، ایث بن طریف خزاعی ، محمد بن ایث بن طریف خزاعی

بنو مسیح | عبد الملک بن شہاب سمعی ،

بنو حبار | عمر بن عبد العزیز بن منذر حباری

نیز ان امارت و حکام کی معیت میں مختلف قبائل کی فوجیں اور جماعتیں رما

کرتی تھیں ، اور غزوات میں ان ہی میں سے فوجی افسر مقرر کئے جاتے تھے ،

بعض اوقات امارت ان کو اپنا نائب بنا دیا کرتے تھے ، یا کسی انتظامی شعبہ کا

سربراہ بنادیتے تھے،

صفاری | ہندوستان کے عباسی امراء و حکام میں خراسان کے دو صفاری امیر بھی ہیں جنہوں نے آخر دور میں ان علاقوں پر حکومت کی جو سجستان اور خراسان سے متصل تھے، یعنی یعقوب بن لیث صفار اور اس کے بھائی عمرو بن لیث صفاری،

متغلب امراء | ان کے علاوہ متعدد سواران قبائل نے مختلف اوقات میں سندھ، مکران، پنجاب وغیرہ میں بعض علاقے دبا کر اپنی حکومت کا اعلان کیا اور کچھ دنوں ان کی حکومت قائم رہی، حتیٰ کہ آخر میں ایسے ہی افراد نے یہاں پر اپنی مستقل اور خود مختار حکومت قائم کر لی، اور نتیجے کے طور پر سندھ میں دولت باہانہ، منصورہ میں دولت عباسیہ، ملتان میں دولت سامیہ، مکران میں دولت معدانہ اور طوران میں دولت متغلبہ کا قیام ہوا، اور ہندوستان میں عملاً عباسی خلافت کی حکومت باقی نہیں رہی،

منصور بن جہور کلبی اور منظور بن جہور کلبی | عباسی دور کے غیر سرکاری اور متغلب امراء میں منصور بن جہور کلبی اور اس کے

بھائی منظور بن جہور کلبی کے نام ہیں، ان دونوں بھائیوں نے اموی دور کے آخر میں ۱۳۰ھ میں سندھ و مکران پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کی، ان کے ساتھ رفاع بن ثابت فلسطینی ایک اور امیر تھا، اس کا خاتمہ موسیٰ بن کعب ثنیمی نے ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶ھ میں کیا، بائقانا دیگر عباسی خلافت کے ابتدائی چار سالوں میں یہاں ان دونوں بھائیوں کی حکومت رہی،

قندابیل کے تغلب عرب | ابو جعفر منصور ہی کے دور میں قندابیل پر

عربوں کی ایک جماعت نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ علاقہ گویا ان کی حکومت میں تھا، اہل اہل کے حدود میں ہشام بن عمرو تغلبی نے قندابیل کو ان سے آزاد کیا، بلاذری نے لکھا ہے:

وكان بقندابيل متغلبة قندابيل في متغلب عرب استه
من العرب فاجلاهم جنكوشام بن عمرو نے وہاں سے
عنہا نکل باہر کیا،

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قندابیل کے علاقہ میں کئی عرب سرداروں نے اپنی اپنی حکومت لکھڑی کر لی تھی،

ملتان کے متغلب عرب | ہارون رشید کے زمانہ میں عربوں کی ایک بڑی جماعت نے ملتان پر قبضہ کر کے وہاں زبردست

فوجی طاقت جمع کر لی تھی اور عباسی امیر محمد بن عدی ثعلبی ان کی سرکوبی کے لئے ملتان گیا تو انہوں نے اس کو شکست فاش دے کر سجاگنے پر مجبور کر دیا، یعقوبی کا بیان ہے:

وخرج من المنصورة بريد محمد بن عدی ملتان پر چڑھائی کے
الملتان، فلقية اهلها ارادہ سے منصورہ سے نکلا تو ملتان
فقاتلوه فهزموه وكتبوا والوں نے جنگ کر کے اسے شکست
مامعه من السلاح وفسر دے دی، اور اس کے پاس جو
منهز ما لاملوي على شىء سامان جنگ تھا، لوٹ لیا اور وہ
حتى صار الى المنصورة حتى شکست خوردہ ہو کر سیدھا منصورہ
کی طرف بھاگا،

۱۔ فتوح البلدان ص ۱۲۳، ۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۹۴

یعقوبی کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عربوں نے پنجاب کے
مرکز کا مقام ملتان پر قبضہ کر کے کس قدر طاقتور حکومت قائم کر لی تھی غالباً یہ
حجاز کے نزاری عرب تھے،

منصورہ کے متغلب عرب | اسی زمانہ میں نزاریوں نے یہاں بڑا طوفان برپا
کر رکھا تھا اور پورے سندھ کو چار حصوں میں

تقسیم کر کے ہر ایک حصہ میں قبیلہ قریش، قبیلہ قیس اور قبیلہ ربیعہ کی حکومت کا
منسوبہ بنایا تھا اور منصورہ پر پورے طور سے قبضہ کر لیا تھا، حتیٰ کہ عباسی
امیر مغیرہ بن داؤد مہلبی کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا اور سخت جنگ کر کے
اس کو قتل کر ڈالا، یعقوبی نے لکھا ہے:

ولما قدم المغيرة اعلق مغيرة کے آنے پر منصورہ والوں نے

اهل المنصورة الابواب شہر کے دروازے بند کر دیے اور

وشعرة الدخول الا الخزل اس کو داخل نہیں ہونے دیا،

اس کے بعد ۱۸۴ء میں داؤد بن یزید مہلبی نے آکر بروز شمشیر ان کا غلبہ

ختم کیا،

محمد بن خلیل مالک قندابیل | معصم کے دور خلافت میں قندابیل پر
عربوں کی ایک جماعت نے اپنے سردار

محمد بن خلیل کی سرکردگی میں دوبارہ اپنی حکومت قائم کی، جسے ۲۲۱ھ کے
بعد عمران بن موسیٰ برمکی نے ختم کیا، بلاذری نے لکھا ہے:

ثم اتي المنصورة وصار منها عمران بن موسى منصوره آیا پھوہاں سے

الى قندابيل، وهي مدينة قندابیل گیا جو ایک پہاڑی شہر تھا

تاریخ یعقوبی ۲ من ۲۹۴۔

علی جیل، و فیہا متغلب
 یقال لہ محمد بن الخلیل
 فقاتلہ وفتحہا و حمل
 رءوسا ہا الی قصد اسراہ
 اس میں محمد بن خلیل نامی ایک تغلب
 تھا جس سے جنگ کر کے قندابیل
 کو فتح کیا اور وہاں کے روسائے
 عرب کو قصد اربہ پہنچایا۔

اس بیان سے محمد بن خلیل کی فوجی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ کہ اس کے
 ساتھ عرب سرداروں کی ایک جماعت شریک تھی،

ابو صمہ مولیٰ کندہ
 ہارون رشید کے زمانہ میں داؤد بن یزید مہلبی کے ساتھ
 قبیلہ کندہ کا ایک غلام ابو صمہ نامی آیا، بڑا با حوصلہ
 اور جبری آدمی تھا، اس نے حدود ۲۵۵ھ میں کسی علاقہ پر قبضہ کر کے اپنی
 حکومت قائم کر لی تھی، بلاذری نے لکھا ہے:

وکان معہ ابوالضمة
 المتغلب الیوم، وهو
 مولیٰ لکندۃ۔
 داؤد بن یزید کے ساتھ قبیلہ کندہ
 کا غلام ابوالضمة آیا جو آج کل تغلب
 ہے،

ابو صمہ نے اس کے بعد ایک مرتبہ ہباری حکومت پر حملہ کیا مگر
 ناکام رہا،

و اثنیٰ کے زمانہ میں

عثمان اور دوسرے متغلب عرب
 یہاں کے کئی علاقوں پر متعدد عرب

شیوخ و سردار اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھے، جن میں عثمان نامی ایک شخص
 تھا، دوسروں کے نام معلوم نہیں، عنبسہ بن اسحاق حلبی آیا تو اس کے
 پاس یہ سب اطاعت گزار بن کر حاضر ہوئے، البتہ عثمان نہیں آیا، یعقوبی

ان فتوح البلدان ص ۱۳۳

نے لکھا ہے:

فقد م البلد، وقد
تغلب عليه عدة ملوك
فلما قدم عبيسة سمعوا
واطاعوا وخرجوا اليه جميعاً
خلا عثمان نزار اليه عبيسة له
عنبه بن اسحاق جس وقت سندھ
میں آیا کئی حکمرانوں کا غلبہ و استیلا
تھا، اس کی آمد پر سب نے سماع
و طاعت کا مظاہرہ کیا اور اس کے
استقبال کو نکلے مگر عثمان نامی
ایک متغلب اڑا رہا، عنبہ نے اس
پر چڑھائی کی،

یہ چند ملوک عرب یہاں کے مختلف علاقوں پر قابض تھے، یہ لوگ بھی
عباسی دور میں یہاں کے متغلب امرار ہیں، اور انھوں نے اپنے اپنے مقبوضہ
میں حکومت کی ہے۔

سند ان کے امرار | ہندوستان کے عرب متغلبین میں دولت ماہانہ
سند ان کے تین امرار بھی ہیں جنھوں نے یہاں کے
اسلامی مقبوضہ سے دور گجرات میں اپنی حکومت قائم کر کے مامون و معتصم
وغیرہ سے مراسم و تعلقات پیدا کئے اور ان کے نام کا خطبہ پڑھا، ایسے
تین حکمران گذرے ہیں، فضل بن ماہان مولیٰ بنی سامہ، محمد بن فضل بن ماہان
اور ماہان بن فضل بن ماہان۔

جو عباسی امرار یہاں | یہاں کے کئی امرار نے طبعی موت پائی اور بعض
مرے، یا قتل ہوئے، قتل ہوئے، اور یہیں دفن کئے گئے، مرنے والوں
میں معبد بن خلیل شیبی، نصر بن محمد بن اشعث خزاعی، داؤد بن زرید مہلبی

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۲۱۲ (تجف)

بحسب روایت ابن کثیر اور ابن اثیر، موسیٰ بن یحییٰ برمکی، ہارون بن ابو خالد مروزی ہیں، اور قتل ہونے والوں میں مغلّس بن سری عبدی، محمد بن موسیٰ بن کعب تمیمی، مغیرہ بن زید مہلبی، عمران بن موسیٰ برمکی ہیں، اور ایوب بن جعفر بن سلیمان ہاشمی ولایت سندھ پر نامزد ہوا، مگر یہاں آنے سے پہلے ہی عراق میں انتقال کر گیا،

ہندوستان کے یہ امرار اپنے زمانہ کے نامی گرامی فاتح، کامیاب حکمران اور تجربکار

مشاہیر حکومت و سیاست

اہل سیاست تھے، مختلف ممالک میں امارت و حکومت کی خدمت انجام دیتے تھے اور عباسی خلافت کے منتخب افراد اور مجال مانے جاتے تھے، مغلّس بن سری عبدی سندھ سے پہلے طخارستان کا ناظم الامور تھا، موسیٰ بن کعب تمیمی عباسی خلافت کا داعی و نقیب اور خلیفہ ابو العباس کے حفاظتی دستہ کا افسر اعلیٰ تھا، سندھ سے پہلے ۱۳۱ھ میں مصر کا... حاکم رہ چکا تھا، عمر بن حفص ہزار مرد اپنی بہادری کی وجہ سے ہزار مرد کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، ابو جعفر منصور کے مخصوص ارکان دولت میں تھا، سندھ سے پہلے بصرہ اور کوفہ کا امیر تھا، اس کے بعد افریقہ کی امارت پر بھیجا گیا، جہاں ۱۵۳ھ میں خوارج کے ہاتھوں قتل ہوا، اس کا اخیافی سہانی جمیل بن صخر بھی سندھ کے بعد اس کے ساتھ افریقہ گیا اور اس کے انتقال کے بعد وہاں کی حکومت سنبھال کر خوارج سے جنگ کی، معبد بن خلیل سندھ سے پہلے خراسان کا حاکم تھا، عیسیٰ بن ابو جعفر منصور بصرہ، فارس، اہواز، یمامہ، اور سندھ میں کامیاب حکمران تھا، روح بن حاتم نے پانچ عباسی خلفاء ابو العباس سفاح، ابو جعفر منصور، مہدی، ہادی، اور ہارون رشید کا زمانہ پایا اور ہر خلیفہ کے دور میں

وزیر بصرہ، سندھ، افریقہ وغیرہ کی حکومت سنبھالی، اس کا بھائی یزید بن حاتم سندھ
 اور افریقہ میں امیر تھا، سعید بن مسلم باہلی سندھ سے پہلے خراسان اور مرو کا حاکم
 تھا، اس کا بھائی کثیر بن مسلم باہلی سندھ اور سجستان میں والی تھا، اسحاق بن سلیمان
 الی ہاشمی نے سندھ اور مصر میں امارت و حکومت کی تھی، داؤد بن یزید بن حاتم بھی
 سندھ کے بعد افریقہ کا حاکم بنایا گیا تھا، غسان بن عباد جزیرہ قنسرین، عوام،
 اسان اور سندھ میں امیر تھا، یہ وہ افراد و رجال تھے جو عباسی دورِ خلافت میں
 ہی حکامانہ بصیرت، فاتحانہ خدمت اور مدبرانہ سیاست میں ضرب المثل تھے،
 ان کے کارناموں کی داستانیں سنی سنائی جاتی تھیں،

رباب علم و فن کی قدردانی | سندھ کے عباسی امراء اپنے خلفاء کی طرح علم دوست
 علماء، نواز اور معارف پرور تھے، اہل علم و فن، علماء

نحرار، ادبار، اطباء اور اعیان و اشراف کو اپنے دربار میں دعوت دے کر اکرام
 و انعام سے نوازتے تھے، ان کی خدمت میں یہاں سے ہدایا و تحائف روانہ کرتے
 تھے، اور ان کی مالی مدد میں بڑے سفر خرچہ دل تھے، یوں بھی جو دیوبند و سنجابوں کا امتیازی
 وصف ہے، ان میں کئی امراء خود صاحب علم و فن تھے، اور انھوں نے ہندوستانی
 علوم و فنون کی سرپرستی اور قدردانی کی،

سعید بن مسلم باہلی اپنے علم و فضل میں علمائے عظام اور محدثین کبار کی صف میں
 تھا، مگر اس نے گلستانِ علم و فضل کے بجائے ایوانِ حکومت و امارت کا کوثرینت
 دی، اس کے بارے میں علامہ سمعانی نے لکھا ہے:

وكان عالماً بالحدیث والعربیة وہ حدیث اور عربی ادب کا عالم تھا،
 الا انه كان لا يبذل نفسه للناس لتفروا مگر لوگوں کو علمی استفادہ کا موقع نہیں
 علیہ، روی عن محمد بن زیاد بن العرابی دیتا تھا، اس نے ابن الاعرابی اور

و علی بن خشرم۔ _____ علی بن خشرم سے روایت کی تھی،

اس کا ایک قول ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے:

اذ المرتکب المحدث والمحدث _____
فانحص۔ _____

اس قول سے اندازہ ہوتا ہے کہ سعید بن مسلم کی مجلس علمی اور دینی رجال و شیخاں
سے معمور رہتی تھی، اور اس کا درباری ماحول علمی ہوتا تھا، سلیمان بن قتیبہ مہلبی اہل علم
وفن کا بڑا قدردان تھا، اس نے امارت سندھ کے زمانہ میں امام خود و عرض خلیل
بن احمد فراہیدی (متوفی ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ) کو سندھ آنے کی دعوت دی، جب وہ نہیں
آیا تو یہاں سے گران قدر تحفہ و ہدیہ بھیجا مگر خلیل نے اسے بھی ٹھکرا دیا، اور اس کے
جواب میں چند اشعار کہے جن میں سلیمان بن قتیبہ کی ہجو کے اپنی بے نیازی ظاہر
کی حالانکہ دونوں از دی تھے، اور آگے چل کر دونوں کا سلسلہ نسب قبیلہ از د سے
ملتا تھا۔

ہشام بن عمرو تغلبی شعراء و ادباء کا بڑا قدردان تھا اور ان کو نوازتا تھا، اس کی
سخاوت و سماحت کا شہرہ دور دور تک تھا، چنانچہ مشہور شاعر مطیع بن ایاس کنانی
بغداد سے اس کے دربار میں خاص طور سے حاضر ہوا، اور امام و اکرام کا مستحق بنا،
جب واپس ہونے لگا اور ہشام بن عمرو کی بچی نے اس کی جدائی میں رونا شروع کیا تو
چند دل دوز اشعار کہے اور ہندوستان میں دوبارہ آنے کا ارادہ ظاہر کیا، تک روح
بن حاتم کے بارے میں ابن خلکان نے لکھا ہے: کان من الکرماء والابراء۔

یزید بن حاتم مہلبی کے دربار سے بھی شعراء وابنے تھے اور اس کی دلو و دیش

کتاب الانساب، ص ۴۱۰، عیون الاخبار، ص ۳۳، طبقات الشعراء، ص ۲۹

کے الاغانی، ص ۱۳، ص ۲،

اس کی شان میں مدحیہ اشعار کہتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ربیعہ بن ثابت رقی نے
اس کی جو دو سنا کا تذکرہ اپنے اشعار میں کیا، مگر اسی کے ساتھ نیرید بن اسید
نا کی بھوکی جھڑکے جواب میں ابوالغراف سلمیٰ سندھی نے چند اشعار کہے اور اپنے
امیر بنو سلیم کی طرف سے دفاع کیا، اس

عمر بن حفص ہزار مرد مہلبی محمد بن عبداللہ بن حسن علوی ہاشمی اور ان کے بھائی
امیر کا مدد و موافقت تھا، جب وہ حضرات خلیفہ منصور کے خوف سے سندھ آئے
عمر بن حفص نے ان کے ساتھ عقیدت کا معاملہ کیا اور جب عبداللہ الاشتر
محمد بن عبداللہ بن حسن ہاشمی سندھ آئے تو عمر بن حفص نے ان سے بیعت کی اور
محفوظ مقام پر پہنچا، یہ حضرات خاندان رسالت کے چشم و چراغ ہونے
ساتھ علم و فضل میں جامعیت رکھتے تھے،

ایک برکی امیر سندھ جب یہاں سے عراق پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ بصرہ میں
ام ادب جاحظ متونی ۲۴۵ھ فاج میں مبتلا ہے تو اس سے ملاقات کی اور اپنے
ہوشیار ذہنی کی تسکین کے لئے جاحظ سے کچھ اشعار سنے، اور اس کے علان و معالجہ
لئے تین تین اشعار کے ایک ستور سونے کے پیلے (ہٹس) طلا کے تلے غسان بن عباس
میں علم و فن کا دلدادہ اور علماء و فضلاء کا درد ان تھا، بغداد کا نامی گرامی طبیب
برائیم بن فزارون اس کا درباری طبیب تھا۔ جو

شہان کے ساتھ سندھ آیا، یہاں — اس نے مور کا گوشت اور ایک عجیب و غریب
پھل کھانی، اور مزہ لے لے کر ان دونوں کا تذکرہ کیا، اس
عمران موسیٰ برکی نے امارت سندھ کے زمانہ میں یہاں سے گراں قدر ہدایا

۱۔ بحم الشعراء مرزبانی مثل ۱۲ و فیات الامعیان ج ۱ ص ۱۲۱،
۲۔ طبقات الاطباء ج ۱ ص ۱۲۱ و تاریخ الحکماء ص ۱۲۱

وتخالف خلیفہ و ائقی کی خدمت میں روانہ کئے ساتھ ہی دربار خلافت کے اعیان
 و اشراف اور امرار و قواد کے پاس بھی یہاں کے ہدایا بھیجے جیسے اسحاق بن ابراہیم
 محمد بن عبد الملک، اور قاضی احمد بن ابی دواد اسے قاضی احمد بن ابی دواد بڑا
 صاحب علم و فضل تھا، اسی نے مسئلہ خلق قرآن کو ہوادی تھا، آل برامکہ نے عباسی
 خلافت کے دروبست پر قابض رہ کر علم و فن کی بڑی خدمت کی، ان میں یحییٰ بن خالد
 برمکی کو ہندوستان کے علوم و فنون سے خاص شغف تھا، غالباً اس میں اس
 بات کو بھی دخل تھا کہ اس کے بیٹے موسیٰ بن یحییٰ اور پوتے عمران بن موسیٰ نے یہاں
 کی امارت کے زمانہ میں شاندار خدمات انجام دی تھیں، اور برامکہ کو ایک گونہ
 اس ملک سے لچھی پیدا ہو گئی تھی۔

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی اور برامکہ کی ایک جماعت نے ہندوستان
 کے علوم و فنون سے لچھی لے کر وہاں کے اطباء و حکماء کو بغداد بلایا، اور یحییٰ بن
 خالد برمکی نے ایک خاص فخص کو ہندوستان بھیج کر وہاں کی بڑی بوٹی منگائی
 اور اہل ہند کے مذاہب پر اس سے کتاب لکھوائی، تاکہ ان علمی اور تحقیقی کاموں میں
 یحییٰ بن خالد کے بیٹے اور پوتے نے مدد کی،

نیز بیت الحکمتہ کے ہندی اطباء و حکماء اور مصنفین و مترجمین کے آنے جانے
 میں یہاں کے مہارت نے خدمات انجام دیں،

امرار کی شخصی اور خانگی زندگی | ہندوستان کے عباسی امرار بڑی فارغ
 اور عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا

بود و باش سے عربی جاہ و جلال اور عجبی سن و جمال ظاہر ہوتا تھا، عام طور پر
 اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے، ان کی ذاتی دولت و ثروت کا اندازہ

۱۔ کتاب الخصال للتحف ص ۱۸۶، ۲۔ الفہرست ص ۴۸۳ و ص ۴۴۲۔

اس سے ہو سکتا ہے کہ عیینہ بن موسیٰ نے اپنی ایک باندی کی شادی میں اس کے غلام شوہر کو اتنی زیادہ رقم دی کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس غلام سے دس ہزار درہم یہ کہہ کر وصول کئے کہ یہ دولت عیینہ بن موسیٰ نے امارت سندھ کے زمانہ میں سرکاری مال سے حاصل کی تھی اس خلیفہ مامون نے بشر بن داؤد سے سندھ کی سرکاری آمدنی سے سالانہ صرف دس لاکھ درہم پر معاملہ طے کر لیا تھا، باقی رقم کا مالک بشر بن داؤد تھا، اسی طرح عمران بن موسیٰ بھی مرکز کو سالانہ صرف دس لاکھ درہم ادا کر کے باقی رقم اپنے پاس رکھتا تھا، اس کے نتیجے میں اس کے یہاں اتنی زیادہ ذاتی دولت و ثروت جمع ہو گئی تھی کہ اس کے انتقال کے بعد خلیفہ واثق نے بغداد، بصرہ اور سیراف میں اس کی جائیداد اور دولت کی تلاشی کرائی اور گران قیمت ساز و سامان کے علاوہ پانچ لاکھ درہم نقد ملے، اس کے علاوہ عمران بن موسیٰ نے خلیفہ اور ارکان دولت کے پاس سندھ سے بیش بہا ہدایا و تحائف روانہ کئے تھے، اس ایک برہمنی امیر سندھ کے پاس تیس ہزار دینار تھے اور جب واپس جانے لگا تو ان کو ڈھلوا کر تین مثقال وزن کے دس ہزار ٹہنہ بنا کر لے گیا جن میں سے ایک سو ٹہنہ جاحظ کو دیئے، اسے ان چند مثالوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سندھی امارت و حکام کے پاس کس قدر زیادہ ذاتی دولت رہا کرتی تھی، اور وہ کیسی شان و شکوہ کی زندگی بسر کرتے تھے،

ان امارت کے بال بچے اور اہل خانہ عام طور سے ساتھ رہتے تھے، منصور بن جہور کا پورا خاندان یہیں رہتا تھا، جب اس کی شکست و فرار کی خبر اس کے نائب کو سندھ میں ہوئی تو وہ اس کے اہل و عیال اور ساز و سامان کو لے کر

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۵۱، المسالک و الممالک ص ۵۰

۲۔ کتاب الخزانہ و الخف ص ۱۸۶، و فیات الاعیان ج ۱ ص ۱۲۲

بلاد خزر (قزوین) چلا گیا، اسے عمر بن حفص ہزار مرد کے بال بچے اور اہل خانہ کے ساتھ تھے اور جب عبداللہ الاشتر منصورہ پہنچے تو اس نے خود ان سے بیعت کر اپنے اہل و عیال کو بھی بیعت کرائی اسے ہشام بن عمرو تغلی کے بیوی بچے اس کے ساتھ تھے، جب مطیع بن ایاس کنانی اس کے دربار سے رخصت ہو کر بغداد جا گیا تو اس کی بچی مطیع کی جدائی پردہ نے لگی، جس پر اس نے چند اشعار کہے اسے بشر بن داؤد سندھ سے جب گرفتار کر کے بغداد پہنچایا گیا تو قید آل مہلب کے افراد اس کے ساتھ تھے اور مامون نے سب کو معاف کر دیا تھا، بعض امیروں کے اہل و عیال ان کے ساتھ نہیں رہتے تھے، یا ہندوستان اور عرب دونوں جا رہے تھے چنانچہ جس وقت عبداللہ الاشتر کے والد محمد بن عبداللہ بن حسن مدینہ منورہ میں قتل کئے گئے تھے عمر بن حفص ہزار مرد کی بیوی بغداد میں تھی اور اس نے اپنے قاصد کو ایک چھوٹی کشتی کے ذریعہ سندھ بھیج کر اپنے شوہر عمر بن حفص کو اس واقعہ کی خبر کرائی، عمران بن موسیٰ کی بہن بغداد میں اس کے اہل و عیال کی نگہداشت کیا کرتی تھی، اور واقعہ کے بعد عمران کی جائداد کی منبلی کے سلسلہ میں اس کے بیٹے محمد اور بہن کو گرفتار کیا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو امرائے سندھ یہاں زیادہ دنوں تک رہے، ان کے بال بچے ساتھ رہتے تھے، اور جن کی مدت امارت کم رہی وہ اپنے احوال و انصار کے ساتھ رہے۔

مسکانات | امرایہ عام طور سے دارالامارت کی سرکاری عمارت اور مکان میں رہتے تھے، دارالامارت منصورہ کے علاوہ قندھار، بلتان، دیبل، کراچی

۱۔ کامل ابن شیراز ۵ ص ۱۸۲ وغیرہ ۲۔ کامل ابن شیراز ۵ ص ۲۲۱،

۳۔ الافغانی ۲ ص ۱۳ (بیروت) ۴۔ کتاب الذخائر والتحف ص ۱۸۵۔

اور دیگر مرکزی شہروں میں امرار کی قیام گاہیں ہوتی تھیں، جن میں اہل و عیال، ملازمین، ندمار، وفود، اور حفاظتی پولیس کے لئے نہایت حقول انتظام رہتا تھا، ان میں تمام سرکاری عملہ اور دفاتر ہوتے تھے، یہ عمارتیں وسیع و عریض اور آرام دہ ہوتی تھیں، سامنے لمبا چوڑا صحن ہوتا تھا، امرار و حکام بالاخانہ پر سوتے تھے، رات گئے تک ندمار کے ساتھ ان کی نشست میں مختلف موضوعات پر ذہنی، علمی، ملکی اور سیاسی باتیں ہوتی تھیں اور داستا میں سنائی جاتی تھیں، امیروں کے کان پر محمد بن حسیب بغدادی کے ایک بیان سے روشنی پڑتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رفاعہ بن ثابت بن نعیم کو معلوم ہوا کہ مجلس بن سری عبدی سندھ کی امارت پر آ رہے تو وہ حسب معمول رات کو منظور بن جمہور کلہی کے دارالامارت میں گیا، جہاں منظور اس کا خادم خاص، اور رفاعہ تینوں ماکولات و مشروبات میں شریک رہے، جب منظور اور خادم دونوں سو گئے تو رفاعہ اپنے مکان میں آیا اور تلوار اور غلام کو لے کر نارالامارہ پہنچا، اور اساطحہ کی جس دیوار میں بالاخانہ کا زینہ تھا اس میں نقب لگا کر دونوں اوپر گئے جہاں منظور اور خادم سو رہے تھے، رفاعہ نے منظور کو قتل کر کے اس کے خادم کو قتل کرنا چاہا مگر وہ جاگ گیا اور سمجھا کہ میرا آقا منظور مجھے قتل کر رہا ہے، کہنے لگا کہ آپ رات کے پہلے پہر میرے ساتھ داستان گوئی کرتے ہیں اور پچھلے پہر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، رفاعہ نے ہاتھ روک کر خادم سے کہا کہ میں تم کو جو حکم دوں بجالاؤ ورنہ ابھی قتل کروں گا، اس نے کہا جو حکم ہو، رفاعہ نے کہا تم منظور کی زبان میں محافظ دستہ کے افسر کو آواز دو، خادم نے باہر نکل کر آواز دی اور کہا تم کو امیر یاد کرتے ہیں، افسر یہ آواز سنتے ہی اوپر چڑھا اور چھوٹی سامنے آیا رفاعہ اور اس کے غلام نے اس کو بھی قتل کر دیا، اس کے بعد آٹھ آدمیوں

من اسماہ المتالیین من الاشراف فی الجاہلیۃ والاسلام، ضمن المجرۃ الثانیۃ من ذیو الخلوۃ الثانیۃ ۱۵

غذا اور دسترخوان

عباسی دور خلافت میں خلافت راشدہ کی زاپدانہ زندگی اور اموی خلافت کی عربی زندگی باقی نہیں رہ گئی تھی بلکہ

عباسی خلفاء و امراء کا مزاج شاہانہ تھا، اور وہ سادگی اور خشونت کے بجائے عیش و تنعم کی زندگی اور تمدن و حضارت کی دلغری سے زیادہ قریب تھے، ان کے کھانے پینے کا معیار بہت بلند تھا، ان کے دسترخوان انواع و اقسام کے لذیذ اور پر تکلف کھانوں سے سجے رہتے تھے، تنہا خوری عربوں کی فطرت کے خلاف ہے، اس لئے دسترخوان بڑا وسیع اور عام ہوتا تھا،

امراء کے غور و نوش اور دسترخوان کے بارے میں چیدہ چیدہ واقعات سے ان باتوں پر روشنی پڑتی ہے، اس سلسلہ میں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ سندھ باورچی خوش ذائقہ اور لذیذ کھانے پکانے میں خاص شہرت و مہارت رکھتے تھے، جاہلے سندھی غلاموں کے فنِ طباطبائی کے بارے میں لکھا ہے:

انہ لا یوجد فی العبید اطبخ
غلاموں میں سب سے زیادہ سندھی غلام کھانا
من السندی، وهو اطبع علی
پکانے والے ہوتے ہیں، اور وہ ہر قسم کا کھانا
طیب الطبخ کلہ۔ لہ
پکانے میں طبعاً ماہر ہوتے ہیں۔

اور یہی سندھی طباطبائی یہاں کے امراء اور اعیان و اشراف کے یہاں کھانا پکانے تھے، جو ان کے کام و دہن کے لیے تہایت پرکشش ہوتے تھے۔

سندھی طباطبائی کی مہارت کے ساتھ ہندی قواہل یعنی گرم مسالوں کی لذت کھانوں کو اور بھی مرغوب بنا دیتی تھی، جو قدیم زمانہ سے عربوں کی غذا کے لطیف تھے یعنی زنجبیل، قرنفل اور فلفل رادراک، سونٹھ، لونگ اور مرچ کی آمیزش کھانے میں لطافت، لذت اور خوشبو کے ساتھ عربوں کے مزاج و صحت اور آداب

کی رعایت تھی۔

غسان بن عباد کے طبیب خاص ابراہیم بن فزارون کا بیان ہے کہ اس نے قیام سندھ کے زمانہ میں یہاں کے طاؤس جیسا لذیذ گوشت کبھی نہیں کھایا، اسی کا بیان ہے غسان بن عباد نے اپنے مکان کے صحن میں حوس بنوا کر ایک عجیب و غریب مچھلی پال رکھی تھی جو ایک خاص ترکیب سے بھوننے اور کھانے کے بعد پانی میں زندہ ہو جاتی تھی، اس کی تفصیل دوسری جگہ دیج ہے۔

نیز اس نے بیان کیا ہے کہ غسان بن عباد یہاں آنے کے بعد فوراً وز سے مہرجان تک (تقریباً ساڑھے تین ماہ) گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ کھا سکا، ہم لوگ گوشت پکا کر رکھ دیتے تھے، اور باسی ہونے کے بعد فوراً بگڑ جاتا تھا اور پھینکا پڑتا تھا، البتہ مور کا گوشت یہاں سے نہ بادہ لذیذ ہم نے نہیں کھایا، عباسی خلفاء خود اپنے امراء کا انتخاب کرتے تھے اور امراء کے انتخاب میں مشورہ ان کی حیثیت نائب الخلیفہ کی ہوتی تھی، اس میں خلفاء

دور اندیشی سے کام لے کر ایمان و دولت و تجربہ کار حکام سے مشورہ کرتے تھے۔ حکومت و امارت کے اوصاف کے معیار بہ ہر خاندان اور قبیلہ کے جوہر قابل کا انتخاب کرتے تھے۔

پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح کے وقت سندھ و کراچہ پر منصور بن جہول کلبی کا غلبہ تھا۔ اس کے مقابلہ میں ایک انیرنا کام ہو چکا تھا۔ اس لئے ابو العباس نے اپنے مستمذغاس موسیٰ بن کعب تمیمی کو یہاں کی امارت دی جو اس کے حفاظتی دستہ کا افسر اعلیٰ اور عباسی دعوت کا سرگرم مبلغ و داعی اور ان کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھا۔

سلا تاریخ الحکماء قفطی ص ۵۷، طبقات اللہباء، ابن ابی العیبر ج ۱ ص ۱۷۰، مہاجر ص ۱۸۱
دس ۱۱۸۲ و جہرۃ انساب العرب ص ۱۲۱۳

خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں امیر سندھ عمر بن حفص علویوں کا طرفدار تھا۔ اور ان کے اقتدار کی کوشش کر رہا تھا اس لئے منصور نے بہت غور و فکر کے بعد ہشام بن عمرو ثعلبی کو یہاں روانہ کیا، جن دنوں وہ یہاں کی امارت میں روہ بدلہ پر غور کر رہا تھا ہشام بن عمرو نے اس سے اپنی بہن کے نکاح کی پیش کش کی مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر مجھے نکاح کی حاجت ہوتی تو میں اسے منظور کر لیتا، میں نے تم کو سندھ کی امارت دی، تم وہاں جانے کی تیاری کرو۔

خلیفہ مہدی کے زمانہ میں نصر بن محمد بن اشعث خزاعی دوبارہ سندھ کا امیر بنایا گیا، وہ بھی عباسی خلافت و دعوت کے خاص معتمدوں میں تھا بلکہ اس کا پورا خاندان عباسیوں کا طرفدار اور وفادار تھا، ابن حزم نے لکھا ہے کہ نصر کے والد محمد بن اشعث اور اس کی اولاد نے عباسی دعوت میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں، (جمہرۃ انساب العرب ص ۲۳۱)

عباسی خلفاء کے خاص معتمدوں میں ان کے تین موانی بھی امرائے سندھ ہیں طیفور بن عبداللہ جمہیری اور لیث بن طریف خلیفہ مہدی کے موٹی ہیں اور موٹی امیر المؤمنین کہلاتے ہیں، اور سائلم یونسی، اسمعیل بن علی ہاشمی کاموٹی تھا۔

خلیفہ مامون نے موسیٰ بن یحییٰ برکی کو اس کی شجاعت اور بہادری پر سندھ کی امارت دی تھی۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے یحییٰ بن خالد برکی اور اس کی اولاد کے بارے میں کہا کہ کفایت، بلاغت، سخاوت، اور شجاعت میں یہ لوگ بے مثال ہیں۔ میں نے کہا کہ امیر المؤمنین ابراہیم کی کفایت، بلاغت اور سخاوت ہمیں معلوم ہے، شجاعت کس میں ہے؟ مامون نے جواب دیا کہ موسیٰ بن یحییٰ میں شجاعت ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے سندھ کی امارت دی جائے۔

سندھی امرا کے انتخاب و تقرری کے سلسلہ میں یہ واقعہ دلچسپ ہے کہ جب مامون کو بشر بن داؤد کی بغاوت کی خبر ملی تو اس نے صورت حال کی اہمیت کے پیش نظر ارکان دولت سے مشورہ کیا اور اپنے ندیموں سے کہا کہ غسان بن عباد کے متعلق مجھے معلومات دو، میں اس سے ایک اہم کام لینا چاہتا ہوں، اس پر سب نے اس کی تعریف و توثیف کی، مگر احمد بن یوسف نے کہا: امیر المومنین اس کی خوبیاں خرابیوں سے زیادہ ہیں۔ وہ جس طبقہ میں بھیجا جاتا ہے انصاف کرتا ہے، کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے بعد میں معذرت کرنی پڑے، مامون نے کہا کہ تم نے اس کے متعلق برے خیالات رکھنے کے باوجود تعریف ہی کی، اس کے بعد مامون نے غسان کو سندھ کی امارت دی۔

اسی سلسلے میں مامون نے پہلے محمد بن عباد مہلبی کو خاص طور سے بلا کر مشورہ کیا۔ جوان دنوں اہل بصرہ کا سردار اور سربراہ تھا۔ اس نے بشر بن داؤد کی بغاوت کا حال سن کر معاذ اللہ کہا، اس کے بعد مامون نے غسان بن عباد کو چند فوجی امراء کے ساتھ امیر عرب اور موسیٰ بن یحییٰ کو امیر بلد بنا کر سندھ بھیجا اسی طرح دیگر امرائے سندھ کی تقرری کے بارے میں عباسی خلفاء غور و فکر اور رائے مشورہ سے کام لیتے تھے۔

شراکائے امارت، یازیلی امراء اور اعوان و انصار | ہر امیر کے ساتھ اس کے قبیلہ کے اعوان و انصار ہوتے تھے جو مجلس

مشاورت کا کام دیتے تھے اور بوقت ضرورت شریک امارت ہو کر کسی مقام یا شجرہ کی امارت سنبھالتے تھے، یہ وقتی یازیلی امارتیں عام طور سے امیر سندھ کی صوابدید سے ہوا کرتی تھیں، بعض اوقات خلیفہ کی جانب سے متعدد شہری اور فوجی امراء آتے تھے۔

خلیفہ ابوالعباس نے منصور بن جہور کلبی کے مقابلہ کے لئے موسیٰ بن کعب کو
بیس ہزار فوج کے ساتھ بھیجا تھا۔ نیز اس کا بیٹا بشر بن موسیٰ ساتھ تھا جسے موسیٰ بن کعب
نے عراق جاتے وقت اپنا جانشین بنایا۔ عمرو بن حفص ہزار مرد کے ساتھ اس کا انجانی
بھائی جمیل بن عمرو تھا جس کو عمرو بن حفص نے عراق جاتے وقت اپنا جانشین مقرر
کیا، ہشام بن عمرو تغلبی کے ساتھ اس کے دو بھائی بسطام بن عمرو تغلبی

اور سیف بن عمرو تغلبی اور ایک فوجی افسر عمرو بن

جمل تھا، ہشام نے عمرو بن جمل کو امیر فوج بنا کر بارہ ہجرت کی بحری، ہم پر روانہ کیا اور
ایک موقع پر بسطام کو دارالامارہ منصورہ میں رکھا۔ اور جب بغداد جانے لگا تو اپنا
جانشین بنایا۔ اور سیف کو ایک فوجی ہم پر روانہ کیا تھا جس میں عبد اللہ الاشتر
مارے گئے، بعد میں دونوں بھائی یہاں کے مستقل امیر ہوئے۔ سعید بن خلیل تمیمی
کے ساتھ اس کا لڑکا محمد بن سعید تھا۔ سعید نے منصورہ میں انتقال کے وقت اسے
اپنا جانشین مقرر کیا، اسی طرح بیت مولیٰ ہدی کے ساتھ اس کا بیٹا محمد بن یونس
سندھ آیا۔ یونس نے عراق جاتے وقت اسے اپنا جانشین بنایا، نیز سالم مولیٰ ہارون
کے ساتھ اس کا بیٹا ابراہیم بن سالم تھا۔ سالم نے سندھ میں انتقال کے وقت
اس کو اپنا جانشین بنایا۔ طیفور بن عبد اللہ حمیری کے ساتھ جابر بن اشعث
طائی تھا جسے طیفور نے نزاریہ اور ہمانیہ کی شورش ختم کرنے کے لیے دریائے
سندھ کے مغربی علاقہ میں بھیجا تھا۔ داؤد بن یزید مہلبی نے سندھ آنے سے پہلے
اپنے بھائی مغیرہ بن یزید مہلبی کو یہاں بھیجا جو اہل منصورہ کے مقابلہ میں ناکام
رہا۔ اس کے بعد داؤد بن یزید خود آیا۔ اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بشر بن
داؤد ابوالمصمہ مولیٰ کندہ تھا۔ بعد میں دونوں نے غلبہ واستیلا کا مظاہرہ
کیا، داؤد بن یزید نے سندھ میں انتقال کے وقت بشر کو اپنا جانشین بنایا تو اسے

سہیلیوں کو لے کر بغاوت و سرکشی کی روش اختیار کی، اس دور میں اس کا چچا زاد بھائی
 ابراہیم بن عبد اللہ مہلبی مکران کا امیر تھا، اور ابو القاسم نے حدود ۲۵۵ھ میں ایک
 علاقہ دبا لیا، عبد الرحمن بن سلیمان بن سعید ہاشمی نے عبد اللہ بن عمار ضبی کو اپنا
 جانشین بنایا، اور لوب بن جعفر نے سندھ آنے سے پہلے سلیمان بن سعید کو روانہ
 کیا تھا، مامون کے زمانہ میں بغداد سے ایک ساتھ دو امیر اور متعدد فوجی امرا روانہ
 کئے گئے۔ مہدی کے زمانہ میں ایک زبردست فوجی مہم عبد الملک بن شہاب مسمی کی
 قیادت و امارت میں آئی جس میں اس کے دو بیٹے عثمان اور عبد الواحد کے علاوہ
 یزید بن حباب مذحجی، اور منذر بن محمد بن جابر و عبدی چار فوجی امیر تھے، روح
 بن حاتم مہلبی کے دو امارت میں اس کا بھائی یزید بن حاتم مہلبی کسی جگہ کا امیر
 تھا، نیز اسی زمانہ میں سلیمان بن قیس مہلبی سندھ میں امیر تھا۔

کاتب یعنی میرنشی | ہر امیر کے ساتھ ایک کاتب ہوتا تھا جس کے ذمہ سرکاری توثیق
 و مراسلات کی تیاری اور روانگی ہوتی تھی۔ چونکہ اس کا نام
 رواج تھا اس لئے اس کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔ ضمنی طور سے کہیں اس کی تصریح
 ہے۔ مثلاً: عمر ای بن موسیٰ برکی کے امراء بغداد کی خدمت میں یہاں سے ہدایا دیا
 بھیجنے کے سلسلہ میں رشید بن زبیر نے لکھا ہے:

وكان الوجه اليهم بذلك
 مع كاتبله له
 عمران نے یہ ہدایا ان کے پاس اپنے کاتب کے
 ساتھ بھیجے تھے۔

یہی کاتب یا میرنشی مرکز بغداد سے خط و کتابت کرتا تھا، نیز دوسرے امیروں
 اور ذمہ داروں کے پاس مراسلات کا ذمہ دار ہوتا تھا۔

خلفاء و امراء میں خط و کتابت | عباسی خلفاء اپنے سندھی امیروں اور نوابوں سے

براہ راست خط و کتابت رکھتے تھے۔ درمیان میں امرائے عراق کا واسطہ نہیں تھا۔ وہ ہر معاملے میں خبر رکھتے تھے اور اس بارے میں توقیحات و فرامین و ہدایات جاری کرتے تھے۔ ان کو ہندوستان سے وہی تعلق تھا جو دوسرے اسلامی ممالک سے تھا۔ یہاں کے امراء بھی ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں خلفاء سے مراسلات رکھتے تھے، منصور کے زمانہ میں ایک بار سندھ کی فوجوں نے امیر کے خلاف ہنگامہ کر کے بیت المال کے مالے توڑ ڈالے، اور اس میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ اور امیر نے اس کی اطلاع منصور کو دی تو اس نے لکھا:

وعدت لم یثبوا، ولو
وینت لم یثبوا۔

اگر تم انصاف کرتے تو وہ ہنگامہ نہ کرتے اور
اگر تم وعدہ پورا کرتے تو وہ نذرانہ نہ لوٹتے۔

عمر بن حفص کے زمانہ میں عبداللہ الاشتر سندھ میں پناہ گزین ہوئے تو اس نے ان کو ایک راجہ کے پاس بھیج دیا۔ جہاں بہت سے علوی جمع ہو گئے۔ منصور نے اس واقعہ کی اطلاع پا کر عمر بن حفص کو سخت خط لکھا:

وکتب المنصور الی عمر بن حفص
یخبوہ ما بلغہ فقرا کتاب
علی اہلہ۔ ۲۷

منصور نے عمر بن حفص کو خط لکھ کر جو کچھ اسے
معلوم ہوا تھا اس کی خبر دی تو اس نے یہ
خط اپنے گھروالوں کو پڑھ کر سنایا۔

یہ خط پا کر عمر بن حفص کو سخت خطرہ لاحق ہو گیا، اس نے ایک شخص کے سرسارہ الزام رکھ کر تیل میں بند کر دیا، اور منصور کو اس کی اطلاع دی۔

وکتب الی المنصور بامرہ
فکتب الی المنصور بامرہ بجملة ۳۵

عمر بن حفص نے اس شخص کے بارے میں منصور
کو لکھا تو منصور نے لکھا کہ اس کو یہاں بھیج دو۔
اس کے بعد منصور نے عمر بن حفص کے نام سندھ سے موزوں کا برہانہ بھیجا۔

۱۷۰ تقدیر فرید ۲۷ - ص ۲۱۲ - (پرورد) ۱۷۰ تا ص ۵۷ ص ۲۰۰

وکتب الی عمر بن حفص یعنی لہ منصور نے عمر بن حفص کے پاس سندھ سے معزولی
عن السند - لہ کا خط لکھا۔

اسی کے ساتھ اس کو افریقہ کی ولایت کا خط لکھا:

وکتب الی عمر بن حفص بولایتہ اور منصور نے عمر بن حفص کو افریقہ کی ولایت
افریقہ - لہ کا پروانہ لکھا۔

اس کے بعد منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی کو یہاں کی ولایت دی اس نے
راجہ پر فوج کشی کی اور راستہ میں عبداللہ الاشرک کو قتل کیا کرایا، اس موقع پر
جانبین سے خط و کتابت ہوئی۔

فکتب ہشام بذلک الی المنصور ہشام نے منصور کو اشتر کے قتل کی اطلاع دی تو
فکتب الیہ المنصور یشکرہ منصور نے اس کو خط لکھ کر شکر یہ ادا کیا اور
ویامرہ بمحاربة ذلك الملك۔ اس راجہ سے لڑنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد منصور نے سعید (یا سعید) بن خلیل کو سندھ کی امارت کا پروانہ بھیجا
اس وقت وہ خراسان کا امیر تھا۔

انہ کان بحر اسان فکتب الیہ سعید خراسان میں تھا، منصور نے اس کو خط
المنصور فساد الی الہند۔ لکھا تو وہ ہندوستان کے لئے روانہ ہوا۔

امیر سندھ لیث موٹی امیر المومنین کو موسیٰ ہادی نے خط لکھ کر بعد ادب لایا،
فکتب الیہ موسیٰ ان یتحد۔ ہادی نے لیث کو لکھا کہ وہ بغداد آجائے چنانچہ
فانحد۔ لہ وہ چلا گیا۔

ہادی کے دور میں سندھ کے ایک مہلبی امیر کبیر کے سندھی ملازم نے اس کے دو
لڑکوں کو چھت سے پھینک دیا اور وہ فوراً مر گئے، جب اس حادثہ کی خبر ہادی کو ہوئی

الہ الباری والنہایہ ج ۱ ص ۱۰۸۔ تاریخ کاملہ ج ۵ ص ۲۲۰، لہ ص ۲۲۱۔ لہ ص ۲۲۱۔ تاریخ خلیفہ علی

تو اس نے امیر سندھ کو لکھا:

فامرو الہادی بالکتاب الی صاحب
 اسند بقتل الغلام و تعذیبہ
 ہادی نے امیر سندھ کو خط لکھ کر اس غلام کو
 عبرت ناک سزا دے کر قتل کر دینے اور اس کی
 باقطع ما یمکن من العذاب اجم
 حدود ملک سے تمام سندھی غلاموں کو
 باخراج کل سندھی فی ملکہ۔^۱
 نکال دینے کا حکم دیا۔

بارون رشید کے دور میں سندھ کے عربوں میں قبائلی عصبیت نے جنگ جہاد
 کی صورت اختیار کی تو اس نے امیر سندھ کو یہ موقع بھیجی:

وقع الی صاحب السند اذ ظہرت العصبیۃ
 کل من دعالی الجاہلیۃ فجعل الی المنیۃ۔^۲
 جو شخص عصبیت جاہلیہ کا دعویٰ کرے اسے
 جلد از جلد موت کے گھاٹ اتار دو۔

موسیٰ بن یحییٰ برکی نے سندھ میں انتقال کے وقت اپنے بیٹے عمران کو اپنا جانشین
 بنایا تھا۔ معتصم نے اس کے نام مستقل امارت کا پروانہ بھیجا۔

فکتب الیہ امیرا لمومنین المعتصم
 باللہ بولایۃ الثغر۔^۳
 امیر المومنین معتصم نے اس کے پاس ثغر سندھ
 کی ولایت کا پروانہ لکھا۔

عباسی دور کے امراء سندھ ان بھی خلفاء سے مراسلات جاری رکھتے تھے۔ اور
 ان کے پاس ہدایا و تحائف بھیجتے تھے۔ اسی طرح یہاں کے کئی راجوں مہاراجوں
 نے ان سے مکاتبات و مراسلات کا سلسلہ جاری کر کے آپس میں دوستانہ تعلقات
 قائم کئے۔

بوقت ضرورت جانشین سے سفراء اور وفود کی بھی آمد و رفت
 سفارت اور وفادت ہوا کرتی تھی۔ اور یہاں کے امراء خلیفہ کی خدمت میں اپنے
 خاص آدمیوں کو روانہ کرتے تھے۔ اس کام کے لئے صاحب فہم و ذکا اور اہل علم

۱۔ مہرورج الذهب ص ۲۳۵۔ ۲۔ العقد الفرید ص ۲۱۲۔ ۳۔ فتوح ابلہ ان ص ۲۳۲

و ادب کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ ابو عطار سندھی نے کہا ہے:

اذا رسالت فی امر سوؤ فافہمہ وارسلہ ادینا
 جب تم کسی معاملہ میں قاعد کو روانہ کرو، تو صاحب فہم و فراست اور با ادب کو بھیجو
 ولا تترك وصیتہ بشیء وان ہو کان ذاعقل لبیبا
 وہ بذات خود کتنا ہی عقلمند ہو، تم اس کے سمجھانے میں کسی قسم کی کمی نہ کرو،
 فان ضیعت ذاک فلا تلمہ علی ان لم یکن حفظ العیوب
 اگر تم نے ایسا نہیں کیا، تو کسی نامناسب بات پر اس کو ملامت نہ کرنا۔

عینہ بن موسیٰ نے سندھ میں خلافت سے سرتابی کی تو عمر بن حفص نے اس کو
 گرفتار کر کے اپنے خاص قاعدوں کے ساتھ خلیفہ منصور کے پاس روانہ کیا، مگر
 وہ راستہ میں بھاگ گیا، اور رنج کے قریب یمانیہ کے ہاتھوں قتل ہوا، نیز
 عمر بن حفص نے ایک اہم سرکاری ضرورت سے ایک وفد سندھ سے منصور کے پاس
 بھیجا جس میں امیر وفد عقبہ بن مسلم بن نافع از دی ہنائی نہایت دور اندیش
 معاملہ فہم اور کام کا آدمی تھا۔ اس کی فہم و فراست دیکھ کر منصور نے دوسرے دن
 خاص طور سے اسکو بلایا اور ایک نہایت اہم اور رازدانہ خدمت اس کے سپرد کی،
 جس کو اس نے بخوبی انجام دیا۔

ہشام بن عمرو ثعلبی کے زمانہ میں عبداللہ الاشر سندھ میں قتل ہوئے تو
 ان کے صاحبزادے محمد بن عبداللہ اور باندیوں کو ہشام بن عمرو نے اپنے معتدلوں
 کے ساتھ منصور کے یہاں پہنچایا اور اس نے ان سب کو مدینہ منورہ
 بھیج دیا۔

۱۔ کتاب رسل الملوک و من یصلح للرسالة و السفارة، لابن الفرارص ۴۹، ص ۲۱۹ تاریخ
 یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۹، ۲۔ تاریخ طبری ج ۷ ص ۵۲۰۔ ۳۔ تاریخ کامل ج ۵ ص ۲۲۱

اسی طرح یہاں کے امراء اور راجوں مہاراجوں اور خلفائے کے درمیان
اور وفود کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔

انہی خلافت میں سندھ امراء نے عراق کے
سندھ امراء نے عراق وغیرہ کی ماتحتی میں

و نصب کرتے تھے مگر عباسی خلافت میں یہ صورت نہیں تھی بلکہ خلفاء خود یہاں کے سپاہ
سپید کے مالک تھے، البتہ بعض اوقات یہاں کے ملکی اور سیاسی حالات اس قدر ابتر
ہو جاتے تھے کہ اس کو عراقی امراء کی ماتحتی میں دینا پڑتا تھا۔ چنانچہ مہدی، ہارون
معتصم اور واثق کے ادوار میں کچھ مدت کے لئے محمد بن سلیمان، عیسیٰ بن جعفر، قسطن
اور ایتاخ ترکی سندھ کے حاکم اعلیٰ بنائے گئے، اور ان کی ماتحتی میں یہاں کے
امراء کام کرتے تھے۔

مہدی نے ۹۰ھ میں روح بن حاتم مہلبی کو سندھ کی امارت دی مگر ٹھوڑے
دلوں بعد اس کو معزول کر کے نصر بن محمد بن اشعث خزاعی کو بھیجا، اس زمانہ میں
یہاں ہالٹوں کی شورش اور عربوں کی قبائلی عصبیت زور پر تھی اس لئے مہدی
نے سندھ کو امیر بصرہ محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی کی تحویل میں دیدیا۔ اور عبدالملک
بن شہاب مسمعی امیر بن کر گیا۔ مگر بیس دن سے کم ہی رہ سکا۔ اور نصر بن محمد بن
اشعث کو دوبارہ یہاں کا حاکم بنایا گیا۔

ہارون رشید کے زمانہ میں یہاں کے عربوں میں قبائلی عصبیت بھوٹ پڑی
اور آپس میں جنگ و جدال ہونے لگی، ہارون نے متعدد امراء بھیجے مگر حالات قابل
میں نہ آسکے اس لئے سندھ کو عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے ماتحت کر دیا۔ اس نے
محمد بن عدی ثعلبی کو یہاں کا امیر بنایا جس سے بلقان کے متغلب عربوں نے

بلکہ کیا ہے

مختصم نے ۲۲۳ھ میں بابک خرمی کے قاتل افشین کو اس کے عظیم کارنامہ
نعام و اکرام سے نوازنا ساتھ ہی اس کو سندھ کی ولایت دی، مگر اس کی طرف
یہاں کوئی امیر نہیں آیا۔

دانش نے ریٹاخ ترکی کو خراسان اور علاقہ دجلہ کے ساتھ سندھ کی حکومت
اور جب ذوالحجہ ۲۲۷ھ میں امیر سندھ عمران بن موسیٰ کو عمر بن عبد العزیز نے
مقرر کیا۔ تو ایٹاخ نے عقبہ بن اسحاق ضبئی کو یہاں کا امیر بنا کر روانہ کیا۔

عباسی دور میں جگہ جگہ اقتدار و غلبہ کی ہوا
ن امرار کی سرتابی اور بجاوت | چل رہی تھی حتیٰ کہ امرار و عمال اپنے علاقوں

موقع پا کر خود مختاری کا دعویٰ کر دیا کرتے تھے، عیید بن موسیٰ تمیمی نے اپنے والد
ساتھ رہ کر یہاں سے منصور بن جہور کلبی کا قبضہ ختم کیا اور جب خود امیر ہوا
سما کی روش اختیار کر کے خلافت سے سرتابی کی جس کو عمر بن حفص نے ناکام بنایا
اس نے بھی عبد اللہ اشتر اور دوسرے علوی دعاۃ سے ملکر سندھ میں علوی

ذاری کے لئے زمین ہموار کرنا چاہی اور معزول ہوا۔ مامون نے بشر بن داؤد مہلبی
س شرط پر سندھ کی امارت دی کہ وہ سالانہ دس لاکھ درہم ادا کرتا رہے مگر اس
انکار کر کے سرکشی کی تو عثمان بن عباد نے آکر اس کی تادیب کی، ۲۳۷ھ میں

بن بن ابو خالد سرورزی کا انتقال ہوا تو یہاں کے رئیس و سردار عمر بن عبد اللہ
مزیزہ ہاری نے متوکل سے خط و کتابت کر کے امارت حاصل کی اور جب ۲۴۷ھ میں
کل نقل ہوا تو اس نے اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا۔ جو محمود غزنوی کے

ایضاً یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۹۲، البیہ و النہایہ ج ۱ ص ۲۸۵، و ص ۲۹۳، ۲۹۳، تاریخ

نوی ج ۳ ص ۲۴۴، (مختصم)

زمانہ میں ختم ہوئی، ان سب واقعات کی تفصیل دوسری جگہ موجود ہے۔

اموی دور خلافت میں حکم بن عوف
مرکزی دارالامارہ منصورہ اور علاقائی دارالامارات [کلبی کے حکم سے محمد بن قاسم کے

عمر و بن محمد بن قاسم نے شہر منصورہ کو آباد کیا، اسی وقت سے یہ دارالامارہ قرار
عباسی دور میں بھی امرار و حکام قیام کرتے تھے۔ بلکہ عباسی دور میں اس شہر
ہر اعتبار سے محفوظ و مستحکم، خوبصورت اور بارونق بنایا گیا۔ منصور بن جہور کلبی
عباسی امرار مجلس بن سری اور موسیٰ بن کعب کے درمیان جنگ کی وجہ سے اس
شہر میں ویرانی آگئی تھی۔ جب ۱۳۶ھ میں منصور بن جہور کا عمل و دخل ختم ہوا
تو موسیٰ بن کعب نے منصورہ کی مرمت کر کے وہاں کی جامع مسجد کو وسیع کیا،
نیز اسی نے اس کے چاروں طرف شہر پناہ تعمیر کر کے چار دروازے بنوائے۔

اور پورے شہر کو گویا مضبوط قلعہ بنا دیا۔ ہارون رشید کے زمانہ میں نزاری
نے منصورہ پر قبضہ کر کے اس کو اپنی پناہ گاہ بنایا تھا۔ اور جب ۱۸۷ھ میں
بن یزید مہلبی نے منصورہ پر چڑھائی کی تو انھوں نے دروازے بند کر دیے
مغیرہ بن یزید کو شہر کے اندر نہیں گھسنے دیا۔

مرکزی دارالامارہ منصورہ کے علاوہ ملتان، قندھار، ہبل اور مکران
علاقائی دارالامارات تھے۔ جن میں مقامی ضرورت کے مطابق انتظامات ہوتے
اور صوبائی و علاقائی امرار کے علاوہ مرکزی امرار و حکام بھی بوقت ضرورت
میں قیام کرتے تھے، ان میں سرکاری دفاتر، قیام گاہیں، پولیس، فوج، جیل
دارالقضاء اور دیگر لوازم ہوتے تھے۔ جس زمانہ میں منصورہ پر تغلبین قائم
ہوتے تھے امرار ان علاقائی مقامات میں قیام کرتے تھے۔ یا کسی مہم اور ضرورت

واقعہ پر ان میں آیا کرتے تھے، منصور بن جہور اپنے اقتدار و غلبہ کے زمانہ میں منصورہ میں رہتا تھا اور اپنے بھائی منظور بن جہور کو قنبراہیل اور وہیل میں اور جب موسیٰ بن کعب آیا تو پہلے کچھ دنوں قنبراہیل میں مقیم رہا اور عیینہ دوسی کے مقابلہ کے لئے عمر بن حفص آیا اور منصورہ میں داخل نہ ہو سکا تو وہیل پیام کیا، اس کے بعد جب ہشام بن عمرو وہاں کا امیر بن کر آیا تو براہ راست

سے منصورہ پہنچا۔ طیفور بن عبد اللہ حمیری خود منصورہ میں رہا۔ اور جابر بن یوسف طائی کو مکران اور دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر رکھا۔ ان مرکزی اور علاقائی اداروں پر کبھی کبھی متغلبین قابض ہو کر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا کرتے اور بعض اوقات عباسی امراء بھی سرکشی کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیتے تھے،

دارالامارہ منصورہ اور دیگر دارالامارات میں | کی ضروریات اور سرکاری شعبے | حکومت کی حملہ ضروریات کا انتظام رہتا تھا۔

کے لئے الگ عمارتیں ہوتی تھیں، ابیروں کے مکانات، محافظ دستہ (حرس) پولیس (شرطہ) اور فوج (جند) کی قیامگاہیں، دارالضرب (کسوں) بیت (خزانہ) جیل خانہ، دارالقضاہ اور البرید وغیرہ کے مستقل شعبے قائم تھے۔ اور یہ تمام چیزیں حکومت کے لوازم میں سے تھیں اور ہر دارالامارہ میں پائی جاتی، اس لئے ان کا مستقل تذکرہ نہیں ملتا ہے۔

دستان سے خلافت عباسیہ کی سالانہ آمدنی | عباسی امراء ہندوستان سے مقامی | اخراجات کے بعد خلافت کو سالانہ

م اور سامان بھیجتے تھے اور کیا آمدنی ہوتی تھی؟ اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔ بعض تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کی آمدنی بہت معمولی تھی اور لاپرواہی و تحائف تک رہ گئی تھی۔

بارون رشید کے زمانہ میں (۱۷۵۳ء تا ۱۷۵۷ء) یہاں سے سالانہ ایک کروڑ
درہم کے علاوہ غلہ، کپڑا، جوتا، عود، ہاتھی، قرنفل، جوزیو امرکزہ کو جایا کرتے
راہوزرا، والکتاب، ہیشیاری ح ۱ ص ۲۸۳) مگر مامون کے زمانہ میں (۱۷۹۱ء
۱۷۹۸ء) یہ رقم گھٹ کر صرف دو لاکھ درہم سالانہ رہ گئی، اور سامان میں سے
پہیز نہیں جاتی تھی، بشر بن داؤد مہلبی نے صرف دو لاکھ درہم سالانہ پر معاملہ
کر لیا تھا بعد میں اس سے بھی انکار کر دیا۔ اس کے بعد عمران بن موسیٰ برکی
اسی پر عمل کیا اور مقامی اخراجات کے بعد سالانہ دو لاکھ درہم دینے یہ سلسلہ
کے آخری دور یعنی ۱۷۹۸ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کیا ہوا۔ بظاہر
میں بھی کمی اور کوتاہی آتی گئی تھی کہ آخر میں خلفار کی عیش پسند طبیعت یہ
عجائب و طرائف اور ہدایا و تحائف پر راضی ہو گئی۔

اہر دار الامارہ کے لئے بیت المال ضروری
بیت المال یعنی سرکاری خزانہ کے بیت المال کا پتہ اس واقعہ سے ملتا ہے

منصور کے زمانہ میں ایک مرتبہ باغی فوجوں نے بغاوت کر کے بیت المال کے
ڈالے اور لوٹ لیا، العقد الفرید میں ہے
ابو جعفر وقع فی کتاب اتاہ
من صاحب الہند یخبرہ
ان الجند شغبوا علیہ وکسروا
اقفال بیت المال فاخذوا
امانہم منہ لوعدلت لم
یشغبوا، ولو وقت لم ینہبوا
امیر سندھ کی طرف سے ابو جعفر
پاس خطا گیا کہ فوج کے خلاف بغاوت
کر کے بیت المال کے قفل توڑ ڈالے
سے اپنی تنخواہ لے لی تو ابو جعفر نے
تم انصاف سے کام لیتے تو فوج ہرگز
اور اگر تم وعدہ دینا کرتے تو لوٹ مار

۱۷ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۷۷

یہ حدود سندھ کا واقعہ ہے جس میں بیت المال کا ذکر ہے۔

بیت الصرف | بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں بیت الصرف بھی تھا جس میں غیر مالک کے لئے یہاں کا سکہ بدلا جاتا تھا، ایک برکی امیر

کا بیان ہے کہ میں نے قیام سندھ کے دوران تیس ہزار دینار کمائے اور یہاں سے جاتے وقت صارف کے ڈر سے ان کو ڈھلوا کر تین تین مثقال کے دس ہزار پلے بنوائے اور صارف کی نظر سے بچ کر جہاز میں سوار ہو گیا؛

فخشیت ان یفجائی الصارف میں ڈرا کہ کہیں صارف اچانک مجھے پکڑ نہ
فیسمع بہکان المال فیطمع فیہ لے اور میرے مال میں لالچ نہ کرے اس لئے
فصغنتہ عشرۃ الاف اہلیجۃ، میں نے تین مثقال وزن کے دس ہزار پلے
ثلاث مثاقیل۔ ولم یکن الصارف ڈھلوائے، اور صارف میرے پاس نہ آسکا
ان اتی و سکت البحر والحد البصر۔ اور میں جہاز پر سوار ہو کر بصرہ چلا آیا۔

یہ غیر ملکی زہر مبادلہ کا حکم تھا جس میں سندھی دینار و درہم بدل کر دوسرے مالک کے سکے دیئے جاتے تھے، اس کے افسر کو صارف کہتے تھے۔ اور ہندوستان سے عرب وغیرہ آنے والے مسافروں کو اس سے واسطہ پڑتا تھا۔

جیل خانہ | ہر چھوٹے بڑے دارالامارہ میں جیل خانہ بھی ہوتا تھا۔ جیل کے جیل خانہ کے بارے میں بلازری نے تفریح کی ہے کہ عبسہ بن اسحاق نے وہاں کے بت خانہ کے مینارہ کو منہدم کر کے اس کو بنایا تھا۔

ہدام اعلیٰ تلك المنارۃ وجعل | اس مینارہ کا بالائی حصہ منہدم کر کے اس میں
فیہا سجنا۔ جیل خانہ بنایا۔

بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کی کوٹھڑیاں ساگو ان کی لکڑی کی

لہ وقتیات الاعیان ص ۱ ص ۲۲۲، فتح البلدان ص ۲۲۵۔

بنائی جاتی تھیں، جن میں وہ رات کو بند کئے جاتے تھے۔ اس دور کا ایک شاعر جیل خانہ کے رات دن کو یوں بیان کرتا ہے :-

اما التها ساقی قیدی و سلسیة و اللیل فی جون منون من الساج
دن تو بیری اور زنجیر میں گذر جاتا ہے اور رات ساگون کی صندوق میں کشتی ہے۔
سندھ کے جیل خانہ میں وہی نظام تھا جو عباسی دور میں دیگر جیل خانوں میں

راج تھا۔

مسلمانوں نے ابتدائی میں برید اور ڈاک کا انتظام نہایت اعلیٰ
برید یعنی ڈاک | پیمانہ پر کر لیا۔ موسیٰ دور میں ہر تیسرے دن عراق کی ڈاک محمد
بن قاسم کے پاس آیا کرتی تھی۔ عباسی دور میں اس کا انتظام اور بھی وسیع اور مستحکم
ہوا۔ ابن خردادبہ کی المسالک والممالک اصطخری کی مسالک الممالک مقدسی کی
احسن التقاسیم وغیرہ میں سندھ و مکران اور دیگر ہندوستانی شہروں اور علاقوں
کی ڈاک کے راستوں کی تفصیلات اور انکی مسافتیں درج ہیں۔ انکو دیکھ کر
اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں ڈاک کا انتظام نہایت بہتر تھا اور یہ محکمہ نہایت
عمدگی اور ذمہ داری سے اپنا فریضہ انجام دیتا تھا۔ ڈاک کے راستے، ڈاک چوکیاں
ڈاک کی نہایت منظم و مستعد رہا کرتے تھے۔

سندھ کی ڈاک کا ذکر ایک واقعے کے ضمن میں یوں آیا ہے کہ ہارون رشید کے
زمانہ میں احمد بن عیسیٰ بن زید روپوش تھے۔ اور کبھی کبھی بصرہ اور اہواز میں نظر
آجاتے تھے۔ ہارون رشید کو ان کی تلاش ہوئی۔ اور حاکم بحرین ابو الساج احاک
اہواز خالد بن ازہر اور خالد طرشت کو لکھا کہ تم لوگ برید اصفہان کے افسر کے ساتھ
تعاون کر کے احمد بن عیسیٰ کو تلاش کرو۔ خالد طرشت سندھ جانے والی ڈاک کا

تھا، اس موقع پر مقاتل الطالبین میں یہ الفاظ ہیں:

والی خالد طرشت۔ وکان علی برید خالد طرشت کو لکھا جو کہ سندھ کے راستہ کی

طریق المسند۔ لہ ڈاک پر متعین تھا،

یعنی عراق اور سندھ کے درمیان اسی کی ذمہ داری اور انتظام میں ڈاک آتی

جاتی تھی۔ ڈاک کے ذریعہ خطوط کے علاوہ سامان اور آدمی بھی آتے جاتے تھے مامون

کے زمانہ میں کابل کا راجہ مسلمان ہوا تو عراق سے کابل تک باقاعدہ ڈاک کا سلسلہ جاری

ہوا۔ اور شاہ کابل نے اسی سے مامون کی خدمت میں تازہ ہلیلہ کاہلی بھیجا۔ بلاذری

نے لکھا ہے،

وانصل ایھا البرید، فیعت کابل تک برید کا سلسلہ قائم ہوا اور شاہ

الیہ باہلیج فیض لہ کابل نے مامون کی خدمت میں وہاں کا تازہ

ہلیلہ بھیجا۔

ازرقی نے تاریخ مکہ میں شاہ کابل کے اسلام لانے اور اس کے تخت کو بیت اللہ

یجانے کے بیان میں لکھا ہے:

ثم اقام البرید من القندھار مامون نے قندھار سے بامیان تک ڈاک کا

الی البامیان لہ انتظام کیا۔

برید کے لئے عام طور سے تیز رفتار آدمی اور گھوڑے استعمال کئے جاتے تھے

اور بوقت ضرورت خصوصی ڈاک کا انتظام کیا جاتا تھا۔

جیسا کہ دور میں یہاں کا فوجی نظام بہت مستحکم اور

فوج اور فوجی چھاؤنی

منظم تھا، دارالامارہ منصورہ میں بھاری تعداد

میں فوج رہا کرتی تھی۔ اس دور میں رہ رہ کر جگہ جگہ جالوٹوں کی شورش اور

مقاتل الطالبین ص ۲۲۵۔ لکھ فتوح البلدان ص ۳۹۳۔ لکھ اخبار مکہ ازرقی ص ۱۵۰

مقامی عربوں کی قبائلی جنگ کے ساتھ استیلار و غلبہ کی کوشش ہوتی رہتی تھی، اس کے
منصورہ کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی فوجی چھاؤنی ہوتی تھی جس میں بقدر
ضرورت فوج اور جنگی سامان رہتا تھا۔ ایک مرتبہ موسیٰ بن کعب یثیمی بغداد سے بیس ہزار
فوج بیکر یہاں آیا تھا، ایک بار منصورہ کی فوجوں نے امیر سندھ کے خلاف شورش
برپا کر کے سرکاری خزانہ لوٹ لیا تھا۔ محمد بن عدی ثعلبی نے ملتان کے متغلبوں پر
فوج کشی کی تو انھوں نے اس کو شکست دے کر تمام فوجی سامان اور اسلحہ جنگ
لوٹ لئے، عمران بن موسیٰ برمکی نے قیقان اور قندابل کے جاٹوں کی شورش طاقت
کے ذریعہ ختم کر کے اس دیار میں بیضا نامی شہر آباد کیا، اس میں فوج رکھی۔

ہندوستان میں عباسی دور میں نظام حکومت
نظام حکومت اور ملی و شہری قوانین

یہاں تھا، کون کون سے شعبے قلم تھے، اور
سرکاری امور و معاملات میں کیا طریقہ کار تھا؟ ان باتوں کے بارے میں معلومات بہت
کم ہیں۔ کیوں کہ اس دور کے مؤرخوں نے صرف واقعات و حوادث کی فہرست بیان
کی ہے۔ اگر ان کی تفصیل ہوتی تو ضمنی طور سے اس سلسلہ کی باتیں معلوم ہوتیں۔
البتہ یہ مسلم ہے کہ عہد فاروقی میں جو نظام حکومت پورے عالم اسلام میں
جاری تھا۔ اسی پر اموی اور عباسی دور میں عمل ہوتا رہا۔ بعض حالات میں بعض
باتوں میں معمولی تبدیلی ہوئی، مگر اس سے اصل نظام کی روح پر کوئی زد نہیں پڑا۔
اس لئے یہاں پر عباسی دور میں وہی احکام اور قوانین جاری تھے جن کا نفاذ
عہد فاروقی میں ہو چکا تھا۔ نیز خلیفہ ہارون رشید کی فرمائش پر قاضی ابو یوسف
نے کتاب الخراج لکھی، جس کو خلیفہ نے خراج، ہزیرہ عشر اور دوسرے معاملات
معمول بہ قرار دیا، یہ کتاب عہد فاروقی کے مالیاتی نظام اور دیگر قوانین کی روشنی
میں مرتب کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اموی اور عباسی دور کے مؤرخوں نے غور

وفتوحات اور واقعات و حادثات پر زور خرچ کر کے نظام حکومت سے صرف نظر کیا ہے اور اس بحث کو مفروضہ غنہ قرار دے کر اس سے تعرض نہیں کیا۔ نیز عباسی دور کے واقعات و حوادث میں اجمال و اختصار کے باوجود بعض امرار کے واقعات میں اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔

اموی خلافت ۶۶۱ء سے ۷۵۰ء تک رہی اس مدت میں
غزوات و فتوحات کی حیثیت

ہندوستان میں تقریباً اٹھائیس امرار و احکام آئے جنہوں نے یہاں شاندار فتوحات حاصل کیں اور اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا کیا، اور متعدد ناگوار واقعات کے بعد ان کا پورا دور مجموعی حیثیت سے نہایت کامیاب رہا۔ اس کے مقابلہ میں یہاں عباسی خلافت ۷۵۰ء سے ۷۵۴ء تک تقریباً ایک سو پندرہ سال قائم رہی اور اس مدت میں یہاں تقریباً بیالیس امرار و احکام آئے مگر وہ اموی فتوحات سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکے، بلکہ ان کا سارا وقت باہمی آویزش، استیلا و غلبہ کی کوشش، بغاوت و سرکشی اور قبائلی حرب و ضرب سے بٹنے میں گذرا، جس سے مقامی جاٹوں اور ڈاکوؤں کے فائدہ اٹھا کر سرتابی و سرکشی کی راہ اختیار کی، اور ان کی وجہ سے امارت بحر بصرہ کے نام سے ایک نئی امارت حرب قائم کی گئی، اس صورت حال کے نتیجہ میں اقدامی قوت موفاقی قوت میں بدل گئی، پھر اس میں بھی اضمحلال پیدا ہوا جس کی وجہ سے خلافت عباسیہ عملاً ختم ہو گئی۔ اور عرب امرائے یہاں متحدہ حکومتیں قائم کر لیں۔

تعب ہے کہ ہارون رشید جیسے دنیا کے عظیم حکمران اور معتصم باللہ جیسے اولو العزم خلیفہ کے دور میں بھی یہاں کی باہمی حرب و ضرب سے مہلت نہیں ملی کہ جدید فتوحات ہو سکیں۔

جاری نے اپنے رسالہ "فضل ہاشم علی عبد شمس" میں بنو امیہ اور بنو ہاشم (بنو عباس) کے

کی فتوحات کا موازنہ کر کے دونوں کے دعوے نقل کئے ہیں، بنو امیہ کا دعویٰ ہے کہ ہماری عظیم فتوحات میں فارس، خراسان، آرمینیہ، سجستان، افریقہ کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے دور کی فتوحات بھی شامل ہیں، نیز ہم میں سے بنو مروان کی فتوحات استغنا زیادہ اور مشہور ہیں کہ ان کے شمارہ و شہادت کی حاجت نہیں ہے ہمارے دور خلافت میں مسلمان دنیا کے ان انتہائی مقامات تک پہنچے جہاں تک پہنچنا ممکن تھا۔ اور ان کو سمندر، دریا، خلیج، جھاڑیاں نہ روک سکیں، ہمارے یہاں عظیم فاتحوں میں خراسان میں قتیبہ بن مسلم، افریقہ میں موسیٰ بن نصیر، سندھ و ہند میں محمد بن قاسم ثقفی ہیں، یہ سب ہمارے امراء ہیں اور ان کے کارنامے ہمارے کارنامے ہیں۔

اس کے مقابلے میں بنو ہاشم کا دعویٰ ہے کہ ہمارے دور میں خلیفہ معتمد کی فتوحات کا مشہور دور دور تک ہے، ان کی مثال نہیں لائی جاسکتی، نیز ہمارے یہاں ہارون رشید کی فتوحات ہیں جن میں قابل فخر کارنامہ بک خرمی کا قتل ہے جس کا فتنہ تیس سال سے زائد تک عالم اسلام میں برپا رہا۔ جاحظ کے اس فرضی مباحثہ سے ہٹ کر واقعات و حقائق کو دیکھا جائے تو بنو امیہ کی فتوحات کے مقابلہ میں بنو عباسیہ کی فتوحات بالکل بیچ نظر آتی ہیں یہ کون فخر کی بات ہے کہ ہارون رشید کے عظیم کارناموں میں بک خرمی کا استیصال شامل کیا جائے اور عباسی خلافت کی اس کمزوری کو نظر انداز کر دیا جائے کہ اس کے عین دور شباب میں ایک فتنہ تیس سال تک عالم اسلام میں زندہ رہ کر اپنا زہر پھیلاتا رہا۔

مسعودی نے کتاب التبیئۃ والاشراف میں معتمد کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی آٹھ عظیم فتوحات ہیں جن میں ایک فارس و عمان کے سوا حل اور بصرہ کے اطراف سے ہندوستان کے بکری ڈاکوؤں اور لٹیروں کا استیصال، اور دوسری بصرہ

۱۔ رسائل جاحظ، کتاب فضل ہاشم علی عبد شمس ص ۹۳ و ص ۹۴ و ص ۱۰۶

اور واسط کے درمیانی علاقہ سے منتر و اور سرکش جالوں کا انخلاء ہے جو وہاں طاقت جمع کر کے خلافت سے مقابلہ کر رہے تھے، اور طرح طرح سے لوٹ مار اور قتل و غارت میں پیش پیش تھے۔

حالاں کہ یہ بھی کمزوری کی بات ہے کہ مرکز خلافت بغداد کے سامنے ان معمولی معمولی جماعتوں نے اس قدر زور پکڑ لیا کہ ان کی تادیب عظیم کارنامہ بن گیا۔ اسی اندازہ فکر پر ہندوستان سے متغلبوں کا خاتمہ اور یہاں کے شورش پسندوں کے مقابلہ میں فتحیابی کو عظیم فتوحات خیال کیا گیا۔ اور اس سے آگے سوچنے کی بات نہیں ہوئی۔ یقیناً اس دور میں یہاں کے بعض امرار نے شاندار فتوحات کیں، اور مرکز بغداد سے بھی مہمات آکر کامیاب ہوئیں، بعض راجوں سے مقابلہ ہوا، مگر یہ کام اموی دور کے مفتوحہ علاقوں میں غدروہ و وفائی اور بغاوت و سرکشی کے نتیجہ میں ہوا۔ اور یہ ان کو دوبارہ واپس لانے کی کوشش تھی۔ اس اقدام کا تعلق نئی فتوحات سے نہیں تھا، بلکہ یہ دفاعی مہمات تھیں۔

عشتر، خراج اور جزیرہ | عباسی دور میں یہاں عشر، خراج، جزیرہ اور آراضی و اہلک کے وہی قوانین جاری تھے جو اموی دور میں نافذ

تھے، اور سیکڑوں سال سے ان پر عمل درآمد ہو رہا تھا، یعنی مسلمان اپنی زمین اور جائداد کا عشر ادا کرتے تھے۔ اور غیر مسلم خراج اور جزیرہ دیتے تھے، یا پھر جن شرائط پر انھوں نے معاہدہ و مصالحت کی کرائی تھی، ان کے مطابق عمل ہوتا تھا، جیسا کہ اس کی تفصیل "خلافت امویہ اور ہندوستان" میں گذر چکی ہے۔

غیر مسلم رعایا میں ذمی اور غیر ذمی | ہمارے تحقیق میں عباسی دور میں یہاں کے غیر مسلم طبقہ میں کچھ ذمی رہ کر خراج اور جزیرہ ادا کرتے

۱۔ کتاب التبتیہ والاشراف ص ۳۵۵۔

تھے۔ اور اکثریت صلح و معاہدہ کر کے آزاد تھی۔ معلوم ہو چکا ہے کہ اس دور میں غیر
 مسلمانوں میں سابقہ عہد و پیمان سے انحراف اور بد عہدی و سرتابی کی ہوا چل بڑی تھی
 خاص طور سے جالوں اور ڈاکوؤں نے ہر جگہ بناوت و سرکشی پھیلا رکھی تھی۔ جن کو زیر
 کرنے کے لئے عباسی امراء کو بار بار طاقت استعمال کرنی پڑتی تھی، ان میں جو بناوت
 و شرارت سے باز نہیں آتے تھے ان کو جان سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا یا پھر وہ قہراً
 مغلوب کئے جاتے تھے۔ اور ان پر ذمیوں کے احکام جاری ہوتے تھے، جیسا کہ معتصم
 کے زمانہ میں عمران بن موسیٰ نے سندھ کے باغی جالوں کو گرفتار کر کے ذلت و حقارت
 کا معاملہ کیا، ان کے ہاتھوں پر مہر لگائی، ان سے جزیہ وصول کیا اور حکم دیا کہ جو
 جاٹ ہمارے سامنے آئے اس کے ساتھ ایک گنا ہونا چاہیے۔ بلا ذریعے لکھا ہے،
 وعسكر عمران علی کھال و رثہ نادى عمران نے دریائے الورد پر پڑا ڈال کر جالوں
 النراط الذین بحضرتہ فالثوۃ فحتم کو بلایا اور ان کے ہاتھوں پر مہر لگائی اور
 ایذیہم، واخذ الجزیۃ منہم، ان سے جزیہ وصول کیا، اور حکم دیا کہ ان میں
 وامرہم بان یکون مع کل رجل سے جو شخص ہمارے سامنے آئے اس کے ساتھ
 منہما اذا عترض علیہ کلب۔ ایک گنا ہونا چاہیے۔

اس طرح جن غیر مسلم باغیوں کو قہراً و عنوۃ زبر کیا گیا وہ ذمی قرار پائے اور
 ان سے خراج اور جزیہ کی رقم وصول کی گئی۔ ان کے متعلق مقدسی بشاری نے
 لکھا ہے،

غیران ذمتہ مشرکون۔ ۱۵ سندھ کے ذمی مشرک ہیں۔

اور جن شورش پسندوں نے تادیب و سرزنش سے پہلے ہی معاہدہ و مصالحت
 کی روش اختیار کی اور طرفین سے طے شدہ شرائط کو مان کر ان پر عمل درآمد کیا گیا

۱۵ فتوح البلدان ص ۲۳۲، ۱۶ احسن التقاسیم ص ۴۴۲۔

نہ ان سے خراج و جزیہ وصول کیا گیا اور نہ شرائط کے علاوہ کوئی زیادتی کی گئی۔
 مقدسی بشاری نے سندھ کے عام غیر مسلموں کو اسی طبقہ میں بتایا ہے،
 واما عبدة الاصنام بالسنہ فلیسوا سندھ کے بت پرست ذمی نہیں ہیں، تم دیکھ
 بدمۃ، الاتری انھو لا یردون الجزیۃ لے رہے ہو کہ وہ جزیہ ادا نہیں کرتے۔
 یہ وہی غیر مسلم ہیں جنھوں نے اپنے معاملات کو صلح و مصالحت کے ذریعے طے کر لیا
 تھا۔ اور اپنے قول خراج کی پوری پابندی کی تھی۔

ذمی اسلامی فوج میں | جو غیر مسلم خراج و جزیہ دے کر اسلامی فوج میں امن و امان
 سے رہتے تھے ان کو ہر قسم کے ملکی اور شہری حقوق حاصل
 تھے، ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جاتی تھی۔ اور ان پر پورے
 طور سے اعتماد کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کو اسلامی فوج میں جگہ دی جاتی تھی۔ دنیا جانتی
 ہے کہ کسی قوم یا جماعت کو فوج میں رکھنا اس پر انتہائی اعتماد و اطمینان کی بات ہے،
 مسلمانوں نے یہاں کے ذمیوں کو فوجی ملازمت میں رکھ کر ان سے کام لیا اور ان
 پر بھروسہ کیا، چنانچہ وہی جاٹ جنھوں نے بغاوت کر کے اسلامی فوج سے مقابلہ کیا
 تھا، ہزیمت کے بعد اسلامی فوج میں لے گئے اور میدان قوم کے خلاف فوج کشی میں
 انھوں نے حصہ لیا، اس کی ایک مثال عمران بن موسیٰ کے دور امارت میں ملتی ہے۔
 بلاذری کا بیان ہے:

شوغز المید و معہ
 وجوہ المزط، لہ
 عمران نے میدان قوم سے جنگ کی اس وقت اس کے
 ساتھ نامی گرامی جاٹ تھے۔

اسی طرح دوسرے امراء نے بوقت ضرورت یہاں کے غیر مسلموں کو فوج میں رکھا
 اور ان سے کام لیا،

۲۸۶ فتوح البلدان ص ۴۳۲۔

۲۸۶ فتوح البلدان ص ۴۳۲۔

ہندوستانیوں کو صرف یہیں کی فوج میں
عباسیہ اور کریندیہ فوج میں ہندی سپاہی نہیں رکھاتا تھا بلکہ خلافت کی خاص فوج میں

بھی ان کو بھرتی کیا جاتا تھا جہاں رہ کر وہ اپنی شمشیر زنی کے جوہر دکھاتے تھے۔
ہارون رشید کے زمانہ میں فضل بن یحییٰ نے ۱۷۸ھ میں خراسان میں شاندار
کارنامے انجام دیے۔ سرانیں اور مسجدیں بنوائیں اور ماوراء النہر میں جہاد کیا
اسی زمانہ میں اس نے اہل عجم کی ایک فوج تیار کر کے اس کا نام عباسیہ رکھا، اس
میں تقریباً پانچ لاکھ سپاہی تھے جن میں عجم کے دیگر ممالک کی طرح ہندوستان کے
سپاہی بھی تھے۔ اس میں سے بیس ہزار فوج بغداد روانہ کی، جہاں اس کو کریندیہ
کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس موقع پر مروان بن ابو حفصہ نے ایک قصیدہ کہا تھا
جس میں یہ اشعار بھی تھے۔

ما الفضل الا شهاب لا افول له عند الحروب اذا ما تافل الشهب
فضل بن یحییٰ یہ اشعار ہے جو لڑائی میں بچتا نہیں جب کہ بہت سے شعلے بجھ
جاتے ہیں۔

و يعطى النہی حین يعطى الجواد ولا ينبو اذا سلت الہندیہ القصب
جس وقت سخی مال تقسیم کرتا ہے وہ مال غنیمت تقسیم کرتا ہے۔ اور ہندوستان
کی شمشیر بران جب کھنچ جاتی ہے تو مڑتی نہیں۔ عباسی دور میں بغداد کے اطراف
میں زنجیوں نے بڑی تباہی پھاڑی تھی اور کئی علاقے دبا لئے تھے۔ ان کا فوجی اور
نصرندی تھا جو خلافت کے دشمنوں کا ساتھ دیتا تھا۔

عباسی خلفاء اور امراء اپنی وسیع المشرقی اور رواداری میں ہندو
مذہبی آزادی آگے تھے۔ ان کے دور میں تمام اوریان و مذاہب اپنی تبلیغ و

واشاعت میں آزاد تھے۔ دار الخلافہ بغداد گویا مذہبی و فکری اکھاڑہ تھا جس میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے سوراہی نہیں دوسرے مذاہب کے پہلوان بھی لنگوٹ لٹ کر اترتے تھے حتیٰ کہ دربار خلافت میں ان کے مناظروں کی مجلسیں برپا ہوتی تھیں ہندوستان کے حکماء، وفلاسفہ اور اطباء علانیہ اپنے مذہب کا پروپیگنڈا کرتے تھے، خاص طور سے فرقہ سمینہ ابدھ مذہب کے افکار و خیالات بغداد و بصرہ تک کام کرتے تھے، چنانچہ اسی زمانہ میں بصرہ کا ایک ازدی باشندہ سمینیت سے متاثر ہوا تھا نیز اسی فرقہ کے تاجروں نے ہندوستان سے بلخ و سمرقند جاتے ہوئے دریائے زابل پر فرقہ جہیمہ کے بانی جہم بن صفوان سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوالات کئے تھے اور وہ ان کا جواب نہیں دے سکا تھا۔ جہم بن صفوان اس زمانے میں دریائے زابل پر ٹیکس وصول کرتا تھا۔

اس دور میں بامیان اور بلقان کے قدیم اور مشہور بت خانوں کے علاوہ دوسرے علاقوں کے بت خانے اپنے بجا ری سے آباد رہا کرتے تھے، اور ان کے مذہبی رسوم میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ عباسی دور کے ہندوستان میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی ہے جس میں غیر مسلموں پر مذہب کے بارے میں بھروسہ اکراہ سے کام لیا گیا ہو یا ان پر بے جا دباؤ ڈالا گیا ہو، ذمہ اپنے حقوق سے مستفید ہو رہے تھے اور معاہدہ اپنے شرائط کی رو سے آزاد اور لگن تھے۔

اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اہل ہند کے جو پاکیزہ خیالات اور عقیدت و محبت کے جذبات تھے اگر ان کی قدر کرتے ہوئے خلوص و محبت کے ساتھ ان کو اسلام کی دعوت دی جاتی تو وہ بڑے انشراح اور خوشی سے قبول کر لیتے اور انکو یمن و ایمان کی دولت مل جاتی، مگر انسوس کہ خلفاء اور امراء نے اس کی طرف

مطلق توجہ نہیں کی، صرف خلیفہ مہدی نے بلا و عجم (بشمول سندھ و ہند) کے راجوں
 مہاراجوں کے پاس اپنے قاصد بھیج کر صلح و اجاعت کی دعوت دی، جس پر کئی ایک نے
 بیٹک کہا مگر اس دعوت و اجابت کی حیثیت مذہبی سے زیادہ سیاسی تھی۔

اسلام کی دعوت و تبلیغ کی طرف سے

راجوں مہاراجوں کا برضا و رغبت قبول اسلام | بے توجہی اور بے اعتنائی کے باوجود

یہاں کے کئی نامی گرامی اور خاندانی راجے مہاراجے برضا و رغبت حلقہ بگوش
 اسلام ہوئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دعوت کا کام ہوا ہوتا تو یہاں اسلام
 کو بڑی سرسبز و شاداب زمین ملی ہوتی۔

ابو جعفر منصور کے دور خلافت میں بامیان کے ایک راجہ شیر بامیان نامی
 مزاحم بن بسطام کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور مزاحم نے اس کی بیٹی کی شادی
 اپنے بیٹے محمد سے کر دی تھی۔

خلیفہ مہدی کی دعوت پر جو بادشاہ مسلمان ہوئے، ان میں راجہ ربیل، شیر بامیان
 سندھ کارائے، اور ہندوستان کا مہراج پورس بھی تھا۔

مامون کے زمانہ میں بامیان کے ربیل نے مسلمان ہو کر خلیفہ کی خدمت میں ہدیہ
 بھیجا اور اس کے علاقہ سے بغداد تک ڈاک کا سلسلہ شروع ہوا۔

نیز اسی زمانہ میں تبت کے راجہ نے اسلام قبول کر کے کعبہ کے لئے نہایت
 قیمت نذرانہ پیش کیا، جس کی نمائش مکہ مکرمہ میں کئی دن تک ہوئی رہی۔

معتصم کے دور خلافت میں کشمیر اور ملتان کے درمیان عسیفان نامی علاقہ
 کے راجہ نے ایک واقعہ سے متاثر ہو کر اپنے یہاں کے مسلمان تاجروں کو دربار میں

۱۔ کتاب البلدان ص ۲۸۹، تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۴۵، فتح البلدان ص

۲۔ اخبار مکہ از رقی ج ۱ ص ۴۸۔

جنہوں نے اس کے سامنے توجید پیش کی اور وہ برصنا، ورغبت مسلمان ہو کر موجود
گیا،

اور جن راجوں نے اسلام قبول نہیں کیا، انہوں نے عباسی خلفاء و امرا سے
نے تعلقات نہایت خوشگوار اور استوار رکھے۔ ان کی خدمت میں گمراہی اور
اور نایاب تحائف روانہ کئے، اور صلح و صفائی کا معاملہ رکھا۔ اس دور میں
دور راجوں سے عباسی امرا کی جنگ ہوئی۔ ایک نے خلافت کے مخالف عبداللہ
شتر اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دی تھی اور دوسرے نے عباسی امیر کے
تہذیب آمیز سلوک کر کے لکھا تھا کہ دوسرے راجوں کی طرح تم بھی میری فتوح
کا معاصر دو۔

یہاں کے کئی حکماء و فلاسفہ اور اطباء بھی برصنا
ورغبت بحث و تحقیق کے بعد اسلام لائے، خاص
طور سے ان میں سے جو بغداد گئے اور بیت

مدی حکماء و اطباء اور فلاسفہ کا
صناور ورغبت قبول اسلام

نکتہ یا بیمارستان سے متعلق ہے، تقریباً وہ سب مسلمان ہو گئے تھے، منکر ہندی
ہاں کے نامی گرامی اطباء میں تھا اور بغداد میں اسحاق بن سلیمان ہاشمی کی
پر نگرانی ہندی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا۔ اس کے بارے میں جاہظ
کتاب الحیوان میں تصریح کی ہے،

کان منکر الطیب الہندی صحیح الاسلام منکر ہندی طیب بحث و تحقیق اور مناظرہ
مد المناظرۃ والاستقصاء والتثبت، کے بعد سچا مسلمان بن گیا تھا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ ایک مرتبہ منکر ہندی کی موجودگی میں ایک شخص نے
کہا: "أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ" ایک جاہل نے

ان فتوح البلدان ص ۳۳۳۔

اسے سن کر کہا کہ فکیف لور ای الفیل (اگر ہاتھی دیکھتا تو کیا ہوتا) اس پر لوگوں نے اس کو سخت سست کہنا شروع کیا، اس پر منک نے ان سے کہا کہ اس کو فصیحیت نہ کہ کیونکہ ہاتھی کی خلقت واقعی قابل تعجب ہے، لوگوں نے کہا یہ بات ہے تو اللہ تعالیٰ اونٹ کے بجائے ہاتھی کی مثال کیوں نہیں دی، منک نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عربوں کو مخاطب بنایا ہے۔ ان کی زبان تمام زبانوں پر حجت ہے اس سے ترجمہ ہونے کے بعد دوسری قومیں مخاطب ہوں گی، اور عربوں کے واسطے سے دوسری قوموں کو خطاب کیا گیا ہے۔ اور جس چیز کو عربوں نے نہ دیکھا ہے نہ ہی اس سور کے نزول کے وقت کوئی ایسا شخص موجود تھا جس نے حبشہ والوں کے ہاتھی دیکھے ہوں، پس ایسی صورت میں اس سے کس طرح تعجب کیا کرایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ جس وقت مکہ میں ہاتھی آیا تھا وہاں عبدالمطلب چند لوگوں کے ساتھ رہ گئے تھے اور تمام باشندے مکہ چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے یہ

اس واقعہ سے منک ہندی کے صحیح الاسلام اور اسلامی افکار ہونے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

بھلہ ہندی بہاں کا مشورہ طبیب تھا، اس کو چینی بن خالد برکی نے بغداد اور بیت الحکمہ میں رکھا تھا، اس کا بیٹا صالح بن بھلہ، ہارون رشید کے مقررین میں تھا، اور اس کا بیٹا حسن بن صالح بن بھلہ بھی بغداد کے اطباء میں تھا۔ یہ سب کے سب مسلمان تھے۔

چینی بن خالد برکی کی دعوت پر ہندی اطباء میں سے ہارنیکر، قلبی، ابن دھو، خاٹن ہندی رومی وغیرہ بغداد گئے اور بیت الحکمہ اور بیمارستان کے ذمہ دار بنے۔ غالب گمان ہے کہ ایسے تمام ہندی ارباب علم و فن بحث و تحقیق کے بعد حلقہ بگوشہ

سلام ہو گئے تھے۔

یہاں کے عباسی امراء کا زیادہ وقت مقامی حالات
فہم عام کے کام اور ملکی خدمات سے بٹھنے میں صرف ہوا، اور انھوں نے اس میں

وری توجہ سے کام لیا، ساتھ ہی رفاہ عام کے کام اور ملکی تعبیرات و ترقیات میں
ان کو دلچسپی رہی، اور دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح اس ملک میں بھی اس سلسلہ
میں بہت سے کام انجام پائے، عباسی خلفاء میں معتصم تعبیرات کا بڑا شہدائی تھا، اس
دور میں پورے قلمرو میں بہت زیادہ تعمیری کارنامے انجام پائے، جن کی جھلک
مدوستان میں بھی نظر آئی سندھ و مکران کے امراء و عمال نے امن و امان کی بحالی
عدل و انصاف کی فراوانی کے ساتھ نئے شہروں کی تعمیر، پرانے شہروں کی مرمت،
مرگوں، راستوں، پلوں، بندوں، ہمان خانوں کی تعمیر و مرمت کی، تکثیر زراعت
نے اسباب اور وسائل پیدا کئے، اور وہ سب کچھ کیا جو اپنے دور کی سب سے زیادہ
تی یافتہ حکومت کر سکتی ہے۔

جس حکومت میں لوگوں کو امن و انصاف اور کھانے پینے کو ملے
من و امان وہ نہایت کامیاب، نیک نام اور خوش نصیب حکومت ہے۔ عباسی
ہد کے ہندوستان کو یہ چیزیں پورے طور سے حاصل تھیں، یہاں کے امراء و
کام نے امن و امان کی بحالی میں پورا وقت خرچ کیا، سمندری ڈاکوؤں سے
دہا جنگ کر کے عالمی تجارتی شاہراہ کو بر امن بنایا۔ اور خشک و تر کو ان کی
ڈٹ مار سے مامون و محفوظ کیا، جانٹوں کی شورش اور یلغار سے پورا ملک خطر
ہا کرتا تھا، ان کی طاقت توڑی اور یہاں کے عربوں کی عصبيت و بغاوت کی
بجہ سے جو عام بے اطمینانی اور خوف و ہراس کی کیفیت تھی اس کے فرو کرنے میں
لونی و قیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ پورے عباسی دور میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی

جس میں یہاں کے کسی امیر نے ظلم و زیادتی کی ہو۔ زمانہ جنگ کے ہنگامی حالات اگر کہیں کوئی زیادتی نظر آتی ہے تو وہ ترقی سیاست کا نتیجہ ہے، اسے ملکی سرکار میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

عدل و انصاف روز اول سے مسلمانوں کا طرہ امتیاز رہا ہے
عدل و انصاف مجموعی طور سے اس بارے میں مسلمانوں نے دنیا کی تمام

پچھلی قوموں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ سندھ کے عباسی امرا نے عدل و انصاف حتی الامکان نہ کی اور نہ ہی کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کی، اس سلسلے میں اور بیگانے برابر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے غیر مسلم عوام و خواص ان فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کرتے تھے۔ خلفا کی طرف سے مقامی امرا کو سزا تاکید رہا کرتی تھی کہ وہ ہمیشہ انصاف کو مد نظر رکھیں اور کسی حال میں بھی ظلم و زیادتی نہ کریں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، ایک مرتبہ امیر سندھ عیینہ بن موسیٰ تمیمی کی فوج خلاف بغاوت کر دی تھی تو خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس کو لکھا:

لو عدلت لم یثغبوا، و لو قینت
 اگر تم انصاف کرتے تو وہ ہنگامہ نہ کرتے
 لو یثغبوا۔ لہ
 اگر تم وعدہ پورا کرتے تو وہ فوٹ نہ پرتے

پورے عباسی دور میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا ہے جس سے امر اور حکام کی طرف سے بیجا ظلم و زیادتی اور نا انصافی معلوم ہو۔ سرکشوں، باغیوں اور فتنہ پروروں کی سرکوبی اور سرزنش کے سلسلہ میں جو کچھ ہوا اس کا نام تادیب و سیاست اور یہ کام امن و امان اور عدل و انصاف کے اعادہ و بحالی کے لئے ضروری تھے۔
تعمیرات ہندوستان میں عباسی دور میں متعدد تعمیرات ہوئیں، جن میں شہر کی تعمیر اور پرانے شہر کی مرمت کے علاوہ مسجدوں کی تعمیر و

نہر کا اجراء اور بند کا باندھنا شامل ہے۔

منصورہ کی مرمت اور جامع مسجد کی توسیع

تغییرات کے سلسلہ میں سب سے پہلے ابو العباس سفاح کے دور خلافت میں اس کے دوسرے امیر موسیٰ بن کعب تمیمی نے شہر منصورہ کی مرمت کی اور ان کی جامع مسجد کو وسیع کیا، بلاذری نے لکھا ہے۔

موسیٰ بن کعب نے ولایت سندھ کے زمانہ میں منصورہ کی مرمت کرائی اور وہاں کی جامع کو وسیع کیا۔

وولی موسیٰ السند فرم
المنصورۃ وزاد فی
مسجدھا۔

منصور بن جہور کے دور استیلاء میں عباسی امراء سے جنگ و مقابلہ میں منصورہ تباہ ہو گیا تھا، اس لئے اس پر عباسی قبضہ ہونے ہی تعمیر و مرمت کا انتظام کیا گیا۔ منصورہ کی مرمت اور وہاں کی جامع مسجد کی توسیع کے سلسلہ میں پاکستان کے محکمہ آثار قدیمہ کا یہ بیان دلچسپ اور پُر اہم از معلومات ہے کہ منصورہ کی کھدائی کے دوران ایک عالیشان مسجد کے آثار دریافت ہوئے ہیں اور اس سے کچھ فاصلے پر ایک مندر کے آثار بھی ملے ہیں۔ مسجد اتنی وسیع تھی کہ اس میں پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش تھی، ستون ساگوان کے تھے۔ دو بڑے گنبد اور متعدد دینار تھے۔ مسجد کے بلب سے قرآن حکیم کے دو نسخے ملے ہیں جو خط نسخ میں ہیں۔ اور پھر یہ کندہ قرآنی آیات بھی ملی ہیں جو خط کوفی میں ہیں۔ نیز مسجد کے بلب سے چرانغوں کے ٹکڑے، لوہے کی میخیں اور مختلف رنگ و روغن کی تختیاں اور دیگر اشیاء دستیاب ہوئی ہیں۔

شہر منصورہ کی ایک کشادہ سڑک کا سراغ ملا ہے جو دو سو فٹ چوڑی تھی، جس کے دونوں جانب مکانات تھے مگر اب وہ کھنڈر ہو چکے ہیں۔ اس میں صنعت، تجارت اور

دیگر معاشی شعبوں کے لئے جدا جدا مقامات بنائے گئے تھے، اور اس کی تعمیر منصوبہ کے ماتحت ہوئی تھی۔ واضح ہو کہ بعد میں منصورہ دولت ہباریہ کا دارالسلطنت بنا جو عالم دینی اور ترقی یافتہ حکومت تھی، اس کے دور میں بھی یہاں کافی تعمیری کام ہوئے ہیں۔

ابو جعفر منصور کے زمانہ میں ہشام بن عمرو ثعلبی نے یہاں **گندھارا میں مسجد کی تعمیر** | شاندار خدمات انجام دیں جن میں تعمیری کارنامے بھی

شامل ہیں۔ اس نے گندھارا (گجرات) کے بحری ڈاکوؤں کو طاقت کے ذریعہ زیر کر کے ان کی پناہ گاہ کو جو بیت خانہ کی شکل میں تھی مسجد میں تبدیل کیا، یعقوبی کا بیان ہے۔

ففتحھا، و سبئ، و ہدم البداء | اس نے گندھارا فتح کر کے جنگ بازوں کو قید و بنی موضع مسجداً | کیا اور بت خانہ کی جگہ مسجد بنائی۔

مامون کے دور میں عمران بن موسیٰ برکی نے قیقان و قندابل **شہر بیضا کی تعمیر** | کے جاٹوں کی شورش ختم کر کے اس علاقہ میں بیضا و نامی ایک

شہر بسایا اور اس میں فوج رکھی، بلاذری کا بیان ہے۔

و بنی مدینۃ سماھا البیضاء | عمران نے بیضا شہر تعمیر کر کے اس میں فوج و اسکنھا الجند۔ | رکھی۔

اس زمانہ میں عمران بن موسیٰ نے یہاں کے مید ڈاکوؤں کو طاقت **مید باندھ کی تعمیر** | کے ذریعہ ختم کیا اور دریائے سندھ کے سامنے ان ہی کے نام پر

سکر المیدر مید بند | باندھا۔ بلاذری نے لکھا ہے۔

وسکر سکر یعرف بسکر | عمران نے ایک بند باندھا جو مید بند کے نام المید۔ | سے مشہور ہے۔

لہ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۴۳، لہ تاریخ فتوح البلدان ص ۴۳۲۔

غالباً اس کا مقصد اس پار کی زمین کو کار آمد بنانا تھا۔ سندھ کا مشہور شہر سکھر اسی سکرا مید کی بگڑی ہوئی شکل تو نہیں ہے؟ نیز عمران نے ڈاکوؤں کو رام کرنے کے لئے سمندر سے کھاری پانی کی نہر کا اجراء کیا۔ ایک لمبی چوڑی نہر جاری کی اور ان کے علاقوں میں گذرا جس سے ان کا پانی ہماری ہو گیا اور وہ اس طرح رام ہو سکے۔

فمخر من البحر غمراً اجواہ فی
بیطیحہم حتی ملح ماء صح
وشن الغارات علیہم یلہ

عمران نے سمندر سے ایک نہر نکال کر جاٹوں کے علاقہ میں جاری کی جس سے ان کا پانی کھاری ہو گیا، اور ان پر پے در پے حملہ کر کے فتح پائی۔

دیبل کی مرمت اور جیل خانہ کی تعمیر
عباسی امراء کی تادیب کا ردائی کی وجہ سے قابل
مرمت ہو گیا تھا۔ اس لئے معتصم باللہ کے زمانہ میں امیر مندھ عنبہ بن اسحاق ضبئی نے اس کی مرمت کرائی اور وہاں کے بت خانہ کے مینارہ کے بالائی حصہ کو توڑ کر اس میں جیل خانہ بنوایا۔

وان عنبہ بن اسحاق الضبی
العامل کان علی السند فی خلافة
المعتصم باللہ رحمہ اللہ، ہدم علی
تلك المنارة وجعل فیہا سجداً
وابتدا فی مرمتہ المدینة بما نقض من
حجارة تلك المنارة فعمل قبل استتمام ذلك بئہ

عنبہ بن اسحاق ضبئی عامل معتصم نے ان کے بت خانہ کے مینارہ کے بالائی حصہ کو گرا کر اس میں جیل خانہ بنوایا۔ اور اس کے پتھروں سے شہر دیبل کی مرمت شروع کی، مگر تکمیل سے پہلے ہی معزول ہو گیا۔

اس طرح عباسی امراء نے یہاں دوسرے بہت سے تعمیری کام کئے ہیں۔

جن بینخانات یعنی سرائیں اور مسافر خانے بھی شامل ہیں۔

سرائیں اور مہمان خانے | سرائوں اور مہمان خانوں کو مسلمانوں کو تقدی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ جن میں تاجر مہمان مسافروں

مجاہدین قیام کرتے تھے اور ان کے لیے ہر قسم کی آسانی مہیا رہتی تھی۔ خلافت کے علاوہ ارباب دولت اور صاحب حیثیت لوگ اجر و ثواب کی نیت سے سرائیں اور خانات بنواتے تھے اور ان کے لیے بڑے بڑے اوقاف تھے۔

ابن حوقل نے لکھا ہے کہ سجستان، کرمان، فارس، خوزستان، رے، اصفہان، جبال، طبرستان، جزیرہ، آذربائیجان، عراق، حجاز، یمن، شام، مصر اور مغرب کے ہر بڑے شہر میں ایسے مکانات اور رہاگاہیں تھیں جن میں مسافروں کے علاوہ مجاہدین و مرابطین قیام کرتے تھے اور ان کے جملہ اخراجات کا انتظام امرار و سلاطین اور دوئمندوں کی طرف سے ثواب سمجھ کر کیا جاتا تھا۔ لوگ ان پر جانکاد غلہ، اور کھیت وغیرہ وقف کرتے تھے، ان میں چھوٹے بڑے کمرے، غسل خانے اور ضروریات کی دوسری چیزیں ہر وقت مہیا رہتی تھیں۔

اصطخری کا بیان ہے کہ سجستان، کرمان، فارس، جبال، خوزستان، عراق، حجاز، یمن، شام کے ہر بڑے شہر میں طرسوس والوں کے ایسے مکانات ہیں جن میں وہیں کے تاجر اور مسافر قیام کرتے ہیں۔ یہ اموی دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خراسان کے راستوں میں سرائیں اور مسافر خانے تعمیر کرائے تھے۔ یہ مکران اور منصورہ کے درمیان سرائے خلف نامی ایک مقام تھا جو غالباً ابتداء میں سر تھا اور بعد میں یہاں آبادی ہو گئی تھی۔ عباسی دور میں بھی سندھ و کرمان میں

۱۔ صور الارض ص ۱۸۳۔ ۲۔ مسالک الممالک ص ۶۴۔ ۳۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۵۔
۴۔ المسالک والممالک ص ۵۵۔

متعدد خانات اور سراییں تھیں جن میں عالم اسلام کے تاجر اور مسافر قیام کرتے تھے اور ان کے آرام و راحت کے جملہ انتظامات مفت مہیا رہتے تھے۔ یہ خانات اس قدر لمبے چوڑے اور اکھم ہوا کرتے تھے کہ قلعہ معلوم ہوتے تھے اور ان میں قیام کرنے والے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہتے تھے۔

عباسی دور میں ہندوستان میں متعدد خانات اور مہمان خانے تعمیر ہوئے، ابو جعفر منصور کے زمانہ میں عبد اللہ الاشتر اور ان کے ساتھیوں نے ابتداء میں یہاں کے ان ہی خانات میں قیام کیا تھا، ان کے ایک ہمراہی عیسیٰ بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ بصرہ سے نکل کر سندھ کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں ایک سرانے میں ٹھہرے:

فلما كان بيننا وبينها
ايام نزلنا خاناً فكتب
فيه -
جب سندھ چند دن کی دوری پر پہنچا تو
ہم ایک سرانے میں آئے۔ اور وہیں عبد
الاشتر نے چند اشعار لکھے۔

یہ قافلہ منصورہ آنے کے بعد قندھار گیا اور وہاں بھی ایک سرانے میں ٹھہرا جو قلعہ معلوم ہوتی تھی۔ اور ہر اعتبار سے محفوظ و مامون تھی۔ عیسیٰ بن عبد اللہ کا بیان ہے:

فاحلثه قلعة لا يرونها
مراثم ولا يطورا بها طائر -
میں نے ان کو ایسے قلعہ میں اتارا جس کے
پاس نہ کوئی پھٹک سکتا تھا اور نہ پرندہ چڑھ
سکتا تھا۔

اسی کا بیان ہے کہ میں عبد اللہ الاشتر کے صاحبزادے محمد کے ساتھ اسی سرانے میں روپوش رہا حتیٰ کہ ابو جعفر منصور کا انتقال ہو گیا اور مہدی کا دور خلافت آیا۔ اس وقت میں ان کو اور ان کی ولایت کو لے کر مدینہ گیا۔

۱۱ ص ۳۱۱ و ۳۱۲ -

اسی زمانہ میں علی بن محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن علوی ابو جعفر منصور کے خون سے ہندوستان آئے اور یہاں کی ایک سرائے میں قیام پذیر ہوئے مرزبانی نے لکھا ہے کہ :-

وکتب فی خان بعض بلد
انہا انتھیت الی هذا الموضع
بعبد ان مشیت حتی انتعلت
الدم وقد قلت :-

انہوں نے ہندوستان کے ایک شہر کی سرائے
میں ٹھہر کر لکھا کہ میں اس قدر پیدل چلا
ہوں کہ گویا میں نے خون کے جوتے پہنے
تب اس مقام تک پہنچ سکا۔ اور یہ اشعار

ہندوستان میں خانات اور مسافر خانوں کی کثرت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں کے
سامانوں میں ان کی تعمیر کا خاص ذوق تھا اور انہوں نے دوسرے ملکوں میں بھی سرائیں
بنائیں، چنانچہ مشہور عالم و ادیب اور دولت مند تاجر حسن بن حامد بن حبیب نے بغداد
میں ایک عالیشان خان بنوائی تھی، جو ان ہی کے نام سے مشہور تھی۔ خطیب نے لکھا ہے:

والیہ ینسب خان ابن حامد الذی
فی درب الزعفرانی ببغداد۔^۱

خان ابن حامد ان ہی کی طرف منسوب ہے
جو بغداد کے محلہ درب زعفرانی میں واقع تھا

موقع کی مناسبت سے ایک دیوبلی تاجر کی خان کا تذکرہ بھی سنئے جو بعد کے دور کا ہے۔
یا قوت نے لکھا ہے کہ موصل کے قریب مقام نصیبین سے ایک مرحلہ پر مونسہ نامی شہر
ہے، اس کے بعد لکھا ہے:

بھاخان تبرع بعملہ رجل
من التجار یقال له سیا بوقہ
الذی بی عملہ فی سنہ ۶۱۵۔^۲

اس میں ایک سرائے ہے جس کو ثواب کی نیت
سے ایک تاجر سیا بوقہ دیوبلی نے ۶۱۵ھ میں
بنوایا ہے۔

ان خانات کا انتظام و اہتمام اگرچہ امرار و حکام کے ذمہ نہیں ہوتا تھا پھر

۱۔ معجم الشعراء ص ۱۳۰۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۳۰۳۔ ۳۔ معجم البلدان ج ۸ ص ۲۰۲۔

بھی یہ رفاہی ادارے ان کی نگرانی میں چلتے تھے اور وہ ان کی تعمیر و مرمت کا خیال رکھتے تھے۔

پیداوار عباسی احرار و حکام غلہ وغیرہ کی پیداوار پر خاص توجہ کرتے اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ ہشام بن عمرو تغلبی کا دور امارت ہندوستان کے حق میں ہر اعتبار سے بہت خوب تھا، اس کے حسن انتظام کی وجہ سے پیداوار میں بھی بڑی تیر و برکت ہوئی اور پورے قلمرو میں سبنا انقلاب آیا حتیٰ کہ عام باشندوں میں خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اسے اس کی برکت سمجھ بلاذری نے اس کی طرف دو جملوں میں اشارہ کیا ہے؛

فاخصبت البلاد فی ولايتہ اس کے دور ولایت میں پورا ملک سرسبز
فتبر کو ابہ لہ و شاداب ہو گیا اور لوگوں نے اس کو اسکی
برکت شمار کیا۔

پیداوار کی کثرت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ہارون رشید کے دور خلافت میں سندھ سے سالانہ غلہ کے دس لاکھ بورے مرکز بغداد کو جایا کرتے تھے۔ جہشیاری نے اس دور میں یہاں کے حاصلات کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے؛

الطعام بالقفیز الکیرخ کیرخ بورے سے غلہ کے دس لاکھ بورے
الفت قفیز لہ جاتے تھے۔

کیرخ قفیز کی تعین نہ ہو سکی ورنہ مقدار معلوم کرنے میں آسانی ہوتی، بہر حال دیگر ممالک کی طرح یہاں بھی عباسی دور میں نیکتر زراعت کا انتظام کیا گیا، اور پیداوار میں اچھا خاصا اضافہ ہوا۔

عرب ہند کے تعلقات

ہندوستان میں عباسی خلافت کا ۱۳۵ سالہ دور دفاعی تھا یعنی اس دور میں انہوں نے دور کے اسلامی قلمرو کی حفاظت کی کوشش ہوتی رہی، مقبوضہ علاقوں کی برقراری اور امن و امان کی بحالی پر پوری توجہ کی گئی، یہاں کے سرکش جاٹوں، غارت گرد اکوڑوں، باغی امیروں اور راجہوں کی سرکوبی سے فرصت نہ مل سکی کہ دوسری طرف توجہ ہو سکے۔

ان ہی حالات میں سندھ و مکران کی اسلامی مملکت کی حدود کے باہر ہندوستان میں جو

مسلمان جہاں آباد تھے نہایت پر امن اور باعزت زندگی بسر کرتے تھے۔ مقامی باشندے ان کے ساتھ اخلاق و عقیدت کا برتاؤ کرتے تھے۔ راہی سے لے کر رعایا تک ان کی دلجوئی میں لگے رہتے تھے۔ اسی طرح ہندوستان میں آنے والے عرب تاجر و مسافر عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور ان کو ہر قسم کے اندیشہ سے محفوظ رکھا جاتا تھا۔

ہندوستان جسے اس زمانہ کے عرب مؤرخ اور جغرافیہ نویس بلاؤ الاسلام کے مقابلہ میں بلاد الکفر کہتے تھے اس دور میں مسلمانوں کا بہترین وطن تھا، خاص طور سے سورت، گجرات، کون، مالابار، سرندیپ (سری لنکا) کے ساحلی شہروں میں مسلمانوں کی بڑی

بڑی بڑی آبادیاں تھیں اور عرب تاجروں نے یہ یہ پورا علاقہ اس لیے مرغوب تھا کہ ان کے سامان تجارت یہیں ملتے تھے، عطور و بخور، عود، صندل، کافور، مافور، جوزبوا، قرضل، قافلہ، کبابہ، تاجیل، طفل، کپڑے، چاول، اجلہ، کریمہ، قسط، قنا، خیزران، نوتیا، سنبل، ساج، تلوار، وغیرہ عام طور سے عرب تاجران ہی خطوں سے لیکر جاتے تھے اور انہی راستوں سے چین تک آمد و رفت رکھتے تھے۔

عباسی امراء و حکام اپنے مقبوضہ علاقہ میں فتنوں کا استیصال اور حرب و ضرب میں مصروف رہتے اور اور ہندوستان کے راجے مہاراجے اور عوام نہایت اطمینان و سکون سے خلیفہ المسلمین کی عظمت و شوکت کے آثار و اعتراف کے ساتھ اپنے علاقہ کے مسلمانوں کی دلداری کرتے ان کو نہ سندھ مکران کی داخلی سیاست سے کوئی سروکار تھا اور نہ خارجی سیاست سے خطرہ تھا، ہندوستان کا یہ پورا خطہ اسلام اور مسلمانوں سے استفادہ قریب و دریا لوس تھا کہ اگر عباسی دور میں اسلامی قدروں کے ساتھ اس کی طرف خصوصی توجہ کی گئی ہوتی تو یقیناً کہہ دیا کہ کفر بھی دلائل اسلام میں گیا ہوتا اور یہاں کے حالات آج کے حالات سے مختلف تھے۔

جنوبی ہند کے وسط میں خلیفہ مامون کے دور میں ایک مسلم حکومت دولت ماہانہ سندانی کا قیام ہوا، جو خلیفہ معتصم کے زمانہ تک قائم رہی، اس حکومت نے قلیل مدت میں راجہ بلہرا کے ملک میں استحکام و مقام حاصل کر لیا تھا۔ اس میں تین حکمران گذرے ہیں جنہوں نے حسن سیاست سے کام لے کر ایک طرف مرکز خلافت بغداد سے تعلق قائم کیا اور دوسری طرف راجہ بلہرا اور یہاں کے باشندوں میں عزت پائی۔

سوراشٹر تک فتوحات کیں، بحری ڈاکوؤں کا صفایا کیا، مسجدین تعمیر کیں اور حسن کارکردگی کی وجہ سے اپنوں اور غیروں میں مقبولیت حاصل کی، اگر برادر کشی میں یہ حکومت ختم نہ ہوتی ہوتی اور عباسی خلفاء نے اپنے ان وفادار نائبوں کی باہمی جنگ میں اپنے اثرات سے کام لے کر صلح و صفائی کرائی ہوتی تو اس دیار کو اسلام اور مسلمانوں سے بڑا فیض پہنچا ہوتا۔ اور مہاراجگان بلہرا اور ان کی رعایا کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت و عقیدت کے نتائج اشاعت اسلام کی شکل میں ظاہر ہوتے ہوتے۔

نیز گجرات کی دولت باہانہ کے زمانہ میں اس کے آگے مالابار میں اسلام کے لئے زمین بالکل ہموار ہو چکی تھی۔ شرف بن مالک، مالک بن دینار اور مالک بن حبیب رحمہم اللہ کی مساعی جمیلہ اور راجہ مسامری کے قبول اسلام کی وجہ سے دوسری صدی ہجری کے بعد حالات یکسر بدل گئے تھے اور یہاں کی زمین ابر رحمت کی ایک بارش سے چنستان اسلام بن جاتی اور اگر اس علاقہ میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور دینی رجالی کی آمد کا سلسلہ جاری رہا ہوتا تو یہ پورا علاقہ دارالاسلام بن گیا ہوتا۔

سندھ، مکران کے آگے سورا شتر سے لیکر مالابار اور سرندیب تک کے تمام ساحلی علاقے جن کو عرب تاجر بلاد الذہب، بلاد الساج، بلاد الارز، بلاد الفلفل اور بلاد المعبر وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے تھے، ان میں مسلمانوں کی آبادیاں اپنے امتیازات و خصوصیات کے ساتھ موجود تھیں۔ خاص طور سے دولت باہانہ سندان کے قرب و جوار میں کھجاست، بھڑوچ، گندھارا، تھانہ سوپارا، اور بلاد چیمور وغیرہ مسلمانوں کی آبادی، ان کی جوامع و مساجد اور اسلامی محکمہ قضا کی وجہ سے بلاد اسلام معلوم ہوتے تھے۔

اس دور میں مسلم اور غیر مسلم یونین شبر و شکر بن کر رہے کہ اس پوری مدت میں باہمی کشیدگی اور بد مزگی کی ایک مثال بھی نہیں ملتی، نہ ہی مذہبی، نسلی، اور علاقائی فتنہ و فساد کا نام و نشان ملتا ہے، حالانکہ بعض اوقات یہ بات پیدا ہو سکتی تھی۔ مثلاً خلیفہ معتمد کے دور میں سندان کی مسلم حکومت برادر کشی میں ختم ہوئی اور اس میں مقامی ہندو ایک بھائی کے طرفدار تھے، وہ چاہتے تو یہاں کے مسلمانوں کو نکال کر ان کی مسجدیں ویران کر سکتے تھے مگر انہوں نے مسلمانوں کو ادھی بات تک نہیں کہی اور مسجدوں کو ان کے قبضہ میں دیا تاکہ وہ عبادت کریں اور اپنے خلیفہ کے حق میں دعا کریں، اسی طرح تھانہ میں ایک جہازی ملازم کی نازیبا حرکت سخت اشتعال انگیز تھی۔ مگر مقامی حاکم نے دور اندیشی سے کام لے کر اس قضیہ کو محکمہ قضا کے ہنرمن کے سامنے پیش کیا اور اس نے سیاست سے کام لیکر

محرم کو نہایت سنت اور عبرتناک سزا دی۔

یہاں کی پرکشش چیزیں | عرب ہند کے تعلقات قدیم زمانہ سے تھے۔ اور دونوں ہلکے کے باشندے ایک دوسرے سے واقف تھے، اموی دور

تک عربوں کے نزدیک ہندوستان کا سمندر موتی، بہاڑیا قوت، درخت عود اور پتہ عطر تھا۔ اسی کے ساتھ یہاں کا پانی زردی، کھجور خراب، زمین پہاڑی اور چور بہادر تھے اور ہندوستان والوں کے نزدیک مسلمان توحید خداوندی کے علمبردار و داعی تھے، ان کے چہرے بشرے سے زہد و تقویٰ کا ظہور ہوتا تھا۔ سادگی ان کی پہچان تھی۔ ان میں حکومت اور شان سے زیادہ خدمتِ خلق کا جذبہ تھا۔ اور دونوں قوموں کے تعلقات ایک خاص نوعیت کے تھے۔ عباسی دور میں تنوع اور اصناف ہوا، جدید قوموں سے میل جول اور ان کے تمدنی و فکری اثرات سے مسلمانوں میں سادگی کی جگہ رنگینی پیدا ہونے لگی اور ان کے معاشرے و تمدنی ذوق کی وجہ سے ہندوستان ان کی جمالیاتی زندگی کے لئے پرکشش بن گیا، جہاں ان کی طبعی جدت و لطافت کے سامان موجود تھے۔ اس دور میں ہندوستان کی یہ چیزیں مشہور تھیں "علوم و فنون میں حساب، نجوم، فلسفہ، طب، موسیقی، سحر، طلسمات، شطرنج، تماثل، تصاویر، خوشبو میں معطوری و بخور، عود، صندلی، عود کھلی، عود قماری، عود مندی، مشک، زباد، سنبل، کافور، انور، صندل، دواؤں میں جوزبوا، قافلہ کبابہ، توتیا، قسط، بقم، قفل، قر نقل، سم ساعہ، اور دیگر عقاقیر"۔

جانوروں اور پرندوں میں ہاتھی، گینڈا، ببر، چیتا، اونٹ پالہ، بھنس، اہرن، طوطا، طاؤس، ہندی مرغی، کپڑوں میں ہانائی کپڑے، سوتی کپڑے، مخلی کپڑے، اتھان کے کپڑے، تہبند، چادر، کھبائت کے جوتے، پھلوں میں آم، لیموں، نارنگی، اٹلی، کھانے پینے کی چیزوں میں چاول، گنا، نابل، کیلہ، فانید، علوہ

ملکت عباسیہ اور ہندوستان

احساہ کریمہ میں ہر قسم کے یا تو تہذیب و آداب، الماس، موتی، بلور، سنباج، استعمالی اثیر
میں تلوار، عصا، قلعی، قنا، خیزران، بامس، ساج، عاج، آبنوس، باندیوں میں
ہدیات، قدھاریات، طاقتیات، منصوریات،

اس دور میں ہندوستان میں مسلمانوں کو یہ
اہل ہند کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ
ہی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

یہاں کے راجا مہاراجے اور عوام ان کے بارے میں نہایت اچھے خیالات رکھتے تھے۔ ان
کے ساتھ بے پناہ عقیدت و محبت کا معاملہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کی ایمانی قوت اور اسلام
اخلاق و کردار کی بلند کرنے ان کو ہر دل عزیز کی سے نوازا تھا جس سے اسلامی قلم و
کے باہر بھی ان کو عزت و کرامت حاصل تھی۔ خالص غیر مسلم ماحول میں اسلامی احکام
پر عمل کرنے کی آسانیاں فراہم تھیں۔ پوری مذہبی آزادی حاصل تھی، محکمہ قصا قات
تھا جس میں مسلمانوں کے لئے اسلامی قوانین کی رو سے فیصلے ہوتے تھے۔ اور راجے
مہاراجے ان کو اپنے ملکی قوانین کی طرح نافذ کرتے کرتے تھے۔ اس دور کا کوئی ہو
یہاں کے باشندوں کی وسعت قلبی اور حوصلہ مندی کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے
مسلمانوں کی یہ ساری قدر و قیمت ان کے دین و مذہب کی وجہ سے تھی اور ان کی
اور اسلامی زندگی نے ان میں شان محبوبی پیدا کی تھی۔

نسل برتری اور بہتر و کھتر کا تصور
خلیفہ المسلمین کی عظمت کا اقرار و اعتراف
کا قدیم و دہشہ ہے، یہاں کے راجے

مہاراجے افتاد کا درجہ رکھتے تھے اور عوام کی عظمت و تقدیس کی بارگاہ میں اپنی
کانڈرانہ پیش کرتے تھے مگر مسلمانوں کے خلیفہ کو وہ دنیا بھر کے بادشاہوں سے
وبالا جھٹتے تھے، غرب تاج و سیاح سلیمان نے نصرت کی ہے کہ ہندوستان اور
کے باشندے اس بات پر متفق ہیں کہ اس زمانہ میں پوری دنیا میں قابل ذکر باد

ہیں، ان میں سب سے پہلے عرب کے بادشاہ (خلیفۃ المسلمین) کو شمار کرتے ہیں، ان کے
 ایک بلا کی اختلاف کے وہ سب سے بڑا بادشاہ ہے، اس کے پاس مال و دولت سب
 زیادہ ہے اور حسن و جمال میں وہ سب سے بڑھا ہوا ہے اور یہ کہہ

انہ ملک الدین الکبیر الذی لیس وہ اس عظیم دین (اسلام) کا بادشاہ ہے
 اوقہ شیء۔ جس سے بزرگوں کوئی چیز نہیں ہے۔

شاہ عرب کے بعد خود شاہ چین اپنے کو شمار کرتا ہے، پھر شاہ روم ہے اور اس کے
 ہندوستان کا راجہ بلہرا ہے، جس کے کان چھلے ہوئے ہیں۔ خلیفۃ المسلمین کے
 میں یہ متفقہ فیصلہ ہندو چین کے بادشاہوں کے ساتھ ان کی رعایا کا بھی تھا۔ اور
 ہی طبقے اس پر متفق تھے،

یا سرندیپ کی مسلمانوں سے محبت | سرندیپ کے عوام خواص قدیم زمانہ سے اسلام
 اور مسلمانوں سے عقیدت و محبت کرتے تھے،

وہ نے عہد رسالت میں ایک مذہبی پیشوا کو مدینہ منورہ روانہ کیا اور اس کے
 م نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دینی زندگی کے واقعات یہاں آکر بیان کیے، ہوی دور میں
 عرب تاجروں کی ایک جماعت تناہل زندگی بسر کرتی تھی، اور یہاں کے راجہ نے اموی خلیفہ کے پاس
 اذتھائف اور عرب خوانین بھجج کر اسکی خوشنودی حاصل کرنی چاہی تھی، عباسی دور میں بھی تنہا
 باشندے مسلمانوں سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے، بزرگ بن شہر یارینا خدا کا بیان ہے
 معریجبون المسلمین و میلون وہ لوگ مسلمانوں سے بہت زیادہ محبت
 ہم میلًا شدیدا۔ کرتے ہیں، اور ان کی طرف مائل رہتے ہیں

ول، مہاراجوں اور ان کی رعایا کی عربوں سے محبت اور عقیدت | گجرات کے مہاراجگان
 بلہرا اور ان کی رعایا

رطہ سلیمان التاجروس ۲۶ (سلسلہ التواترخ، طبع پیرس) غلہ عجائب الہندس، ۱۵۔

عربوں اور مسلمانوں کے فدائی اور شیدائی تھے۔ اور ان کے بارے میں انتہائی عقیدت
 حُسنِ ظن رکھتے تھے، یہ راجے ہندوستان بھر کے راجوں مہاراجوں سے بڑے تھے،
 یہاں کے تمام حکمران ان کی عظمت و شوکت کے سامنے سرنگوں رہا کرتے تھے، گجرات
 سوراشٹر سے لے کر کوکن اور مہاراشٹر تک ان کی حکومت تھی، اس کے باوجود راجے
 اور عوام مسلمانوں کے دلدادہ رہا کرتے تھے۔ سیلمان تاجر کا بیان ہے کہ راجہ بلہرا
 کے راجوں میں سب سے زیادہ شریف ہے، سب اس کی عظمت کے قائل ہیں، اس
 پاس مال و دولت کی بڑی کثرت ہے اس کے بعد لکھتا ہے

وملوکھم یعمرون، رہا
 اس خاندان کے راجوں کی عمریں طویل
 ہیں، بسا اوقات ایک راجہ پچاس سال
 حکومت کرتا ہے، ان کا خیال ہے کہ ان
 حکومت اور عمر کی طوالت عربوں سے
 وجہ سے ہے اس راجہ سے بڑھ کر عرب
 محبت کرنے والا کوئی راجہ نہیں ہے
 حال اس کی مملکت کے عام لوگوں
 وکذا لک اهل مملکتہ بلہ

مورخ مسعودی نے بھی راجہ بلہرا اور اس کے عوام کی عربوں سے محبت اور
 کے بارے میں لکھا ہے کہ ہندوستان اور سندھ کے راجوں میں بلہرا کے علاوہ کوئی
 نہیں ہے جس کے ملک اور حکومت میں مسلمان معزز و محترم ہوں، اس کی مملکت میں
 محترم اور محفوظ ہے، یہاں کی عام مسجدیں اور جامع مسجدیں نمازیوں سے معمور رہا
 ہیں، اس خاندان کا ایک ایک حکمران چالیس چالیس اور پچاس پچاس سال بلکہ اس
 زیادہ مدت تک حکومت کرتا ہے۔ یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی عمریں عدل و

مسلمانوں کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے لمبی ہوتی ہیں۔
اصطخری نے بھی تصریح کی ہے کہ کھبایت سے چھوڑتے ہندوستان کے راجہ بلہرا کی
ت میں شامل ہے۔ یہ علاقہ اگرچہ بلاد کفر ہے اور یہاں غیر مسلموں کی آبادیاں ہیں مگر
ہروں اور بستیوں میں مسلمانوں رہتے ہیں۔ اور ان کا امیر حاکم بلہرا کی طرف سے مسلمان
نا ہے، ان علاقوں میں مسجدیں ہیں جن میں جمعہ و جماعت کا اہتمام ہے لہٰذا اس دیار کے
وں کی مسلمانوں سے عقیدت و محبت کا یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب خلیفہ
جعفر منصور کے زمانہ میں سندھ کے امیر ہشام بن عمرو تغلی نے گجرات میں بارید
مار بھوٹ) اور قندھار (گندھارا) کو فتح کیا تو مورخ بلاذری کی روایت کے
ابق :-

ناخصبت البلاء فی ولائتہ ملک میں خوب پیداوار ہوئی اور لوگوں
تبرکوا بہ کہ نے ہشام بن عمرو کو باعث خیر و برکت سمجھا
گجراتی راجوں اور عوام کی عربوں اور مسلمانوں سے محبت و عقیدت کا ایک اہم مظاہر
نا ہے کہ خلیفہ معتمد کے زمانہ میں جب سندھ کی مسلم حکومت برادر کشتی کی نذر ہو کر
م ہو گئی تو مقامی ہندوؤں نے یہاں کی مسجد مسلمانوں کو روے دی تاکہ وہ اس میں نماز
ہیں اور اپنے خلیفہ کے حق میں دعا کریں۔ بلاذری کا بیان ہے،

ثم ان الھندا بعد غلبوا علی مقامی باشندوں نے سندھ پر قبضہ کے بعد
سندان فترکوا منجدھا وہاں کی مسجد کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا تاکہ
للمسلمین یجمعون فیہ وہ اس میں نماز باجماعت پڑھیں اور خلیفہ
یدعون للخلیفۃ۔ کہ کے حق میں دعا کریں۔

۱۰ مروج الذهب ج ۱ ص ۱۶۰، ۱۷۰ مسالک الممالک ص ۱۶۳، ۱۶۴ فتح البلدان
۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ص ۲۳۳۔

مسلمانوں کے ساتھ یہ انتہائی عقیدت و محبت ہے کہ ان کو اپنی حکومت میں خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھنے اور اس کے حق میں دعا کرنے کی اجازت دی جائے، اپنے ملک اقلیت کو اس حوصلہ مندی سے نوازنے کا جذبہ ہر اعتبار سے قابل قدر اور ساتھ قابل عبرت ہے۔

راجہ بلہرا کی طرف سے کھبائت میں ایک برہمن بانیہ حاکم تھا۔ اس کو بحث و مناظرہ کا شوق بہت زیادہ تھا اور مسلمانوں سے اور دوسرے اہل مذاہب سے جو اس علاقہ سے گزرنے تھے علمی اور مذہبی بحث کیا کرتا تھا۔ بلہرا کے بعد طافن (دکن؟) راجہ تھا، وہ بھی مسلمانوں اور عربوں سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، سلیمان تاجر اس کے بارے میں لکھا ہے:

وہو یجب العرب، کحب بلہرا،^۲ وہ بھی بلہرا کی طرح عربوں سے محبت کرتا اور مسعودی نے راجہ طافن کے بارے میں مسلمانوں کے ساتھ اکرام و احترام پیش آنے کی تصریح کی ہے:

وہو معکرم للمسلمین۔^۳ وہ مسلمانوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہے اس ریا میں راجہ جزر بڑا متکبر، نخوت پسند اور مسلمانوں کا شدید دشمن تھا اس کے باوجود خلیفۃ المسلمین کی شان و شوکت کا اقرار و اعتراف کرتا تھا۔ سلیمان کا بیان ہے:

وہو عدو للعرب غیر انتہا، یہ راجہ عربوں کا دشمن ہے مگر وہ بھی مقرر ان ملک العرب اعظم الملوک، بات کا قائل ہے کہ عرب کا بادشاہ (خلیفہ) ولیس احد من الہندا عدو، سب سے بڑا ہے۔ اس وقت ہندوستان میں اسلام منہ،^۴ میں اسلام اور مسلمانوں کا اس سے

۲ مروج الذهب ج ۱ ص ۱۱۶۔ ۳ مروج الذهب ج ۱ ص ۲۵۔ ۴ مروج الذهب ج ۱ ص ۱۰۰۔ ۵ مروج الذهب ج ۱ ص ۱۰۰۔

دشمن کوئی نہیں ہے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ یہ راجہ سمجھتا ہے کہ دنیا کے بادشاہوں میں اس سے بڑا کوئی نہیں ہے، البتہ اقلیم بابل یعنی اقلیم رابع کا بادشاہ (خلیفۃ المسلمین) اس سے بھی بڑا ہے، اس اقرار کے باوجود وہ مسلمانوں سے بغض رکھتا ہے۔

یہ علاقہ ہمزہ کے کسی ایک راجہ کا معاملہ ہے۔ وہاں کے دوسرے راجوں کا حال اس کے برعکس تھا اور وہ عرب تاجروں اور مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ بن رستہ نے اپنے زمانہ کے ایک راجہ ہمزہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی مملکت میں عدل و انصاف کا دریا بہتا ہے۔ اگر بیچ راستہ میں سونا ڈال دیا جائے تو عدل و انصاف کی وجہ سے یہ ڈر نہیں ہے کہ کوئی اسے اٹھالے گا، اس کا مالک بہت بڑا ہے، اس کے بعد لکھا ہے۔

والعرب یوحلون الیہ فی
تجارا تم فیہم ویشتری
منہم۔

عرب لوگ اپنے تجارتی کاروبار کے سلسلہ
میں اس کے ملک کا سفر کرتے ہیں تو وہ
ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان سے
سامان خریدتا ہے۔

عرب تاجروں کو خرید و فروخت سے فارغ ہو کر راجہ سے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ اپنے آدمیوں کو کر دیں، تو ہمیں اس علاقہ سے امن و عافیت کے ساتھ باہر نکال دیں اور ہمارے سامان تجارت کی حفاظت کریں، تو راجہ ان سے کہتا ہے کہ میرے ملک میں چور ڈاکو نہیں ہیں، تم لوگ بے فکر ہو کر جاؤ، اگر تمہارا کچھ نقصان ہوا تو مجھ سے آکر وصول کر لینا، میں ذمہ دار ہوں۔

ایک مسلمان تاجر ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ ہمارا راجہ ہمزہ اور شراب

پر قتل کی سزا دیتا ہے، میں اس کے شہر میں آیا گیا ہوں اور دو سال تک اس کے یہاں قیام کر چکا ہوں، میں نے شراب کے بارے میں اس سے زیادہ سخت اور غیرت مندی راجہ کو نہیں پایا۔

ایک دوسرے مسلمان تاجر کا بیان ہے کہ قمار کار راجہ بہت سخت سزا دیتا ہے مگر عربوں سے بولتا تک نہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے یہاں جاتا ہے اور اس کو ہدیہ پیش کرتا ہے تو وہ اس سے سو گنا زیادہ داد و دہش کرتا ہے، میں اس کے ملک میں جا چکا ہوں میں نے بہت سے راجوں کے یہاں خرید و فروخت کیا مگر حسن معاملہ میں راجہ قمار سے بڑھ کر کسی دوسرے راجہ کو نہیں پایا۔

ابو حامد اندلسی (محمد بن عبدالرحیم) نے تحفۃ الالباب میں ہندوستان اور چین کے عوام و خواص کی مسلمان تاجروں سے محبت اور عقیدت کے بارے میں تصریح کی ہے :-

و یحترمون التجار من المسلمین
غایۃ الاحترام، ولا یؤخذ منهم
اعشار فی بیع و شراء ولا مکس۔
وہ لوگ مسلمانوں تاجروں کا غایت درجہ
احترام کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان سے خرید و فروخت
میں عشر اور ٹیکس کچھ نہیں لیا جاتا ہے۔

ابو حامد اندلسی نے ہندوستان و چین والوں کی اس خوبی پر مسلمان حکمرانوں کو غیرت دلاتے ہوئے لکھا ہے:

فیاریث ملوک المسلمین اقتدوا بمثل
ہذاک السیاسة الحسنۃ فہم
احق بہا۔ لہ
اے بادشاہ مسلمان بادشاہ اس عمدہ
کی اقتداء کرتے، و اس کو دار کے ذریعہ
حق دار ہیں۔

ایک موقع پر امیر سندھ عمرو بن حفص ہزار مرد نے یہاں کے ایک بہت بڑے

کے بارے میں ان تاثرات کا مظاہرہ کیا تھا،

ههنا ملك من ملوك السند ،
عظیم الشان ، کثیر المملکتہ و هو
على شوكةٍ اشد الناس تعظيماً
لرسول الله صلى الله عليه وسلم
و هو و في -

یہاں سندھ میں ایک راجہ ہے جس کا ملک
بہت بڑا ہے، وہ اپنی شان و شوکت کے
باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
سب سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتا ہے اور
بڑا وفادار اور وعدہ کا پکا ہے۔

اس کے بعد عمرو بن حفص ہزار مرد نے عبد اللہ الاشرق کو اس راجہ کے پاس بھیج دیا
اور اس نے ان کی اور ان کے آدمیوں کی آل رسول سمجھ کر بڑی آؤ بھگت کی۔

فاكرمه و اظهر بركه ، و تسلت الزيدية
حتى اجتمع معه اربع مائة انسان
من اهل البصائر

راجہ نے ان کی تعظیم و تکریم اور حسن سلوک
کا معاملہ کیا تو عبد اللہ الاشرق کے پاس چار
سوزیدی ادھر ادھر سے پہنچ گئے۔

چونکہ راجہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ان اقدام عباسی خلافت و سیاست کے حق میں مضر
تھا۔ اس لئے امیر سندھ نے اس سے جنگ کی۔

کشمیر، بلتان اور کابل کے درمیان ایک شہر عیسیٰ نامی تھا، یہاں کا راجہ بڑا
سمجھدار تھا، اس کے ملک میں مسلمان تاجر رہا کرتے تھے جن کے دین و ایمان اور غل و
کردار سے وہ اچھی طرح واقف تھا اور ان کے بارے میں خوش عقیدگی رکھتا تھا۔ ایک
مرتبہ اس کا بچہ بیمار ہوا۔ اس نے اپنے یہاں کے بت خانہ کے پجاریوں کو بلا یا اور کہا
کہ وہ بت سے التجا کریں کہ بچہ کو اچھا کر دے۔ انہوں نے پورا زور لگایا مگر بچہ جاں بر
نہ ہو سکا، یہ حال دیکھ کر راجہ نے بت خانہ کو نوڑ پھوڑ کر پجاریوں کو قتل کر دیا
اور اس کے بعد یہ کیا کہ:

ملہ کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۰۔

نشد عاقباً قوماً من تجار
المسلمین فعرضوا علیہ
التوحید فوحدوا وسلم بہ

اس نے مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کو
بلایا، ان لوگوں نے اس کے سامنے توحید
خداوندی کو بیان کیا، پھر پھر راجہ مسلمان
ہو کر موحد بن گیا۔

مسلمانوں کو درباری آداب
اور ملکی قوانین سے آزادی
راجوں ہمارا جوں کے بہت سے درباری اور ملکی
قوانین سے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا جس
سے ان کی امتیازی شان اور انفرادی حیثیت ظاہر

ہوتی تھی۔ بلاد الذہب (سودا شتر وغیرہ) کے راجہ کے دربار میں چہار زانو اور
مؤدب بن کر بیٹھنے کا حکم تھا اور کسی بھی مقامی غیر مقامی آدمی کو اجازت نہیں تھی کہ
وہ اس وضع کے خلاف بیٹھ سکے۔ اگر کسی شخص سے خلاف ورزی ہو جاتی تھی تو بھاری
جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا، اس نشست کا نام برسبلا تھا۔ ایک مرتبہ یہاں کے ایک
راجہ برسباتا، کے دربار میں ایک مسلمان ناخدا جہود کو تانہ نامی حاضر ہوا جو اپنے فن
چہار زانی میں مشہور تھا، وہ حسب قانون چہار زانو بیٹھا، بات چیت طویل پکڑ گئی
اور راجہ بھی دیر تک بیٹھا رہا جہود کو تانہ ایک وضع بر بیٹھا بیٹھا ٹھک گیا تھا، کوند نامی
پھلی کا ذکر چل رہا تھا جہود کو تانہ نے کہا کہ ہمارے یہاں عمان میں یہ پھلی اتنی بڑی
ہوتی ہے، یہ کہہ کر ایک پیر زمین پر پھیلا دیا اور دران پر ہاتھ رکھا، اس کے بعد
دوسرا پیر بھی پھیلا کر دونوں کو سکوتر لیا۔ راجہ نے یہ دیکھ کر وزیر سے اس خلاف ورزی
کا سبب دریافت کیا، وزیر نے بتایا کہ یہ شخص بوڑھا ہے دیر تک ایک حالت پر نہیں بیٹھ
سکتا۔ اسی لئے اس نے ایک بہانہ سے یہ حرکت کی ہے۔ یہ سن کر راجہ نے کہا۔

الصواب ان نرفع هذا الیم عن
بہتر ہے کہ ہم اس پابندی سے خاص

المسلمین الغریبۃ خاصۃ
 طور سے مسلمان مسافروں کو مستثنیٰ
 قرار دیدیں۔

چنانچہ اسی وقت سے مسلمانوں سے یہ پابندی اٹھادی گئی اور وہ راجوں کے
 سامنے پیسے چاہتے تھے بیٹھتے تھے، جب کہ دوسرے لوگ قدیم رسم کے مطابق "برسیلا" پر
 عمل کرتے تھے۔ اگر اس کے ذرا بھی خلاف ہوتا تھا تو جرمانہ دینا پڑتا تھا۔
 راجوں مہاراجوں کے قوانین مقامی باشندوں پر جاری ہوتے تھے اور مسلمانوں
 کو ان سے مستثنیٰ رکھ کر اسلامی قانون کی رو سے عمل کرنے کے لئے کا طریقہ رائج تھا یعنی
 غیر مسلم حکومت میں رہ کر بھی مسلمان اسلامی احکام کے پابند تھے۔ بزرگ بن شہریار
 کا بیان ہے:-

وان سرق مسلم بیلاد	ہندوستان میں اگر کوئی مسلمان
الهندس دالحکم فی امرہ	چوری کرتا ہے تو اس کا معاملہ مسلمانوں
الی ہذمن المسلمین لیعمل	کے ہنرمن (قاضی) کے پاس جاتا ہے
فیہ بما یوجبہ حکم	تاکہ وہ اس میں اسلامی قانون کے
الاسلام۔ لہ	مطابق عمل کرے۔

نیز دوسرے جرائم میں مسلمان قاضی فیصلہ کرتا تھا، چنانچہ بزرگ بن شہریار
 لکھتا ہے کہ چیور زبئی میں سیران کے عباس بن ماہان راجہ کی طرف سے مسلمانوں کے
 ہنرمن یعنی قاضی تھے۔ شہر کے مسلمانوں کے معاملات انہی کے پاس جاتے تھے۔ اور وہ
 اسلامی احکام و قوانین کی رو سے ان کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ان کے زمانہ میں تجارتی بہار
 کا ایک ملازم جو بدکردار تھا۔ چیور گیا وہاں اس کو ایک بت نظر آیا جو نہایت حسین و
 جمیل عورت کی شکل میں تھا۔ اس نے عوام کی نظر بچا کر اس بت کی دونوں راتوں کے درمیان

انزال کر دیا۔ ایک مقامی آدمی نے یہ حرکت دیکھی اور گھبرایا ہوا بجاری کے پاس جا کر ماجرا بیان کیا، وہ دوڑا ہوا گیا اور مجرم کو پکڑ کر شہر کے حاکم کے پاس لے گیا۔ مجرم نے گناہ کا اقرار کر لیا۔ حاکم نے اہل دربار سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ کسی نے کہا کہ اسکو ہاتھی سے روندوا دینا چاہیے اور کسی نے کہا کہ اس کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہیے، حاکم نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ یہ شخص عرب ہے، اور ان کے اور ہمارے درمیان معاہدے اور شرطیں ہیں، بہتر یہ ہے کہ تم میں سے ایک شخص یہاں کے مسلمانوں کے ہنرمیں جہاں ماہان کے پاس جائے اور ان سے دریافت کرے کہ اگر آپ لوگوں میں سے کوئی شخص مسجد میں کسی عورت کے ساتھ برائی کرتا ہوا پایا جائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں، اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے، چنانچہ ایک درباری نے عباس بن

ماہان سے اس کے بارے میں سوال کیا:

فاحب العباس بن ماہان
ان لعظم امرا اسلام عندہم
فقال اذا وجدنا احدًا علی ہذا
الصفة قتلناہ۔
تو انھوں نے ہندوؤں کے دل میں
اسلام کی غلط بڑھانے کے خیال سے
کہا کہ اگر ہم کسی شخص کو ایسا کرتے ہوئے
پائیں تو اسے قتل کر دیں گے۔

اس درباری نے حاکم کے پاس جا کر ان کا یہ قول نقل کیا، اور ہندوؤں نے مجرم کو قتل کر دیا، جب عباس بن ماہان کو اس واقعہ کی تفصیلات کا علم ہوا تو وہ خفیہ طور سے وہاں سے چلے گئے:

فخرج عن صیہوس سراً
من الملك، خوفاً ان يمنعہ
من الخروج عن بلدہ للمحلہ
وموضعہ۔
وہ چھپور سے اس ڈر سے چھپ کر نکل گئے
کہ ان کو جو مقبولیت اور عزت حاصل
ہے اس کی وجہ سے راجہ ان کو
اپنے شہر سے جلانے نہیں دے گا۔

اس واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس دور میں مسلمان اپنے دین و مذہب کا کس قدر کھانا پاس رکھتے تھے جس کی وجہ سے ان کو معزز و محترم سمجھتے تھے۔

یہ عجیب بات ہے کہ خالص غیر اسلامی ماحول اور غیر مسلم حکومت ہندو مت یعنی محکمہ قضاہ میں اسلامی احکام و قوانین کا نفاذ ہوتا تھا اور راجوں

مہاراجوں نے اپنی طرف سے مسلمان حاکم اور قاضی مقرر کر رکھا تھا جو ان کے علاقہ کے مسلمانوں کے امور و معاملات اسلامی قانون کے مطابق طے کرتا تھا۔ اس عہدہ کو ہندو مت اور عہد یاد کو ہندو مت کہتے تھے۔ یہ اسلامی عدالت ہوتی تھی جس کا فیصلہ راجہ کا فیصلہ ہوتا تھا اور شخصی اور عائلی قوانین و احکام ہی میں نہیں بلکہ شہری اور تعزیراتی قوانین میں بھی مسلمان اسلام کے پابند تھے۔ اور غیر مسلم حکومت نہ صرف ان کو اس کی اجازت دیتی تھی بلکہ اپنی طرف سے اس کا باقاعدہ انتظام کرتی تھی جیسور، تھانہ، سوپارہ، سندان، بھڑوچ، کھبائت، بھاڑ بھوت، گندھارا، وغیرہ بلاویں واقع تھے جن میں مسلمانوں کی مستقل آبادیاں اور مسجدیں تھیں۔ ساتھ ہی راجہ کی طرف سے مسلمان حاکم و قاضی مقرر تھے۔ اور مسلمان امن و امان اور عزت و احترام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اسطوری نے مسالک الممالک میں لکھا ہے،

ومن کنباية الى صيمور من بلاد	کھبائت سے جیسور تک ہندوستان
بلہر بعض ملوک الہند، وہی	کے ایک راجہ بلہرا کا علاقہ ہے، یہ
بلاد کفر الا ان هذا المدن	بلاد کفر ہے مگر وہاں کے شہروں
فیہا المسلمون ولا یلی علیہم	میں مسلمان رہتے ہیں۔ اور ان کا
من قبل بلہر الاسلام، و بہا	حاکم بلہرا کی طرف سے صرف مسلمان
مساجد یجمع فیہا الجہعات	ہوتا ہے، یہاں مسجدیں ہیں۔
	جن میں جمعہ و جماعت ہوتی ہیں۔

۱۔ مسالک الممالک ص ۱۷۳۔

راجہ بلہرا کے ملاؤ کفر میں اسلامی احکام و قوانین کا نفاذ مدتوں تک ہوتا رہا، اور یہاں کئی مسلم حکام و قضاة گذرے ہیں۔ مسعودی نے حمیور میں دس ہزار مسلمانوں کی خبر دی ہے جن میں سیران، بغداد، بصرہ، کوفہ، حرین، شرفین کے عرب یہاں مستقل طور سے مقیم تھے۔ اس وقت محکمہ ہنر منہ پر ابو سعید معروف بن زکریا تھے۔ پھر اس عہدہ کا مطلب یوں بیان کیا ہے۔

وتفسیر الہذمۃ، یوادیہ
ریاستہ المسلمین یتولھا رجل
منہم عظیم من رؤسائہم
تکون احکامہ مصروفۃ
الیہ۔ ۱۵

ہنر منہ کا مطلب مسلمانوں کی سربراہی
ہے اس عہدہ پر مسلمانوں میں سے
کوئی مشہور و معزز آدمی فائز ہوتا
ہے۔ راجہ کے احکام کا تعلق اسی
سے رہتا ہے۔

اس کے بعد بزرگ بن شہریار ناخدار امہر مرزی نے حمیور کے ہنر من عباس بن ماہان سیرانی کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ یہاں مسلمانوں کے ہنر من ہیں۔ ان کا شمار ایمان شہر میں ہوتا ہے اور مسلمانوں کے جملہ امور ان ہی سے متعلق ہیں۔ ۱۶

عربوں کی بحری تجارت ہندوستان کے آگے چین تک تھی۔ یہاں کے مرکزی شہر خانقا میں عرب تاجروں کی بہت بڑی آبادی تھی اور بادشاہ کی طرف سے مسلمان حاکم و قاضی مقرر تھا اور مسلمانوں کے جملہ معاملات اسی سے متعلق تھے۔ سلیمان تاجر نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ شاہ چین تاجروں کے مرکزی شہر خانقا میں کسی مسلمان کو مسلمانوں کا حاکم بناتا ہے، خود اس کا انتخاب کرتا ہے، وہ عیدین کی نماز پڑھاتا ہے، خلیفۃ المسلمین کے حق میں دعا کرتا ہے، کتاب اللہ، اسلامی احکام اور حق پر پوری طرح عمل کرتا ہے اسی لئے عراق کے تاجر اس کی ہر بات تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کو اپنا حاکم

و امیر مانتے ہیں ہے

ابو حامد اندلسی غرناطی نے تحفۃ الالباب میں ہندوستان اور چین کے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ ان کے حسن سلوک اور اپنے ملک میں ان کو مذہبی آزادی دینے کا تذکرہ یوں کیا ہے:

و یحرّمون علی المسلمین
ذبح البقر، و یبیحون لہم
ماسوی ذلک۔

وہ مسلمانوں کے لئے گائے کا ذبح منع کرتا
ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ
ہرات کی آزادی اور اجازت دیتے
ہیں۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ جب ان میں سے کوئی آدمی بیمار پڑتا ہے تو قصاب کو منہ مانگی رقم دیتا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے کہ اتنے دن تک جانور ذبح نہ کرے اور جب معاملہ طرفین سے طے ہو جاتا ہے تو قصاب مقررہ دنوں میں جانور ذبح نہیں کرتا۔ اس طرح بیمار اپنی منت پوری کرتا ہے یا اپنے عقیدہ کے مطابق صحت یاب ہوتا ہے۔ اور اگر ان کے ملک میں کوئی اجنبی تاجر یا مسافر انتقال کر جاتا ہے اور اس کے پاس مال ہوتا ہے تو مقامی لوگ اس کے مال و دولت اور عورت بچے سے کوئی تعرض نہیں کرتے ہیں بلکہ

سرنڈیپ میں قدیم زمانہ سے مسلمان آباد تھے۔ اور وہاں کی حکومت کی طرف سے ان کو اسلامی احکام و قوانین پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی یہاں کا ماحول مذہبی تھا، پیشواؤں کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، مذہبی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کا رواج تھا۔ اور ہر فرقہ کو مذہبی آزادی تھی۔ ابو زید سیرفی نے لکھا ہے۔

لے رملہ سلیمان القابری ص ۱۲، سہ تحفۃ الالباب ص ۱۵۰

وبهذه الجزيرة جمع
من اليهود كثير، وسائر
الملل وبها أيضا ثنوية، و
الملك يبيح لكل طريق منهم
ما يشرع به - له

جزیرہ سرندیب میں یہودیوں کی
بہت بڑی تعداد ہے، اس کے علاوہ
ہر مذہب کے لوگ اور مجوسی بھی ہیں
اور راجہ ان میں سے ہر ایک کو آزاد
دیتا ہے کہ اپنے مذہب پر عمل کرے۔

چنانچہ مسلمانوں کو بھی اسلام پر عمل کرنے کی آزادی تھی، البتہ یہاں حکومت کی
طرف سے علیحدہ مسلمان حاکم و قاضی نہیں ہوتا تھا، بلکہ مسلمان اپنے طور پر اپنا امیر
و حاکم منتخب کر لیا کرتے تھے جو ان کا مذہبی معتمد ہوتا تھا۔

اس دور کے مسلمانوں میں یقین و ایمان کی طاقت
مسلمانوں کا رعب و داب اور اخلاق و کردار کی قوت اس طرح بیدار رہتی

تھی کہ غیر مسلم ان سے ہیبت کھاتے تھے اور ان کے رعب و داب سے لرزہ برانداز
رہتے تھے۔ بحر ہند میں زنج نامی ایک جزیرہ تھا، یہاں کے باشندے عرب مسلمانوں
سے اس قدر مرعوب تھے کہ ان کو دیکھتے ہی سرنگوں ہو جاتے تھے، مسعودی
نے لکھا ہے:

وللعرب في قلوب الزنج
هيبة عظيمة فاذا عاينوا
رجلاً منهم
واله

جزیرہ زنج والوں کے دل میں
عربوں کی بڑی ہیبت ہوتی ہے
جب وہ کسی عربی کو دیکھتے ہیں تو
اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک کھجور کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عربوں کے ملک
میں کھجور پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے بچوں کو اس سے بہلاتے پھسلاتے ہیں۔

سہ رحلتہ ابی زید ص ۱۲۲ و ۱۲۳۔ سہ اخبار الزمان ص ۲۱۔

ایک مرتبہ عربوں کے ایک تجارتی جہاز پر یہاں کے سمندری ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور جابین سے جنگ ہونے لگی اسی اثناء میں ایک عراقی مسافر نے اپنے حساب و کتاب کا لمبا چوڑا کاغذ سامنے پھیلا کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اور بلند آواز سے کچھ بولنا شروع کیا۔ ڈاکوؤں نے یہ حال دیکھ کر جنگ بند کر دی، اور اس عراقی مسافر سے منت سماجت کر کے کہا کہ تم ایسا نہ کرو، ہم لوگ واپس جا رہے ہیں اور تمہارا کوئی سامان نہیں لےیں گے، پھر آپس میں کہنے لگے

وجعل بعضهم يقول ان سے نہ لڑو انہوں نے
 لبعضی: لا تحاربوا آسمان والے بادشاہ سے فریاد
 فان القوم قدر فعوا کی ہے۔ وہ ابھی ہم پر غالب
 امرهم اى ملك السماء اگر قتل کر دیں گے۔
 والساعة يغلبونا و
 يقتلونا۔ ۱۰

وہ کہتے سنتے رہے یہاں تک کہ اس مسافر نے اپنا کاغذ اٹھا لیا اور وہ چلے گئے۔

مسلمانوں کی دعا سے ڈرنے کی وجہ یہ تھی کہ بعض اوقات ان کے ستانے اور صبر کرنے کا نتیجہ بڑی عبرتناک صورت میں ظاہر ہوتا تھا، چنانچہ ایک معتبر جہاز راہی کا بیان ہے کہ وہ سیراف سے ہندوستان کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے جہاز میں ایک شخص دوسروں کی سفارش سے رکھ لیا گیا تھا، اثنائے سفر میں اس نے ایک عرب مسافر سے جھگڑا کر کے اس پر طرح طرح کے الزامات لگائے اور وہ یہ چارہ اس لئے خاموش رہا کہ بے یار و مددگار تھا۔

طہ عجائب الہند ص ۱۰۔

کان عربیاً لم ی نصرہ احدٌ وہ عربی تھا۔ کسی نے اس کی مدد
ولم یعاونہ۔ اور طرفداری نہیں کی۔

اس واقعہ کو ابھی تب تک بھی نہیں گذرے تھے کہ سمندر سے کنگدہ مچھلی اچھلی
کر جہاز میں آئی اور اس آدمی کا شکم اپنے سر سے چاک کرتی ہوئی سمندر میں
چلی گئی اور جہاز والوں نے اس کی لاش کو ٹھکانے لگا دیا، یہ

یہاں کے مقامی اور بیرونی مسلمان
پر سبزی گاری اور بلند کرداری کے اثرات
اپنے تقویٰ اور کردار و اخلاق کی بلندی

کی وجہ سے عوام و خواص میں بے حد مقبول تھے اور اہل ہند ان کے قول و فعل کو
سند مانتے تھے، ابن حوقل کا بیان ہے کہ جنوبی ہند کے بعض علاقوں میں ایسے مسلمانوں
سے میری ملاقات ہوئی جن کی پارسائی اور اخلاقی برتری کا حال یہ ہے کہ غیر مسلم
طبقات کے افراد عموماً اپنے مقدمات میں مسلمانوں کو اپنا گواہ مقرر کر کے حکومت
کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور مقدمہ کا دوسرا فریق بھی اس کی راست بیانی
پر معترض نہیں ہوتا۔ اور اسی کی شہادت پر مقدمہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

بزرگ بن شہر یار نے کولم ملی (علاقہ میسور) میں سانپوں کی کثرت کو بیان
کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک جہازی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ یہاں ایک مسلمان
بنجی یار بانگی کے نام سے مشہور ہے جو نماز پڑھتا ہے، وہ ناگ کا منتر جانتا ہے
اس علاقہ کے دوسرے لوگ بھی سانپ کا منتر جانتے ہیں، مگر اس مسلمان کے
منتر سے مار گزیدہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور یہاں کے لوگ اس کے پاس مار گزیدہ
کو لاتے ہیں اور وہ اچھا ہو جاتا ہے۔

۱۷ عجائب الہند ص ۳۶۔ ۱۸ ابن حوقل ص ۲۲۸ بحوالہ ہندوستان ہزار سال
پہلے۔ ۱۹ عجائب الہند ص -

اگر کوئی مسلمان غلط ماحول میں پھنس کر کسی غلط حرکت کا مرتکب ہو جاتا تھا
 بمقامی غیر مسلم طبقہ اس کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور کہتا تھا کہ
 فعل مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔ ابن رستہ کا بیان ہے:

ومن برءوا من اهل الاسلام
 يشربون الشراب فهو عندهم
 خسيس لا يعباؤن به و
 يزدرونه ويقولون هذا
 رجل ليس له قدر في
 بلاده۔
 اہل ہند جس مسلمان کو شراب پیتا
 ہوا دیکھتے ہیں۔ اس کو خسیس
 اور بے عزت سمجھتے ہیں۔ اس کو
 کوئی حیثیت نہیں دیتے ہیں بلکہ
 اس کے ساتھ ذلت و حقارت کا
 برتاؤ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس
 شخص کی عزت اس کے ملک میں

نہیں ہے۔

یہاں کے بعض علاقوں کا اخلاقی حال بہت بُرا تھا اور جنسی بے راہ روی
 م تھی اس لئے عرب کے مشائخ اپنے نوجوانوں کو وہاں جانے سے شدت سے روکتے
 تھے۔ ابو زید سیرانی نے جنوبی ہند کے بعض علاقوں کا حال لکھا ہے کہ یہاں کے
 دوں اور عورتوں میں فساد اور فحش کاری عام ہے حتیٰ کہ بعض بحری تاجر بڑے
 لوگوں کی لڑکیوں کو اپنے یہاں بلاتے ہیں اور وہ اپنے باپ کے علم کے باوجود
 تکلف جلی جاتی ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے:

وكان مشائخ سيراف
 يمنعون من الجهارا لے
 هذا الناحية، وخاصةً
 سيراف کے علماء و مشائخ عام
 لوگوں کو اور خاص طور سے نوجوانوں
 کو اس علاقہ کی طرف جانے سے

ہذا علاق النہیرہ من۔

الاحداث - ۱۵

سے روکتے ہیں۔

دیوثی کی رسم ہندوستان کے بعض مقامات میں اکبر کے زمانہ تک پائی جاتی تھی۔ ملا سید القادر بدایونی نجات الرشید تصنیف ۹۹۹ھ میں لکھا ہے۔ "ابن رسم دورہ ہندوستان میں زماں در بعضے جا باقی ماندہ است"۔ اس معاملہ میں شدت احتیاط کی وجہ سے غیر مسلم مسلمانوں کی عفت و عصمت کے قائل تھے اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں میں میل جول

عربی و ہندی تہذیب و تمدن کا امتزاج

کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے

تہذیب و تمدن سے متاثر تھے۔ اور کئی باتوں میں یکسانیت اور ہم آہنگی پائی تھی۔ سرندیپ میں خلافت راشدہ ہی سے اسلام اور مسلمانوں کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے مذاہب والے بھی تھے، اور ان کی مذہبی اور علمی مجالس درس منع ہو کر رہ گئیں جو علمائے اسلام اور محدثین کی مجالس درس کے انداز پر تھے۔ اور ان میں احادیث و سیر کی روایت کی طرح مذہبی باتیں اور مذہبی پیشواؤں کے حالات بیان کئے جاتے تھے۔ ابو زید سیرانی کا بیان ہے:

ولملاک هذا الجزیرة
شریعة و مشائخ لہم مجالس
کہ مجالس محدثینا، یجتمع الیہم
الہند۔ فیکتبون عنہ سیر
انبیائکم و سنن شراعتکم
اس جزیرہ کے راجہ کا مذہب اور
مذہبی پیشوا ہیں۔ ان کی مجالس
ہمارے محدثین کی مجالسوں کے
مانند ہوتی ہیں۔ اہل ہند جمع ہو کر
ان سے اپنے مذہبی بزرگوں کے
حالات اور مذاہب کی باتیں کہتے ہیں۔

راجہ بلہرا اپنے یہاں آنے والے وفود اور اہل دربار کو عطیہ سے اسی طرح
 نوازتا تھا جس طرح خلفاء اور امراء نے عرب اپنے وفود کو نوازتے ہیں۔ سلیمان
 جرنے لکھا ہے :-

وهو ملك يعطي العطاء كما وہ عربوں کی طرح عطیہ اور ہدیہ
 تفعل العرب ۔ لے دیتا ہے ۔

مگر راجہ بلہرا مسلم خلفاء و امراء کی طرح اپنی فوج کو شاہی خزانے سے تنخواہ دیتا
 ہے۔ مسعودی نے لکھا ہے :-

وهو ملك يرزق الجنود من وہ فوج کو اپنے خزانے سے تنخواہ
 بيت ماله كفعل المسلمين دیتا ہے جیسے مسلمان اپنی فوج کو
 بجنودهم ۔ لے تنخواہ دیتے ہیں ۔

کھبائت، بھڑوچ، سندان، سو پارہ، تھانہ، چیمور وغیرہ میں غیر مسلموں
 کے ساتھ مسلمان بھی آباد تھے۔ اور اس پورے علاقہ کے ہندوؤں اور مسلمانوں
 لباس اور بال ایک انداز کے تھے۔ اعطری کا بیان ہے کہ کھبائت سے چیمور
 ہندوستان کے ملے جلے دیہات اور آبادیاں ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں اور
 افروں کے لباس اور بال کی ہیئت ایک ہے ان کا لباس سخت گرمی کی وجہ سے
 اور اور تھبند ہے اور ملتان والوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا لباس بھی چادر اور تھبند ہے
 اور اسکے آگے مکران کے تمام باشندوں کا لباس کرتہ ہے البتہ عرب تاجروں کا لباس
 چادر، قمیض، فارس اور عراق والوں کے مانند ہے بلکہ

ہند اور اہل ہند مسلمانوں کی نظر میں آپ اب تک مسلمانوں اور عربوں کے
 ساتھ ہندوستانیوں کی عقیدت و محبت

۱۔ راجہ سلیمان سے ملے مروج الذہب ج ۱ ص ۱۷۷ مسالک الممالک ص ۱۷۷۔

ادب و احترام، عدل و انصاف، حسن سلوک، مذہبی آزادی، رواداری اور اپنے ملک میں ان کو ہر طرح سے امن و امان اور سکون و اطمینان پہنچانے کی داستانیں سن رہے تھے۔ اب ہندوستانیوں کے بارے میں مسلمانوں اور عربوں کے خیالات و احساسات، اور حسن سلوک کی کہانیاں سننے، اور دیکھنے کہ اس دور میں عرب و ہند کے تعلقات میں ظرفین سے کس قدر خوشگوار سی استواری تھی۔ اور اس ملک کے باشندوں سے مسلمانوں کو کیسا تمدنی و معاشرتی فکری اور قلبی تعلق تھا۔

پہلے ہم ہندوستانیوں کے بارے میں عرب مؤرخوں، سیاحوں، اور اہل علم و فن کے عام خیالات پیش کر رہے ہیں جن میں ان کے علوم و فنون، اخلاق و نظریات، اخلاق و سیاست اور حسن و جمال کا اعتراف ہے، بعد میں مثالیں بیان کریں گے۔

یعقوبی نے یہاں کے علوم و فنون، مذاہب اور حکومت کے بارے میں لکھا ہے کہ اہل ہند علم و حکمت میں سب سے آگے ہیں۔ نجوم میں ان کے اقوال و نظریات سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ ان کی کتاب السنہ ہند (سدھانت) وہ علوم نکلے ہیں جو یونانیوں اور ایرانیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طب میں ان کے اقوال و نظریات سب پر مقدم ہیں۔ اس فن میں ایک کتاب سسر دہے جس میں بیماریوں کی اور ان کے علاج کی پہچان بتائی گئی ہے، اس طرح کتاب شکر اور کتاب ہدان ہے جس میں چار سو چار بیماریوں کی علامات ذکر ہے۔ کتاب سندھ شان بھی فن طب میں ہے، ایک اور کتاب ہے جس میں ہند اور اہل روم کے ان اختلافات کا ذکر جو دونوں ملکوں کے حکماء و اطباء دواؤں کی حرارت و برودت، ان کی تاثیرات اور پورے سال کے موسموں

بارے میں ہیں، ایک کتاب جرڑی بوٹیوں کے نام میں ہے۔ اس میں ہر جرڑی بوٹی کے دس نام ہیں۔ ان کے علاوہ بھی طب اور عقاقیر میں کتابیں ہیں۔

اہل ہند کا مذہب برہمنیت ہے۔ ان میں بت پرست بھی ہیں۔ ہندوستان بہت بڑا اور لمبا جوڑا ملک ہے اس لئے مختلف ملکوں کے لئے علیحدہ علیحدہ بادشاہ تھے، ہمارے زمانہ میں (حدود ۱۵۰۰ء میں) دارالاسلام (عباسی نقبوضہ ہند) سے متصل علاقہ کے راجہ کا نام واقع ہے،

یہ نہایت عظیم اور وسیع

ملکت ہے، یہاں ہر چیز کی فراوانی ہے، اس کے بعد راجہ رچی کا درجہ ہے جو بہت بڑا اور معزز ہے، اس کی ملکت ساحلی علاقوں پر مشتمل ہے، یہاں سونا اور دوسری قیمتی معدنیات ہیں، اس کے بعد راجہ بلہرا کا نمبر ہے پھر راجہ کم کم (کوکن) ہے جہاں سے ساگوان کی لکڑی آتی ہے۔ یہ علاقہ بہت وسیع ہے، اس کے بعد راجہ طافن کی ملکت ہے یہاں کے باشندے گورے رنگ کے ہوتے ہیں، پھر ملکت کھبانت، ملکت طرسول، ملکت موٹہ، ملکت باید ہے۔ یہ سب چین کی سرحد سے متصل ہیں اور ان کی چین سے جنگ رہتی ہے۔ نیز سرندیپ، قمار، دیبل، فارسط، بھیلیان کی ملکیتیں ہیں۔ بعض علاقوں میں عورت حکمران ہے۔

قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی نے طبقات الامم میں دنیا کی سات قدیم اقوام میں اہل ہند کو شمار کر کے علوم و فنون میں پہلے درجہ پر ان کا ذکر اس طرح شروع کیا ہے کہ یہ قوم کثیر تعداد میں ہے۔ اس کے یہاں ہر قسم کے ساز و سامان بہت زیادہ ہیں، ہندوستان بہت بڑا ملک ہے، دنیا کے تمام قدیم اقوام

ملہ تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۹۴ بیروت۔

و ملوک نے اس کی علمی و فنی مہارت کا اعتراف کیا ہے۔ شاہان چین کے نزدیک
 دنیا میں صرف پانچ بادشاہ تھے، دوسری قومیں ان کے تابع تھیں۔ اور ان میں
 چین، ہندوستان، ترک، فارس اور روم کے بادشاہوں کو شمار کر کے ہندوستان
 کے بادشاہ کو حکمت کا بادشاہ کہتے تھے۔ یہ ملک قدیم زمانہ سے تمام اقوام عالم کے
 نزدیک معدن حکمت اور سرچشمہ عدل و سیاست ہے۔ اہل ہند کے یہاں احکام
 راجہ، آراء فاضلہ، امثال سائبرہ، نتائج غریبہ اور لطائف عجیبہ ہیں۔ اگرچہ
 یہاں کے باشندوں کا رنگ سیاہی کے پہلے درجہ پر ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سیاہ
 قوموں میں شمار ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو سیاہ قوموں کے اخلاق و
 عادات کی دنارت و نجست اور افکار و خیالات کی سفارت و حماقت سے پاک و صاف
 رکھا ہے۔ اور ان کو بہت سی سفید اور گنری رنگ کی قوموں پر فوقیت و فضیلت
 دی ہے۔ نجوم کے بعض علماء کا خیال ہے کہ زحل اور عطارد دونوں ستارے طبعاً
 تقسیم کے اعتبار سے ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے زحل کی تاثیر
 سے اہل ہند کا رنگ سیاہ ہے اور عطارد کی تاثیر سے ان کی عقل خالص اور
 ذہن لطیف ہے۔ نیز زحل کی وجہ سے ان کے افکار و خیالات میں صحت اور گہرائی
 ہے۔ ان وجوہ سے اہل ہند کی طبیعت میں صفائی اور عقل و تمیز میں سلامتی ہے
 وہ اس بارے میں دوسری سیاہ قوموں مثلاً زنجی، نوبی اور حبشی سے مختلف ہیں
 اسی لئے حساب، ہندسہ، حرکات نجوم، اسرار فلک اور دیگر علوم ریاضیہ سے
 ان کو حصہ وافر ملا ہے۔ نیز یہ لوگ علم طب میں سب سے آگے ہیں۔ اور دواؤں
 کی تاثیرات و قومی کی معلومات میں سب سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ اور
 مولدات کے طبائع اور موجبات کے خواص میں ان کو بڑا درک و دخل
 اور ان کے بادشاہوں میں عمدہ کردار، اچھے عادات اور مکمل سیاست

کے اوصاف موجود ہیں۔

ایک دوسرے اندسی مؤرخ اور جغرافیہ نویس ابو حاد غزناطی (محمد بن عبد الرحیم) نے تحفۃ الالباب میں لکھا ہے کہ ہندوستان اور چین عظیم ملک ہیں۔ ان میں عدل و انصاف کی فراوانی، نعمتوں کی بہتات، عمدہ سیاست، داہنگی، ارزانی و فراخی، اور امن و امان کی وجہ سے بے فکری ہے، اہل ہندو طب، نجوم، ہندسہ کے علوم و فنون اور عجیب و غریب عنعنوں میں سب سے زیادہ علم و نظر رکھتے ہیں، اور ان علوم و فنون میں ان کے علاوہ دوسرا قدرت حاصل نہیں کر سکتا۔

جاہظ نے رسالہ فخر السودان علی ابیضان میں لکھا ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ اہل ہند نجوم اور حساب میں سب سے آگے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ خط ہندی ان کا خاص خط ہے نیز وہ علم طب میں سب سے آگے مانے جاتے ہیں، طبی اسرار و رموز اور بیماریوں کے علاج میں خاص بصیرت رکھتے ہیں، طاقوں میں سجائی جانے والی تمثالوں اور تصویروں کی تراش و خراش اور ان میں رنگ آمیزی کے ماہر ہیں۔ شطرنج ان کا بہترین کھیل ہے جس میں

فہم و فراست بہت زیادہ درکار ہے، ان کے ملک میں قلعی تلواریں بنتی ہیں، جن سے کھیلنے اور لڑنے میں ان کو مہارت و عداقت حاصل ہے، ان کے پاس زہر اور درد کے منتزہ ہیں، طرب انگیز غنار و موسیقی ہے، کنگلہ نامی باجا ہے جس میں ایک تار کدو پر کھینچا جاتا ہے اور عود اور چنگ کے قائم مقام ہوتا ہے، ششم ششم کے نقش و سرو وہ ہیں۔ جادو، علاج بالذخاں اور طبی حقوق ہے۔ ان کے یہاں خط ہندی کے علاوہ اور بہت سے خطوط ہیں۔ شعر و شاعری، تقریر و خطابت، فلسفہ اور

۱۔ طبقات الامم ص ۱۳۱۔ ۲۔ تحفۃ الالباب ص ۲۹۔

ادب کی کثرت ہے۔ شکل و صورت اور لباس عمدہ، اخلاق و عادات اچھے ہیں جیسے
 خلال، کنگھی، مسواک، احتیاء، (خاص قسم کی نشست) مانگ اور خضاب، ان
 میں حسن و جمال اور بلاحث اور قد و قامت میں اعتدال و موزونیت ہے، سیمہ صاف
 سنھرا ہے۔ ان کے نسب کی مثال بیان کی جاتی ہے۔ ان کے یہاں سے بادشاہوں کے
 لئے عود ہندی لائی جاتی ہے جس کے مانند کوئی عود نہیں ہے۔ ان سے غور و فکر اور
 ایسے منتر کا علم نکلا ہے جس کو زہر بڑھا جاتا ہے تو زہر بے ضرر ہو جاتا ہے، انہی
 سے لوگوں نے نجوم کے حساب کی اصل حاصل کی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام
 جنت سے ان ہی کے ملک میں اترے تھے۔

ابو منصور ثعالبی نے شمار القلوب فی المضاف والمنسوب میں لکھا ہے کہ ہندوستان
 کے جادو گروں کی مثل بیان کی جاتی ہے۔ ان کے یہاں جادو، منتر، علاج، پالنا
 حساب، نجوم اور مثالوں کی تراش و تراش ہے۔ جیسے عربوں کے یہاں
 بیان و خطابت، شعر و شاعری، بنا، اور اہل فارس کے یہاں سیاست،
 عمارت اور اقوام عالم کے علوم کا استعمال ہے۔

ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے اسمعیل بن عبد اللہ سے کہا کہ دنیا کے
 لوگوں کے بارے میں مجھے معلومات دو تو اس نے ہندوستان کے متعلق بتایا
 کہ اہل ہند حکما و فلاسفہ ہیں۔ ان کا ملک ان کے لئے کافی ہے اس لئے وہ پاس
 پڑوس والوں سے مستغنی اور بے نیاز ہیں۔

عبد اللہ بن مقفع سے ہندوستان کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے بتایا
 کہ اہل ہند اصحاب فلسفہ ہیں۔ ہندوستان کے بارے میں مسلمانوں اور عربوں

۱۔ رسائل جاحظ، ص ۲۲۲۔ ۲۔ شمار القلوب فی المضاف والمنسوب، ص ۲۳، ۳۴۔ ۳۔ تاریخ
 طبری، ج ۱، ص ۱، ۲۔ بلوغ اللاب فی معرفۃ احوال العرب، ج ۱، ص ۱۵۹۔

کے عام خیالات کی یہ مثالیں اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ مسلمان اہل ہند کو نہایت عزت اور وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے بارے میں نہایت اچھے خیالات رکھتے تھے۔

اب ہم مسلمانوں کے بیانات و تجربات کی روشنی میں ہندوستان کے بعض اوصاف و کمالات بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے ساتھ مسلمانوں کے حسن سلوک کو پیش کریں گے۔

اپنے ملک و وطن سے محبت و تعلق انسان کا فطری
اہل ہند کا جذبہ رُحْبًا لوطنی | جذبہ ہے۔ عربوں کے نزدیک اس شخص سے انسائیت

اور مروت و فتوت کی توقع فضول ہے جسے اپنے وطن سے محبت و تعلق نہ ہو کیوں کہ جس شخص کو اپنے ملک و وطن سے تعلق نہ ہوگا وہ دوسروں کے ساتھ مروت اور وفا کا معاملہ نہیں کر سکتا حتیٰ کہ مسلمانوں کے یہاں حب الوطن من ایمان کا مقولہ مشہور ہے۔ وہ اہل ہند کے جذبہ حب وطن سے بھی خوب واقف تھے اور ہر معاملہ میں اس کی رعایت کرتے تھے۔ ابو ہلال عسکری نے لکھا ہے :-

وقالت الہند: حرمة بلدك	اہل ہند کا قول ہے کہ تمہارے اوپر
عليك مثل حرمة ابويك	تمہارے وطن کا احترام ایسا ہی
لان عنداؤك منہما و	ضروری ہے جیسا کہ تمہارے والدین
غداثہما منك۔	کا احترام ضروری ہے کیوں کہ
	تمہاری غذا وطن اور والدین
	سے چاوران کی غذا تم سے ہے۔

ہندوستان کے امن و انصاف کا اعتراف | اس ملک کے جاٹ اور بحری ڈاکو
مسافروں اور تاجروں کے لئے مستقل

مصیبت تھی۔ اور خشکی و تری میں ان کی لوٹ مار اور بیخار ہا کرنی تھی۔ مرکز خلافت
بغداد اور یہاں کے امراء کو متعدد بار ان کے خلاف سخت تاویہی کارروائی کرنی
پڑی، اس کے باوجود بعض راجوں مہاراجوں کے ملک میں امن و امان اور عدل
و انصاف کی فراوانی ضرب المثل حد تک پائی جاتی تھی۔ مسلمانوں نے اس کا برملا
اعتراف کیا ہے اور اپنی کتابوں میں اس کی تعریف و توصیف کی ہے۔ مثلاً:
راجہ جرز کے دیس میں امن و امان کا تذکرہ ابن رستہ نے ان الفاظ میں
کیا ہے۔

العدل فی مملکتہ مستفیض	عدل و انصاف اس کی مملکت میں
لو طرح الذہب فی وسط الطريق	عام ہے۔ اگر بیچ راستہ میں سونا
ما خافوا علیہ احدًا یاخذہ	گر ادیا جائے تو کسی کے اٹھانے
من عدلہم۔	کا ڈر نہیں۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ اس کا ملک وسیع ہے، عرب تاجر اپنے تجارتی کاروبار
کے سلسلہ میں اس راجہ کے یہاں جاتے ہیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش
آتا ہے اور ان سے سامان خریدتا ہے۔ یہ عرب تاجر چلتے وقت اس سے کہتے ہیں
کہ ہمارے ساتھ اپنے آدمی کو کر دو جو ہم کو اور ہمارے سامان کو بحفاظت ملک
کے باہر کر دے تو راجہ کہتا ہے کہ میرے ملک میں چور نہیں ہیں۔ تم لوگ جاؤ اور
اگر مال و اسباب پر کوئی آفت آئی تو اس کا بدلہ مجھ سے لے لینا۔ میں ضمان
ہوں۔

اسی طرح ابن رستہ نے راجہ قمار کے عدل و انصاف کی تعریف کرتے

ہوئے تصریح کی ہے:

و لملك قمار ثمانون
قاضيًا لورد عليهم ولد
الملك لانصفوا منه واقعدو
مقعدا لخصم - لہ

اس راجہ کے یہاں اسی حاکم و
منصف ہیں جن کی عدالت میں اگر
راجہ کا لڑکا بھی پیش کیا جائے تو
انصاف سے کام لیں گے اور اسے
بھی مد مقابل کی جگہ بٹھائیں گے۔

سلیمان تاجر نے اپنے زمانہ کے راجہ جزد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عرب کے
بادشاہ (خلیفۃ المسلمین) کو سب سے بڑا ماننے کے باوجود اسلام کا سب سے بڑا
دشمن ہے مگر اسی کے ساتھ اس کے ملک میں امن و امان کی تعریف ان الفاظ
میں کی ہے :-

ولیس فی بلاد الہند
الامن من السراق منها لہ

پورے ہندوستان میں چوری
کے بارے میں سب سے زیادہ محفوظ
اس کا ملک ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک ہندوستان ہرون سحرستان یعنی
اہل ہند کا حسن و جمال | جادو کی سرزمین نہیں تھا بلکہ نگارستان یعنی شہر
حسن و جمال بھی تھا۔ یہاں کے باشندوں میں ان کے لئے بڑی کشش تھی ہندوستان
کے قد و قامت کا اعتدال، اعضاء کا تناسب، چہرے بشرے کی صباحت و ملاحت
اور رنگ و بو کی جاذبیت ایسے طبعی اور فطری اوصاف تھے جنہوں نے عربوں کو
اپنا شیدائی بنا لیا تھا۔ اور وہ یہاں کے حسن و جمال کا وبالہانہ انداز میں ذکر
کرتے تھے اور اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

لہ الاطلاق التفسیر لہ و حلیہ سلیمان ص ۲۸۔

یہاں کے غلام اور باندی عرب میں شانِ مجبوی رکھتے تھے، ان کے اوصاف و کمالات پر کتابیں لکھی جاتی تھیں، طبیب ابو الحسن مختار بن حسن بن عبدون بغدادی نے غلاموں اور باندیوں کے بیان میں ایک کتاب بنام رسالہ جامعۃ لفسون مافوق فی شری الرقیق و تغلیب العبید، لکھی ہے۔ اس میں ہے کہ جو شخص جان و مال کی حفاظت کے لئے غلام رکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ ہندوستان یا توبرہ کے غلام رکھے، پھر ابن عبدون نے ہندیات، سنڈیات، قندھاریات منسوریات کے عنوان سے یہاں کے مختلف علاقوں کی باندیوں کی صفات و خصوصیات درج کی ہیں، چنانچہ ہندیات کے بارے میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے جنوبی مشرقی علاقوں کے باشندوں کو جسم کی موزونیت، گندمی رنگ، بشرے کی صفائی، نازک برآمدی کے ساتھ حسن و جمال سے وافر حصہ ملا ہے۔ ان کا جسم حرم و نازک اور گداز ہوتا ہے، البتہ بڑھا پا جلد آجاتا ہے، ان میں محبت و الفت، ایفائے وعدہ، احساسِ تحفظ، فہم و فراست اور غیرت و حمیت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، یہ لوگ اپنی ذات کی حفاظت کرتے ہیں، نہ ذلت برداشت کر سکتے ہیں اور نہ مرنے سے ڈرتے ہیں، کسی موقع پر اگر ان کو غصہ آجائے تو بے دھڑک خطرات میں کود پڑتے ہیں، یہاں کی عورتیں تو والد و تناسل کے لائق ہیں اور مرد جان و مال کی حفاظت اور باریک صنعتوں میں یکتا ہیں البتہ ان کو نزلہ بہت جلد ہو جاتا ہے۔

اور ہندوستان کے جنوب اور مشرق کے درمیان علاقہ کی ہندیاں سنڈیات کے نام سے مشہور ہیں، چونکہ یہ علاقہ ہندوستان سے ملا ہوا ہے اس لئے سنڈیات اور ہندیات کے اوصاف تقریباً یکساں ہیں۔

غیران نساء ہریتفردن بدقہ البتہ سنڈیات کر کی نزاکت،

الخصور وطول الشعر . اور بال کی طولانی میں منفرد
ہیں۔

قدھاریات بھی، سندیات کے ہم پلہ ہیں اور ان میں خاص بات یہ ہے کہ
ولهن فضيلة على كل النساء، فان التَّيْبَ منهن
ان کو تمام عورتوں پر فوقیت حاصل ہے کیوں کہ بڑھا پا ان میں
منفرد ہے۔ وہ ہمیشہ گوری
دوشیزہ کی طرح رہتی ہیں ان
میں مولدات اپنے ماں باپ کی
طرف منسوب ہوتی ہیں۔ اور
ان کے اخلاق والدین کے
اخلاق سے ملتے جلتے ہیں۔

اسی طرح ابن عبدون نے مندرجات یعنی منصورہ کی باندیوں کے حسن
وجہاں اور اوصاف کا تذکرہ کیا ہے۔ جاحظ نے فخر السودان علی البیضان
میں اہل ہند کے حسن و جمال اور صباحت و ملاحت کا ذکر یوں کیا ہے،

ولهم من الرقى الحسن
والاخلاق المحمودة
وفيه جمال وملح واعتدال
وطيب عرق والى انسابهم
يُضرب الامثال۔
ان میں ظاہری حسن و جمال اور
اخلاق حسنة ہیں، ان کے جمال
میں ملاحت، موزونیت اور
پسینہ میں پاکیزگی ہوتی ہے، ان
صفات میں ان کی عورتیں

۱۔ رسالہ جامعہ لفنون نافذ فی شری الرقیق و تقلیب العبید۔ ضمن مجموعہ نوادرات
ج ۱ ص ۳۷۲ ص ۳۷۳ ص ۳۷۴ ص ۳۷۵ طبع قاہرہ ۱۳۳۵ھ۔ ۲۔ رسائل جاحظ ص ۲۲۳۔

مضب المثل ہیں۔

ہندوستان میں آنے والے تاجروں اور سیاحوں نے بھی یہاں کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا ہے۔ سلیمان تاجر نے راجہ طافن اور اس کے چھوٹے سے لگے کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہاں کی عورتیں گورے رنگ کی ہوتی ہیں اور ان کا شمار ہندوستان کی سب سے زیادہ خوبصورت عورتوں میں ہوتا ہے۔

اہل کشمیر کے حسن و جمال کا مشہور عربوں میں یوں تھا کہ وہ خلقت کے اعتبار سے اللہ کی حسین ترین مخلوق ہیں۔ ان کی عورتوں کے حسن کی مثال دی جا رہی ہے، ان کا قد و قامت بھرپور، اور شکل و صورت نہایت موزوں، بال گھنے اور لمبے ہوتے ہیں، ایک کشمیری باندی دو سو دینار یا اس سے زیادہ میں ملتی ہے۔ (معجم البلدان ج ۱، ص ۹۲)۔

ابن رستہ نے راجہ طافن کے ملک کی مالداری، زرخیزی اور حسن و جمال کو دلچسپ انداز میں یوں بیان کیا ہے کہ اس کے ملک کے باشندے گندمی رنگ کے ہیں، نیز ان میں گورے چٹے ہیں اور وہاں حسن و جمال عام ہے، یہاں کے غلام اس قدر حسین و جمیل ہوتے ہیں کہ قرب و جوار کے کسی علاقہ میں ان کی مثال نہیں ہے۔

اور مسعودی نے راجہ طافن کے ملک کی عورتوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہاں سے زیادہ حسین و خوبصورت عورتیں پورے ہندوستان میں نہیں ہیں۔ یہ عورتیں خلوت کے لیے مشہور ہیں اور باہ کی کتابوں میں ان کے تذکرے ہیں۔ بحری تاجر اور مسافر ان کو بڑی رغبت اور خواہش سے خریدتے ہیں اور یہ "طافیات" کے نام سے مشہور ہیں۔ سلیمان تاجر نے راجہ کا شبہ کیا۔

ملک کے باشندوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ گورے ہوتے ہیں اور ان میں حسن و جمال ہے حالانکہ یہ میدانی اور پہاڑی علاقوں کے رہنے والے ہیں۔
 اور مسعودی نے لکھا ہے کہ یہاں کے مردوں اور عورتوں میں حسن و جمال ہے۔
 ابن رستہ نے علاقہ ارمین کے باشندوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان میں حسن و جمال ہے، وہ اپنے لڑکوں کی شادی بچپن میں کر دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اس سے بدکاری سے حفاظت رہتی ہے۔

ہندوستان کا یہ حسن و جمال بہت بڑا فتنہ تھا، پھر یہاں پردے کا رواج نہیں تھا۔ اس لئے یہ فتنہ عام تھا، اور راجہ قمار کے علاوہ یہاں کے راجے ہمارے زنا کاری کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ وہ بڑا غیرت مند تھا اور شراب و زنا پر قتل کی سزا دیتا تھا، اس زمانہ میں یہاں آنے والے مسافروں کے لئے سراییں تھیں جن میں قحبہ خانے ہوتے تھے، بعض بت خالوں میں خوبصورت لڑکیاں بھورندہ اور منت رکھنے کا رواج تھا جس کی آمدنی بت خانہ پر صرف ہوتی تھی۔ جیسا کہ ابن رستہ، سلیمان تاجر اور ابو زید سیرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے، اسی فساد کی وجہ سے بقول ابو زید سیرانی:-

وكان مشايخ اهل سيوف سيران کے علماء و مشايخ اس
 يمنعون من الجھانز الى علاقہ میں سفر کرنے سے منع
 هذه الناحية، وخاصة کرتے تھے، خاص طور سے نوجوانوں
 الاحداث۔^۳

بحاظ نے لکھا ہے کہ ہندوستان کی عورتوں کو مرد کی خواہش بہت زیادہ

۱۔ رحلة سليمان ص ۳۲، ۲۔ مروج الذهب ج ۱ ص ۱۰۲، ۳۔ المسالك بالمالک

ص ۶۷، ۴۔ رحلة ابی زید ص ۳۲۔

ہوتی ہے۔ اسی لئے یہاں تجربہ خانے بنائے گئے ہیں۔ پھر تفصیل سے اس کی
وجہ بیان کی ہے یہ

ہندوستان کے لنگار خانہ حسن و جمال میں مسلمانوں اور
عربوں کے لئے کشش کے باوجود انھوں نے یہاں کے بازار حسن میں نہ سووے بازی
کی اور نہ ہی عشق و محبت کی عصمت کو مجروح ہونے دیا، بلکہ اپنے دامن
کو ہر قسم کے داغ و دھبہ سے بچائے رکھا۔ ابو زرید سیرانی نے انخاب ہند کی تفصیل بیان
کر کے آخر میں لکھا ہے: **واللہ جل وعز محمد علی ما اختار لنا و طهرنا
من ذنوب الکفرۃ۔** یعنی ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس
نے ہم کو اس سے محفوظ رکھ کر کامزوں کے گناہ سے پاک و صاف رکھا ہے۔
ہندوستان کی عورتیں اپنے حسن و جمال کی
بے پناہ کشش کے ساتھ موسیقی، امور خانہ دار

بچوں کی پرورش اور نوالہ و تناسل میں بھی شہرت رکھتی تھیں، اور ہند اور
بیرون ہند کے مسلمان ان سے شادیاں کرتے تھے۔ طبیب ابن حمدون بغدادی
نے ہندی غلاموں اور باندیوں کے ذکر میں لکھا ہے۔ **نسا ثم یصلحن للولد**
یعنی ہندوستان کی عورتیں نوالہ و تناسل کے قابل ہوتی ہیں۔ یہ جاننے
نے لکھا ہے کہ ہندی باندیوں کے مفاخر میں خوش خلقی اور خوش گلوئی اور
حسن صوت ہے، اسی طرح وہ ہر قسم کا کھانا پکانے میں مہارت رکھتی
ہیں۔

ومن مفاخر النبی حسن الخلق سیاہ رنگ والوں کے محاسن میں
وجود الصوت، وانک سے حسن خلق اور حسن صوت ہے۔

۱۷ شمارہ محبوب ص ۲۵، ص ۳۰۳ ص ۳۳۸ ۱۷ رسالہ نافعہ یفنون جامعہ الغرض ص ۳۳

تم یہ چیز خاص طور سے سندھی
 بانڈیوں میں پاؤ گے، دوسری
 بات یہ ہے کہ کھانا پکانے میں سندھی
 غلام سے زیادہ ماہر سوتی نہیں مل
 سکتا، وہ ہر قسم کا عمدہ کھانا پکانے
 کا سبق رکھتا ہے۔

لتجد ذلك في القيان اذا
 كن من بنات السند، و
 خصلة اخرى انها لا يوجد
 في العبيد اطيع من السند
 وهو اطيع على طيب الطبخ
 كله، له

ان ہی اوصاف و خصوصیات کی وجہ سے ہندوستان کی عورتیں عربوں میں
 ت زیادہ مقبول و محبوب تھیں۔ مسعودی نے بلخی سے متصل ہیمپور اور اس کے آس
 ن کی بستیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے یہاں تقریباً دس ہزار مسلمانوں
 دیکھا ہے جن میں بیاسرہ، سیراتی، عمانی، بھری، بغدادی اور دوسرے
 ہروں کے ہیں، وہ ان علاقوں میں متاہل ہو کر رہ بس گئے ہیں، ان میں بڑے
 بے تاجر ہیں، اس کے بعد لکھا ہے:

ومعنى قولنا البيا سرة
 يراد به من ولد وامن
 المسلمین بارض الهند،
 يدعون بهذا الاسم واحدهم
 بیس و جمعهم بياسرة۔

بیاسرہ سے مراد وہ مسلمان ہیں
 جو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔
 وہ اس نام سے پکارے جاتے
 ہیں ایک کو بیسر کہتے ہیں۔

یہ بیسرا اور بیاسرہ وہ نسل ہے جو ہندی بیوی اور عربی شوہر سے پیدا
 ہوتی تھی۔ یہ نسل نہایت خوبصورت ہوتی تھی۔ جاحظ نے کتاب المحیوان میں
 اس کے حسن و جمال کو رنگ و نسل کے اختلاط کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ گجرات اور

کوکن وغیرہ کے ساحلی علاقوں میں جو مسلمان آباد ہوئے، عام طور سے انھوں نے ہندی عورتوں سے شادیاں کیں، اور ان کی سے اولاد کا سلسلہ چلا، اور بھی ان میں یہ اختلاطی حسن پایا جاتا ہے،

عرب میں یہاں کی عورتیں اور بانڈیاں نہایت مرغوب تھیں اور بصرہ والے ان کے شیدائی تھے۔ جاہظ نے لکھا ہے :-

ان اهل البصرة اشقى النساء بصرہ والوں کے نزدیک سب
عندہم المندیات وبنات سے زیادہ مرغوب و محبوب ہندیات
انہندیات۔ لہ اور ان کی بیٹیاں ہیں۔

ہندیات سے مراد ہندی عورتیں اور بنات ہندیات سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کی مائیں ہندی اور باپ عربی ہوں، ان کا ملا جلا حسن و جمال بہت ہی جاذبیت رکھتا تھا اور عربوں کو بیکرد مرغوب تھا۔

عورت اور اس سے عشق کے بارے میں حکمائے ہند کا نظریہ، عربوں نے ہندی عورت کے حسن و جمال اور اوصاف

و کمالات کو اپنے ذوق لطیف کے مطابق پاکر ان سے شیفتگی ظاہر کی، یہ عجیب بات ہے کہ خود ہندوستان کے حکما و فلاسفہ اور دانشوروں نے عورت اور اس سے عشق و محبت کے بارے میں بالکل اس کے ضد نظریہ پیش کر کے عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے۔

ابوطیب محمد بن اسحاق بن یحییٰ الموشائی نے کتاب الموشی والظرف والافانیہ لکھا ہے کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے حکما و فلاسفہ اور اصحاب تجر عشق کے قائل نہیں ہیں۔ اور وہ اسے جنون اور جادو کی ایک قسم سمجھتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ عشق و محبت کے اسباب ہی نفرت و اختلاف کے باعث بنتے ہیں، اور اس میں ذلت و پریشانی ہوتی ہے، اس سے بیماری اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ جو عورت جس قدر زیادہ وفادار ہوتی ہے اسی قدر جلد غدار اور جفا پرور ہوتی ہے، اور جو عورت جس قدر زیادہ قسم کھاتی ہے۔ اسی قدر جلد بد باطن اور بیوفاتر ہو جاتی ہے۔

ہندوستان کے فطری حسن اور طبعی جمال کے ساتھ
یہاں کی تکوینی رنگینیاں اور علاقائی موسمی
دلفریبیاں شعرائے عرب کی عشقیہ شاعری میں

شعرائے عرب اور ہندوستان
کا طبعی و تکوینی حسن و جمال

انتیاز کا مقام رکھتی ہیں، اور عربی ادبیات میں "ہندیات" کا عنصر بہت ہی جمالیاتی رنگ لئے ہوئے ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ عبید اللہ بن قیس الرقیات کا قول ہے کہ

كَهَبَتْ رِيَاْحٌ مِنْ جَانِبِ السَّنَدِ فَقَلَّتْ يَا بَرْدَ هَا عَلَيَّ كَبِدُ
سند کی طرف سے ہواؤں کا جھونکا چلا تو میں نے اپنے دل میں اسکی ٹھنڈکی
محسوس کی۔

جاء بِرِّيَا الْحَبِيبِ يَجْمَلُهَا مِنْ بِلْدَانِ نَجْدِ الْهَيْبِ
وہ ہو آئیں محبوبہ کی خوشبو ایک دور دراز شہر سے دوسرے شہر میں لائی ہیں۔
منڈل اور قمار ہندوستان کے دو مقام ہیں جہاں کی عود منڈلی اور عود قمار
اپنی عمدگی، خوشبو اور عطربیزی میں مشہور ہے، ابن ہر مہ نے اپنے شاعرانہ تخیلات
سے ان دونوں مقامات کو ہندوستان سے اٹھا کر عرب میں پہنچا دیا ہے۔ وہ
کہتا ہے کہ

ملاحظہ فرمائیے اور انظر والنظرنا ہیں۔ - کہ دیوان الحماسہ، ابن شجری ص ۱۶۸ -

احب الليل، ان خیال سلمیٰ اذا ننا اللم بنا قرارا
 میں رات کو اس لئے محبوب رکھتا ہوں کہ جب ہم سوتے ہیں۔ تو سلمیٰ کا قلم
 سکون و قرار بخشتا ہے،

كان الركب اذ طرقتك باقوا بمندل او بقارعتی قمارا
 جب سلمیٰ عالم خیالی میں رات میں تمہارے پاس آئی۔ تو اس کی خوشبو سے محسوس
 ہوا کہ کاروان مندل یا قمار کے میدان میں شب باش ہے۔

ایک شاعر نے اپنی محبوبہ کے خرام ناز کے ساتھ عود مندی کا تذکرہ یوں
 کیا ہے سے

اذا ما مشت نادى بما فى ثيابها ذكى الشذا، واطندى المطيرة
 جب محبوبہ چلتی ہے تو اس کے پوشیدہ حسن و جمال کا اظہار خوشبو کی تیزی
 اور مندی عود کی عطر بیزی سے ہوتا ہے۔

ہندوستان کی خود کلاہی جودت و عمدگی میں مشہور ہے۔ ابوالعباس صفی
 نے اپنی محبوبہ کے ساتھ اس کا تذکرہ یوں کیا ہے سے
 لها ارجح يقصى عن مداها فتيت المسك والعود الكلاهي
 محبوبہ کے بدن میں ایسی خوشبو ہے کہ خشک اور کلاہی عود کی خوشبو اسکے
 مقابلہ میں بیچ ہے۔

ابن مطران شاعر نے اپنے مدمرح سے عود ہندی کی اگر تہی کا مطالبہ اس
 انداز میں کیا ہے سے

يا اكرم الاكرمين سيرة لعمرو وازكاهم سريرة

اے وہ رات جو سیرت و اخلاق میں سب سے بہتر اور باطنی کیفیات میں سب سے پاکیزہ ہے۔

لہجہ بلخاری، ص ۱۵۸۔ لہجہ ۸ ص ۱۴۳۔ لہجہ ۱۱ ص ۲۴۳۔

ومن بھماتہ العوالی اضحت عیون العلاء قریۃ
اور جسکی بلندی بہت سے بڑے لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔

لنرمنی راحتك شہبًا مصلعات مستدیرۃ
تم میری طرف اپنی چنگاری پھینکو جو پہلو دار اور گول ہے۔

بلاد لجموعہا ثلاث الہند، والتواک، والجزیرۃ
جو تین ملکوں کی خوشبو سے بنتی ہے، ہندوستان، ترکستان اور جزیرہ شحر،

ان تینوں ملکوں سے مراد عود ہندی، مشک تبتی، اور عنبر شحری ہے۔

عرب شعرا نے عام طور سے سیوت ہند (ہندی تلواروں) کا ذکر حرب و

ضرب اور رزم کے موقع پر کیا ہے، مگر کچھ اہل ذوق نے تشبیہات و کنایات

سے کام لے کر ان کو محبوبہ کی فتنہ سامان نگاہوں کے ہم پلہ بنا دیا، اور ان

کو میداں رزم سے اٹھا کر صحن و محبت کی بزم میں رکھ دیا۔ ابو محمد الخازن کا

قول ہے۔

ہند توی سیوف مقلتها مالا توی سیوفها الہند

محبوبہ ہند اپنی آنکھ کی تلواروں سے قتل و غارت کا وہ منظر دیکھتی ہے جو

اہل ہند اپنی تلواروں سے نہیں دیکھتے ہیں۔

اور صاحب بن عباد نے تزیہاں تک کہہ دیا ہے۔

اجفان ہند سیوف الہند

ہند کی پلکیں جیسے ہندوستان کی تلوار ہیں۔

ایک مشہور شاعر محمد بن بشار ہمدانی نے اپنے وطن ہمدان اور اس کے

پہاڑ اژوند کی سرسبزی و شادابی اور موسم بہار میں اس کی دلفریب

سے شمار اقلوب فی المغان والحنوب ص ۵۳۳۔ لے شمار اقلوب ص ۵۳۴۔

زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے ہندوستان کے خوش رنگ اور خوش نواپرندوں کا تذکرہ کیا ہے، ارباب ذوق ملاحظہ فرمائیں اور لطف اٹھائیں یہ

تَزَيَّنَتْ الدُّنْيَا وَطَابَ جَنَابُهَا وَنَاحَ عَلَىٰ اَعْصَانِهَا وَسَاكَا
موسم بہار میں دنیا میں دنیا بن سنورگئی، اور کوہ اردن کا دامن پھولوں سے بھر گیا
اور درختوں کی شاخوں پر ورشان بہند چہپہانے لگے۔

وَأَمْرَعَتِ الْقَيْعَانَ وَاحْضَرْنَ نَبْتَهَا وَقَامَ عَلَى الْوِزْنِ السَّوَاءِ مَانُهَا
ٹیلے سبز پوش ہو گئے اور سبزہ زاروں میں تازگی آگئی اور موسم خوشگوار
و معتدل ہو گیا۔

وَجَاءَتْ جُنُودٌ مِّنْ قَرَى الْهِنْدِ لَمْ تَكُنْ لِقَاتِي إِلَّا حِينِ يَأْتِي أَوَانُهَا
اور ہندوستان کے شہروں سے پرندوں کے جھنڈ آگئے جو اپنے وقت
ہی پر آتے ہیں۔

مَسَوْرَةٌ دُعَجُ الْعِيُونِ كَأَنَّمَا لُغَاتُ بَنَاتِ الْهِنْدِ تَحْكِي لِسَانَهَا
وہ پرندے کنبھے دار ہیں، ان کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی ہیں، ان
کی زبان ہندی لڑکیوں کی بولی بول رہی ہے۔

لَعَمْرُكَ مَا فِي الْأَرْضِ شَيْءٌ نُّلَذَّةً مِنَ الْعَيْشِ إِلَّا فَوْقَهَا هَذَا
تمہاری زندگی کی قسم دنیا میں ہمیں جینے کی جو جو لذتیں حاصل ہیں ان سب
سے اونچی لذت ہمدان میں ہے۔

ہندوستان اور اس کی اشیاء سے متعلق عربی اشعار کو جمع کیا جائے تو
عربی ادبیات میں ہندوستان کے موضوع پر اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی
ہے، یہاں بطور نمونہ چند اشعار پیش کر دیے گئے ہیں۔

مناکحت اور تو والد و تناسل

عرب و ہند کے درمیان مناکحت اور تو والد و تناسل کا سلسلہ اموی دور ہی میں شروع

ہو گیا تھا اور دونوں نسلوں کے امتزاج سے جو اولاد پیدا ہوئی اس کو بیسہ اور بیاسرہ کے نام سے یاد کرتے تھے، اس دور میں اس نسل سے مشہور محدث یزید بن عبداللہ بیسری بصری گذرے ہیں۔ عباسی دور میں عرب و ہند کے ازدواجی تعلقات میں بڑی وسعت پیدا ہوئی اور ہندوستان اور عرب کے مسلمانوں نے ہندی عورتوں سے شادیاں کیں، جن سے ایک نہایت حسین و جمیل اور مخلوط نسل بیاسرہ کی پیدا ہوئی، نیز یہاں کی بہت سی بانڈیاں خلفاء، امراء اور اعیان و اشراف کے قصور و محلات میں پہنچ کر امہات الاولاد ہوئیں، سندھ و مکران کے علاقہ دار الاسلام سے دور ہندوستان کے دارالکفر میں بھی مسلمانوں اور ہندی عورتوں کے درمیان رشتہ ازدواج قائم ہوا، خاص طور سے اس دیار کے عرب تاجروں نے ہندی عورتوں سے زیادہ سے زیادہ شادیاں کیں اور ان سے اولاد کا سلسلہ چلا، عباسی دور کے پچاس تین سال کے بعد مسعودی ۳۲۵ھ اور ۳۲۶ھ میں جمہور (بہی) آیا۔ اس نے یہاں تقریباً دس ہزار تاجروں کو دیکھا جو عرب کے مختلف علاقوں سے آکر یہاں آباد ہو گئے تھے اور ان میں بیاسرہ یعنی عربی و ہندی نسل کے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔

ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان کے ان عرب تاجروں کو بڑی آسانی سے یہاں کی عورتوں سے شادی کرنے کا موقع مل جاتا تھا اور وہ بلا تکلف خود بخود اسلام قبول کر کے مسلمانوں سے شادی کر لیتی تھیں، مسعودی سے

پہلے ابو زید سیرانی کا بیان ہے کہ ہندوستان کے بعض مقامات میں بحری تاجر وہاں کے بڑے لوگوں کی لڑکیوں کو اپنے یہاں طلب کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ کے علم کے باوجود بے تکلف چلی آتی ہیں، اسی وجہ سے سیران کے مشائخ اس علاقہ میں جانے سے خصوصاً نوجوانوں کو منع کرتے ہیں بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عورت عرب تاجروں سے شادی کے لئے تبدیلی مذہب کرنی تھی اس کوئی نکیر نہیں کی جاتی تھی۔

اس زمانہ میں مسلمان جس ملک میں آباد ہوئے انھوں نے وہاں شادیاں کر کے متاہل زندگی بسر کی، اور اس ملک کے شہری بن کر اپنی اولاد کو پروان چڑھایا۔ ہندوستان..... میں بھی ان کا یہی حال رہا ہے، اس دور میں عربوں میں مختلف اقوام و ممالک سے نسبی اختلاط اس کثرت سے ہوا کہ بعض اطراف سے اس کے خلاف آواز اٹھنے لگی، چنانچہ پیچھے نامی ایک شاعر اس پر عربوں کو یہ عار اور شرم دلانا ہے سے

نرعمتم بان الہند اولاد خندت و بینکم قرابی و بین البرابر
تم لوگ گمان کرتے ہو کہ اہل ہند ننگیے لوٹے کی اولاد ہیں، حالانکہ تمہارے اور افریقہ کے بربروں کے درمیان قرابت داری ہے۔

و دہلم من نسل ابن ضبۃ باسل و برجان من اولاد عمر و بن عامر
اور اہل ولیم ابن ضبہ بہادر کی نسل سے ہیں اور برجان والے عمرو بن عامر کی اولاد سے ہیں۔

فقد صار کل العاس اولاد واحدٍ و صاروا سواءاً فی اصول العناصو
تم میں اور دوسروں میں نسلی رشتہ کی وجہ سے سب لوگ ایک ہی نسل

سے ہو گئے ہیں اور اصل میں سب برابر ہیں۔

بنو الاصفراء الاملاک اکرم منکم واولی بقرباناملوک الاکاسر
بنو الاصفراء یعنی رومی بادشاہ تم سے زیادہ شریف ہیں اور ہم عربوں کی قرابت
کے لئے ایران کے کسرائی بادشاہ زیادہ مناسب ہیں۔

اتطمع فی صہری دعیا مجاہراً ولم ترستوا من دعی مجاہر
کیا تم مجھ کھلے ہوئے ہمتبنی کی دامادی کی خواہش کرتے ہو اور اس سے تباہ
نہیں کرتے؟

وتشتم لومارس ہطہ وقبیلہ وتمدح جہلاً طاہراً وابن طاہر
حالاں کہ تم اس کی (میری) قوم و قبیلہ کی مذمت کرتے ہو اور جہل و نادانی
سے ظاہر اور ابن طاہر کی تعریف کرتے ہو۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک | یہاں کے غیر مسلموں نے مقامی مسلمانوں
اور عرب تاجروں کے ساتھ جو حسن سلوک

اور عقیدت و محبت کا مظاہرہ کیا مسلمانوں نے اس کے جواب میں اسلامی
اخلاق کا برتاؤ کر کے ہندوستان اور عرب میں ان کی پذیرائی کی، اور ان
کی خاطر مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں کے بعض راجوں کی خدمت میں عرب تاجروں
نے گراں قدر تحائف پیش کئے۔ جس کے جواب میں انھوں نے اس سے کہیں
بہتر قیمتی تحفے دیے۔ اور یہاں کے غیر مسلم تجارتیادوسرے کاموں کے
سلسلہ میں جب عرب جاتے تو ان کے عرب دوست اور تاجران کی آؤ بھگت
کرتے اور شاندار دعوتوں کا اہتمام کر کے ان کے ذوق اور عادت کی رعایت

۱۔ بلوغ اللاب فی معرفۃ احوال العرب ج ۱ ص ۱۶۸۔

کرتے، ابو زید سیرانی نے بیان کیا ہے کہ ہندوستان کے کچھ ہندو ایسے ہیں کہ دو آدمی ایک برتن میں نہیں کھاتے اور نہ ایک دسترخوان پر بیٹھتے ہیں جب یہ لوگ سیران جاتے ہیں اور وہاں کا کوئی نامی گرامی تاجر اور صاحب ثروت ان کی دعوت کرتا ہے تو ہر ایک کے سامنے علیحدہ علیحدہ برتن رکھتا ہے جس میں وہ تنہا کھاتا ہے۔ وہ سبکڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں اور اسی طرح ہر ایک کے لئے الگ الگ کھانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے یہ

❖ ❖ ❖

عرب ہند درمیان تجارت

اس دور میں اسلامی حضارت و ثقافت کی طرح مسلمانوں کی تجارت بھی دنیا پر چھانی ہوئی تھی، اور بری و بحری راہیں اور شاہراہیں تجارتی قافلوں اور سامان سے رات دن آباد رہا کرتی تھیں، مغرب میں یورپ سے گذر کر انڈس تک، مشرق میں چین تک، شمال میں قسطنطنیہ تک اور جنوب میں افریقہ تک مسلمان تاجروں کے تجارتی اسفار ہو کرتے تھے۔ اس دور کے تاجر اور سوداگر مغربی ممالک سے سامان تجارت لے کر بحری راستہ سے مصر کے قریب مقام فرماتک آتے، پھر پھپھیں فرخ خشکی کا راستہ (جہاں اب نہر سویس ہے) طے کر کے بحر قلزم میں داخل ہوتے اور مشرقی ممالک کا رخ کر کے مدینہ منورہ کی بندرگاہ جا رہا اور مکہ مکرمہ کی بندرگاہ جہہ پہونچتے، اس کے بعد سندھ اور ہندوستان ہوتے ہوئے چین جاتے، پھر ان ہی راستوں سے واپس ہوتے ہوئے بحر قلزم تک آتے اور فرما سے مغربی ممالک کا رخ کرتے بعض اوقات یورپ کے بجائے قسطنطنیہ چلے جاتے اور کبھی شام اور انطاکیہ ہوتے ہوئے براہ فرات بغداد چلے آتے پھر ابلہ اور عمان ہوتے ہوئے سندھ، ہندوستان اور چین چلے جاتے اور ماوراء النہر کے تاجر انڈس تک پہونچتے اور طنجہ ہوتے

ہوئے، افریقہ، مصر، مدینہ، دمشق، کوفہ، بغداد، بصرہ، اہواز، فارس،
کربان، سندھ، ہندوستان اور چین جایا کرتے تھے۔

بجری تجارت اور ہندوستان کے بحری راستے | سلیمان تاجر اس دور کا مشہور سیاح و تاجر ہے
جو عرب سے ہندوستان کا تجارتی سفر کیا کرتا تھا۔

تھا۔ اس نے بحری راستوں کی تفصیل یوں بیان کی ہے بصرہ سے سیران کا
فاصلہ ایک سو اسی فرسخ ہے۔ عام طور سے سیران میں جہازوں میں تجارتی
سامان لاتے ہیں اور بیٹھاپانی لیتے ہیں۔ اور دو سو فرسخ طے کر کے عمان کی
آخری عملداری مسقط میں آتے ہیں۔ سیران اور مسقط کے درمیانی سمندر کے
مشرقی حصہ میں سیف بنی صفاق اور جزیرہ ابن کاوان ہے۔ اور سمندر کے اندر
کبیر اور عویر نامی دو پہاڑ ہیں جو سطح سمندر پر بہت کم ظاہر ہوتے ہیں، دونوں
پہاڑوں کے درمیان راستہ بہت ہی تنگ ہے۔ چھوٹی کشتیاں گزر جاتی ہیں۔
البتہ چینی کشتیاں نہیں گزر سکتی ہیں۔ ان دشوار گزار سمندری پہاڑوں
سے نکل کر ہم صحارہ عمان پہنچتے ہیں۔ اور وہاں کے کنوؤں سے بیٹھاپانی
لیتے ہیں، پھر سنگر اٹھا کر سیدھے ہندوستان کا رخ کرتے ہیں۔ ہوا معتدل
اور موافق ہوتی ہے ایک ماہ کی مسافت طے کر کے جنوبی ہند کے شہر کولم ملی پہنچ
جاتے ہیں، یہ مقام ہندوستان میں بحری تجارت کا بین الاقوامی مرکز ہے۔
یہاں چینی جہازوں سے ایک ہزار درہم اور دوسرے جہازوں سے دس دینار
ٹیکس لیتے ہیں، جہاز والے یہاں سے بیٹھاپانی لیتے ہیں۔ اس کے بعد بحر ہند
میں داخل ہوتے ہیں، اس میں ایک مقام بلخ بالوس نامی ہے، پھر کلبہ بار آتا
ہے۔ ساحل کو باراپار کہتے ہیں۔ پھر بتومہ دس دن کی مسافت پر ہے۔

اس کے بعد دس دن کی مسافت پر کدرنج ہے یہاں سے بوقت ضرورت بیٹھا پانی لیا جاتا ہے، اس کے آگے سنف ہے "پھر صند و فولات (سنگاپور؟) اور صنی ہے، اس کے بعد حدود چین میں داخل ہوتے ہیں۔

یہ ہندوستان کے باہر سے گذر جانے کی تفصیل تھی، ہندوستان میں آنے جانے کے بحری راستوں کی تفصیل ابن خرداد بہ نے یوں بیان کی ہے۔ جزیرہ ابن کاوان سے سات دن کی مسافت طے کرنے کے بعد مقام ثارا آتا ہے جو فارس اور سندھ کے درمیان حد فاصل ہے، وہاں سے سندھ کا مشہور شہر دیبل آٹھ دن کی راہ پر ہے، پھر دریائے سندھ سے گذر کر چار دن پر اوٹکین آتا ہے۔ جو سندھ کے بعد ہندوستان کا پہلا علاقہ ہے۔ وہاں سے دو فرسخ پر مید، اور آگے دو فرسخ پر کوئی ہے۔ پھر اٹھارہ فرسخ پر سیدان (علاقہ بلبی) پڑتا ہے۔ پھر پانچ دن کی راہ پر مکی اور دو دن کی راہ پر بلین ہے۔

بلین سے بحری راستہ کئی حصوں میں تقسیم ہو کر کنارے کے شہروں سے گذرتا ہے یہاں سے بابتن دو دن کی مسافت پر ہے۔ وہاں سے سجلی اور کبکان ایک دن کی راہ پر ہے، وہاں سے دریائے گوداوری کا سنگم تین فرسخ ہے پھر کیلکان، نوا، اور کنجہ دو دو دن کی راہ پر واقع ہیں، اس کے آگے سندھ نامی مقام پندرہ بیس دن کی راہ پر ہے، اس کے بعد کامرون، اور نشین اور ایبہ ہے۔

بلین سے سمرندیپ ایک دن کی مسافت ہے، اس کے بعد جزیرہ رامی، اور کئی جزائر ہیں، اور جو شخص چین کا سفر کرنا چاہے۔ وہ بلین سے ہٹ کر

۱۹۱۵ء -

سرندھپ کے بائیں سے چلے، اس راستہ میں دس سے پندرہ دن کی راہ پر جزیرہ نیکبالیوس آتا ہے۔ چھ دن کے بعد کاکہ پڑتا ہے اور جزیرہ جاہ شلار (سلیٹ؟) اور ہرج وغیرہ ہے۔

جہازوں میں سامان تجارت اور تجارت کی کثرت | بحری تجارت کے عروج، تجارتی سامانوں کی زیادتی اور تاجروں کی

کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تاجروں کی آمد و رفت ہر وقت رہا کرتی تھی اور عرب و ہند کے درمیان تعلقات قائم رہتے تھے۔ ابو زید سیرانی نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے علاقے جلنے پہچانے ہیں کیوں کہ ان دنوں عرب و ہند کے شہر ایک دوسرے سے قریب ہیں اور ہر وقت ادھر کی خبریں ادھر پہنچتی رہتی ہیں۔ ہرموز میں ایک بہت بڑا اور مشہور تاجر حسن بن عباس نامی تھا۔ اس کے کئی تجارتی جہاز تھے جو ہندوستان اور چین تک آتے جاتے تھے۔ اور حکومت کو اس کی تجارت سے بہت زیادہ آمدنی ہوتی تھی۔ شان و شوکت کا حال یہ تھا کہ اس کے غلام اور ملازم اس کی مسجد کے دروازے پر پانچوں وقت نوبت بجایا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس کی خبر کرمان کے بادشاہ محمد بن ارسلان شاہ کو دی تو اس نے کہا کہ اگر حسن بن عباس دن میں پچاس بار نوبت بجوائے تب بھی میں اسے رد نہیں سکتا۔ اس کے جہازوں کے ٹیکس سے میرے خزانہ میں ہر سال تقریباً ایک لاکھ دینار کی آمدنی ہوتی ہے اور میں اس کو تجارت کرنے اور نفع کمانے کی ترغیب دیتا رہتا ہوں۔

ایک تاجر کا بیان ہے کہ ہم لوگ سیراف سے جمہور کے لئے چلے تین بڑے بڑے جہاز ایک ساتھ نکلے جن میں بارہ سو تاجر اور ملازم تھے۔ اور تجارتی مال

سبب کی کثرت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور گیارہ دن کے بعد سندان اور
بیور کے آثار نظر آنے لگے، اس قدر تیز رفتاری کی مثال اس سے پہلے نہیں
تی ہے۔

جنوبی ہند کی بندرگاہ کلہ سے ایک تجارتی جہاز اکتالیس دن میں عمان پہنچا
ہاں کے راجہ نے اس جہاز کے تجارتی سامان کا ٹیکس چھ لاکھ دینار وصول کیا۔
اور بہت سے تاجروں کا سامان یوں ہی چھوڑ دیا۔ جن کا ٹیکس تقریباً دو لاکھ
دینار تھا اور جو سامان لوگوں نے چھپا رکھا تھا، اس کا نوٹ شمار ہی
نہیں لگے۔

جو چینی جہاز براہ ہندوستان سیران آتے جاتے تھے ان میں مختلف
لکوں کے تاجروں ہا کرتے تھے۔ ڈاکوؤں سے مقابلہ کے لئے ان میں گرم تیل
اور اسلحے رکھے جاتے تھے، ہر جہاز میں عموماً چار سو تاجروں اور پانچ سو لڑنے
والے سپاہی ہا کرتے تھے۔

کلہ کی بندرگاہ سے عود، کافور، صندل، ہاتھی دانت، قلعی ورائنگا، آنہوں،
بقم اور دیگر سامان تجارت اس قدر زیادہ برآمد ہوتے تھے کہ کلہ اور
عمان کے درمیان ہر وقت جہازوں کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

اسی طرح ہندوستان کے بعض جزیروں سے ناریل بھاری مقدار میں
عرب جاتے تھے۔ ابو زید میرانی نے لکھا ہے کہ عمان کے تاجروں، بسولہ،
دیگرہ لے کر ان جزیروں میں جاتے ہیں اور ناریل کے درخت کاٹ کر سکھاتے
ہیں، پھر ان سے تختے اور بتلیاں بناتے ہیں۔ اور ناریل کے چھلکے اور چھال

۱۶۵۔ عجائب الہند ص ۱۳۳۔ ۱۳۳۔ ۱۳۳۔ اخبار الزمان
ص ۳۹۔ ۳۹۔ ص ۲۰۔

کی رستی بنا کر اسی سے ان کو باندھتے ہیں۔ اس طرح کشتیاں تیار کر کے ناریل کے تنوں سے پتوار اور بادبان بناتے ہیں۔ اور ان میں ناریل بھر کر عمان لاتے ہیں۔ اس تجارت میں بڑی برکت اور نفع ہے، کیوں کہ اس میں کسی دوسرے کی محتاجی نہیں رہتی ہے اور نہ ہی رقم خرچ ہوتی ہے۔

ایسی کشتی جو بانس یا لکڑی کے تختوں کو باندھ کر بنائی جاتی ہے اسے عربی زبان میں ارباث اور فارسی میں شنان کہتے ہیں۔ بسا اوقات عرب جہازہ ان بھی اُسے شنان ہی کہتے ہیں۔ اور جو کارہیگر اس طرح لکڑی جوڑ کر کشتی بناتا ہے اس کو جلفاظ کہتے ہیں۔

عرب و ہند اور چین تک آنے والے تجارتی جہازوں اور تاجروں پر یہاں کے سمندری لٹیروں کی یلغار

سحری ڈاکوؤں سے جنگ

رہا کرتی تھی، اس راہ کی یہ سب سے بڑی مصیبت تھی۔ ان کے مقابلہ کے لئے عام طور سے ہندوستان کے مید اور سیامجہ جہازوں پر ملازم رکھے جاتے تھے جو نطف و نار اور تیراندازی سے حملہ آوروں کو مار بھگاتے تھے۔ اسمعیلویہ بن ابراہیم ناخدا کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مقام کلمہ سے عمان کے لئے جہاز لے چلا، ابھی کلمہ سے تھوڑی دور گیا تھا کہ ڈاکوؤں نے ستر کشتیوں میں آکر جہاز ٹوٹنا چاہا، ہم نے تین دن تک ان سے جنگ کر کے ایک جماعت کو جلایا اور ایک گروہ کو قتل کیا اس کے بعد آگے بڑھے۔

سندھ کی کھاڑیوں میں مسافر اور تاجر تین تین بلاؤں میں گھرے رہتے تھے، پانی کے اندر گھریاں، باہر ڈاکو اور ساحل پر چیتے ہوتے تھے۔

۱۔ رحلہ ابی زید ص ۱۳۱، ۲۔ کتاب المغرب، جو ایضاً، ورق ۲۲، ۲۵ قلمی،

۳۔ عجاہند ص ۱۳۰

دشمن کے حملہ میں اگر جہاز ڈوبتا تو دم کے دم میں تمام مسافر گھڑیاں کا
لقمہ بن جاتے، اور اگر کنارے کی طرف بھاگتے تو چپتے ہضم کر جاتے اور
ان دونوں سے نجات پاتے تو بحری ڈاکو ان کے جان و مال کے مالک
ہو جاتے تھے۔

ہندوستان کے اندر بھی تاجروں کو چوروں اور ڈاکوؤں سے دوچار
ہونا پڑتا تھا۔ بعض اوقات لٹیرے ان کو یرغمال بنا کر پکڑ لے جاتے اور
منہ مانگی رقم لے کر واپس کرتے، ورنہ قتل کر ڈالتے، اس کی تفصیلات اپنی
جگہ گزر چکی ہیں۔

عام طور سے بحری تجارت پر عرب تاجر قابض
ہوئے اور بری تجارت میں عجمی سوداگر آگے تھے،

چین، صغد، تبت، خراسان، بلخ، بخارا، فارس، سبتان، اور دیگر بلاد
عجم کے تاجر اپنے ملکوں کی پیداوار اور مصنوعات ہندوستان میں لاکھ فروخت
کرتے تھے۔ تبت، خراسان اور ماوراء النہر کے تجارتی قافلے سندھ کے شمال
مغربی علاقہ نہرچ کی راہ سے داخل ہو کر اندرون ملک آتے تھے اور ان کو
ان منزلوں اور مسافتوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ نہرچ (پایہ) سے طاسران و
فرسخ، وہاں سے باسور جان چورہ فرسخ، وہاں سے تجمین دس فرسخ، وہاں
سے علاقہ بلوچ بنیں فرسخ، وہاں سے قزاقین فرسخ، وہاں سے آسٹریا چالیس فرسخ، وہاں سے قریہ
سیمان بن سبب اٹھائیس فرسخ، اس جگہ سے خراسان کے سوداگر سندھ
اور ہندوستان جاتے ہیں، وہاں سے منصورہ اسی فرسخ ہے، اور مکران کی
ابتدائی سرحد سے منصورہ تک کی مسافت تین سو اٹھاون فرسخ یعنی ایک

سہ جانب الہند ص ۱۱۵۔

محبتہ دس فرسخ، وہاں سے قزاقین فرسخ، وہاں سے بلوچ بنیں فرسخ،

چوہتر ترمیل ہے اہل غزنیوں کے سوداگر ہندوستان اور چین میں تجارت کرتے تھے۔^{۱۰۶۲}

ہندوستان میں درآمد ہونے والے سامان اور اشیاء | عرب و عجم کے بلاد و اقصاء سے ہندوستان میں درآمد

ہونے والے سامان اور اشیاء کے بارے میں تفصیل نہیں ملتی ہے، اور اس دور میں جس طرح عالم اسلام کی اشیاء و مصنوعات ہر ملک میں آتی جاتی تھیں یہاں بھی آتی جاتی تھیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں، بصرہ سے دیبل میں کھجور آتی تھی۔ جنوبی ہند میں غیر ملکی گھوڑے لائے جاتے تھے، سرندیپ کا راجہ عراق سے شراب منگاتا تھا، زمر کے مصری نگینے جو انگوٹھی میں بڑے ہوتے تھے، خوبصورت ڈبیوں میں ہندوستان آتے جاتے تھے، مرجان اور دھنچ نامی پتھر بھی درآمد ہوتا تھا، لہ ماوراء النہر کے ایک دریا سے خاص موسم میں پھلیاں بہت نکلتی تھیں، ان کو سکھا کر ہندوستان بھیجا جاتا تھا۔ شہر غناطہ کے قریب مالقہ نامی شہر کے چاروں طرف انجیر کے بانغات تھے۔ یہاں کی انجیر دنیا بھر میں مشہور تھی اور مصر، شام، عراق، ہندوستان بھیجی جاتی تھی، لوہا بھی بھاری مقدار میں یہاں آتا تھا۔

ابوزید سبرانی نے لکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں سندھی دنا بھر ہندوستان میں لجا کر ایک سندھی دینار تین یا اس سے زائد ہندی دینار پر فروخت کیا جاتا تھا۔^{۱۰۶۳}

بحر زنج کے جزائر سے ہاتھی دانت آتے تھے شیخ حجاز، ہندوستان اور چین

۱۰۶۳۔ المسالک والمالک ص ۵۵، لکھنؤ، معجم البلدان ج ۵ ص ۳۱۱۔ ۱۰۶۴۔ رحلتہ ابو زید ص ۱۳۶۔ ۱۰۶۵۔ رحلتہ ابو زید ص ۱۳۷۔ ۱۰۶۶۔ انبار الزمان ص ۳۷،

ہیں اندلس کے مرجان کی مانگ رہا کرتی تھی اور یہاں کے تاجر اس کو بجز اندلس سے منگاتے تھے بلکہ

ہندوستان سے برآمد ہونے والے سامان اور اشیا | جاغظ نے کتاب التبصرہ
بالتجارة میں لکھا ہے کہ

ہندوستان سے ہبر، چیتے، چیتے کی کھال، یاقوت سرخ، صندل سفید، آم بنوس، اور ناریل عرب ممالک میں آتے ہیں۔ یہاں کے عطور و بخور میں تاجروں کے نزدیک بہترین عود مندی ہے۔ وہ جس قدر سخت ہوتی ہے اسی قدر عمدہ مانی جاتی ہے۔ اس کی عمدگی کا پتہ تیز خوشبو اور پھیلتی ہوئی مہک سے چلتا ہے، بہترین عود پانی میں ڈوب جاتی ہے۔ رومی عود کی علامت یہ ہے کہ پانی پر تیرتی رہے، تبتی مشک جس کی خوشبو اڑتی ہے، عمدہ ہوتی ہے، جند بادستر، دم الاخوبین اور سیاہ دار و جس قدر ہلکا اور خوشبو دار ہوتا ہے اسی قدر بہتر مانا جاتا ہے بلکہ

ابن خرداد بہ نے المسالک والممالک میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے ان مقامات سے یہ اشیا برآمد کی جاتی ہیں۔ سندھ سے قسط، نیزہ اور خیزران ربانس وغیرہ، سندان سے ساگو ان اور نیزہ، ملی سے مرچ اور نیزہ، سنجلی کبشکان، اور لو سے گیہوں اور چاول، اور نشین سے ہاتھی، بھینس، چوپائے اور دوسرے بہت سے سامان، امینہ سے ہاتھی، سرندیپ سے ہر قسم کا یاقوت عود، الماس، مرچ، عطر، مشک، زباد، ناریل، سنباج، بلور، موتی اور خوشبوئیں، رامی (رہی) سے عنبر، زانج سے کافور، نکبالوس سے لوہا، کلہ سے قلمی رائیگا۔ خیزران لکڑی، جزیرہ بالوس سے عمدہ کافور، کیلا، ناریل، گنا،

۱۔ اخبار الزمان ص ۲۶۔ ۲۔ التبصرہ بالتجارة ص ۳۳۔ ۳۔ ص ۲۲۔

چاول، شلاہٹ (سلہٹ؟) اور ہرج سے ناریل، کیلا، گنا، صندل، سنبل، لونگ اور یہاں کے شہروں کے بیان میں لکھا ہے کہ ان مقامات کی یہ چیزیں مشہور ہیں۔ بلادِ ہندی کے سوئی، مٹلی، کپڑے اور عودِ ہندی، بتومہ کی عودِ ہندی اور کانور، قمار کی عودِ قمار، اور چاول، صنف کی عودِ صنفی، گائے بھینس اور ہندوستان کے مشرقی ساحلی علاقوں سے عود، کافور، جوز بوا، لونگ، قاقہ، کبابہ، ناریل، بناتی، کپڑے، سوئی، مٹلی، کپڑے، ہاتھی، اور سرندیپ سے ہرننگ اور ہرننگل کے یا قوت، الماس، موتی، بلور، سنباوچ، بقم وغیرہ برآمد کئے جاتے ہیں۔

ابو منصور ثعالبی نے شمار القلوب میں لکھا ہے کہ ہندوستان کی بہترین عودِ ہندی ہے۔ اس کی سختی و صلابت اس کی عمدگی کی پہچان ہے۔ تروتازہ ہو تو اس پر انگوٹھی کا نشان ظاہر ہو جاتا ہے، اس کی خوشبو کپڑے میں ایک ہفتہ سے زیادہ رہتی ہے اور کپڑے میں جو نہیں نہیں پڑتی ہیں، نیز ہندوستان کی خاص چیزیں ہیں ہاتھی، گینڈا، شیرببر، طوطا، طاؤس، ہندی مرغی، یا قوت سرخ، صندل سفید، باج، ساج، توتیا، لونگ، سنبل، مرچ اور جڑی بوٹی شامل ہے۔

ابن فقیر ہمدانی نے کتاب البلدان میں لکھا ہے کہ شلاہٹ سے عنبر، ملی اور سندان سے مرچ، شلاہٹ کے جنوبی علاقہ سے بقم، زانج سے لونگ، صندل، کافور، جوز بوا، نکبالوس سے خیزران، کلمہ سے رصاص قلعی، سرندیپ سے یا قوت وغیرہ، نیز اس ملک سے گینڈا، طاؤس، طوطا، ہندی مرغی

۱۔ المساک والممالک ص ۶۳ ر ص ۶۴ د ص ۶۰ ر ص ۶۱ د ۲۔ شمار القلوب ص ۵۳۳ -

— اور ہر قسم کی خوشبوئیں اور دوائیں عرب ممالک میں جاتی ہیں۔

جنوبی ہند کا شہر کلہ یہاں کے تجارتی مال کی منڈی تھا اور اس علاقہ کی تمام پیداوار یہاں یکجا مل جاتی تھی۔ عود، کافور، صندل، ہاتھی دانت قلعی رنگا، آبنوس، بقم پٹے رہتے تھے۔ اور یہاں سے براہ راست سامان تجارت عمان جاتے تھے۔

ہندوستان سے برآمد ہونے والی اشیاء کی یہ تفصیل ان تاجروں اور سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کی ہے جو تیسری صدی میں موجود تھے اور انہوں نے اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی روشنی میں اسے لکھا ہے، ان کے علاوہ بعد کے بعض مؤرخوں نے بھی اس کے بارے میں لکھا ہے ہم یا قوت جموی کی معجم البلدان سے چند اشیاء کو بیان کرتے ہیں۔ جو یہاں سے عرب میں جاتی تھیں۔ سندھ کے ایک شہر تیتندانی سے نو شادر، کچھ کے علاقہ سے بہترین قسم کی رنگین چادریں جو رنگ اور پھول پتی کے اعتبار سے نہایت خوشنما اور دیدہ زیب ہوتی ہیں، نیز یہاں سے بہترین قسم کی نیل جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں، عرب میں آتی ہیں۔ بھڑوہج سے بھی عمدہ قسم کی نیل برآمد کی جاتی ہے۔ بھیمان (سوراشٹر) سے بیلانی تلواریں ہندوستان کے علاقہ خور فوفل سے ہندی تلوار، جو یہاں کی بہترین تلوار مانی جاتی ہے نیز فوفل نامی ایک جڑی بھی یہاں سے باہر جاتی ہے۔ سیلان (سرندیب) سے دارچینی، زہرہ، بقم اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اور دوائیں جو وہاں پیدا ہوتی ہیں۔ وسط ہند میں دھسل نامی مقام سے مریچ دنیا بھر

۱۶۔ کتاب البلدان ص ۱۶۔ ۱۷۔ اخبار الزمان ص ۲۰۔

میں جاتی ہے مکران اور سندھ کے شہر فیروز، جربان، سر بار اور اسکان سے فائدہ نامی طبع و زبان پر
 بیجا جاتا ہے خاص طور سے فائدہ نامی بہترین قسم کا توتل ہے اور پوری دنیا میں اسکی مانگ ہے۔ منصوبہ
 پھل، آم اور علاقہ بدھ سے پالا اونٹ برآمد کئے جاتے ہیں۔ طوران سے فائدہ نامی، سندان سے
 بھاری مقدار میں چاول کھبائت سے جوتے اور عقیق، سندان سے جواہر
 تھانہ سے کپڑے، کوکن سے چاول اور ساگوان، عرب میں جاتے تھے۔
 ہندوستان سے غلام اور باندی بھی عرب و عجم میں تجارت کے لئے
 بھیجے جاتے تھے۔ بلخ میں ایک محلہ کا نام ہندوان تھا۔ کیوں کہ اسی میں ہندو
 سے جانے والے غلام اور باندی اترتے تھے۔ (اللباب)

خرید و فروخت کی زبان | اس دور کے عرب اور مسلمان تاجر جن ملکوں میں
 آتے جاتے تھے وہاں کی زبان بقدر ضرورت

جانتے تھے اور فی الجملہ متعدد زبانوں سے واقف تھے۔ اسی طرح یہاں
 کے لوگ عربی زبان کے تجارتی الفاظ و محاورات سے واقفیت رکھتے تھے، آج
 کل اس کی مثال بمبئی میں پائی جاتی ہے جہاں عرب تاجروں اور سیاحوں
 کی آمد و رفت جاری رہتی ہے اور کئی عرب تاجر یہاں مستقل طور سے رہتے
 ہیں۔ یہ لوگ تجارتی کاروبار میں یہاں کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ اور
 یہاں کے تاجر اور دوکاندار دار عربی زبان میں معمولی طور سے بات چیت
 کر لیتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں بھی جابین ایک دوسرے کی زبان سمجھ لیتے تھے اور
 تجارتی مرکزوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں، البتہ دور دراز
 مقامات اور جزائر کے باشندے عرب تاجروں کی زبان نہیں سمجھتے تھے
 ملہ معجم البلدان۔

اور نہ عرب تاجر ان کی زبان سمجھتے تھے۔ اس لئے اشارہ سے کام چلاتے تھے۔ ابن خرداد بہ نے علاقہ رومی کے ایک گروہ کے بارے میں لکھا ہے :-

وبھاناس عراة فی غیاض
لایفھم کلامھم لامنہ
یہ لوگ ننگے ہوتے ہیں اور
جھاڑیوں میں رہتے ہیں۔ انکی
زبان سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ
صغیر۔

وہ سبھی کی طرح ہوتی ہے۔

اور سلیمان تاجر نے بیخ بالوس کے باشندوں کے متعلق لکھا ہے :-

لایفھمون لغة العرب
ولا ما یعرف التجار
یہ لوگ نہ عربوں کی زبان جانتے
ہیں اور نہ ہی تاجر جو زبانیں
جانتے ہیں، ان میں سے کسی زبان
من اللغات۔

سے واقف ہیں۔

یہ لوگ اشارے سے خرید و فروخت کرتے ہیں اور اپنے سامان کے عوض لوہا لیتے ہیں، تیراکی میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی لوہا لے کر بھاگ جاتے ہیں۔

ایک مقام پر لونگ کی تجارت یوں ہوتی ہے کہ عرب تاجر اپنا سامان جہاز سے اتار کر ایک خاص مقدار میں کنارے پر رکھ دیتے ہیں اور جہاز میں چلے جاتے ہیں، دوسرے دن جاتے ہیں تو سامان کی جگہ لونگ رکھی ہوئی ملتی ہے۔ بعض اوقات سامان اور لونگ دونوں چیزیں بڑی رہتی ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سامان کم ہے اور چاہیے۔ چنانچہ تاجر مزید سامان رکھ کر لونگ اٹھا لیتے ہیں۔

ل المسالك والممالک ص ۶۵۔ رعاہ سلیمان التاجر ص ۱۶۔ رعاہ اخبار الزمان ص ۲۸۔

اندلس کے ایک بزرگ ہندوستان آنے والے جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے جہاز کے کپتان کو ہندی میں سلام کیا۔

فسلم علیہ بالہندیۃ فرد انھوں نے کپتان کو ہندی زبان میں
 علیہ یہ سلام کیا اور اس نے جواب دیا

ایک مرتبہ عرب کا ایک تجارتی جہاز ہندوستان کے حدود میں آکر طوفان
 میں پھنس گیا اور تیس آدمی انٹر کر ساحل پر آئے انکو دیکھ کر مقامی
 باشندے بھاگ گئے۔ صرف ایک آدمی کھڑا رہا۔ راوی کا بیان ہے۔

فکلمنا فلم نعرف لغتہ اس نے ہم سے گفتگو کی تو ہم میں
 الا رجل واحد متاۃ سے صرف ایک آدمی اس کی

زبان سمجھ سکا۔

تجارتی کاروبار میں ایک دوسرے کی زبان سمجھنے سمجھانے کے لئے
 مترجم بھی ہوتے تھے۔ بہت سے تاجر راجوں مہاراجوں کے دربار میں
 آتے جاتے تھے، ان سے خرید و فروخت کرتے تھے، ان کے یہاں سالوں
 تک پرٹے رہتے اور ہر قسم کی بات چیت کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ طرفین بے تکلفی سے باہمی گفتگو کیا کرتے تھے۔

عام طور سے خرید و فروخت نقد قیمت کی صورت
 میں ہوتی تھی اور سکہ، چاندی، سونا اور

کوڑی میں سے جہاں جس کا چلن ہوتا وہی دیا جاتا تھا۔ بعض جگہوں میں
 سامان کے بدلے سامان دیا جاتا تھا۔

ابن خرداد بہ نے لکھا ہے کہ راجہ جزیر کے ملک میں دراہم طاہریہ کا رواج

۱۹۱ ص ۲۴ - ۲۵ ص ۱۹۱ -

ہے، سلیمان تاجر نے بتایا ہے کہ یہاں کے لوگ چاندی کے ٹکڑوں کے ذریعہ خرید و فروخت کرتے ہیں، اور یہاں اس کی کانیں ہیں۔ ابن رستہ نے لکھا ہے کہ یہاں کے باشندوں کا معاملہ سونے کے ٹکڑوں اور طاہری درہم سے ہوتا ہے، ان پر راجہ کی تصویر ہوتی ہے اور وزن ایک مثقال ہوتا ہے۔ یعنی اس علاقہ میں عرب تاجروں کو قیمت دینا طاہری، درہم طاہری، سونا اور چاندی کی شکل میں ملتی تھی۔ سلیمان تاجر نے بیان کیا ہے کہ راجہ بلہر کے یہاں بھی درہم طاہریہ کا چلن ہے، البتہ اس کے ایک درہم کا وزن عراق کے ڈیڑھ درہم کے برابر ہوتا ہے۔ یہ سکہ راجہ کے یہاں ڈھالا جاتا تھا۔ ابو زید سیرانی کا بیان ہے کہ قدیم زمانہ میں تاجر سندھی دینار ہندوستان لے جاتے تھے جو وہاں تیرہ دینار بلکہ اس سے زائد میں فروخت ہوتا تھا۔ قامرون میں سونا بہت زیادہ ہے، اسی طرح راجہ زانج مہراج کے خزانہ میں سونا بڑی مقدار میں ہوتا تھا۔ بلا درہمی میں کوڑی کارواہ ہے اور یہاں کی حکومت اسی کو اپنے خزانہ میں رکھتی ہے، یہی نقود تجارتی لین دین میں چلتے تھے۔ یخ بالوس کے باشندے چھوٹی چھوٹی ٹکشتیوں میں عرب تاجروں کے جہاز کے قریب آتے تھے اور لوہے کے بدلے ناریل، گنا، ناریل کا پانی، کیلہ، اور عنبر دیتے تھے، یہ لوگ تاجروں کی زبان نہیں سمجھتے تھے اور تیراکی میں بڑے ماہر تھے۔ بعض اوقات تاجروں سے لوہا چھین کر بھاگ جاتے تھے۔

۱۷۷ - رحلة سلیمان تاجر، الاغلاق النفیسه -

۱۷۸ - رحلة سلیمان ص ۱۸ -

تاجروں کی ایمانداری اور پارسائی | اس زمانہ میں مسلمان تاجر اپنے
دینی عقائد و اعمال اور اسلامی

اخلاق و کردار میں اتنے بلند تھے کہ ان کو اسلام کا داعی اور ترجمان سمجھا
جاتا تھا، ان کے تجارتی سامان میں سب سے زیادہ قیمتی اور محبوب سامان
ایمان ہوتا تھا جسے لے کر تاجر اور سوداگر کے بھیس میں دنیا میں پھرتے
تھے اور اس کی قیمت رضائے خداوندی کی شکل میں وصول کرتے تھے۔ ان
کی سچائی، ایمانداری، دیانت داری، دینداری اور سیرت و کردار کی
بلندی کا یہ حال تھا کہ جس بستی سے ایک مرتبہ گزر جاتے تھے وہاں کے
باشندے بدقولوں ان کے حسن معاملہ اور حسن سلوک کی داستانیں سنتے
سناتے تھے۔

ہندوستان میں آنے جانے والے تاجر بھی ان اوصاف جمیلہ کے حامل
بن کر تقویٰ و طہارت اور حزم و احتیاط کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر معاملہ
میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا خیال رکھتے تھے اور ان کی محتاط اور
بے داغ زندگی کی قدر و منزلت تھی۔

ایک تاجر کا بیان ہے کہ میں اغباب (جنوبی ہند) کے راجہ کے دربار میں
تھا اور ہم سب کے لئے کھانا لایا گیا۔ ایک برتن میں انسان کے ہاتھ اور
سر کی طرح کوئی چیز تھی۔ جس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کھینچ لیا۔ راجہ کھانے
میں شریک تھا اور یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس دن تو کچھ نہیں بولا، دوسرے
دن دربار میں کچھ لوگ ایک پھلی لے کر آئے جس کے اعصار انسان کی طرح
تھے۔ راجہ نے مجھ سے کہا کہ کل تم نے — اسی پھلی کے کھانے سے پرہیز
کیا تھا۔ یہ پھلی نہایت لذیذ، اور مقوی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں وہ

پھلی کھانے لگا رہے

بلاد کفر میں رہ کر مسلمان مشتبہ غذا سے پرہیز کرتے تھے اور حلال
اشیاء کو بلا تردد استعمال کرتے تھے۔ سلیمان تاجر نے راجہ رومی کے دیس
(بنگال) میں کرکدن یعنی گینڈے کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ :-
ولحمہ حلال، قد اکلناہ۔ اس کا گوشت حلال ہے، ہم
نے اسے کھایا ہے۔

ابوزید سیرانی نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں فساد
اور فحش کاری عام ہے حتیٰ کہ بعض بحری تاجر بڑے لوگوں کی لڑکیوں کو
اپنے یہاں بلاتے ہیں تو وہ باپ کے علم کے باوجود بے تکلف چلی آتی ہیں
اس لئے وہاں آنے جانے سے منع کیا جاتا تھا۔

اسی تقویٰ و طہارت اور بلندی کردار کا نتیجہ تھا کہ اس ملک کے عوام
و خواص مسلمان تاجروں کا بڑا احترام کرتے تھے، چنانچہ عسيفان کے
راجہ نے اپنے ملک کے مسلمان تاجروں کو بلا کر اسلام قبول کیا تھا۔

ہندوستان کے تاجروں میں مشہور عالم، ادیب، شاعر اور محدث
ابوالحسن حسن بن حامد بن حسن دیبلی کا مستقل قیام بغداد میں تھا۔ انکے
بارے میں خطیب بغدادی نے لکھا ہے :-

وکان صدوقاً، وکان وہ نہایت سچے اور مالدار تاجر
تاجراً متمولاً۔ تھے۔

انھوں نے بغداد میں ایک سرائے بنوائی تھی جو خان ابن حامد کے

۱۔ عجائب الہند ص ۳۹ - ۲۔ رحلہ سلیمان ص ۳۱ - ۳۔ رحلہ ابوزید
ص ۱۲۵ و ۱۲۶ -

نام سے ان کی طرف منسوب تھی۔ یہ سرائے محلہ درب الزعفرانی میں واقع تھی۔ (تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۰۳)

چند علماء و مشائخ تاجران ہند | اس دور کے تاجروں میں بڑے بڑے علماء و صلحاء اور خاصانِ خدا بھی ہوا

کرتے تھے جو تجارت کو سنتِ رسول سمجھ کر اُسے حصولِ رزق کا ذریعہ بناتے تھے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ میں امام ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری صاحبِ الحسن کے لقب سے مشہور ہیں، ان کے شیوخ حدیث میں امام محمد بن سیرین، امام ابو حازم اشجعی، اور امام وہب بن منبہ بھی شامل ہیں اور تلامذہ میں امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ، امام یحییٰ بن سعید قطان، امام حسین جعفی جیسے ائمہ حدیث ہیں۔ امام اسرائیل بن موسیٰ نزیل الہند کہے جاتے ہیں کیوں کہ وہ ہندوستان میں بخرن تجارت آئے تھے اور قیام کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر اور حافظ عینی نے لکھا ہے:

وہو بصری، کان
یسافر فی التجارة الی
الہند و اقام بہا
مدۃً لہ
وہ بصرہ کے رہنے والے تھے، تجارتی
سلسلہ میں ہندوستان کا سفر
کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے
یہاں ایک مدت تک اقامت اختیار
کی۔

ایک اور محدث و بزرگ ابراہیم بن مالک بزاز بغدادی تھے۔ وہ صلحاء موقت ہیں سے تھے، اس کا خاص ذوق اور شغل یہ تھا کہ درختوں

لہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲ و عینی شرح بخاری ج ۲۲ ص ۳۰۷۔

کے پودے لگایا کرتے تھے، اور ایک پودا دکھائیے تو ایک ختم قرآن پڑھتے تھے۔ وہ سندھ سے پودے لایا کرتے تھے۔ ابن ابو حاتم رازی نے لکھا ہے:

وكان يحمل النخيل من السند له
وه كجور کے پودے سندھ سے لایا کرتے تھے۔

اسی زمانے میں ایک محدث ابو محمد یعقوب بن صالح سیرانی متونی ۳۲۲ھ فارس اور ہندوستان کے تاجروں کے گماشتہ اور دلال تھے، ابن جوزی کا بیان ہے:-

كان يبيع لاهل فارس وتجار الهند متعمداً
وه لبرانی اور ہندوستانی تاجروں کا سامان فروخت کرتے تھے۔

ابو بکر محمد بن معاویہ مروانی قرطبہ کے رہنے والے ہیں، ابن الاحرکی کینت سے مشہور ہیں، انھوں نے امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کی روایت کر کے اندلس میں پہلی بار پہنچایا۔ وہ ہندوستان میں تجارت کے لئے آئے تھے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے:

ودخل الهند للتجارة ففرق له ما قيمته ثلاثون الف دينار، ورجع فقيراً
وہ تجارت کے لئے ہندوستان آئے تھے۔ ان کا تیس ہزار دینار کا سامان تجارت غرق ہو گیا اور یہاں سے فقیر ہو کر واپس گئے۔

۱۵۱ھ میں عبد اللہ الاشرسندھ آئے، ان کے ساتھ ابن مسعود نامی ایک فداکار تھا، اس کا بیان ہے کہ ہم منصورہ پہنچے تو ہمارے حق میں فصحا

۱۵۱ھ کتاب البحر والتعدیل ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۵۱ھ المنتظم ج ۶ ص ۲۷۵۔
۱۵۱ھ المعبر ج ۲ ص ۳۱۲،

سازگار نہیں معلوم ہوئی، اس کے بعد قندھار چلے گئے، جہاں ہمیں عراق کے کچھ تاجر ملے جنہوں نے بتایا کہ منصورہ والوں نے عبداللہ الاشرقی کی بیعت کرنی ہے۔ اور وہاں جانے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ منصورہ روانہ ہو گئے۔ یہ عراقی تاجر غالباً علوی دعوت و تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔

ابوزہریرہ سختی، سیران کا مشہور تاجر اور جہاز ران تھا۔ پہلے مجوسی تھا بعد میں مسلمان ہو کر حج و زیارت سے مشرف ہوا۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک بہت بڑا تجارتی جہاز لے کر سیران سے چین کے لئے روانہ ہوا، اس میں عربی، ہندی، چینی اور عجمی تاجر اور مسافر بڑی تعداد میں تھے۔

جب ہم بحر ہند سے گذر کر حدود چین میں داخل ہوئے تو سخت خطرناک طوفان میں گھر گئے۔ سامنے پہاڑ نظر آتے تھے اور طوفانی موجیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئی تھیں، اسی عالم میں رات ہوئی اور آگے سارا سمندر آگ معلوم ہوتا تھا، جہاز کے تمام مسافر گریہ و زاری میں مبتلا تھے اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز اور دعا میں مشغول تھے۔

وکان فی المركب	اس جہاز میں اندلس کے شہر
شیخ مسلم من اهل	قادس کے ایک بزرگ مسلم
قادس من الاندلس۔	تھے۔

جہاز میں سوار ہو کر ایک گوشہ میں چھپ گئے تھے۔ جب ہنگامہ ہوا تو اوپر آئے اور کپتان سے پوچھا کہ یہ کیسا ہنگامہ ہے؟ کپتان نے ان کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا کہ آپ تاجر ہیں یا ملازم، جہاز میں کیسے آئے اور کہاں تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نہ تاجر ہوں نہ ملازم بلکہ ایک

مہولی آدمی ہوں، بھیڑ بھاڑ میں سوار ہو کر ایک گوشہ میں پڑا رہا۔ کپتان نے پوچھا کھانے پینے کا کیا انتظام تھا۔ انہوں نے بتایا کہ بعض مسافر اپنے عقیدے کے مطابق جہاز کے دیوتا کے لئے ایک جگہ کھانا پانی رکھ جاتے تھے، میں اسی کو کھاپی لیا کرتا تھا۔ میرے پاس کھجور کے تھیلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کپتان سے پوچھا۔ جہاز میں آہ دیکا کیوں ہے؟ کپتان نے کہا میں نے اپنی اسٹی سالہ زندگی میں ایسا سخت طوفان نہیں دیکھا تھا۔ اور تو اور سامنے سلا سمندر آگ نظر آتا ہے۔ یہ سن کر اندلسی بزرگ نے کہا:-

یا سابقان! لباس علیک،	کپتان ڈرنے اور گھبرانے کی
ولا خوف، نجوتم بقلدة	ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ
اللہ۔	کی قدرت سے تم سب نجات
	پا جاؤ گے۔

پھر انہوں نے بتایا کہ آگے ایک جزیرہ ہے جس کے چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ سمندری ہوائیں ان پہاڑوں سے ٹکراتی ہیں اور سمندر میں بڑی بڑی لہریں اٹھ کر آئیں میں ٹکراتی ہیں جسکی وجہ سے رات میں سمندر میں آگ نظر آتی ہے۔ اندلس کے سمندر میں اس طرح کی ہیبت موجیں اور ان کے ٹکرانے سے اکثر آگ نظر آتی ہے۔ میں اس مقام سے پہلے ایک بار گزر چکا ہوں، آج دوسری بار گزر رہا ہوں۔ اس بزرگ کی باتوں سے تمام مسافروں کی ڈھارس بندھی اور سب کے سب ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد طوفان کا زور کم ہوا اور جہاز سلامتی کے ساتھ آگے بڑھا۔

ابوزہریرہ برختی سیرانی کا بیان ہے کہ میں اپنا جہاز لے کر ہندوستان سے چین کی طرف چلا، اثنائے سفر میں ایک دن ایک مسافر ظہر کے وقت کے نیچے اترتا۔ مگر سمندر کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر اوپر چلا گیا۔ اور گھبرا کر سامنے سے کہنے لگا کہ بادبان کو فوراً ڈھیلا کر دو، اور اپنے اپنے سامانوں کو سمندر میں پھینک دو، دوسری بار پھر وہ نیچے اترتا اور گھبرا پھرا دیر آیا۔ لوگوں نے کہا: کیا بات ہے؟ ہوا موافق ہے، سمندر پر سکون ہے۔ اور ہم لوگ اللہ کے امن و امان میں سفر کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے خیر خواہی کی مگر کسی نے میری بات نہیں مانی، اس کے بعد اس نے ایک چھوٹی کشتی اتروائی اور کچھ زاد سفر رکھ کر خود اس میں بیٹھنے لگا، اس وقت تمام مسافر گھبرائے اور جہاز سے اپنا مال و اسباب سمندر میں پھینکنے لگے، اس نے کہا: سب لوگ توبہ و استغفار میں لگ جائیں اسی حال میں سورج ڈوب گیا، رات میں سیاہ آندھی چلی، موجیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں، جہاز، چکولے کھانے لگا اور تین دن تین رات تک یہ قیامت برپا رہی، چوتھے دن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طوفان ختم ہوا اور جہاز ایک جزیرہ کے کنارے جا کر لگا۔ اللہ کی شان کہ اس کے کنارے جہاز کا پھینکا ہوا تمام سامان لگا ہوا تھا اور ہر مسافر نے اپنا سامان اٹھا کر اپنی جگہ میں رکھ لیا۔ اور جہاز کے تمام مسافر اور ان کے مال و اسباب سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچے، اور چند

در چند نفع کمایا:

انہوں نے ایک درہم کے سامان

فوجدا و افیامعہم

تجارت میں دس درہم نفع

من المصائب اللہ ہم عشرۃ

اور بنجوا الغنی والعافیة - اے کمایا، اور اسن دعا فیت الگ پائی۔

سمندر کے اہوال و خطرات میں رزق حلال کی تلاش اور بحری تجارت
کے نفع بخش ہوتے ہیں، خاص طور سے ان تاجروں کے حق میں جو ہر حال
میں دین و دیانت پر قائم رہتے ہیں۔

ہندوستان کی نفع بخش تجارت کی ایک مثال | مسلمان تاجروں کی دیانتداری
اور حسن معاملہ کی وجہ سے انکو

یہاں کی تجارت میں بے شمار نفع ہوتا تھا اور ٹھوڑے دنوں میں ان کے پاس
دولت کی فراوانی ہو جایا کرتی تھی۔ اس کی ایک مثال سنئے!

حضرت امام عبدالعزیز بن ابی رواد کی متوفی ۱۹۵ھ دوزنا بعین کے
اجلہ علماء میں سے تھے، انھوں نے اپنے ایک تاجر دوست سے موسم حج تک
کے لئے پانچ ہزار درہم قرض طلب کیا۔ تاجر نے نہایت خوشی کے ساتھ
مطلوبہ رقم لا کر دے دی مگر رات میں اسے خیال آیا کہ میں نے یہ کیا کیا؟

ابن ابی رواد بوڑھے آدمی ہیں، معلوم نہیں کیا ہو اگرچہ پوچھا تو بہتر ہے کہ میرے
لوٹ کے اس معاملہ سے بے خبر ہیں، صبح جا کر اس بارے میں ان سے گفتگو
کروں گا۔ چنانچہ صبح اٹھتے ہی ان کے پاس جا کر بات چیت کی، امام ابن
ابی رواد نے اس کی بات سن کر دعا کی کہ اے اللہ! اس نے جو نیت کی ہے
اس کو اس سے بہتر عطا فرما۔ اور فرمایا کہ ہم نے اللہ کے بھروسہ پر رقم
سے قرض لیا ہے۔ اس کی ادائیگی کی جس قدر فکر ہوگی اسی قدر ہم کو اجر
و ثواب ملے گا۔ اگر تم اس رقم کو عدم ادائیگی کی صورت میں معاف کر دینے
کی بات کرو گے اور اپنے لوگوں کو اس کی خبر نہ کرو گے تو ہم اس کی

طرف سے بے فکر ہو کر ثواب سے محروم ہو جائیں گے، تاجر یہ بات سن کر خاموش رہا، اور گھر آ کر اپنے لڑکوں کو بتایا کہ امام ابن ابی رواد نے موسم حج تک کے لئے پانچ ہزار درہم فرض لیا ہے، اتفاق کی بات کہ موسم حج آنے سے پہلے ہی اس تاجر کا انتقال ہو گیا اور وقت موعود پر اس کے لڑکوں نے آ کر تقاضہ کیا، امام ابن ابی رواد نے ان سے معذرت کے انداز میں کہا کہ اس سال انتظام نہیں ہو سکا۔ ان شاء اللہ آئندہ موسم حج میں ادا کروں گا۔ تاجر کے لڑکے یہ سن کر چلے گئے، مگر وقت سے پہلے ہی آ کر سخت الفاظ میں تقاضہ کرنے لگے۔ امام ابن ابی رواد نے کہا کہ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے والد پر رحم فرمائے وہ ایسے آدمی نہیں تھے۔ ہمارے تمہارے درمیان موسم حج طے ہوا ہے۔

اسی دوران میں ایک دن امام ابن ابی رواد مسجد حرام میں مقیم ابراہیم کے پیچھے متفکر بیٹھے تھے کہ ان کا ایک غلام ہندوستان سے دس ہزار درہم لے کر یہ ہونچا اور یہ کہہ کر ان کو دیا کہ میں نے وہاں تجارت کر کے بہت زیادہ منافع کمایا ہے۔ اس موقع پر راوی کے الفاظ یہ ہیں:-

بینا هو ذات یوم خلف	امام ابن ابی رواد ایک دن مقام
المقام، اذ ورد علیہ غلام قد	ابراہیم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے
کان ہربا الی الہند بعشرۃ	کہ ان کے پاس ان کا غلام آیا
الاف درہم، فاخبرہ انہ	جو ہندوستان بھاگ گیا تھا
اتجر، وان معہ فی التجارات	اور دس ہزار درہم دے کر

بتایا کہ اس نے وہاں تجارت کی

تھی اور اس کے علاوہ اس کے

پاس بے حساب دولت ہے۔

جس وقت غلام نے دس ہزار درہم دیے، ابن ابی رواد نے کہا: اللہ تیرا شکر ہے، ہم نے تجھ سے پانچ ہزار کا سوال کیا تھا اور تو نے ہمارے پاس دس ہزار بھیج دیے۔ پھر اپنے لڑکے سے کہا: عجب الجید! دس ہزار درہم لے جاؤ! پانچ ہزار ان لڑکوں کا ہے، ان کو دیدو، درپانچ ہزار میرے اور ان کے باپ کے درمیان دوستی کا ہے، یہ بھی ان کو دیدو۔ باپ کے حکم کے مطابق لڑکے نے دس ہزار درہم ان لڑکوں کو دے کر اس کی اطلاع کر دی جب غلام کو اس کی خبر لگی کہ میرے آقا نے درہم اپنے اوپر خرچ کرنے کے بجائے دوسروں پر خرچ کر دی تو وہ رداشتہ خاطر ہو گیا بن ابی رواد نے اس کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا میرے بارے بیٹے! ہم نے اللہ سے پانچ ہزار کا سوال کیا تھا تو اس نے دس ہزار بھیجا، آج سے تم اللہ کے لئے آزاد ہو۔ اور تمہارے پاس جس قدر مال دولت ہے سب کے مالک تم ہو۔

مکہ مکرمہ کے ایک مفرد غلام نے ہندوستان آ کر بے سرو سامانی کی حالت میں تجارت کی اور کس قدر زیادہ اور بابرکت نفع کمایا، اس ایک واقعہ سے مسلمان تاجروں کی ایمانداری اور دیانت داری کے علاوہ یہاں کی نفع بخش تجارت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ہندوستان کے تاجروں کے علاوہ عرب و عجم کے تاجر ہندوستان

آکر تجارت کرتے تھے اسی طرح ہندوستان کے تاجر عرب و عجم میں تجارت کرتے تھے۔ جن میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی شامل تھے، یہ لوگ بحری راستہ سے سیراف، بغداد، بصرہ، کوفہ، اور شام کے علاقوں میں جا کر تجارت کرتے تھے۔ اور بری راستہ سے سہتان، فارس، خراسان، ترمذ، بلخ، سمرقند اور ماوراء النہر کے دور دراز شہروں تک چلے جاتے تھے۔ ہندو تاجروں کے سیراف جانے کے سلسلہ میں ابو زید سیرانی نے لکھا ہے کہ جب یہ لوگ وہاں جاتے ہیں اور کوئی بڑا تاجر ان کی دعوت کرتا ہے تو ہر ایک کے سامنے رکابی رکھتا ہے، چاہے وہ ستوں ہوں یا اس سے کم یا زیادہ کیوں کہ وہ لوگ ایک ساتھ کھانا نہیں کھاتے بلکہ ہر شخص تنہا کھاتا ہے۔

اسی طرح یہاں کے ہندو تاجر دریائے زابلستان پارکر کے بلخ اور سمرقند تک تجارتی اسفار کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جہیمہ کے بانی جہم بن صفوان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ابتداء میں ترمذ کے قریب دریائے زابل پر بلخ و سمرقند جانے والے ہندو تاجروں سے ٹیکس وصول کرتا تھا۔

وکان تجار الهند	اس کی باری کے دن ہندوستان
یعبرون نھر زابل عند نویدا	کے تاجر دریائے زابل پارکر کے
قاصدین الی بلخ و	بلخ اور سمرقند کا رخ کرتے
سمرقند۔	تھے۔

ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ (بدھ مت) کے تاجروں نے اس سے مناظر

۱۴۶ - فتح الباری ص ۱۴۶ -

یہی کیا تھا۔

یہاں کے تاجر بحر زنج کے جزائر سے تجارتی سامان لاکر یہاں فروخت کرتے تھے۔ بزرگ بن شہر بار نے لکھا ہے کہ جزائر زنج والے ہاتھی دانت کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ جب اس کی عفونت ختم ہو جاتی ہے اور وہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے تو اسے ہندوستان اور سندھ کے تاجر خریدنے میں اور اپنے ملک میں لے جا کر فروخت کرتے ہیں بلکہ

تجارتی کاروبار میں یہاں کے لوگ عرب جا کر بہت آگے گئے، مشہور ہیں صلاحیت و شہرت

حافظ حدیث امام ابن علیہ (اسمعیل بن ابراہیم بن مقسم بصری) متوفی ۱۹۳ھ کا آبائی وطن علاقہ یققان (فلان) میں تھا ان کے دادا مقسم جنگی قیدی بن کر کوفہ گئے اور بنو اسد بن خزیمہ بن غلامی میں آئے، امام ابن علیہ کے والد ابراہیم نے کوفہ میں تجارت شروع کی، آگے چل کر کوفہ سے بصرہ تک تجارتی سلسلہ شروع ہو گیا ان کے حال میں لکھا ہے۔

وکان ابراہیم بن مقسم	ابراہیم بن مقسم کوفہ کے تاجر
تاجراً من اهل الكوفة وكان	تھے اور سامان تجارت لے کر
يقدم البصرة بتجارته فيبيع	بصرہ آتے اور فروخت کر کے
ويرجع له	چلے جاتے تھے۔

تاریخ بغداد میں ہے کہ وہ بزاز تھے یعنی کپڑے کی تجارت کرتے تھے

۶۱۰ - معجم البلدان - ص ۳۲۵ - تاریخ بغداد ج ۶

۲۳۰ - میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۰۱ -

کیا عجیب وہ ہند اور سندھ کے کپڑے بھی منگاتے رہے ہوں۔ یہاں سے ان کے
 و اقوام کے بہترین کپڑے عرب میں جایا کرتے تھے۔

عرب میں رہنے والے ہندوستانی تجارتی کاروبار اور حساب و کتاب
 میں اپنی سلیقہ مندی اور حسن انتظام کی وجہ سے بے حد مقبول اور نیک
 نام بلکہ بابرکت مانے جاتے تھے۔ وہ جن تاجروں اور دوکانداروں کے یہاں
 چند دن کام کرتے ان کو بالامال کر دیتے جا حظ نے فخر السودان علی البیضا
 میں لکھا ہے کہ سندھی غلاموں کے مفاخر و محاسن میں یہ بات بھی ہے کہ صراف
 والے اپنی تجوریوں اور صراف خانوں پر صرف سندھیوں اور ان کی اولاد
 کو ملازم رکھتے ہیں، کیوں کہ انھوں نے تجربہ و مشاہدہ کے بعد ان کو تجارت
 کاروبار میں سب سے زیادہ محافظ اور امین پایا ہے، اسی لئے کسی صراف
 کی تجوری اور کنجی کا سنبھالنے والا سندھی کے علاوہ رومی و خراسانی نہیں
 گا۔ سندھیوں کے فیض و برکت کا حال یہ ہے کہ بصرہ کے صرافوں اور دوکانداروں
 نے جب دیکھا کہ ابوروح فرج سندھی نے اپنے آقا محمد بن سکن کے لئے کس قدر
 مال و دولت اور زمین و جائداد مہیا کر دی ہے تو ہر صراف اور دوکاندار
 نے اس لالچ سے سندھی غلام خریداکہ ابوروح سندھی
 کی طرح یہ بھی ہم کو فائدہ پہونچائے گا۔

(۷)

ہندی علوم و فنون اور علمائے ہند

ہندی علوم و فنون کو مسلمانوں نے پہلی بار
دنیا میں متعارف کرایا۔۔۔۔۔
یہاں یہ بات ذہن نشین رہے
کہ قدیم زمانہ میں ہندوستان
کے علوم و فنون صرف ایک

طبقہ میں محدود تھے اور برہمنوں کے علاوہ کوئی دوسری جماعت یا فرد
کو حق نہیں تھا کہ وہ علم حاصل کر سکے۔ باہر کے تاجر اور سیاح بھی
واقف تھے اس سے اور اس کو یہاں کی خصوصیات میں شمار کرتے تھے۔

سیلمان تاجر نے بیان کیا ہے کہ ہندوستان کے ہر علاقہ میں کسی ایک
خاندان کے راجے مہاراجے ہوتے ہیں۔ اس کے باہر حکومت نہیں جاتی ہے
بلکہ خاندانی ولی عہد ہوتے ہیں۔ اسی طرح لکھنے پڑھنے اور علم طب کے لئے
خاص خاندان ہوتے ہیں۔ یہ نئی انہی میں محدود رہتا ہے۔ اور ابو زید
سیرانی نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے اہل علم برہمن ہیں۔ ان کے شہزادے
راجوں کے دربار میں باریاب ہوتے ہیں۔ انہی میں منجم، فلسفی، کاہن
وغیرہ ہوتے ہیں۔

مسلمانوں نے پہلی بار ہندی علوم و فنون کو خاندانی نہ خاندانوں سے

نکال کر دنیا کے سامنے رکھا اور عام کیا۔

اموی دور میں شرعی اور لسانی علوم پر زیادہ توجہ تھی۔ حدیث تفسیر، فقہ، تاریخ وغیرہ میں کتابیں لکھنے کا رواج شروع ہو گیا تھا۔ طبی اور عقلی علوم میں علم طب، علم انوار اور علم نجوم کا رواج تھا مگر ان کی حیثیت مقامی اور تجرباتی علوم کی تھی جو عربی زندگی کے مطابق قدیم زمانہ سے نسلاً بعد نسلاً وراثت کے طور پر چلے آتے تھے، اس دور میں صرف خالد بن یزید بن معاویہ کا نام ملتا ہے۔ جس نے طب اور کیمیا کی طرف توجہ کی، اور اس میں شہرت پائی۔

عباسی خلفاء کی ہندی علوم سے دلچسپی | عباسی عہد میں دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور نے حکمت و فلسفہ

اور طب و نجوم وغیرہ کی طرف سے توجہ کی، اس کو نجوم و فلکیات سے بڑی دلچسپی تھی، اس کے بعد ہارون رشید اور مامون نے ابو جعفر منصور کے کام کو آگے بڑھایا۔ ہارون رشید نے بغداد میں بیت الحکمہ کے نام سے ایک عظیم الشان علمی و فنی دائرۃ المعارف قائم کیا جس میں منطق، فلسفہ، طب، ریاضی، نجوم اور دیگر علوم و فنون کے علماء و فنکاروں سے دوسری زبانوں کی علمی اور فنی کتابوں کے ترجمے کرائے اور مختلف بلاد و اقطاب میں علمی اور فنی نوادرات حاصل کئے، فلاسفہ، حکماء اور اطباء کو دعوت دی۔ بعد میں مامون نے بیت الحکمہ کی سرپرستی کر کے شاہان روم کے پاس گراں قدر ہدایا و تحائف بھیجے۔ اور یونانی فلاسفہ و اطباء کی کتابیں منگوا کر ان کے ترجمے کرائے بیت الحکمہ کئی سو سال تک قائم رہا یہاں تک کہ ۱۰۱۷ء میں تاتاریوں نے اسے تباہ کر دیا۔

ابو جعفر منصور کے زمانہ میں پہلی بار ہندوستان کے علم نجوم و فلکیات کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ۱۷۵۸ء میں ہندوستان کا ایک پنڈت جو یہاں کے حساب ہند (سدھانت) میں مہارت رکھتا تھا ابو جعفر منصور کی خدمت میں بغداد پہنچا، اس کے پاس اس فن کی ایک کتاب بھی تھی جس میں بارہ ابواب تھے۔ اس نے بتایا کہ میں نے اس کو درجات نام کی ایک بہت بڑی کتاب سے انتخاب کیا ہے۔

یہ کتاب ایک ہندوستانی راجہ قنبر کی تصنیف تھی۔ اس میں علم الحساب اور علم نجوم کے مسائل نہایت اچھے انداز میں بیان کئے گئے تھے جن سے ستاروں کی حرکات، کسوف، خسوف، مطالع، بروج، اور فلکیات کے دوسرے مسائل کا علم نہایت صحیح طریقہ پر ہو جاتا تھا، ابو جعفر منصور نے حکم دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کر کے ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس کو اہل عرب نجوم و فلکیات کے مسائل میں بنیاد قرار دیں، چنانچہ محمد بن ابوالکیم فزاری نے اس کا بیڑا اٹھایا اور سندھنا لکیر کے نام سے کتاب لکھی، خلیفہ مامون کے زمانہ تک یہی کتاب اس فن کی اصل مانی گئی۔ اسی زمانہ میں ابو جعفر بن موسیٰ خوارزمی نے اس کا اختصار کر کے زیج خوارزمی تیار کیا اس کتاب اور زیج میں خوارزمی نے سندھنا کے حسابات سے اختلاف کر کے بعض مسائل میں ایرانی حساب کو ترجیح دی تھی، پانچویں صدی تک اسی کتاب اور اسی زیج سے اہل فن فائدہ اٹھاتے رہے۔

اس کے بعد جب ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد برکی کو وزارت دی اور ہراکے اقبال کا ستارہ عروج پر ہوا تو انھوں نے علوم و فنون کی

بیش بہا خدمات انجام دیں۔ کہنا چاہئے کہ ہندی علوم و فنون اور یہاں کے علماء اور ان کی کتابوں سے پوری واقفیت ان ہی کے ذریعہ ہوئی۔ انہوں نے ہندوستان کے اہل علم و فن کو بیت الحکمتہ میں رکھا۔ یہاں کی کتابوں کے ترجمے کرائے، اطباء و حکماء کو یہاں بھیج کر جڑی بوٹیاں اور دوائیں منگائیں، اور ان کو استعمال کرایا۔

یحییٰ بن خالد برکی کو ہندوستان سے خاص تعلق کی وجہ یہ تھی کہ اس کے بیٹے موسیٰ بن یحییٰ اور بوترے عمران بن موسیٰ نے یہاں کی امارت میں رہ کر شاندار کارنامے انجام دیے تھے۔ اور ہندو عرب میں اس خاندان کو نیک نامی اور مقبولیت حاصل تھی۔

ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن خالد برکی اور براکہ کی ایک جماعت نے عربوں کے دور حکومت میں ہندوستان سے دلچسپی لے کر وہاں کے اطباء اور حکماء کو بغداد آنے کی دعوت دی اور ہندی علوم و فنون کا اہتمام کیا۔ یحییٰ بن خالد نے ایک آدمی کو اس غرض سے ہندوستان بھیجا کہ وہ ہندی عقائد اور جڑی بوٹی لائے۔ اور یہاں کے لوگوں کے مذاہب پر کتاب لکھے، چنانچہ اس نے یہ کام کیا اور کتاب بھی لکھی ہے۔

اس زمانہ میں یہاں کے اطباء میں سے شکر ہندی بلازی گرو تلبزل، بہلہ، صالح بن بہلہ، حسن بن صالح بن بہلہ، ابن دھن، خاطن ہندی افرنجی وغیرہ بغداد گئے۔

بیت الحکمتہ میں ہندوستان کے جو معجزہ رکھے گئے تھے۔ ہندی اور

عربی زبانوں کے ماہر تھے اور یہاں کی علمی و فنی اور طبی کتابوں کا ترجمہ کرتے تھے۔ مثلاً ابن دہن ہندی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنے کے ساتھ بدمکہ کے شفا خانے کا ناظم و مشہم تھا۔ اور منکہ ہندی ان مترجمین میں تھا جو اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی کی ماتحتی میں بیت الحکمتہ میں کام کرتے تھے یہ وہی اسحاق بن سلیمان ہاشمی ہے جو بصرہ کا حاکم رہ چکا تھا اور ایک مرتبہ سندھ کی حکومت اس کے حوالہ کی گئی تھی۔

مامون کے زمانہ میں عرب کا نامی گرامی طبیب ابراہیم بن فرارون امیر غسان بن عباد کوفی کے ساتھ سندھ گیا اور ایک مدت تک دارالحکومت منصورہ میں رہا۔ اس مدت میں اس نے یہاں کے علم طب اور دواؤں کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوگی اور ہندی طب کے عرب میں جانے کا سبب بنا ہوگا۔

ہندوستان کے ہر مؤرخ اور سیاح نے یہاں کے علم حساب و ہندسہ کا اعتراف و اقرار کیا ہے۔ جاحظ نے لکھا

ہے کہ اگر ہندی حساب کے اعداد و خطوط نہ ہوتے تو علم الحساب کا بہت بڑا چھتہ ضائع ہو گیا ہوتا، ضرب اور تقسیم کے طریقے نامعلوم ہوتے، تنورات اور تنورات کو لوگ نہ جانتے اور اگر جانتے بھی تو بڑی محنت و مشقت کے بعد جانتے، تنور ہندوستان کے حساب میں ایک مقدار ہے جس میں بہت سے ہزار جمع کئے جاتے ہیں، ابو اسحاق صابانی نے عید کی تہنیت کے موقع پر کہا ہے:

لما طول فی دعوتی لملیک طول فی السلامۃ عمرہ

میں بادشاہ کے لیے لمبی دعا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اسن و سلامتی کے ساتھ

اس کی عمر طویل کرے۔

بل تَلَطَّفَتْ فِي اخْتِصَارِ حَيْطِ بِالْمَعَانِي عَنْ تَامُّلِ امْرَةٍ
بلکہ لطیف انداز میں ایسا اختصار کرتا ہوں جو دماغ کے عام معانی پر
حاروی ہو۔

فہو مثل الحروف فی عدد الہند قلیل قد انطوت فیہ کثیرۃ
میری دماغ ہندی اعتبار سے حرفوں کے مانند کم ہے جس میں بہت زیادہ
مقدار و تعداد پنہاں ہوتی ہے۔

قاضی صاعد اندلسی نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے علوم میں غیار کا حساب
نہایت مختصر، آسان، اور کارآمد ہے، اس سے اہل ہند کی حساب میں مہارت
اور جو لانی طبع کا پتہ چلتا ہے۔ اس کو ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے
پھیلا یا ہے۔ ابتدا میں اہل عرب گنتی اور عدد کو اپنے الفاظ میں لکھتے تھے
جب ہندی کے ارقام اور ہند سے وہاں پہنچے جن میں ہر مقدار کے لئے
مختصر اور سادہ شکل تھی۔ تو انھوں نے اسی کو اختیار کیا اور اس کا نام
ہندی حساب اور ارقام ہندیہ اور اشکال ہندسیہ رکھا۔ اور ہندسوں کی
شکل میں معمولی سی تبدیلی کر کے عربی طرز کتابت سے قریب کیا۔ پھر مرود زمانہ
سے ان میں نمایاں فرق ہو گیا۔ اور ان کو عربی ہندسہ کہا جانے لگا حتیٰ کہ اہل
یورپ نے اسے اختیار کر کے اس کا نام عربی ہندسہ ہی رکھا۔ اس طرح
ہندی عربی اور انگریزی ارقام اور ہندسے ایک ہونے کے باوجود مختلف
نظر آنے لگے۔

۱۵ شمار القلوب فی المضاف والمنسوب ص ۱۵۵۳ ، ۱۵ طبقات

اللام ص ۱۸ -

عباسی دور میں ہندوستان کے علم الحساب پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، احمد بن عمر کراہیسی علم ہندسہ اور اعداد کے افاضل علماء میں سے تھا۔ اس نے اس فن میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک کتاب "ہندی بھی ہے" مکتبی انطاکی کی تصانیف میں ایک کتاب "التحت الکبیر ہندی حساب میں ہے۔ ابو نصر محمد بن عبد اللہ کلو اذکار بردست حساب دان تھا اس نے بھی ہندی حساب پر کتاب "التحت لکھی ہے۔ اسی طرح سنان بن فتح تھانی حساب و اعداد کے فن میں بہت آگے تھا اور اس نے بھی کتاب "التحت کے نام سے ہندی حساب پر ایک کتاب لکھی ہے۔

علم نجوم و فلکیات | علم نجوم کی دو قسمیں ہیں، ایک علم نجوم تعلیمی و برہانی جس کے ذریعہ ستاروں کی حرکات، طلوع

و غروب، کسوت و خسوف، اور ایام و شہور و معلوم ہوتے ہیں اور دوسری قسم علم نجوم طبعی ہے جس سے ستاروں کے اثرات و احکام اور عالم کون و فساد میں ان کی تاثیرات معلوم کرنے ہیں۔ یہ اسلامی نقطہ نظر سے ناجائز ہے۔ ہندوستان کے منجمین دونوں اقسام میں مہارت رکھتے تھے۔ قاضی صاعد اندلسی نے لکھا ہے کہ علم نجوم میں اہل ہند کے تین مذاہب ہیں، سندھند، ازبیر، اور ارکند، ان میں سے سندھند کا علم نجوم خاص طور سے عرب میں رائج ہوا۔ اور محمد بن ابراہیم فزاری، حنش بن عبد اللہ بغدادی، محمد بن موسیٰ خوارزمی اور ابن الآدمی نے اسی کے مطابق اپنی اپنی زینچیں بنائیں، ہندوستان کے منجموں میں کنگرہ ہندی ہیئت عالم، ترکیب افلاک اور حرکات نجوم کا سب سے بڑا عالم

۱۔ کتاب الفہرست ص ۳۹۲ ص ۳۹۵ ص ۳۹۶۔

و ماہر تھا۔ ابو معشر بلخی نے کتاب الالوف میں لکھا ہے کہ کنگہ علم نجوم میں
 قدیم علمائے ہند میں سب سے آگے ہے۔ ماشار اللہ ہندی نے علم
 نجوم میں بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ محمد بن اسمعیل ننوخی نجوم نے
 ہندوستان جا کر علم و نجوم کے عجائب ^{و غرائب} سیکھے اور اقبال و ادبار کی حرکتوں
 کو معلوم کیا۔ احمد بن عبد اللہ حنش بغدادی مامون و معتمد کے زمانہ
 میں مشہور نجومی تھا۔ اس نے تین زاچے بنائے تھے جن میں سے پہلا
 زاچہ حساب سندھ کے اصول پر تھا۔ اس میں حنش نے فزاری اور
 خوارزمی کی آرا سے اختلاف کیا ہے۔ فضل بن حاتم تبریزی ہند سے
 ہیئت اور حرکات نجوم کے فن میں بہت آگے تھا۔ اس فن میں اس نے
 کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ایک کتاب میں اصول سندھ
 پر زنج کبیر کی شرح کی ہے۔ حسین بن حمید بن الادمی کی کتاب جامع
 صناعة التعداد ہیئت اور حرکات نجوم میں سندھ کے اصول
 پر ہے۔

ابن ماجہ کی ایک کتاب "زنج الہند" ہے۔ یعقوب بن طارق علم
 نجوم کا ماہر عالم تھا، اس کی کتاب "الزنج" سندھ کے حساب پر درجہ
 بدرجہ ہے۔ یہ دو کتابوں کا مجموعہ ہے: ایک علم الفلک میں، اور
 دوسری علم الدول میں ہے۔

ابن ندیم نے کنگہ ہندی کی علم نجوم میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا
 ہے، اسرار الموالید، القرانات الکبیر، القرانات الصغیر، اور
 فن میں جو در ہندی کی کتاب "الموالید" منجیل ہندی کی کتاب "اسرار"

المسائل، نہیق ہندی کی کتاب الموالید اکتیر ہے، یہ سب کتابیں ہندی میں تھیں، ان کے ترجمے عربی میں ہوئے ہیں، نیز ہندوستان کے ماہرین نجوم میں باکھر، راجہ، سکھ، داہر، آنکو، زینکل، اریکل، جہرا، اندی، جباری کی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں ہے

علم طب بھی ہندوستان کے خاص علوم میں ہے اور اس میں یہاں کے اطباء شہرت رکھتے تھے۔ جا حظ نے لکھا ہے:

ویقتہ مون فی الطب ولہم
اسرار الطب وعلاج فاحش
اہل ہند علم طب میں بہت آگے
ہیں، ان کے طبی گریں اور
امراض عامہ کا معقول علاج
بھی ہے۔

عقاقیر اور جڑی بوٹی کے علاوہ منتر، غزائم اور جادو کے ذریعہ امراض سلب کرنے کا فن بھی تھا۔ ہندوستان کے قدیم اطباء جن کی کتابوں کے تراجم عربی میں ہوئے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں، آنکو، اندی، باہر، باکھر، بازر، غوغیا، تو قشتل، جارا کا، جہرا، جباری، جوہر، داہر، دانلے، ہند، دیک، راجہ، رائے، اوسا، سامور، سسروتا، سدسہ، سیروک، شاناق، ششرد، سکھ، صنہیل، ناقل، نہیق۔ اور تکی بن خالد برکی نے ہارون رشید کے زمانہ میں جن اطباء ہند کو بغداد بلا کر ان سے کام لیا ان میں منک، ابن دھن، بازنگر، یہلہ، قلبرقل، خاطف، صالح بن یہلہ، وغیرہ شامل ہیں۔

لے الفہرست ص ۳۷۸۔ لے رسائل جا حظ ص ۲۲۲۔

منکہ ہندی بیت المحکمہ کے ان مترجمین میں تھا۔ جو اسحاق بن سلیمان ہاشمی کی نگرانی میں کام کرتے تھے، نیز ہرامکہ کے شفاخانے کا ناظم تھا۔ یحییٰ بن خالد برکی نے اس کو ہندوستان سے بلا کر علاج کرایا تھا۔ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں یحییٰ بن خالد کی بیماری اور منکہ ہندی کے علاج کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

ابن زہن بھی ہرامکہ کے شفاخانہ میں معالج تھا۔ اور بیت المحکمہ میں ہندی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا۔ بہلہ ہندی نے بغداد جا کر بڑے نام پیدا کیا اور اس کے خاندان میں فن طب مدنیوں رہا، اس کا بیٹا صالح بن بہلہ ہارون رشید کا معالج تھا۔ قفطی اور ابن ابی اصیحو نے اس کے علاج کا ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کیا ہے۔ اس کا پوتا حسن بن صالح بن بہلہ بھی مشہور طبیب تھا۔

ہندوستان کی جو طبی کتابیں عربی زبان میں منتقل ہوئیں۔ ان کے نام یہ ہیں: کتاب ششروز، اس میں دس مقالات ہیں، یحییٰ بن خالد نے منکہ ہندی کو اس کے ترجمہ کا حکم دیا تھا کتاب استانکرہ الجامع کی شرح ابن دس نے کی، نیز اس نے کتاب سند ستاق کی شرح لکھی، کتاب سیرک کا پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا، اس کے بعد عبداللہ بن علی نے عربی میں ترجمہ کیا۔ کتاب مختصر للہندی العقاقیر، یہ جرٹی بوٹی کے بیان میں ہاشمی کتاب اسماء عقاقیر الہند، کی شرح منکہ ہندی نے اسحاق بن سلیمان ہاشمی کے حکم سے لکھی۔ یہ بھی جرٹی بوٹی کے بیان میں تھی۔ کتاب علاجات اکیالی للہند میں حاملہ عورتوں کی بیماریوں کا علاج تھا۔ کتاب

راہ عیون الاخبار ج ۲۲ ص ۲۵۔ ۲۶ اخبار الحکماء ص و طبقات الاطباء ج ۱ ص

توشل میں ایک سو امراض کی ایک سو دواؤں کا بیان تھا۔ کتاب روسا
 ہندیہ فی علاجات النساء یہ ایک عورت روسا یا روشنی نامی کی کتاب تھی
 جس میں عورتوں کا علاج درج تھا۔ کتاب اسکریہ ہندیہ، اور کتاب برای
 ہندیہ جناس الحیات و سمو مہاہ کسی راہ کی تصنیف تھی جس میں ساپتو
 اے اقسام اور ان کے زہر کے علاج کا بیان تھا۔ کتاب التوحصہ فی
 امراض و الحاصل توشل ہندی کی کتاب تھی بلکہ

کنکھ ہندی نے نجوم اور طب پر کتابیں لکھیں اور عربی میں ترجمہ
 ہوئی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ کتاب السنودار فی الاعمار، کتاب اسرار
 لوالید، کتاب القرانات الکبیر، کتاب القرانات الصغیر، کتاب فی الطب
 کتاب التوحصہ، کتاب فی احداث العالم والدور فی الفجران، کتاب
 منازل القمر۔

ساپتوں کے اقسام، ان کے زہر اور علاج جبرہ یہاں کی کئی کتابیں
 رنی میں منتقل ہوئیں۔ اس خاص علاج میں یہاں کے اجبار مہارت
 رکھتے تھے۔ ابن ندیم نے اس سلسلہ میں لکھے ہندی کی کتاب جناس الحیات
 و سمو مہا اور نائل ہندی کی کتاب جناس الحیات کے نام دیئے ہیں، غالباً
 ان میں دواؤں کے ساتھ منتروں کا ذکر رہا ہوگا۔ جاہظ نے لکھا ہے کہ
 اہل ہند ایسے منتر بھی جانتے ہیں جو زہر اور درد میں سریع الاثر ہیں اور
 ان سے علم انکھ پھیلا ہے جس کو زہر پڑھا جائے تو وہ ضرر نہیں
 پہونچاتا۔

ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ اہل ہند کا یہ خیال ہے کہ وہ منتر کے ذریعہ

جو چاہیں حاصل کر لیں، وہ اس سے زہر چھتے اور نکالتے ہیں۔
 زہر اور اس کے علاج میں ابن ندیم نے کتاب السموم للہند کا تذکرہ
 کیا ہے۔

اس دور میں ہندی طب اور اطیب
 ہندی جڑی بوٹیاں اور دوائیں کی طرح ہندی جڑی بوٹیاں اور

بھی بغداد و بصرہ میں مقبول ہوئیں اور عوام ان کو استعمال کرنے
 ہندی دواؤں اور جڑی بوٹیوں کو بر بہار اور بر بہارات کہتے تھے
 ان کے لوگانے اور فروخت کرنے والے عطاروں کو بندار اور بناد
 کے نام سے یاد کرتے تھے۔

غراکم اور نیرنجات وغیرہ
 غراکم، طلسمات، نیرنجات، شعبدہ جات
 جادوگری میں اہل ہند قدیم زمانہ۔

مہارت رکھتے تھے اور اس فن کی کئی کتابوں کے ترجمے عربی میں ہوئے
 ابن خردادزبہ نے لکھا ہے کہ اہل ہند وہم اور فکر کی قوت سے بہت سے
 بنائے، بگاڑتے ہیں اور نفع و نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ ایسے تخیلات
 مظاہرہ کرتے ہیں۔ جن سے عقلمند آدمی حیرت میں رہ جاتا ہے، وہ
 قوت ارادی و فکری سے بارش اور سردی کو روک دینے کا دعویٰ کرتے
 ہیں یہ جاحظ کا قول گذر چکا ہے کہ اہل ہند علم الفکر سے زہرا تارہ
 ہیں۔ ابن ندیم نے شعبدہ اور نیرنجات کے بیان میں لکھا ہے کہ اہل
 کا اس میں اعتقاد ہے۔ علم التوہم ہندوستان کا خاص علم۔
 اس فن میں ان کی کتابیں ہیں۔ جن میں سے بعض عربی میں منتقل

۱۔ المسالک والممالک ص ۱۷۱، ۱۷۲ ص ۷۲۔

وئی ہیں بلکہ

ہندوستان کے غرائم و نیرنجات، منتر اور قوت فکریہ کی تاثیر و تاثر
شہرت مسلمانوں کے عقلی اور فکری حلقوں میں عام تھی۔ اور ان کو
سلما کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا تھا، چنانچہ علامہ ابن قتیبہ نے
ویل مشکل القرآن میں ایک مقام پر نظر لگ جانے کے منکروں کو
ان کے ان ہی سلما سے الزام دیتے ہوئے لکھا ہے:

وَلِعَصَدَقِ الْهِنْدِ بِمَدْعِيهِ
فِي الْفِكْرِ وَالرَّقِي، وَانْكَرِ
الْعَيْنِ وَالْعَوْذِ، أَوْلَيْسِ
الضَّرُّ بِالْفِكْرِ بَاعْجَبِ
مِنَ الضَّرِّ بِالْعَيْنِ ؟

نظر لگنے کا منکر اہل ہند کی قوت
فکریہ اور منتر کے اثر کے دعوے
کی کیوں تصدیق کر کے عین اور
اس کے علاج کا انکار کرتا ہے
کیا قوت فکریہ کا ضرر عین کے ضرر
سے زیادہ تعجب انگیز اور قابل

رتاویل مشکل القرآن ص ۸۹) انکار نہیں ہے ؟

سہ ہندی اس فن میں بہت ماہر تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی
لھی ہے جس میں اہل وہم و فکر کا طریقہ اختیار کیا ہے۔
عطار بن محمد بنجم کی ایک کتاب الجغرا الہندی ہے جس میں یہاں کے
علم جغرافیہ کا بیان ہے۔

زجر و کہانت میں کتاب زجر الہندی ہے، علم خطوط الہندیوں
کی ریختہ میں یہاں کی ایک کتاب عربی میں منتقل ہوئی جس کا نام
کتاب خطوط الکف والنظری الہندی ہے۔

الفہرست ص ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲ ص ۲۳۲۔

قصے کہاں کہاں

ہندوستان اور یونان کے باشندے دیوالائی اور
قصص میں قدیم زمانہ سے مشہور ہیں۔ عباسی دور

میں ہندی علوم و فنون کے ساتھ ہندی داستانوں کا ترجمہ
ہوا، اس موضوع کی مشہور کتابیں یہ ہیں، کلیلہ و دمنہ، سندباد کبیر، سن
باد صغیر، کتاب البد، کتاب بوناسف و بلوہر، کتاب بوناسف، کتاب
ادب الہند و الصين، قصہ سبوط آدم، کتاب طرق، کتاب دیک ہندی
مردوں اور عورتوں کے بارے میں، کتاب ساویرم، کتاب شاناق فی
التدبیر، کتاب بیدیا حکمت و دانائی ہیں، کتاب اطر مشروبات میں

نغمہ و موسیقی اور غنا، بھی یہاں کا خاص فن ہے، رقص و سرود
اور موسیقی میں یہاں کے لوگ قدیم زمانہ سے مشہور

ہیں، جاہظ نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کی موسیقی طرب انگیز ہے۔ ان کے
یہاں کنگلہ نامی باجا ہے جو کدو پر ایک تار کھینچ کر بنایا جاتا ہے اور عموماً
کے تاروں اور چنگ کے تاہم مقام ہوتا ہے۔ نیز ہندوستان میں
قسم قسم کے رقص اور عجیب عجیب حرکتیں ہیں۔ سیاہ قوموں کے نغمات
و محاسن میں خوش خلقی اور حسن صوت ہے خاص طور سے سندھی مغنیان
میں یہ بات پائی جاتی ہے لے

سندھ کے مغنی اور مغنیات عرب میں خاص شہرت رکھتے تھے اور
شعراء و ادباء اور اہل ذوق ان سے لطف اندوز ہوتے تھے، ابو جہر
عہد ہندی کا مشہور شاعر تھا، اس کے یہاں مسطرز سندھی مدنی
مغنی تھا۔ وہ نہایت پارسا اور نیک آدمی تھا۔ (انغانی ج ۱۹ ص ۸۳)

راہ الفہرست ص ۲۲۲ د ص ۲۲۵ - لے رسائل جاہظ ج ۱ ص ۲۲۲ -

نخار قندہار یہ مشہور مغنیہ باندری تھی جسے عبداللہ بن ربیع نے دو لاکھ درہم میں خریدا تھا۔ اس کی خوش الحانی اور موسیقیت پر ارباب ذوق وجد کرتے تھے۔

قاضی صاعد اندلسی نے لکھا ہے

کہ ہندوستان کے جو علوم و فنون ہم اہل اندلس تک پہنچے ہیں ان میں موسیقیات کی ایک کتاب ہے۔ اس کا نام ہندی میں مافر ہے یعنی شمار الحکمت، اس میں الحان کے اصول اور فنون کے طریقے درج ہیں۔

ہندوستان کی تلواریں خصوصاً مقام گلر کی بنی ہوئی سیون قلعیہ عرب میں مشہور تھیں۔ یہاں

جنگ اور اسلحہ جنگ کے بہادر تلوار کے دھنی اور اس کے اوصاف و علامات سے واقف تھے۔ جا حظ نے لکھا ہے کہ اہل ہند کے یہاں قلعی تلواریں ہوتی ہیں۔ وہ لوگ اس سے کھیلنے اور جنگ کرنے میں پوری جفاقت و مہارت رکھتے ہیں۔

اصول جنگ اور اسلحہ جنگ پر ہندوستان کی دو کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں۔ ایک کتاب با جہر ہندی جس میں تلواروں کی صفات، علامات، برہش، جوہریت کا بیان تھا، دوسری کتاب شاناق ہندی جس میں تفصیل کے ساتھ جنگی تدابیر اور سپاہیوں کے انتخاب اور شہسواروں کے اوصاف کا بیان تھا۔

۱۔ کتاب الاغانی ج ۵ ص ۱۶۳۔ ۲۔ لطائف الامم ص ۱۷۔ ۳۔ المغرب

ایک اور کتاب ملک الہند القتال و السباح کا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے جو کسی راجہ کی تصنیف تھی اور عربی میں منتقل ہوئی تھی۔ یہ قتال یعنی جنگ اور سباح یعنی تیراکی کے بیان میں تھی۔

خطابت اور فصاحت و بلاغت عربی زبان کا حق اور عربوں کا حصہ ہے، قدرتی

طور سے اس زبان اور اس کے بولنے والوں میں زور بیان اور زبان آوری ہوتی ہے۔ اس فطری ملک میں عرب قوم منفرد ہے۔ اس کے باوجود عربوں نے ہندوستان کے فن خطابت اور فصاحت و بلاغت سے دلچسپی لی ہے اور اس ملک کے خطباء، شعراء اور ادباء کا تذکرہ کیا ہے، جاہلانہ اہل ہند کے خصائص کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے یہاں اشعار کی کثرت اور طویل خطبات ہیں۔ ابن ندیم نے کتاب حدود منطق الہند کا تذکرہ کیا ہے جو ہندی سے عربی میں ترجمہ کی گئی تھی۔ اس میں یہاں کے فن بلاغت کا بیان تھا۔ ابوالاشعث معمر کا بیان ہے کہ جن دنوں یحییٰ بن خالد برہمکی نے ہندوستان کے اطباء کو بغداد میں بلایا۔ میں نے بہلہ ہندی سے دریافت کیا کہ ہندوستانیوں کے نزدیک بلاغت و فصاحت کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ ہمارے یہاں اس فن میں ایک کتاب لکھی گئی ہے۔ میں اس کا ترجمہ عربی میں اچھی طرح سے نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی مجھے اس فن سے تعلق ہے۔ یہ جواب سنا کر مجھے خود اس کتاب کی خوبیوں کے معلوم کرنے کا شوق ہوا، اور میں نے وہ کتاب حاصل کی، اس میں لکھا تھا کہ بلاغت کی شرط اس کے اسباب کا مہیا ہونا ہے یعنی خطیب و مقرر کو جوش پر قابو ہو

اعضائے وجود میں وقار و سکون ہو، نگاہ قابو میں ہو، قوم سے اس کی زبان میں بات کرے، بڑوں سے ہم کلامی میں بازاری کی زبان استعمال نہ کرے، ہر طبقہ کے ساتھ گفتگو کرنے پر قادر ہو، نہ معالیٰ باریک ہوں نہ الفاظ بھاری بھر کم ہوں، یہ طرز گفتگو عالم و فلسفی اور دانشوروں سے مخاطب میں اختیار کرے، جو مختصر اور بقدر ضرورت گفتگو کا مادی ہو۔ سخنوری کوفن کی حیثیت سے جانتا ہو۔ رنگین بیانی اور اعتراض کے نقطہ نظر سے نہ سیکھا ہو، وہ بلیغ ہے لہٰذا عباسی خلفاء کے موالیٰ میں ابراہیم بن سندی بلا کا خطیب و مقرر تھا، اس کے الفاظ پر شکوہ اور معافی شاندار ہوتے تھے، وہ اپنی تقریر کے دوران جوش و خروش اور جذبات سے بے قابو ہو جاتا تھا، اس کی باتیں تیر و نشتر بن کر سامعین کے دلوں میں اتر جاتی تھیں۔

نتیج بن نہہان طائی سندی کا تذکرہ ازبید کی نے طبقات النخویین و اللخویین میں بصرہ کے علمائے دفت کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے لہٰذا اور جاہظ نے لکھا ہے کہ نتیج بن نہہان سندی نے بچپن صحرا میں گزارا وہ رو بہ شاعر سے زیادہ فصیح تھا۔ اور علمائے عراق اس سے تحصیل علم کرتے تھے، جس طرح علمائے شام حکیم حبشی سے استفادہ کرتے تھے۔ جو عجمان سے زیادہ فصیح تھا۔

لہٰذا البیان و التبيين ج ۱ ص ۹۰ ر ص ۹۱، لہٰذا ح ۱ ص ۱۳۰ ص ۲۶۶۔

لہٰذا طبقات النخویین و اللخویین ص ۱۵۵۔ لہٰذا رسائل جاہظ ج ۱ ص ۱۹۸۔

اسلامی علوم و فنون

ہندی مسلمانوں کے حالات کی نایابی کا البتہ | ہندوستان میں عباسی تاریخ کا سب سے زیادہ افسوس ناک

اور تاریک باب یہ ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت، تمدن و حضارت، بود و باش، اخلاق و عادات، انفرادی و اجتماعی حالت اور قومی و ملی زندگی کے بارے میں کوئی بات معلوم نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی دینی و مذہبی حالت اور عالم اسلام سے ان کے ربط و تعلق کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس دور کے سیاحوں، تاجروں،

جہازریوں، اور مؤرخوں نے بلا واکلف یعنی ہندوستان میں رہنے والے اور آنے جانے والے مسلمانوں کے متعلق بیش بہا معلومات فراہم کی ہیں مگر وہی لوگ دارالاسلام یعنی عباسی مقبوضہ کے مسلمانوں کے بارے میں خاموشی سے گزر گئے ہیں، البتہ ان کے مقابلہ میں علمائے طبقات و رجال اور ائمہ حدیث و فقہ نے یہاں کے ارباب فضل و کمال اور اہل علم و فن کے تذکرے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ جن سے اس دور کے عام مسلمانوں کی دینی و علمی زندگی اور عالمی ربط و تعلق کا

اندازہ ہوتا ہے، اور ان کی قومی و ملی تاریخ کے چہرے پیدھے ہوئے
خبار کی تہ کچھ ہلکی ہوتی ہے، ورنہ سادگی داستان سمرائی کے باوجود
ان کا عنوان مجہول ہی رہ جاتا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر یہاں کے مسلمانوں کی اسلامی زندگی
میں تروتازگی اور شادابی نہ ہوتی تو چین اسلام کے یہ نکل بوٹے کیسے
کھلتے جن کے رنگ و بو کی دنیا ہندوستان سے لے کر پورے عالم اسلام
تک آباد تھی۔ اور جن کے دینی و علمی اور ملی تعلقات کی کڑیاں سندھ و
مکران سے لے کر مغرب اقصیٰ اور اندلس تک ملی ہوتی تھیں، جس دور
میں اور جس سرزمین سے یہ جہا بڑے علم و فن، خبا قرۃ فضل و کمال،
حفاظ حدیث، ائمہ فقہ، عباد و زہاد، قضاة و معدین، شعراء و ادباء،
علماء و حکماء، فلاسفہ و متکلمین، اور مختلف علوم و فنون میں سلسلہ گان
— روزگار پیدا ہوئے ہیں، کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس دور کے
مسلمانوں کا قومی و ملی حال قابل ذکر نہیں تھا؟ خصوصاً جب کہ اس زمانہ
میں پورے عالم اسلام میں زندگی، ہی زندگی نظر آتی تھی، ہر طرف
یقین و عمل کی روح کار فرما تھی، ہر شہر و قریہ دینی نشاط و انبساط
سے آباد، ہر راہ علمی و فنیوں سے معمور اور ہر بستی علمائے مشہور تھی
اور مسلمان اسلامی تقاضوں کی تکمیل میں باہم مسابقت
کر رہے تھے۔

ہر دور کے علماء اپنے عہد کے ترجمان اور اپنے ماحول کے آئینہ دار
ہوتے ہیں جن کی چلتی پھرتی ذات ہیں ان کی قوم کے خدو و خال دیکھے
جاتے ہیں۔ ان سے ان کے پورے عہد و دیار کا قومی و ملی حال اور

دینی و علمی مزاج معلوم ہوتا ہے، چنانچہ عبا کی عہد کے ہندی علماء بھی اپنی زبان کے ترجمان اور نمائندہ ہیں۔ اسی لئے ہم یہاں کے علماء کے حالات میں نسبتاً تفصیل سے کام لے کر اس تاریخی خلا کو پر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو یہاں کے مسلمانوں کے بارے میں پایا جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ہندی موالی و ممالیک علماء و فضلاء کا علیحدہ باب بھی اسی داعیہ کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں کے اسراء و ممالیک علماء اور اندرونی و بیرونی ارباب فضل و کمال کے حالات سے ان کے اہل وطن کا دینی و علمی اور اخلاقی و تمدنی حال معلوم کر سکتے ہیں۔

دوسری صدی سے چوتھی صدی تک
علمائے اسلام اور علمائے ہند | کا زمانہ اسلامی علوم و فنون خصوصاً

علم حدیث و فقہ کے حق میں پربہار، بارونق اور خوش آئند تھا۔ اس میں پورا عالم اسلام گویا ایک مدرسہ تھا۔ اور ہر شہر و قریہ کے علماء و محدثین علمی اسفار میں دنیا کی خاک چھانتے تھے، مشرق سے مغرب تک تعلیم و تعلم، تحدیث و روایت، اور تالیف و تدوین کا سلسلہ جاری تھا۔ اور عالی شاہراہوں میں رداۃ حدیث، قلم، دوات اور کتابیں لئے رواں دواں تھے۔ اس علمی و دینی قافلہ میں ہندی علماء کی اچھی خاصی تعداد رہا کرتی تھی۔ اور یہاں کے طلبہ بھی عالم اسلام میں چل پھر کر تحصیل و تکمیل میں مشغول تھے۔ یہ حضرات عام طور سے اپنے ملک کے علماء و محدثین سے پڑھ کر باہر نکلتے تھے اور تحصیل و تکمیل کے بعد اپنے وطن واپس آجاتے تھے یا باہری رہ کر علمی زندگی بسر کرنے لگتے تھے، جو علماء یہاں آگئے ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ اور جو دوسرے مالک

ہیں رہ بس گئے ان کے کچھ حالات طبقات و رجال کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علماء و محدثین کے تذکرے اور انکی خدمات ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ جس دور میں پورا عالم اسلام دارالعلم بنا ہوا تھا۔ اور ہر طرف اسلامی علوم و فنون کا پھل چاہو رہا تھا، ہندوستان میں اسلامی علوم خصوصاً علم حدیث اور محدثین کا نام و نشان نہیں تھا اور اس دور کے بن چند ہندی اہل علم کے نام ملتے ہیں ان کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔

یہ خیال سراسر بے بنیاد اور غلط ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں یہاں حدیث کا پھل چاہا تھا، ہر بڑے شہر میں محدثین کی جماعت تحدیث و روایت میں مشغول تھی، اہل علم کی مجلسیں قائم تھیں اور اصحاب و شیوخ بحث و مذاکرہ کر رہے تھے، دور دراز ممالک کے طلبہ یہاں آتے تھے، یہاں کے طلبہ دور دراز ممالک میں جاتے تھے اور عالم اسلام کے قابل قدر حصہ سندھ و سکران میں بھی دینی علوم کی سرگرمی جاری تھی، مگر افسوس کہ یہاں کے ارباب علم و فن کے حالات مرتب نہیں کیے گئے، اور کسی مقامی مؤرخ و مصنف نے ان کی شخصیات و خدمات کو جمع نہیں کیا۔ اس غفلت کے نتیجہ میں ہندوستان کی علمی تاریخ کے نقوش نہ ابھر سکے، اور اگر کہیں کچھ دھندلے نقوش باقی رہ گئے تھے تو بعد کے عجمی و عقلی علوم و فنون کا سیلاب ان کو بھی بہا لے گیا۔ اور نہ صرف فقہاء و محدثین کے نام اور کام ضائع ہوئے بلکہ اس دور کے ادباء، شعراء، حکماء، فلاسفہ، متکلمین اور دیگر اہل علم

وفن بھی گوشہ گنہگار کی نذر ہو گئے۔ اور فقہاء و محدثین کی طرح انکی خدمات کا بھی نشان نہیں ملتا، ورنہ کون باور کر سکتا ہے کہ تقریباً تین صدیوں تک ہندوستان کے مسلمانوں میں اہل علم و فن پیدا ہی نہیں ہوئے اور یہاں کے کسی طبقہ میں علم و علماء کا وجود ہی نہیں تھا۔

ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون اور علماء و فضلاء کے بارے میں آئندہ جو کچھ لکھا جائے گا وہ بغیر ہندی مصنفوں کی کتابوں سے ماخوذ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ دوسروں ملکوں کے مصنفوں نے اپنے یہاں کے ہندی عالم کے تذکرہ میں وہی حالات لکھے جو ان کے یہاں رونما ہوئے یا ان کو ملے اور ان میں کہیں ضمنی اور اتفاقی طور سے ایسی بات آئی جس کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ ایسی ضمنی اور اتفاقی باتیں ہمارے لئے بڑے کام کی ہیں، اور ان ہی شکر پاروں سے ہم مٹھائی تیار کرتے ہیں۔

دولت ہتیار یہ منصورہ کے سقوط کے بعد ۱۱۹۱ھ سے ہندوستان میں غزنوی دور شروع ہوا۔ اس سے پہلے چار صدی سے زائد کا زمانہ اس اعتبار سے عربی دور تھا کہ اس میں خلافت راشدہ، خلافت امویہ، خلافت عباسیہ اور عرب حکومتوں کا عمل دخل تھا۔ اور عربی دور کے علماء و فضلاء کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم اموی دور تک کی علمی تاریخ مرتب کر چکے ہیں اور عباسی دور کی علمی تاریخ کے ضمن میں غزنوی دور تک کے علماء و فضلاء کا اجمالی حال لکھ رہے ہیں تاکہ کچھ تلافی یافت ہو سکے۔

عباسی عہد کے علمائے ہند کا اجمالی تعارف | جس طرح یہاں کے علماء و محدثین علم و بین کی طلب میں

اپنے ملک کے علاوہ پورے عالم اسلام کی خاک چھانتے تھے۔ اور دور دراز مقامات کا سفر کر کے وہاں کے ائمہ دین و شیوخ حدیث سے تحصیل علم کرتے تھے، اسی طرح انہوں نے اس امانت کی ادائیگی میں دینا کا چکر کاٹا اور دنیائے اسلام کے قریات و مدن میں جا کر حدیث کی خدمت انجام دی یلیبار، کلہ، منصورہ، ملتان، دیبل، قزوین، نکران، سندھ، بوتقان وغیرہ سے لے کر بغداد، بصرہ، مکہ، شام، دمشق، عذلبون، اصفہان، مصر، قیروان، قرطبہ، اندلس تک حدیث کا درس دیا، اور جہاں جہاں پہنچے مقامی علماء نے مجلس درس و املا منعقد کر کے ان سے اکتسابِ فیض کیا۔

ان کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے عباقرہ علم اور جہا پیدہ حدیث شامل ہیں، ائمہ و حفاظ نے ان سے سماع و روایت کر کے ان کے فضل و کمال کی شہادت دی۔ ہندوستان کے افتخار اور یہاں کے مسلمانوں کے ابہتہاج کے لئے یہ کیا کم ہے کہ ان کے اسلاف کے حلقہ نشینوں میں امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام دارقطنی، امام خطیب بغدادی، امام ابو عبد اللہ حاکم، امام ابو حاتم رازی، امام ابن ابی حاتم رازی، امام ابو یعلیٰ موصلی، امام ابو نعیم اصفہانی، امام ابو عوانہ، امام سخاوی، امام ابن عساکر، امام ابو الفتح عبد الغافر کاشغری جیسے مشاہیر اسلام اور محاسن امت نظر آتے ہیں۔ دور دراز ممالک کے طلبہ حدیث آ کر ان سے استفادہ کرتے تھے۔ اور وہ بلادِ اسلامیہ میں جا کر فیض پہنچاتے

تھے۔ کتنے ہندی علماء اسی دینی و علمی سفر میں اپنے وطن سے دور مقام
 میں آباد ہو گئے اور کتنے آتے جاتے رہے۔ ان میں سے جن حضرات کے
 نام اور حالات اب تک مل سکے ہیں۔ ان کا اجمالی تعارف پیش کیا
 جاتا ہے۔

ابو بکر احمد بن سند کی نے بغداد کے محلہ قطیعة بنی حداد میں مستقل
 سکونت اختیار کی، عباسی خلفاء نے اپنے امرار کو بطور جاگیر کے بغا
 کے مختلف علاقے دیے جو اپنے مالکوں کے نام سے مشہور ہوئے، چنانچہ
 علاقہ کرخ میں قطیعة الفقہاء اور قطیعة الزیح دو جاگیریں تھیں جن
 میں محدثین رہا کرتے تھے۔ ابو بکر احمد بن سند نے بھی یہیں رہ کر
 سند درس بچانی اور حافظ ابو نعیم اصفہانی، ابو علی بن شادان
 ابن رزقویہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ایک واسطے سے خطیب
 بغدادی بھی ان سے تلمذ کا شرف رکھتے ہیں۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ان سے بکثرت روایت کی
 ہے۔ اور امام دارقطنی نے ان کی احادیث کا انتخاب کیا ہے اور
 میں بغداد میں فوت ہوئے۔

احمد بن سند بن فروخ بغدادی نے بغداد اور بصرہ میں
 احادیث کا درس دیا، چنانچہ عبد اللہ بن عدی جرجانی نے بصرہ
 ہی میں ان سے روایت کی ہے، تیسری صدی میں انتقال
 کیا،

احمد بن سند رازی نے خراسان میں مرو اور رے کے درمیان

باغ و برزن نامی ایک گاؤں میں سکونت کر کے قرظین و ہمدان کے
تفصا کے ساتھ درس و روایت میں زندگی بسر کی، ان کے تلامذہ میں امام
ابو حاتم رازی ہیں۔

ابو نکر احمد بن سعید بن ابراہیم ہندی ابن ہندی اور ہمدانی کی نسبت سے
مشہور ہیں انھوں نے اندلس میں علمی سرگرمی دکھائی اور وہیں
ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن الاصلب لخمی نے ان سے روایت
کی۔

نیز اندلس میں ابو بکر بن سیرین اور حمزہ بن حاجب نے ان سے
روایت کی یہ اور ہمدان کے زمانہ قیام میں بھی اہل علم نے ان سے
استفادہ کیا تھا، علمائے اندلس کے انبار و احوال کے حافظ تھے۔
رمضان ۳۵۹ھ میں اندلس میں فوت ہوئے۔

ابو العباس احمد بن عبد اللہ دیلمی طلب علم میں دنیائے اسلام
کے مشہور شہروں کی خاک چھانتے ہوئے نیشاپور پہنچے، اس زمانہ میں
ان کے لئے ایسی کشش تھی کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان سے حدیث
کا سماع کرتے والوں میں حافظ ابو عبد اللہ حاکم بھی ہیں۔ رجب
۳۴۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔ اور حیرہ کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

۱۔ فہرست ابی بکر بن خیرا شبیلی ص ۲۵۲۔ ۲۔ تہذیب المدارک
ص ۲۳۰۔ ۳۔ کتاب الانساب۔

طائف عباسیہ اور ہندوستان

ابو بکر احمد بن قاسم بن سلیمان ہندی بغداد میں قیام کرتے تھے
 معدّل تھے یعنی خلافت کی طرف سے عوام کی توثیق و تعدیل کی خدمت
 انجام دیتے تھے، نیز بڑے تاجروں اور خریداروں کے درمیان بیع و
 شرا کے معاملات کرتے تھے۔ اسی لئے ان کو بیع اور معدّل کہتے ہیں۔
 اسی کے ساتھ احادیث کا درس بھی کاسلسلہ جاری تھا۔ ان سے بعد العزیز
 بن علی ازجی نے روایت کی ہے، اور ان کے ذریعہ خطیب بغدادی نے
 ابو بکر بن ہندی سے روایت کی ہے۔

ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون دیلمی حرابی بغدادی رازی بغداد
 میں قیام کرتے تھے، مشہور مقرر تھے، ان سے ابو یعلیٰ بن درمان قال
 محمد بن علی باوا اور قاضی ابو العلاء واسطی نے روایت کی ہے، اور خطیب
 نے ابو یعلیٰ کے واسطے سے ان سے روایت کی ہے۔ ۳۳۰ھ میں پیدا ہوئے
 اور رجب ۳۳۰ھ میں فوت ہوئے۔

ابو الفوارس احمد بن محمد بن حسین ہندی مصری صابونی سندھ
 اور زبردست محدث ہیں، مصر میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، ان
 سے روایت کرنے والوں میں حافظ ابو زرعمہ رازی صغیر، ابن نظیف
 احمد بن محمد بن الحاج وغیرہ ہیں۔ شوال ۳۲۹ھ یا ۳۳۰ھ میں انتقال
 کیا، اس وقت ان کی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی۔ اس سے اندازہ
 ہو سکتا ہے کہ ابو الفوارس ہندی نے کتنی مدت تک مصر میں درس
 حدیث دیا،

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۵۲۔ ۲۔ ح ۵ ص ۱۱۳ و ۱۱۴ وغایۃ النہایۃ
 ج ۱ ص ۱۳۱ و ۱۳۲، حسن المحاضرہ ص ۱۵۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۹۲، میزان الاعتدال
 ج ۲ ص ۱۳۹۔

ابو العباس احمد بن محمد بن صالح قمی منصورى قاضى منصوره اپنے
شہر منصوره میں درس حدیث دیتے تھے۔ اور یہیں انھوں نے اپنے
آزاد کردہ غلام سے ابتداء میں تعلیم حاصل کی تھی، اس کے بعد بغداد
گئے اور تحصیل و تکمیل کر کے واپس آئے، اس سفر میں کچھ دنوں عراق
میں قیام بھی کیا۔ داؤد ظاہری کے مسلک پر تھے۔ ان سے حافظ عبداللہ
احاکم نے روایت کی تھی۔

احمد بن محمد ہندی کہ ایسی صاحب کتاب الوصایا۔ (کشف

الظنون ج ۲ ص ۳۰۶)

ابو عبداللہ احمد بن موسیٰ و تادریلی، سے تیسری عدی کے مشہور
عالم ابو الحسن علی بن احمد بن محمد دیبلی نے روایت کی ہے جیسا کہ سبکی
نے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے۔ غالباً دونوں عالموں کی ملاقات اپنے
وطن دیبل میں رہی ہوگی۔

ابو خاند احمد بن محمد منصورى نے علی بن محمد نخعی سے روایت کی ہے
اور ان سے احمد بن محمد صراف نے روایت کی ہے، ابو عاصم عبادی نے
طبقات الفقہاء الشافعیہ میں اصحاب شافعی کے طبقہ رابعہ میں ان کا
تذکرہ کیا ہے، اور صمیری نے اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ میں ان سے ایک
روایت بیان کی ہے۔ (طبقات الفقہاء الشافعیہ ص ۸۹ و اخبار
ابی حنیفہ و اصحابہ ص ۶۴)۔

ابو بکر احمد بن محمد منصورى بکر ابادی محدث و فقیہ ہیں، جرجان
کے نواح بکر آباد میں رہتے تھے، انھوں نے امام ابو بکر اسماعیلی اور

۱۔ الانساب المتفقہ ص ۱۵۲ و احسن التقاسیم ص ۲۸۱۔

حافظ ابن عدی سے روایت کی ہے، دو شنبہ ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ
 میں فوت ہوئے۔ اور دوسرے دن سہ شنبہ کو دفن کئے گئے (تاریخ
 حبر جان ص)

ابو محمد اجید بن حسین بن علی بن سلیمان سلمی بامیانی کے بارے میں
 ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس سے معلوم ہو کہ وہ اپنے علاقہ بامیان
 سے باہر گئے ہوں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو محمد عبداللہ
 بن محمد بن یعقوب متوفی ۲۵۸ھ میں۔ (الاکمال ج ۳ ص ۷۸ اور مجمع
 المبلد ان ج، ص)

ابو اسحاق ابراہیم سندی بن علی بن بہرام اصفہانی سندھ
 سے ترک وطن کر کے اصفہان میں مستقل طور سے آباد ہو گئے اور وہاں
 حدیث کی روایت کی، ابو نعیم اصفہانی نے ان کو صاحب اصول لکھا
 ہے، ان کے نندانہ میں ابراہیم بن محمد بن حمزہ، عبداللہ بن محمد
 جعفر، محمد بن یوسف، اور سلیمان بن احمد ہیں۔ ۳۱۳ھ میں انتقال
 کیا۔

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیلمی محدث مکہ محمد بن ابراہیم دیلمی
 متوفی ۳۲۲ھ کے صاحبزادے ہیں۔ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ ان کا مستفق
 قیام دیلم یا مکہ میں تھا، البتہ ان کے بغداد میں رہنے اور وہاں حدیث
 کی روایت کرنے کا پتہ چلتا ہے خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ابو یعلیٰ
 حمزہ بن محمد بن حمزہ قرظوی سفر حج کے سلسلہ میں بغداد آئے اور
 وہاں ابراہیم بن محمد دیلمی سے روایت کی۔

۱۔ تاریخ اصفہان ج ۱ ص ۳۱۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۷۲۔

ابراہیم بن محمد دیبلی کے ذکر میں ایک دعا کا ذکر نامناسب معلوم ہوتا ہے جو ان کے اور دوسرے محدثین کے نزدیک محرب ہے۔ حافظ ابن حجر نے مختصر الترغیب والترہیب میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم دن یا رات میں بارہ رکعات نفل نماز پڑھو۔ اور ہر دو رکعت کے درمیان تشہد پڑھو۔ آخری تشہد پڑھ لو تو اللہ کی حمد و ثنا اور رسول پر سلام و رحمت کے بعد سجدہ میں جا کر سورۃ فاتحہ سات مرتبہ، آیتہ الکرسی سات مرتبہ اور یہ دعا دس مرتبہ پڑھو۔

”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد
وہو علی کل شیء قدید۔“

پھر یہ دعا پڑھو۔ اللہم انی اسألك بمعاقب العزمن
عرشک ، ومنتہی الرحمة من کتابک ، واسمک الاعظم
وجدک الاعلیٰ ، وکلما تک انتامة اس کے بعد اپنی
حاجت طلب کرو ، اور سراٹھاؤ ، اور بیوقوفوں کو یہ دعا نہ بتانا۔
ورنہ اس طرح اپنے مطلب کی دعا کریں گے اور مقبول ہو جائے گی
رواہ الحاکم۔ احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ میں نے اس کا تجربہ کیا تو
صحیح پایا ، ابراہیم بن محمد دیبلی نے کہا کہ میں نے اس کا تجربہ کیا تو
صحیح پایا۔ ابو زکریا نے کہا ہے کہ میں نے اس کا تجربہ کیا تو صحیح پایا۔
اور حاکم نے کہا ہے کہ میں نے اس کا تجربہ کیا تو صحیح پایا۔
اسلم بن سند کی رازی سند سے لے گئے۔ سمعانی اور ابن ماکولا

۱۔ مختصر الترغیب والترہیب ، ابن حجر ص ۴۹ و ۵۰ ،

نے ان کے تلامذہ میں ابو الحسن علی بن حسین سیازی کا نام بتایا ہے جو عیاشک الطویلہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ سیازہ نواح بخارا میں ایک گاؤں ہے۔

ابو ابراہیم اسمعیل بن سندی خلّال بغداد کے محلہ باب الشام میں مقیم تھے۔ محمد بن مخلد نے یہیں ان سے بشر بن عارث حافی کے ملفوظات سننے کی ذہبی نے اسباط بن نصر ہمدانی کو بھی ان کے تلامذہ میں بتایا ہے۔

اسمعیل بن محمد بن رجا سندی اسفرائینی نیشاپوری کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ انھوں نے کس سے روایت کی اور ان سے کس نے روایت کی۔

بشیر بن عمرو بن ابو ہارون سندی مالکی کو قاضی عیاض نے ترتیب المدارک میں فقہائے مالکی کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔ جو اہل عراق سے ہیں۔ انھوں نے نہ امام مالک کو دیکھا اور نہ ان سے روایت کی مگر ان پر فقہ مالکی کی انتہا ہے، اور انھوں نے اس کی تعلیم و ترویج میں حصہ لیا ہے۔ ترتیب المدارک ج ۲ ص ۵۵۱)۔

ابو محمد جعفر بن خطاب قصدا ری بلوچستان کے شہر قصدار (قزواری) کے رہنے والے تھے۔ ننگر بلخ میں سکونت اختیار کر کے وہیں حدیث کی روایت کی، مشہور امام حدیث حافظ ابو الفتوح عبد الغافر بن حسین بن علی کاشغری نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۔ کتاب الانساب والاکمال ج ۱ ص ۵۱۰۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۸۳۔ ۳۔

میزان الاعتدال ج ۱ ص ۸۲۔ ۴۔ کتاب الانساب ورق ۲۵۵۔

ابوالقاسم جعفر بن محمد سرندی نے امام قنبل (ابو عمر محمد بن عبد الرحمن بن خالد مخزومی کی متوفی ۲۹۱ھ) سے تجوید و قرأت کی تعلیم عرضاً حاصل کی، اور ان سے قرأت کی روایت ابو بکر محمد بن محمد بن عثمان طرازی نے کی، (غایۃ النہایہ ج ۱ ص ۱۹۸-)

حیش بن سندی بغدادی حضرت امام احمد کے اجل اصحاب میں سے ہیں۔ محد قطعہ میں رہتے تھے۔ خطیب بغدادی نے ان کے شاگرد میں سے محمد بن مخلد کا نام لیا ہے۔

ابو محمد حسن بن حامد دیلمی بغدادی عالم اور مالدار تاجر تھے، بغداد کے محلہ درب الزعفرانی میں ان کے نام سے ایک سرائے خان ابن حامد مشہور تھی۔ وہ دیلم سے بغداد گئے اور تجارتی کاروبار کے ساتھ مختلف شہروں میں جا کر حدیث کا درس دیا جن میں بغداد، مصر اور دمشق نمایاں ہیں۔ ان سے محمد بن علی صوری نے اور صوری سے خطیب بغدادی نے روایت کی، ابن حامد دیلمی یکشنبہ یکم شوال ۳۲۶ھ کو مصر میں فوت ہوئے۔

ابوالقاسم حسین بن محمد بن اسد دیلمی نے ۳۲۶ھ میں دیلم سے دمشق جا کر امام ابو یعلیٰ موصلی وغیرہ سے حدیث کی روایت کی اور ان سے جن حضرات نے روایت کی۔ ان کا علم نہ ہو سکا۔ نیز ان کے دیلم سے باہر ہونے کی کوئی روایت نہیں ہے، غالباً وہ دمشق سے واپس آ کر اپنے وطن میں رہے۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۸۴۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۱، ص ۳۰۳۔ ۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۱۵۹۔ ۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۵۵۔

ابو جرحمدان بن محمد بن رجاہ سنندی نیشاپوری اسفرائینی، اسفرائینی
 کے بیت السنندی سے ہیں۔ امام ابو محمد عبداللہ بن علی بن جارد
 نیشاپوری متوفی ۳۳۵ھ نے اپنی کتاب منتقی ابن الجارود کی کتاب النکاح
 میں ان سے روایت کی ہے بلکہ

خلف بن محمد مو ازنی دیلمی نے بغداد اور دیلم میں روایت کی ہے۔
 ان سے روایت کرنے والوں میں ابو الحسن احمد بن محمد بن عمران بن
 جندی ہیں۔ خطیب نے لکھا ہے کہ نزل بغداد یعنی وہ بغداد آئے اور
 سمعانی نے نزل بغداد کے ساتھ نزیل بغداد لکھا ہے۔ غالباً خلف
 بن محمد دیلمی مستقل طور سے بغداد میں نہیں رہتے تھے بلکہ

ابو سلیمان داؤد بن حصین بن عقیل بن منصور اہل منصور میں سے تھے
 انہوں نے ابراہیم بن اشعث بخاری سے روایت کی ہے۔ ان کے منصور
 سے باہر جانے کی تصریح نہیں ملی، بظاہر وہ منصورہ، ہی میں رہے۔
 ابو محمد رجاہ بن سنندی نیشاپوری اسفرائینی، ابو حاتم رازی کا
 بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن موسیٰ رازی اور ابو جعفر جمال کو دیکھا
 ہے کہ ان دونوں نے رجاہ بن سنندی کی مجلس درس میں آکر ان سے
 حدیث لکھی، ان کے علاوہ احمد بن حفص، ابو حاتم رازی اور ان کے
 صاحبزادے ابو عبداللہ محمد بن رجاہ نے روایت کی ہے۔ ابن حجر نے تہذیب
 التہذیب میں نقل کیا ہے کہ ان سے امام بخاری نے بھی روایت کی
 ہے۔ ساتھ ہی مزنی کا یہ قول درج کیا ہے کہ میں نے صحیح بخاری میں

۱۰۰ المنتقی لابن الجارود ص ۲۳۵ - ۲۳۶ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۳، کتاب
 الانساب ج ۳ کتاب الجرح و العین من المحدثین ج ۱ ص ۲۸۶۔

رجار بن سندی کا ذکر نہیں پایا۔ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے
التاریخ الکبیر یا اپنی کسی دوسری کتاب میں ان سے روایت کی ہو،
نیز امام احمد بن حنبل، بکر بن خلف، ابن ابی الدینا، جعفر بن محمد بن
شاکر صانع نے ان سے روایت کی ہے۔

ابو بکر سندی خوانی بغدادی امام احمد بن حنبل کے اجل تلامذہ
میں ہیں اور امام صاحب کے مسائل و فتاویٰ کے ترجمان ہیں، مستقل قیام بغداد میں امام صاحب کے
ذرائع تھا ان سے روایت کرنے والوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

سندی بن ابو ہارون کا تذکرہ ابن ابی حاتم رازی نے البحر و
التعدیل میں اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں کر کے ان کو مجہول بتایا
ہے اور ان کے تلامذہ میں مسدد بن مسرید کا نام یہاں سے
ابو الہیثم سندی بن عبدویہ کلبی رازی دہلی کا نام سہل بن
عبد الرحمن یا عبدویہ ہے۔ اس کے ایک گاؤں دہک میں قیام تھا،
ہمدان و قزوین کے قاضی تھے۔ ان سے زافر بن سلیمان، عمرو بن رفیع
ابو حجر، عبد اللہ بن سالم بزائم، حجاج بن حمزہ ابو عبد اللہ محمد بن
حامد طہرانی، محمد بن عمار، اور احمد بن ابراہیم زمعی نے روایت کی ہے۔
ابو یوسف بن ہشام ہندی کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں معلوم کر سکیں۔ محمد بن سلام بخاری سے روایت کی ہے
سندی بن علی بغدادی دراتی کی دکان بغداد کے محلہ طاق الزبیل
میں تھی۔ جس میں وہ کتابوں کی تجارت کرتے تھے۔ اور کتابیں نقل

طرح البحر و التعدیل ج ۱ قسم ۲ ص ۵۰۳، تاریخ جرجان ص ۱۰، تہذیب التہذیب
ج ۳ ص ۲۶۵، طبقات الخلفاء ج ۱ ص ۱۰۱، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۲۸
و البحر و التعدیل ج ۲ قسم ۱ ص ۱۰۱، البحر و التعدیل ج ۲ قسم ۱ ص ۱۰۱،
بحر ج ۲ ص ۲۸۰۔ حاشیہ الکمال ج ۲ ص ۱۰۱

کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں اسحاق بن ابراہیم موصلی کے وراق تھے اور ایک روایت کے مطابق کتاب الاغانی الکبیر جو اسحاق موصلی کی طرف منسوب ہے، ان ہی کی تصنیف و تالیف ہے۔ الفہرست ابن ندیم

صفحہ ۲۰۳

ابو داؤد سیبویہ بن اسمعیل بن داؤد بن ابو داؤد واحدی قرظاری کے بارے میں امام سمعانی نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں مجاورت اور اقامت اختیار کی اور وہاں روایت کی۔

محمد بن ابراہیم دیلمی محدث مکہ کے بعد یہ دوسرے ہندی عالم ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں جا کر حدیث کا درس دیا۔ اور اسی میں زندگی بسر کی سیبویہ بن اسمعیل قرظاری (قصداری) کے تلامذہ کے نام سے معلوم نہ ہو سکے۔

ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد بن شعیب عبدی دیلمی نے اصفہان دمشق اور مصر میں حدیث کا درس دیا ہے۔ ابو نعیم اصفہانی نے لکھا ہے کہ وہ ۳۲۰ھ میں اصفہان آئے تھے۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ وہ مصر آئے اور یہاں حدیث کا درس دیا۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ انہوں نے دمشق اور مصر میں حدیث کی روایت کی، اور محدثین کی جماعت نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ ابن عساکر کی تصریح کے مطابق انہوں نے ۳۱۳ھ میں مکہ کتاب الاثناب۔

دمشق میں حدیث کا درس دیا۔ ان کے شاگردوں میں سے ابو سعید بن یونس سے امام سمعانی نے روایت کی، اور قاضی ابوالاحمد محمد بن احمد بن ابراہیم اور محمد بن جعفر بن یوسف دونوں سے امام ابو نعیم اصفہانی نے روایت کی۔ شعیب بن احمد "ابن ابی قطعان دیلمی" کی کنیت اور نسبت سے مشہور تھے۔ دیلم کے باہر کسی دوسرے مقام میں ان کے مستقل قیام کی تصریح نہیں ملی۔

عباس بن عبداللہ سندی محدثین کبار میں سے تھے مگر ان کا تذکرہ نہ مل سکا۔ انھوں نے امام سعید بن منصور صاحب السنن سے روایت کی ہے جو ساکن مکہ تھے اور وہیں ۲۲۹ھ میں فوت ہوئے تھے، اور عباس بن عبداللہ سندی سے ابو عثمان بن احمد بن عبدالعزیز شیبی نے مکہ مکرمہ میں روایت کی، نیز ابو بکر بن مفری نے ان سے روایت کی ہے۔

ابو محمد عبداللہ بن سلیمان بن عیسیٰ بن ہشیم یا عیسیٰ بن سندی وراق سے امام ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین۔ اور یوسف بن عمر قواس نے روایت کی ہے۔ انھوں نے بغداد میں درس حدیث دیا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بغداد کا قیام وقتی تھا یا مستقل طور سے سندھ سے یہیں آگئے تھے۔

ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن مرہ منصور بن مفری کے شاگردوں میں امام

۱۔ تاریخ اصفہان ج ۱ ص ۳۴۵، تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۲۴، کتاب الانساب ج ۱ ص ۱۹۳۔ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۸۹، جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۳، حاشیہ اکمال ج ۲ ص ۵۱۹، حاشیہ الاکمال ج ۲ ص ۴۱۱۔

حافظ ابو عبد اللہ حاکم کی تصریح ملتی ہے۔ جیسا کہ ابن القیسرانی اور
سمعی نے لکھا ہے یہ

عبد اللہ بن عبد الرحمن بلیباری سندی نے شام کے شہر عدیون میں
جا کر حدیث کی روایت کی، ان کے تلامذہ میں صرف ابو عبد اللہ کا نام ملتا
ہے۔ غالباً اسی سفر میں صوری نے ان سے روایت کی ہے یہ
عبد اللہ بن محمد سندی متوفی ۳۲۹ھ کا ذکر ابن کثیر نے البیہقیہ و التہامیہ
میں کیا ہے یہ ان کے استادوں اور شاگردوں کے بارے میں کچھ
معلوم نہ ہو سکا۔

عبد الحمید ہندی بہت نیک اور بزرگ عالم تھے۔ ہندوستان
سے قیروان جا کر سندرس بچھائی اور وہیں ۲۵۳ھ میں فوت
ہوئے یہ

عبد اللہ بن حسن بن سندی دمشقی اندلسی کا مختصر تذکرہ ضعیف
بغیۃ الملتس میں دمشقی کی نسبت سے کر کے ان کی وفات اندلس میں
۳۳۵ھ میں لکھی ہے۔ اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ان کا ذکر
کر کے ان کی ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ سندھ سے دمشق
پھر وہاں سے اندلس جا کر فوت ہوئے۔ ان تینوں ملکوں کے تلامذہ
سے کسی کا نام نہ مل سکا۔

ابو الفتح عبد الصمد بن عبد الرحمن اشعثی لوہوری (لاہوری) نے

۱۵۲ھ متفقہ ص ۱۵۲۔ معجم البلدان ج ۸ ص ۱۵۵۔ البیہقیہ و التہامیہ ج ۱ ص ۱۵۵۔

۱۵۵ھ ترتیب الملاحک ج ۳ ص ۱۳۰۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۶۳۔

بغیۃ الملتس -

نے سمرقند جا کر حدیث کی روایت کی ان کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ ۴۲۹ھ میں لاہور میں فوت ہوئے غالب گمان ہے کہ وہ لاہور ہی میں رہے اور تعلیمی سفر کے بعد باہر نہیں نکلے بلکہ عبدالمرحیم بن یحییٰ دیلمی سے ان کے ہم وطن شعیب بن محمد دیلمی نے روایت کی ہے۔ ان کے دیلم سے باہر جانے کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے۔ اور نہ مستقل تذکرہ ملتا ہے، صرف ابو نعیم اصفہانی نے ان سے شعیب بن محمد دیلمی کی روایت کا ذکر کیا ہے بلکہ

علی بن بنان بن سندی بغدادی عاقولی اور دیر عاقولی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ دیر عاقول بغداد سے پندرہ فرسخ پر دریائے دجلہ کے کنارے مدائن کسریٰ اور نعمانیہ کے درمیان ایک مشہور مقام تھا، علی بن بنان سندھ سے جا کر وہیں رہتے تھے۔ ان سے قاضی محمد بن ابراہیم بن حمدان بن نیطر عاقولی نے روایت کی ہے۔ اور دو واسطوں سے خطیب بغدادی نے ان سے روایت کی ہے بلکہ

ابوالحسن علی بن احمد بن محمد دیلمی صاحب کتاب ادب الفصحاء تیسری صدی کے دیلمی علماء میں سے ہیں، انھوں نے اپنے ہم وطن ابو عبد اللہ بن احمد بن موسیٰ دتار دیلمی اور دوسرے محدثین سے روایت کی ہے ان کے دیلم سے دوسرے ملک میں جانے کی کوئی روایت نہ مل سکی بلکہ

۱۔ کتاب الانساب، ۲۔ تاریخ اصفہان ج ۱ ص ۳۲۵۔ ۳۔ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۵۴۔ ۴۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۳ ص ۲۹۰۔
۵۔ کشف الظنون ج ۱ ص ۷۳۔

علی بن موسیٰ دیبلی کا ذکر خطیب بغدادی نے خلف بن محمد دیبلی کے حال میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے علی بن موسیٰ دیبلی سے دیبل اور بغداد میں روایت کی، یعنی انہوں نے دونوں ملکوں میں حدیث کا درس دیا ہے بلکہ ان کے بغداد میں مستقل قیام کا علم نہیں ہے البتہ وہاں جا کر درس حدیث دینے کی تصریح موجود ہے۔

علی بن عبد اللہ بن سندری نے بغداد میں درس دیا ہے۔ ان سے ابو بکر محمد بن عیسیٰ تمیمی طرسوسی نے فضائل طرسوسی میں ایک کتاب کی روایت کی۔ نہیں معلوم کہ وہ مستقل طور سے بغداد میں رہتے تھے یا آمدورفت رکھتے تھے بلکہ

علی بن اسمعیل سندری کے بارے میں کشتی نے رجال شیعہ میں لکھا ہے کہ ان کے باپ اسمعیل کا لقب سندری رکھا گیا تھا۔ ان کو علی بن سندری بھی کہتے ہیں اور رجال شیعہ میں ثقہ ہیں۔ ان کے اساتذہ و تلامذہ اور حالات معلوم نہیں۔

ابو حفص عمر بن محمد بن سلیمان مکرانی، اپنے وطن سے عراق گئے اور وہاں سے حجاز جا کر ابو الحسن محمد بن احمد بزاز سے روایت کی اور ان سے ابو القاسم شبیر ازکی نے روایت کی۔

ابو العباس فضل بن سکن بن سحبت سندری قطیعی، بغداد کے علاقہ کرخ میں قطیعیہ الفقہاء میں رہتے تھے۔ ان کے حلقہ درس سے مشاہیر علم نے فیض پایا ہے۔ ابو یعلیٰ موصلی، محمد بن موسیٰ بن حماد بربری،

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۳۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۰۵۔
۳۔ رجال الکشتی ص ۳۶۸۔

ابراہیم بن عبد اللہ بن ایوب مخزومی ان کے تلامذہ میں ہیں۔ امام یحییٰ بن یعین کے معاصر تھے۔ اور انہوں نے ان پر جرح کی ہے۔ ان کے دادا سُجیت کو بعض کتابوں میں سُجیت اور سُکیت لکھا ہے یہ فضل بن احمد ہاشمی منصور بن اصفہانی کا تذکرہ ابو نعیم نے تاریخ اصفہان میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ بغداد گئے اور حدیث کا درس دیا۔

یعنی فضل بن احمد منصور بن اصفہانی نے اپنے وطن کے علاوہ اصفہان اور بغداد جا کر حدیث کا درس دیا ہے۔ معلوم نہیں ان مقامات پر آمد و رفت رہا کرتی تھی یا کہیں مستقل قیام تھا۔ ابو نعیم کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ منصورہ سے اصفہان میں آباد ہو گئے تھے۔ اور بغداد کا سفر وقتی تھا۔ ان کے تلامذہ میں سلیمان بن احمد کا نام مل سکا ہے۔ ان کو فضل بن صالح منصور بن اصفہانی بھی کہتے ہیں۔

ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ بن فضل دیلمی کی محدث کہیں انہوں نے دیلم سے مکہ مکرمہ جا کر مجاورت و سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں حدیث کا درس دیا۔ امام سفیان بن عیینہ کی کتاب التفسیر، امام عبد اللہ بن مبارک کی کتاب البر والصلہ، ازہر نسو، اسمعیل بن جعفر مدنی کے راوی تھے۔ ان سے بہت سے محدثین نے روایت کی ہے جن میں مسند المجاہد ابو الحسن احمد بن ابراہیم بن فراس کی، عطارد، ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی بن مقرئ، قاضی اسحاق بن احمد بن خربان نہادندی، احمد بن

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۲۹۔

۲۔ تاریخ اصفہان ج ۲ ص ۱۵۵۔

عظیم زیادہ مشہور ہیں، ۲ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ بروز شنبہ عمر کے بعد فوت ہوئے اور دوسرے دن چاشت کے وقت مگر
مکہ میں دفن کیے گئے، ان کے صاحبزادے ابراہیم بن محمد وہابی بھی مشہور محدث ہیں۔ ۵۔

محمد بن احمد بن منصور بوتقانی سندھی کا مستقل تذکرہ ہمیں مل سکا
ذہبی نے حافظ ابن جریر نے بستی متوفی ۳۵۲ھ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ محمد
بن منصور بوتقانی نے ان سے روایت کی ہے یہ

ابو عبد اللہ محمد بن ایوب بن سلیمان بن یوسف بن اشرو سینداؤ
عودی کلہی نے جنوبی ہند کے شہر کلہ سے بغداد جا کر حدیث کی روایت کی
وہ امام اعظم کی احادیث کے خاص راوی تھے۔ ان سے ابو بکر محمد بن
ابراہیم بن حسن بن شادانی بزار نے روایت کی ہے۔ ان کے بغداد میں
مستقل قیام کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ غالب گمان ہے کہ تعلیم و تعلم کے
لئے وہاں گئے تھے ۳۔

ابو بکر محمد بن حسین بن محمد دیلمی شامی مقری نے ملک شام میں
درس و افادہ کا سلسلہ جاری کیا تھا، ان کے مشہور تلامذہ میں حافظ
ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی اور عبد الباقی بن حسن کے نام ملتے ہیں۔
وہ چوتھی صدی کے علماء و محدثین میں سے تھے۔

ابو عبد اللہ محمد بن رجاہ سندھی نیشاپوری اسفرائینی کا خاندان نیشاپور
کے مقام اسفرائین میں مستقل طور سے آباد تھا جس میں محدثین کبار پیدا

۱۔ العقد الثمین ج ۱ ص ۳۹۷۔ مجمع البلدان ج ۲ ص ۱۸۱۔ الباب ج ۱ ص ۳۳۷۔ مشتبہ
النسبہ ص ۲۹۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۹۵۔ المؤلف و المختلف ص ۳۸، تذکرہ
المخفا ج ۳ ص ۳۱۵۔ ج ۲ ص ۲۵۔ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۷۰۔ تذکرۃ المخفا
ج ۱ ص ۱۳۳۔ کتاب الانساب ص ۱۳۳۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۱۳۳۔

ہوئے۔ محمد بن رجاء سند کی نیشاپور اور بغداد میں حدیث کا درس دیا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے صاحبزادے محمد بن محمد بن رجاء سند، ابراہیم، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ صفار، ابو بکر عبد اللہ بن ابی الدنیا۔ اور احمد بن بشر مرندی کے نام ملتے ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات نے ان سے بغداد میں روایت کی جب کہ وہ بہ سلسلہ حج یہاں آئے تھے۔ یہاں ایک راوی کے نام میں ترق پڑ گیا تھا تو وطن جا کر اس کی خبر بغدادی تلامذہ کو دی اور غلطی کی صحیح کی راہ

ابو الحسن محمد بن عبد اللہ سند، ان سے بصرہ کے ایک مشہور علاقہ اور بازار کلاب میں ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن جعفر بن محمد بصری کلانی نے روایت کی ہے جیسا کہ یا قوت حموی نے لکھا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ دیلمی مشہور مصری شہام میں۔ بڑے عابد و زاہد اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ابو عبد اللہ دیلمی کے نام سے مشہور ہیں جعفر بن محمد بن سقیط، عبد الرزاق بن حسن اور سکین بن بکر وہ سے بچرید و قرأت کی تعلیم حاصل کی، ابن جریری اور ابن جوزی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، شام میں منوطن ہو گئے تھے۔

ابو بکر محمد بن علی بن احمد بامیانی ثقہ محدث تھے۔ بامیانی سے بغداد جا کر خطیب بغدادی وغیرہ سے حدیث کی روایت کی۔ جب ۳۹۰ھ میں

لداتر بخ بغداد ج ۵ ص ۲۷۶۔ معجم البلدان ج ۷ ص ۲۶۹۔ نایۃ الزہار ج ۲ ص ۱۹۰۔ صفحہ الصفوۃ ج ۳ ص ۵۲۔ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۹۰۔

فوت ہوئے بلکہ

ابوالعباس محمد بن محمد بن عبد اللہ دیلمی وراق، عابد و زاہد اور نہایت نیک عالم تھے، اپنے دور کے مشاہیر علماء سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ ان سے حدیث کا سماع کرنے والوں میں حافظ ابو عبد اللہ حاکم بھی ہیں۔ رمضان ۳۵۶ھ میں انتقال کیا۔ اور ابو عمر بن نجید نے نماز جنازہ پڑھائی۔
 حافظ امام ابو بکر محمد بن محمد بن رجا بن سندی اسفرائینی نیشاپوری حنفی مصنف و مخرج الصحیح علی شرط مسلم، نیشاپوری بیت السندی کے گوہر شب چراغ ہیں۔ ان سے امام ابو عوانہ، ابو حامد بن شرفی، محمد بن صالح بن ہانی، ابن الاثرم، ابو النضر محمد بن محمد ابو حاتم رازی اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے۔ اسی سال کی عمر میں ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے۔
 ابوالقاسم منصور بن محمد سندی اصفہانی مقری وراق، کو تجوید و قرأت میں سند عالی حاصل تھی، اور اہل فن دور دور سے آکر ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے بصرہ اور بغداد میں بہت زیادہ احادیث کی روایت کی تھی اس لئے محدثین بھی ان سے روایت کرتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں ابو نعیم اصفہانی، ابو الفضل خزاعی، احمد بن محمد بلخی، عبد اللہ بن محمد زراع طبرانی، عثمان بن محمد بن ابراہیم مالکی اور احمد بن محمد بن عبد اللہ اسکان شامل ہیں۔ محرم ۳۸۶ھ میں انتقال کیا۔
 ابو محمد موسیٰ بن سندی جرہانی بکر آبادی سساک، جرہان کے قریب بکر آباد میں سکونت پذیر تھے۔ اپنے دور کے علمائے کبار سے تحصیل تلمذ

۱۔ معجم البلدان ج ۳ ص ۱۵۳ کتاب الانساب۔ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۰۔ ۳۔ خلیفۃ

الذہب ج ۲ ص ۱۵۳، ۱۵۴۔ ۴۔ تاریخ اصفہان ج ۲ ص ۲۳۱۔ ۵۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۱۴

بعد جرجان میں درس حدیث دیا۔ ان کے پاس ان کے شیخ امام وکیع
 بن جراح کی تصانیف تھیں جن کی انہوں نے نسخہ ۲۳۳ میں روایت کی تھی
 موسیٰ بن سندی کے تلامذہ میں محمد بن عمر بن علاء صیرفی، عمران بن موسیٰ،
 ابی بن محمد جوہری، ابوبکر جعفر بن محمد فریبانی، ابو علی حسین بن حفص جرجانی،
 محمد بن یزید بن سالم استرآبادی، ام عبدالرحمن زوجہ محمد بن علی بن
 ہیر وغیرہ ہیں، حافظ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی نے دو
 اسطوں سے موسیٰ بن سندی سے روایت کی ہے۔ اور تاریخ جرجان میں
 ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ابو علی حسین بن حفص جرجانی ان کے خاص شاگرد
 میں اور صاحب موسیٰ بن السندی کی نسبت سے مشہور ہیں، اور محمد
 بن عمر بن علاء صیرفی ان سے روایت کرتے وقت یہ یوں کہا کرتے تھے:
 « حدیثنا ابو محمد موسیٰ بن السندی، السکاک الثقتہ، الامامون، »

ابوالحسن نصر اللہ بن احمد بن قاسم بن سیما بن سندی بغدادی بیچ،
 ان کا مستقل قیام بغداد کے محلہ باب الازج میں تھا۔ جو مشرقی بغداد
 میں بہت بڑا علاقہ تھا۔ ان کے والد احمد بن قاسم بن سیما سندی کا ذکر
 لدرچکا سے۔ بغداد میں ان کا حلقہ درس قائم تھا۔ جس میں اعیان علماء
 شریک ہوتے تھے۔ خطیب بغدادی نے ان کے ذکر میں تصریح کی ہے کہ
 ان نے ان سے حدیثیں لکھی اور روایت کی ہیں۔ اور ان کی روایت سے
 ایک حدیث درج کی ہے۔ ذی قعدہ ۲۳۳ھ میں فوت ہوئے۔

ابن اللہ بن سہل، سندی، ان کا مستقل حال نہیں مل سکا، البتہ

تاریخ جرجان ص ۲۶ و ۲۷ و ۱۲۹ ص ۳۶۶ و ۳۶۰ ص ۲۹۲۔ تاریخ بغداد

محدث علماء و محدثین کے حالات میں ان سے روایت کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کے تلامذہ میں حافظ ابن عساکر اور امام سمعانی وغیرہ کے نام ملتے ہیں اور ابن عساکر نے ان سے اصفہان میں روایت کی ہے بلکہ

ابو حمزہ ہریم بن عبد الاعلیٰ بن فرات سندی کا تذکرہ امام ابو نعیم نے تاریخ اصفہان میں کیا ہے، اور لکھا ہے کہ انہوں نے ۲۲۰ھ میں اصفہان میں روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام ابو نعیم اور عیدان، ابن رستہ ہیں، ۲۱۰ھ

ابو جعفر سندی کا تذکرہ میزان الاعتدال میں عمرو بن مالک راسب کے بیان میں آیا ہے۔ امام ترمذی نے امام بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ عمرو بن مالک راسب کذاب ہے، اس نے ابو جعفر سندی کی کتاب مستعانی لے کر اس میں احادیث کا الحاق کیا ہے ۲۱۰ھ معلوم نہیں کہ ابو جعفر سندی مستقل طور سے کہاں رہتے تھے۔ اور کون کون اساتذہ و تلامذہ ہیں ابو بشار ہندی کا ذکر ابن کثیر نے ۲۱۹ھ میں فوت ہونے والوں میں کیا ہے۔ اس سے زیادہ معلوم نہیں ہے بلکہ

ابو حذیفہ ہندی کا ذکر ابن کثیر نے ۲۲۰ھ میں فوت ہونے والوں میں کیا ہے ۲۱۰ھ

ابو الفرج سندی کوئی کا تذکرہ ابو جعفر طوسی نے کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی کتاب کی روایت ہم سے ایک جماعت نے ان کے سلسلہ سن

۱۔ کتاب الانساب ورق ۱۹۹ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۱۹۔ ۲۔ تاریخ اصفہان ج ۲ ص ۲۳۱۔ ۳۔ البیہار والنبیہ ج ۱ ص ۱۸۳۔

کے لیے

ابو محمد ہندی کا ذکر بلاذری نے فتوح البلدان میں یوں کیا ہے کہ
 ابو محمد ہندی نے فرج سے روایت کی اور فرج سے علی بن محمد مدائنی نے
 روایت کی ہے ڈاجہ داہر کے قتل ہو جانے کے بعد محمد بن قاسم پورے
 ہندوستان پر غالب و قابض ہو گئے۔

طینیت کے بارے میں	بہت سے اہل علم اس بے بنیاد خیال میں مبتلا
باب غلط فہمی کا ازالہ	میں کہ صدر اسلام میں ہندوستان میں
	بہت کم علماء و محدثین پیدا ہوئے اور جو

وئے بھی وہ یہاں کے غیر علمی ماحول سے نقل مکانی کر کے مالک اسلامیہ
 در بلاد مسلمین میں منتقل طور سے آباد ہو گئے اور ان کو ہندوستان
 سے کوئی تعلق نہیں رہا، ایسے علماء کسی خاص علمی اہمیت و حیثیت کے
 حامل نہیں تھے، بلکہ برسبیل عبور تاریخ و تذکرہ اور تراجم کی کتابوں
 میں ان کے نام یا دوچار سطروں میں ان کے حالات آگئے اور جس دور
 میں پورا عالم اسلام دارالعلم بنا ہوا تھا۔ ہندوستان علماء و فضلاء
 و محدثین سے تقریباً خالی تھا۔ اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں
 ان کے سوانح و تراجم نہیں لکھے گئے۔ اور باہر کے مصنفین نے اپنے اپنے
 مہروں میں رہنے والے ہندی علماء کی نشان دہی کی اور نہ یہاں کے
 علماء بھی عالمی دارالعلم کے اساتذہ و تلامذہ میں شامل تھے، اور
 دوسرے اہل علم کی طرح وہ بھی عالم اسلام میں علمی و دینی اسفار و
 ملاقا کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں آتے جاتے

معجم المصنفین ج ۱ ص ۲۶۶ - فتوح البلدان ص ۲۶۶ -

تھے۔ ان کی آمد و رفت ہندوستان سے قیروان و اندلس تک رہا کرتے تھے کہیں کچھ مدت قیام کر کے تعلیم و تعلم اور استفادہ میں مشغول تھے کہیں سے گذرتے ہوئے احادیث کے درس و مذاکرہ کی مجلس برپا کرتے تھے، بعض اوقات کئی کئی سال تک ایک شہر میں رہ جاتے تھے۔ اور پورے عالم اسلام سے ان کا دینی و علمی تعلق قائم رہتا تھا۔ نیز یہاں کے بہت سے علماء و محدثین دوسرے ملکوں میں یوں آباد ہو گئے کہ وہ ان کے ہو کر رہ گئے اور ان کے خاندان کے ارباب علم و فضل و فن جلدی کی نسبت کے باوجود وطن قدیم کی نسبت سے عالم اسلام میں مشہور و متعارف رہے۔

یہ سمجھنا کہ ایسے تمام اہل علم کو اپنے وطن اصلی سے کوئی تعلق نہ رہا حقیقت کے خلاف ہے بلکہ وہ اپنے ملک و وطن سے تعلق رکھتے تھے جہاں انہوں نے کچھ مدت قیام کر کے علمی افادہ و استفادہ کا مشغلہ کیا۔ یا بحالت سیر و سفر جہاں سے گذرتے ہوئے تحدیث و روایت کی کے علماء و مصنفین نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا۔

مثلاً تاریخ بغداد، تاریخ اصفہان، تاریخ جرجان اور تاریخ اصفہان عساکر وغیرہ میں بہت سے ہندی اور سندھی علماء کے تذکرے درج ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حضرات یہاں سے نکل کر بغداد، اصفہان جرجان اور شام میں سکونت پذیر ہو گئے، حالانکہ یہ بات نہیں ہے، بلاد اسلامیہ کی تاریخوں میں مقامی ارباب علم و فضل کے علاوہ ہر ایسے عالم کا تذکرہ بھی ہوتا ہے جس نے وہاں تحدیث و روایت کی ہے یا وہ وہاں سے گذرا ہے، یا کچھ مدت قیام کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض علماء

کی آمد کا سنہ بھی درج ہوتا ہے، مثلاً تاریخ اصفہان میں شعیب بن محمد بن احمد دیلمی کے بارے میں ہے، قدم اصبهان سنہ خمس وثلثاۃ اور ہریم بن عبد الاعلیٰ بن فرات سندی کے متعلق ہے۔ حدث باصفہان سنہ عشرين ومائتين - ابن عساکر نے حسین بن محمد بن اسد دیلمی کے حال میں لکھا ہے :- وكان تحديث المترجم يد مشق سنة اربعين وثلثاۃ اس سے ان علماء کا اصفہان اور دمشق میں مستقل قیام نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کے بارے میں کسی شہر میں نزل یا نزیل لکھا ہے۔ مثلاً خطیب نے تاریخ بغداد میں خلف بن محمد دیلمی اور علی بن موسیٰ دیلمی کو نزل بغداد بتایا ہے، یہ مستقل سکونت کی دلیل نہیں ہے، امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری کو نزل اہند اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نزل اہند لکھا ہے حالانکہ وہ یہاں یہ سلسلہ تجارت آتے جاتے تھے اور مستقل قیام بصرہ میں تھا۔

بہت سے ہندی علماء کے تذکرے میں اصفہانی اور بغدادی وغیرہ کی نسبت ملتی ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اصفہان اور بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے، بلکہ اصول حدیث کی رو سے کسی مقام میں چار سال تک قیام کر لینے کے بعد اس کی طرف نسبت کی جاسکتی ہے۔

یہ عورت آج بھی پائی جاتی ہے اور اہل علم اپنے وطن سے دور دراز ملکوں اور شہروں میں رہتے ہیں اور بعض اوقات کئی سال تک وطن نہیں آتے مگر ہم ان کو دوسرے ملک یا شہر کا باشندہ نہیں سمجھتے ہیں۔

ہندی علماء میں بعض حضرات مدتوں باہر رہے مگر بیماریاں پڑے تو وطن آئے اور یہیں فوت ہوئے، شرفاوی نے التحفة البہیہ فی طبقات الشافعیہ میں ابوالمکارم فضل اللہ بن حافظ ابوسعید محمد بوتقانی سندھی کے بارے میں لکھا ہے۔ مرضٌ بیتیساً بوسر و حجل الی بلداہ فمات بہا۔
 سمعی نے عبدالصمد بن عبدالرحمن لاہوری کے حال میں لکھا ہے۔ مرضاً بسم قند و توفی سنة تسع و عشرين و اربع مائة بلوہو بوسر۔ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے علماء غیر مالک میں رہنے کے باوجود اپنے وطن سے بے تعلق نہیں تھے، بلکہ ان کا خاندان یہیں تھا اور ان کو آمدورفت رہا کرتی تھی۔

ان دینی و علمی اسفار میں بعض علماء باہر فوت ہو گئے۔ یا کراچی کا شکار ہو گئے مثلاً محمد بن عثمان لاہوری بغدادی سفارت سے لوٹتے ہوئے مکران میں انتقال کر گئے، محمد بن احمد بوتقانی مشہد میں شہید کر دیے گئے اور محمد بن مامون لاہوری کو آذربائیجان میں ملحدوں نے قتل کر دیا اس سے یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ حضرات بوتقان اور لاہور سے مستقل طور سے ترک وطن کر کے مکران، مشہد اور آذربائیجان میں رہ گئے تھے، حتیٰ کہ اقامت اور مسکن وغیرہ کے الفاظ بھی اس کا قطعی ثبوت نہیں ہے، سمعی نے احمد بن محمد بن صالح منصور کی کے حال میں لکھا ہے۔ من اهل المنصور سکن العراق حالاً کہ وہ منصورہ کے قائمی تھے۔ اور یہاں باقاعدہ درسِ حدیث دیتے تھے، البتہ بالتمام صورتوں کے مقابلے میں اس آخری صورت میں مستقل طور سے آباد ہو جانے کا زیادہ امکان ہے اگر علمائے ہند کے بارے میں ایسی تصریح ہو تو ان پر غیر ملک میں سکونت

حاکم لکھا جاسکتا ہے، جیسے خطیب نے احمد بن سندی بن بحر بغدادی کے بارے میں دیکھ سکتے ہیں۔ قطیعة بنی حداد، حسن بن حامد دیلمی بغدادی کے متعلق درب الزعفرانی اور اسماعیل ابن سندی بغدادی کے حال میں باب الثام لکھا ہے اور طبقات الحنابلہ میں حبیش بن سندی بغدادی کو یوزل القطیعة اور ابو بکر سندی بغدادی کو ہومن جو رابی الحارث مع ابی عبد اللہ لکھا ہے۔ اس قسم کی تصریحات سے علمائے ہند کے باہر جا کر مستقل طور سے آباد ہو جانے کا ظن غالب بلکہ بعض حالات میں یقین ہو جاتا ہے، البتہ کسی شہر میں ان کے جانے یا کچھ دنوں رہنے یا کسی مقام کی تاریخ میں ان کا حال ملنے سے یہ حکم نہیں لگ سکتا مگر عام طور سے ان صورتوں میں ان کو شہر بدر کیا گیا ہے۔ حالاں کہ وہ یہاں کے شہری ہیں۔

علمائے ہند کن کن شہروں میں مقیم تھے | پانچویں صدی کے آخر تک مکران، سندھ اور پنجاب میں عربوں کا

دور حکومت قائم رہا۔ اس زمانہ تک یہاں کی سرسبز و شاداب سرزمین دینی علوم کے لالہ و گل اگاتی رہی۔ اور دیلمی، منصورہ، بلتان، بوتقان، قیقان، بامیان، قزدار وغیرہ میں علم و علمائے کی فصل بہار باقی رہی۔ کتنے ہی اہل علم و فضل اپنے اپنے شہروں میں رہ کر درس و تدریس تصنیف و تالیف اور دیگر دینی و علمی مشاغل میں مصروف رہے۔ کچھ نے دوسرے ملکوں میں افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رکھا، اور کچھ باہر گئے تو وہیں کے ہو کر رہ گئے ذیل میں ہم یہاں کے علمائے نام اور ان کی جائے قیام کا نقشہ درج کرتے ہیں۔ جن علمائے نام کے ساتھ سندی یا ہندی کی عام نسبت ہے۔ وہ یہاں کے کسی خاص شہر کے تھے مگر اس کا نام معلوم نہیں ہے۔

علمائے دیوبند

پنشاہ پور	ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن سعید دیوبندی
بغداد	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون دیوبندی حربی رازی
مصر	ابوالعباس احمد بن محمد دیوبندی
دیوبند، یا مکہ مکرمہ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیوبندی
بغداد اور مصر	ابو محمد حسن بن حامد بن حسن دیوبندی
دیوبند	ابوالقاسم حسین بن محمد بن اسد دیوبندی
دیوبند	خلف بن محمد موافقی دیوبندی
دیوبند	ابوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد دیوبندی
دیوبند	عبدالرحیم بن یحییٰ دیوبندی
دیوبند	ابو اسحاق علی بن احمد بن محمد دیوبندی
دیوبند	علی بن موسیٰ دیوبندی
مکہ مکرمہ	ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیوبندی
شام	ابوبکر محمد بن حسین بن محمد دیوبندی
شام	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دیوبندی
دیوبند	ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ دیوبندی
دیوبند	ابوعبداللہ بن احمد بن موسیٰ و تار دیوبندی

علمائے منصورہ

بکر آباد، جرجان	ابوبکر احمد بن محمد منصورہ بکر آبادی
منصورہ	ابوحامد احمد بن محمد منصورہ
منصورہ	ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح منصورہ

منصورہ	ابو سلیمان داؤد بن حسین بن عقیل منصوری
منصورہ	ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن مرہ منصوری
اصفہان	فضل بن احمد (فضل بن صالح) منصوری
	علمائے قہدار (قزدار) و کران
بلخ	ابو محمد جعفر بن خطاب قہداری
مکہ مکرمہ	ابو داؤد سیبویہ بن اسمعیل بن داؤد قزدار
مکران	ابو حفص عمر بن محمد بن سلیمان کرانی
	علمائے بامیان
بامیان	ابو محمد اچید بن حسین بن علی سلمی بامیانی
بامیان	ابو یکر محمد بن علی بن احمد بامیانی
	علمائے بوتقان
بوتقان	محمد بن احمد بن منصور بوتقانی
	علمائے لاہور
لاہور	ابو الفتح عبدالصمد بن عبدالرحمن اشعشی لاہوری
	علمائے کلہ
کلہ	ابو عبداللہ محمد بن ایوب بن سلیمان عودی کلہی
	علمائے بلیبار
بلیبار	عبداللہ بن عبدالرحمن بلیباری
	علمائے سندھ و ہند
قطیفہ بنی حداد، بغداد	ابو بکر احمد بن سندی بن حسن بن بحر حداد بغدادی
بغداد	احمد بن سندی بن فروخ بغدادی

باغ و برزن، مرو

بغداد

مصر

اصفہان

باب الشام بغداد

اسفراین، نیشاپور

قطیعه، بغداد

اسفراین، نیشاپور

اسفراین، نیشاپور

جو ار ابو عبد اللہ احمد بن حنبل بغداد

دہک، رے

نکہ مکرہ

سندھ

اندلس

فیروان

دیر عاقول، بغداد

احمد بن سند کی رازی باغی

ابو بکر احمد قاسم بن یحییٰ سند کی

ابو الفوارس احمد بن محمد بن حسین صابونی نوکی

ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن سند کی بن بہرام

اسلم بن سند کی رازی

ابو ابراہیم اسماعیل بن سند کی بغدادی

اسمعیل بن محمد بن رجا بن سند کی اسفراینی

بشیر بن عمرو بن ابو ہارون سند کی

حبیش بن سند کی بغدادی

ابو بکر حمدان بن محمد بن رجا سند کی اسفراینی

ابو محمد رجا بن سند کی نیشاپوری اسفراینی

ابو بکر سند کی خوانیمی بغدادی

سند کی بن ابو ہارون

ابو یحییٰ سند کی بن عبد وید کلہی رازی

دسہل بن عبد الرحمن سند کی رازی

عباس بن عبد اللہ سند کی

ابو محمد عبد اللہ بن سلیمان بن عیسیٰ سند کی

عبد اللہ بن محمد سند کی

عبد اللہ بن حسن بن سند کی و مشقی اندلیسی

عبد الحمید سند کی

علی بن بنان بن سند کی عاقولی

سندھ یا بغداد	علی بن عبد اللہ سندھی
کوفہ	علی بن محمد سندھی کوفی
قطیفہ، بغداد	ابو العباس فضل بن سبکن بن سحیت سندھی قطیفی بغدادی
اسفراین، نیشاپور	ابو عبد اللہ محمد بن رجاء سندھی نیشاپوری
سندھ	ابو الحسن محمد بن عبد اللہ سندھی
اسفراین، نیشاپور	ابو بکر محمد بن محمد بن رجاء بن سندھی خنظلی اسفرآینی
سندھ یا اصفہان	ابو القاسم منصور بن محمد سندھی
بکر آباد، جرجان	ابو محمد موسیٰ بن سندھی جرجانی
باب الازج، بغداد	ابو الحسن نصر اللہ بن احمد بن قاسم بن سیمان بن سندھی
سندھ یا اصفہان	ہبۃ اللہ بن سہیل سندھی
سندھ یا اصفہان	ابو حمزہ ہریم بن عبد الا علی بن فرات سندھی
	ابو جعفر سندھی
	ابو الفرج سندھی
	احمد بن محمد ہندی کراچی
اندلس	ابو عمر احمد بن سعید بن ابراہیم بن ہندی ہمدانی
	سلیمان بن یزید بن ہشام ہندی
	ابو حذیفہ ہندی
	ابو بکار ہندی
	ابو محمد ہندی

علمائے اسلام کی ہندوستان میں آند اور تعلیم و تعلیم ہندوستان کے علمی مرکزوں میں مقامی علماء و محدثین

کی سرگرمی کے ساتھ باہر کے ائمہ حدیث بھی یہاں آکر تحدیث و روایت میں مشغول رہا کرتے تھے، اور علمی مجلسوں میں شریک ہو کر خود فیضیاب ہوتے اور دوسروں کو فیضیاب کرتے تھے۔

البتہ ان کے حدیث کی روایت کرنے یا مجلس درس تقایم کرنے کی تصریح نہیں ہے، مگر اس دور کے علمی و دینی ذوق اور رواج کے مطابق یہاں انہوں نے اپنی سرگرمی جاری کی ہوگی، اس زمانہ میں جو عالم و محدث کسی بستی سے گذرتا تھا۔ وہاں کے اہل علم اس سے استفادہ کرتے تھے، درس و ائلا کی مجلس منعقد ہوتی تھی۔ اور طلبہ حدیث ان میں ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔

دوسری صدی کے وسط میں بصرہ کے دو ائمہ حدیث ہندوستان تشریف لائے جو امام حسن بصری کے مخصوص تلامذہ ہیں سے تھے۔ اور صاحب الحسن کی نسبت سے مشہور تھے۔

ایک امام ربیع بن صبیح بصری صاحب الحسن متوفی ۱۶۰ھ ان کا شمار بصرہ کے ان ائمہ حدیث میں ہے جنہوں نے سب سے پہلے بصرہ میں حدیث پر مستقل کتاب لکھی۔ انہوں نے حسن بصری کے علاوہ عطاء بن ابی رباح کی یزید زقاشی، قیس بن سعد، حمید الطویل، ابو الزبیر، ابو غالب صاحب ابو امامہ، ثابت بنانی، مجاہد بن جبر، حازم کرمانی، اور جہان الصائغ وغیرہ سے روایت کی ہے، اور ان سے امام محمد بن حسن شیبانی، سفیان ثوری، عبد الرحمن بن مہدی، عبد اللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، ابو الولید طیبی، آدم بن ابی ایاس، علی بن عاصم، سلیمان دارانی، محمد بن قاسم اسدی، علی بن جعد، سعید بن عامر، اور امام روح وغیرہ نے

روایت کی ہے۔

امام ربیع بن صبیح ۱۵۹ھ میں یہاں آئے اور ۱۶۸ھ میں غزوہ باربد میں شریک ہوئے اور واپسی پر یہیں فوت ہوئے، دوسرے امام ابو موسیٰ سراہیل بن موسیٰ بصری صاحب الحسن ہیں۔ ان کے شیوخ میں حسن بصری کے علاوہ محمد بن سیرین بصری، ابو حازم کوفی، دہب بن مینہ یحییٰ، وغیرہ ہیں، اور ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان ثوری، سفیان بن یثینہ، یحییٰ بن سعید القطان، حسین جعفی ہیں۔

اسراہیل بن موسیٰ نزیل الہند کی نسبت سے مشہور ہیں، حافظ ابن حجر اور حافظ عینی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

کان یسافر فی التجارۃ الی . وہ سلسلہ تجارت ہندوستان
الہند، واقام بھامدۃ، لہ کا سفر کرتے تھے اور مدت تک
وہاں قیام کرتے تھے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن مالک بن بہبود بزاز بزازی متوفی ۲۶۵ھ صحابہ امت میں سے تھے، انھوں نے حماد بن اسامہ، زید بن جناب، عبید اللہ بن موسیٰ، محمد بن عبید طنافسی، جعفر بن عون، محاضر بن موذع، یحییٰ بن زکریا، یزید بن ہارون، عبد الوہاب بن عطاء، روح بن عبادہ، ابو داؤد حضری سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ابو بکر بن ابی الدینیا، موسیٰ بن ہارون، قاسم بن زکریا مطرز، یحییٰ بن محمد بن صاعد، عمر بن محمد صابونی، محمد بن خالد دوری، ابن ابی حاتم رازی، شہابہ، عبد اللہ بن

سہ ان دونوں بزرگوں کے حالات کے لئے ہماری کتاب اسلامی ہند کی عظمت رفتہ "ملاحظہ ہو۔

امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے۔

ابراہیم بن مالک کا محبوب شغلہ کھجور کا پودا لگانا تھا جب ایک پودا لگا لیتے تو ایک ختم قرآن پڑھتے تھے اور سندھ کا سفر کر کے وہیں سے پودے لایا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم رازی نے لکھا ہے :

وکان یحمل النخیل وہ ہندوستان سے کھجور کے

من السند۔ لہ درخت لایا کرتے تھے۔

ابوبکر محمد بن معاویہ بن عبدالرحمن مروانی قرطبی مروان بن حکم کی اولاد میں ابن الاحمر کی کنیت سے مشہور ہیں، انھوں نے اندلس میں عبید اللہ بن یحییٰ اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے اسناد سے پہلے عراق اور بلاد مشرق کا کر کے امام نسائی سے ان کی سنن کی روایت کی، نیز اسی سفر میں فریابی اور ابو خلیفہ حمی سے روایت کی، اندلس میں سنن نسائی کو سب سے پہلے ابن الاحمر ہی نے راج کر کے اس کی روایت کی، حلیل القدر اور ثقہ محدث تھے۔ ایک روایت کے مطابق ان کے جسم میں ایک خطرناک پھوڑا نکلا جس کے علاج سے عاجز ہو گئے تھے۔ کسی نے بتایا کہ اس کا علاج صرف ہندوستان میں ہو سکتا ہے چنانچہ وہ یہاں آئے اور صحت یاب ہو گئے لہٰذا یہ بغیۃ الملتس کی روایت ہے، اور ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ بہ سلسلہ تجارت ہندوستان آئے تھے :

و دخل الهند للتجارة وہ یہ سلسلہ تجارت ہندوستان

ففرق له ما قيمته ثلاثون آئے اور ان کا تیس ہزار دینار

لہ کتاب الجرح والتعديل ج ۱ ق ۱ ص ۱۴۰۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۸۶

المنتظم ج ۵ ص ۴۶۔ لہ بغیۃ الملتس ص ۱۱۶۔

الف دینار، ورجع فقیراً
 کا سامان تجارت غرق ہو گیا
 اور یہاں سے مفلس ہو کر
 واپس گئے۔

ابو احمد خلف بن احمد بن یث سنجری بخاری ایک علاقہ کے امیر و حاکم
 تھے۔ ساتھ ہی علم و فضل سے حصہ وافر رکھتے تھے۔ خراسان اور عراق
 میں ابو عبد اللہ بن محمد بن علی مالینی، ابو بکر شافعی، عبد اللہ بن محمد فاہی
 اور ان کے معاصرین سے حدیث کی روایت کی تھی۔ اور ان سے امام ابو
 عبد اللہ حاکم وغیرہ نے روایت کی تھی۔ وہ کسی معاملہ میں ہندوستان میں
 قید کئے گئے اور بجات اسیری انتقال کیا۔ یا قوت حموی نے لکھا ہے:

توفی فی بلاد الہند
 انھوں نے ہندوستان میں بجات
 محبوباً۔

اور امام ذہبی نے لکھا ہے:

ومات شہیداً فی الحبس
 ہندوستان میں قید خانہ کے
 بلاد الہند۔

اندر شہادت پائی۔

ابو محمد عبد القوی بن محمد عبد ری جنجالی اندلس کے رہنے والے تھے۔
 بلنسیہ میں ابو عمر ظلمند کی سے روایت کی تھی، انھوں نے اندلس سے مشرق
 کا سفر کر کے حج ادا کیا، اس کے بعد مصر میں سکونت اختیار کر لی۔ مصر
 کے شہر انیمیم میں ابو الحسن بن احمد بن حنین نے ان سے روایت کی، اور
 یہیں سے استاد اور شاگرد دونوں ہندوستان آئے، ابو الحسن
 بن احمد کا بیان ہے:

طہ العبرج ۲ ص ۳۱۲۔ بحم البلدان ج ۵ ص ۲۵۔ لکھ العبرج ۳ ص ۶۔

سافر ت معہ فی مرکب میں نے مصر سے ہندوستان تک
 واحد من المصرا ان کے ہمراہ ایک ہی جہاز میں
 الی انہند سے سفر کیا ہے۔

ابو سعد محمد بن حسین حرمی، حرم مکہ کی طرف منسوب ہیں۔ اقطاب و ادوار
 میں شمار ہوتے تھے۔ مصر، شام اور ہندوستان کا علمی اور دینی سفر کر کے
 ہرات میں سکونت اختیار کی، حدیث کے امام و حافظ تھے، احادیث کی کثرت
 سے روایت کی اور کتابیں لکھیں، مکہ مکرمہ میں ابو نصر بخاری اور عبد العزیز
 بن بندار شیرازی سے، بغداد میں خطیب بغدادی سے، مصر میں ابن طہال
 اور ابن حمصہ وغیرہ سے روایت کی، علامہ سمعانی نے لکھا ہے:-

وكانت له رحلة الى بلاد انہوں نے ہندوستان کا بھی سفر
 الہند۔ ایضاً لہ کیا تھا۔

ابو عبد اللہ محمد بن ابوالطوح مالکی مغربی صقلیہ کے باشندے تھے
 وہاں سے عراق آئے۔ اور وہاں سے خراسان جا کر مختلف علاقوں
 کا سفر کیا، اسی سلسلہ میں غزنہ اور ہندوستان بھی آئے اور اصفہان میں
 فوت ہوئے،

شیخ الاسلام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی، استاد
 خطیب، مفسر، محدث، واعظ اور علوم و فنون میں اپنے زمانہ کے یکتا
 تھے، مشائخ سے احادیث کا سماع کیا تھا ان کی اشاعت و حفاظت اور
 ان کے لئے مجالس کے قیام میں پیش پیش تھے، انہوں نے نیشاپور میں

۱۰ کتاب الذیل و التکرار لکھا، الموصول و الصدق ۲۳۲، ۱۰۰۰
 ج ۱۰ ص ۱۰۰ و العقد الثمین ۱۰۰ ص ۱۰۰ المنتظم ج ۵ ص ۱۹۰۔

ابوالعباس تابلوتی اور ابو سعید سمسار سے، ہرات میں ابو بکر احمد
ابراہیم بن فرات، اور ابو معاذ شاہ بن عبد الرحمن سے اور شام
بجاز و جبال میں وہاں سے شیوخ و اساتذہ سے احادیث کا سماع کیا۔
رشتہ رساں تک نیشاپور، خراسان، غزنہ، ہندوستان، آمل، ہرات
استان، شام، بیت المقدس اور حجاز میں حدیث کا درس دیا، یا قوت
ی نے تصریح کی ہے:

وحدثت بنیسا بوس وخراسان
الی غرنة وبلاد الهند
وامل و طبوستان الخ
انھوں نے نیشاپور، خراسان
غزنین، بلاد ہند، آمل، اور
طبرستان میں حدیث کی روایت
کی ہے۔

محمد بن اسمعیل تنوخی منجم و وہ علم نجوم کا بڑا ماہر اور فلکیات کے
ائل کا عالم تھا۔ اس فن کی طلب میں دنیا کا چکر کاٹتا تھا چنانچہ اسی
سلسلہ میں ہندوستان بھی آیا اور یہاں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ قسطنطینی
لکھا ہے :-

و دخل الهند في ذلك و
صدر منها بغرائب من علم
النجوم، فيها حركة الاقبال
والادباس وغير ذلك
اسی سلسلہ میں ہندوستان
آیا اور یہاں سے علم نجوم کے
نادر مسائل لے کر واپس گیا جن
میں اقبال و ادبار وغیرہ کے مسائل
بھی تھے۔

معجم البلدان ج ۱ ص ۲۸۱ - معجم اخبار العلماء باخبار الحکماء ج ۱ ص ۲۸۱ -

عالم اسلام میں تعلیمی اسفار،
اور ائمہ حدیث سے روایت

اس دور میں پورا عالم اسلام
ایک مدرسہ تھا جس میں طلبہ گھوم
گھوم کر علم دین حاصل کرتے

ہندوستان کے علماء و محدثین بھی ان میں شامل تھے۔ عالمی دنیا کا کو
سا گوشہ ہے جہاں یہاں کے طلبہ نہیں پہنچے واقعہ یہ ہے کہ علمائے
دنیا جہان کی خاک چھانتے ہوئے ہر مشہور محدث و امام کی درسگاہ
جا کر فیض یاب ہوئے۔

امام الدنیا حافظ ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصبم بغدادی متوفی
۳۴۶ھ نے پچھتر ۶۶ سال تک بغداد میں اس شان سے درس حدیث
کہ مشرق و مغرب کی علمی نسبتیں ان کے دروازہ پر جمع تھیں جن میں ہندو
کے طلبہ حدیث کی جماعت بھی نظر آتی ہے۔

امام ابوالعباس اصم کی درسگاہ میں ملتان و منصورہ کے طلبہ حدیث
کثرت کا تذکرہ امام ابو جعد اللہ حاکم نے یوں کیا ہے :-

ما رأینا المرحالة فی بلد من
بلاد الاسلام اکثر منها
الیہ - یعنی ابا العباس الاصبم
فقد راٰ ایت جماعة من اهل
الاندلس والقیروان و
بلاد المغرب علی بابہ
وکذا راٰ ایت جماعة من
اهل طراز واسقیماب ،

امام ابوالعباس اصم کے حلقہ
درس میں سفر کر کے آنے والے
طلبہ حدیث کی جو کثرت ہم نے
دیکھی ہے عالم اسلام کے کسی
شہر میں نہیں دیکھی، میں نے
اندلس قیروان، اور بلاد
مغرب کی جماعت ان کے دروازے
پر دیکھی، اسی طرح طراز، اسپیماب

واهل المشرق علی بابہ،
 وكذلك رأيت في عرض الدنيا
 من اهل المنصورة ومولتان
 وبلا ديت وسجستان
 علی بابہ، وكذلك رأيت
 جماعة من اهل فارس و
 شیراز و خوزستان علی بابہ
 فناهيك بهذا شرفاً واشتقاراً
 وعلواً في الدين وقبولاً في بلاد
 المسلمين بطول الدنيا
 وعرضها۔

اور اہل مشرق کی جماعت ان
 کے دروازے پر دیکھی، اسی طرح
 منصورہ، ملتان، بلا دیت
 سجتان والوں کی جماعت ان کے
 دروازے پر دیکھی، اسی طرح
 فارس، شیراز، خوزستان،
 والوں کی جماعت ان کے دروازے
 پر دیکھی، اور یہ مرکزیت و رحمت
 ان کے دینی عز و شرف، شہرت،
 علوئے مرتبت اور عالم اسلام
 کے مشرق و مغرب میں مقبولیت
 کے لئے کافی ہے۔

قاضی منصورہ ابو العباس احمد بن محمد عینی منصورہ نے بغداد کا سفر
 لے وہاں کے محدثین سے روایت کی، نیز فارس میں ابو العباس بن
 م سے اور بصرہ میں ابو روق حضرائی سے حدیث کا سماع کر کے ایک
 تک عراق میں قیام کیا۔

ابو العباس احمد بن عبد اللہ دیلمی فقراء کے زہاد میں سے تھے اسماعیلی
 ان کے بارے میں لکھا ہے :-

من الغرباء المتقدمين في
 وہ طلب علم کے قدیم صحراوردوں

النسب اسمعانی ج ۱ ص ۲۹۱ - ۲۹۲ الفہرست ص ۳۰۶۔ و کتاب الانساب
 بقات الفقہاء۔

طلب العلم۔ میں سے تھے۔

وہ امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری کا شہرہ سن کر نیک
گئے اور ابن خزیمہ کی خدمت میں یوں رہ گئے کہ نیشاپوری کو وطن
نیز انھوں نے ہر شہر کے مشہور محدث سے استفادہ کیا، چنانچہ بصرہ
تقاضی ابو خلیفہ سے، بغداد میں جعفر بن محمد فریابی سے، مکہ مکرمہ میں
بن محمد جندی اور اپنے ہموطن محدث محمد بن ابراہیم دیلمی کی سے، مصر
علی بن عبد الرحمن اور محمد بن زبیر سے، دمشق میں ابو الحسن احمد بن
بن جو صا سے، بیروت میں ابو عبد الرحمن مکحول سے، حران میں ابو عروبہ
بن ابو معشر سے، تستر میں احمد بن زبیر تستری سے، عسکر مکرم میں
عبدان بن احمد سے اور نیشاپور میں ابن خزیمہ اور ان کے اقران
سے احادیث کا سماع کیا یہ

خلف بن محمد دیلمی موافق بنی نے اپنے وطن دیلم میں اپنے ہم و
علی بن موسیٰ دیلمی سے روایت کی، اس کے بعد بغداد جا کر ان سے
دوسرے علماء سے روایت کی یہ

ابو القاسم منصور بن محمد سندی مقری حفظ قرآن میں مشہور،
میں کثیر الروایات اور کتب حدیث کے مخرج تھے، ابو نعیم نے لکھا
کثیر الروایات، تخرج
بالبصرة و بغداد کتب
کی بہت سی کتابوں کی تخریج کی تھی
الحدیث الکثیر۔

انھوں نے سندھ سے اصفہان، بغداد، بصرہ اور واسط

۱۔ کتاب الاساب لکھ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۳۔ کتاب الانساب

کر کے حدیث کی روایت کی اور آسٹریلیا میں ابو الحسن علی بن حسن شمشاطی واسطی سے قرارت حاصل کی، اور ابراہیم بن احمد بزوری، محمد بن جعفر اصفہانی احمد بن محمد بن مرتب، زید بن علی بن ابوبلال محمد بن حسین بن خالد، ابوبکر شذائی، علی بن محمد انصاری، سے احادیث کی روایت کی یہ

ابو القاسم حسین بن محمد بن اسد دیلمی نے دمشق جا کر امام ابو یعلیٰ موصلی اور دوسرے ائمہ حدیث سے روایت کی یہ

ابو عبد اللہ محمد بن ایوب عودی کلبی جنوبی ہند کے ساحلی شہر کلمہ سے بغداد گئے اور وہاں ابوالمہلب سلیمان بن محمد حسن ضبی سے امام غنمش کی بہت سی حدیثوں کی روایت کی یہ

ابوبکر محمد بن حسین بن اسد دیلمی مقری نے ملک شام کا سفر کر کے مشہور امام قرأت ہارون غنمش کے دو شاگرد محمد بن نصیر المعروف بہ ابن ابی حمزہ، اور جعفر بن حمدان المعروف بہ ابن ابی داؤد سے قرارت حاصل کی یہ

ابو حفص عمر بن محمد بن سلیمان مکرانی نے طلب حدیث میں عراق اور حجاز میں ابو الحسن محمد بن احمد بزاز سے روایت کی یہ
ابوبکر محمد بن علی بامیانی نے اپنے وطن سے بغداد کا سفر کر کے خطیب بغدادی سے روایت کی یہ

۱۔ تاریخ اصفہان ج ۲ ص ۲۳۱۔ وغایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۱۴، ۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۵۵۔ ۳۔ کتاب الانساب ۴۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۱۳۳۔ ۵۔ کتاب الانساب ورق ۲۵۱۔ ۶۔ معجم البلدان ذکر بامیان۔

حیش بن سندی بغدادی امام احمد بن حنبل کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ ان سے تقریباً بیس ہزار احادیث لکھنے کے علاوہ ان کے مسائل و فتاویٰ دو جلدوں میں جمع کئے جو دوسرے شاگردوں کے پاس نہیں تھے، نیز انھوں نے عبید اللہ بن محمد عیشی سے روایت کی یہ

اسی طرح ابو بکر سندی خوارجی بغدادی امام احمد بن حنبل کی درسگاہ میں حاضر ہوئے تو وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اور ان کے اجل تلامذہ میں شمار ہوئے، انھوں نے بھی امام صاحب سے بہت سے مسائل اور فتاویٰ سے تھے بعد میں بیان کیا کرتے تھے ۱۷۰

ابو بکر احمد بن سندی حداد نے بغداد جا کر محمد بن عباس مؤدب حسن بن علویہ قطان، حافظ موسیٰ بن ہارون، حسن بن علی، جعفر بن محمد ثریابی سے روایت کی ۱۷۱

ابو محمد موسیٰ بن سندی حرم جانی طلب علم میں سندھ سے جرجان اور دیگر مقامات کا سفر کر کے ۱۷۲ میں امام وکیع بن جراح، ابو معاد یہ ضریہ بن ابراہیم بن ابو خالد اور یعیث بسطامی وغیرہ سے روایت کی، نیز اسی سفر میں ثبابہ اور اسمعیل بن حکیم سے روایت کر کے جرجان کے قریب بکر آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ ۱۷۳

ابو محمد رجاہ سندی کا نانا نوادہ بیت الحدیث ہے، اور ان کے خاندان میں صدیوں تک ائمہ حدیث پیدا ہوتے رہے۔ انھوں نے عالم اسلام کا سفر کر کے عبد اللہ بن مبارک سفیان بن عیینہ، ابن ادیس، ایوب

۱۷۴ طبقات المحافل ج ۱ ص ۱۳۶۔ ۱۷۵ " ج ۱ ص ۱۷۱۔ ۱۷۶ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۷۔ ۱۷۷ تاریخ جرجان ص۔

جاریمانی، عبدالسلام بن حرب، ابوبکر بن عیاش، حفص بن غیاث، یحییٰ بن یمان، ابو خالد احمر، ابن وہب، حمزہ بن حارث بن عمیر، عفان بن سيار، نجیم بن ضریر سے روایت کی۔ اور نیشاپور کے شہر اسفرائین میں مستقل سکونت اختیار کی بلکہ

ان کے صاحبزادے ابو عبد اللہ محمد بن رجار سندی اسفرائینی نے نصر بن شمیل اور یحییٰ بن ابراہیم وغیرہ سے روایت کی۔ اور حافظ ابوبکر محمد بن محمد بن رجار سندی اسفرائینی نے طلب علم میں بہت زیادہ سفار کئے، امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

واكثر الترحال یعنی انھوں نے بہت سے سفار کئے۔ وطن میں اپنے دادا ابو محمد رجار سندی سے روایت کر کے باہر نکلے اور امام احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، اسحاق بن راہویہ، ابو عمار حسین بن حریت، علی بن مدینی، ابن نمیر، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابراہیم بن محمد شافعی، اور دوسرے بہت سے شیوخ سے روایت کی، ان کی کتاب الصحیح علی شرط مسلم بہت مشہور ہے۔

ان کے بھائی اسمعیل بن محمد بن رجار سندی بھی زبردست محدث تھے ان کے ایک اور بھائی ابوبکر حمدان بن محمد بن رجار سندی ہیں۔ انھوں نے ابو کامل فضل بن حسین سے روایت کی ہے بلکہ

ابو عباس محمد بن محمد ربیع وراق نے راہ طلب میں مختلف شہروں

طہ البحر و التمدیل ج ۱ قسم ۲ ص ۵۰۳۔ و تاریخ جرجان ص ۱۶۰۔

تہ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۶۶۔ دشرات الذہب ج ۲ ص ۱۹۳۔

کی خاک پھانی اور ابو خلیفہ فضل بن جباب جمہی ، جعفر بن محمد بن حسن فریابی ، عبدان بن احمد بن موسیٰ سکری ، محمد بن عثمان بن ابوسویہ بصری اور ابن کے معاصرین سے حدیث کا سماع کیا۔

ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیلمی محدث مکہ کے ذوق طلب کا یہ حال تھا کہ حدیث کی کئی اہم اور نادر کتابوں کو بڑھ کر ان کے خصوصی راوی بنے، ابو عبد اللہ سعید بن عبد الرحمن مخزومی سے کتاب التفسیر کی روایت کی۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک کی کتاب البر والصلہ کی روایت ابو عبد اللہ حسین بن حسن مروزی سے کی جنہوں نے براہ راست اس کی روایت حضرت عبد اللہ بن مبارک سے کی تھی، اور محمد بن زبور سے اسمعیل بن جعفر بن عبد اللہ بن مبارک سے روایت کی، جنہوں نے براہ راست اس کی روایت اسمعیل بن جعفر سے کی تھی۔ اس کے علاوہ عبد الحمید بن صباح، محمد بن علی صالح، اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے۔

ان کے صاحبزادے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیلمی نے موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی صالح صغیر وغیرہ سے روایت کی۔ ابو محمد عبد اللہ بن سلیمان بن عیسیٰ سندی نے بغداد جا کر محمد بن عبد اللہ بن مسلم بن واہرہ ، ابراہیم بن ہانی اور امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ وغیرہ سے روایت کی۔ عباس بن عبد اللہ سندی امام سعید بن منصور صاحب السنن کا شاہرہ سن کر مکہ مکرمہ گئے اور ان سے روایت کی۔

۱۔ کتاب الانساب ، ۱۱۵ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۷ معجم البلدان ج ۲

ص ۱۱۸ ، کتاب الانساب ،

نیز امام ابو الولید طیبی اور داؤد بن شعیب وغیرہ سے
پڑھا۔

ابو داؤد سیبویہ بن اسمعیل واعدی قزوزاری نے ابو القاسم علی
بن محمد بن عبد اللہ حسینی، ابو الفتح رجار بن عبد الواحد اصفہانی، ابو
لحسین یحییٰ بن ابوالحسن رواسی حافظ وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا
تھا۔

عبد اللہ بن عبد الرحمن یلباری سندری بالابار سے طلب حدیث میں
مذہبون جا کر جو دمشق کے ساحلی علاقہ صیدا کا ایک شہر ہے۔

عبدالواحد بن احمد خشاب شیرازی سے روایت کی۔ (معجم المحدثان ص)
ابو ابراہیم اسمعیل سندری نے بغداد جا کر سلم بن ابراہیم وراق سے
حدیث کی روایت کی اور بشر بن حارث اور صبیح مولیٰ ام سلمہ سے ان کے
ملفوظات و حالات نقل کئے۔

ابو عباس فضل بن سبکین سندری نے بغداد جا کر صالح بن بیان
ساحلی اور احمد بن محمد رحلی سے روایت کی اور وہیں محلہ قطیعہ میں رہ
س گئے۔

ابو بکر احمد بن قاسم سندری نے احمد بن محمد بن اسمعیل اومی اور
اسمعیل بن محمد صفار سے روایت کی۔

ابو بکر احمد بن محمد منصور نے جرجان کا سفر کر کے امام ابو بکر اسمعیل
اور حافظ ابن عدی سے روایت کی۔

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۸۹۔ ۲۔ کتاب الانساب۔ ۳۔ میزان الاعتدال
ج ۱ ص ۸۲۔ ۴۔ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۶۲۔

ابو انفوارہ اس احمد بن حسین سندھی مسری نے راہ طلب میں مختلف بلاد و امصار کی خاک چھانی، ان کے شیوخ حدیث میں یونس بن عبد الاعلیٰ اور مزنی و ربیع بن سلیمان تلامذہ امام شافعی، ابن نظیف، محمد بن عزیز، محمد بن عمر بن حسین اور دوسرے علمائے کبار شامل ہیں، اور مصر میں مستقل قیام کر کے سند دیا مصر بنے۔

ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون دیلمی مقری نے قرأت کی تعلیم امام حسن بن ہینم دویری سے حاصل کی تھی۔ اور حدیث کی روایت جعفر بن محمد فریابی اور ابراہیم بن شریک کوئی سے کی۔

عبد الحمید سندھی مالکی امام سخون کے تلامذہ ہیں بڑے مقام و مرتبہ کے محدث و فقیہ تھے۔ طلب علم میں سندھ سے افریقہ کے ملک قیروان گئے اور وہیں ۲۵۳ھ میں فوت ہوئے۔

عبد اللہ بن حسن بن سندھی یہاں سے دمشق اور وہاں سے اندلس گئے اور محدثین کی جماعت سے روایت کی۔ زہد و تقویٰ میں ایک کتاب میں سے زائد جلدوں میں لکھی تھی اور اندلس ہی میں ۳۳۵ھ میں انتقال کیا۔

ابو عمر احمد بن سعید بن ابراہیم مالکی ہندی نے یہاں سے ہمدان ہوتے ہوئے اندلس کے شہر قرطبہ میں پہنچ کر شیخ ابراہیم سے ان کے اور اور وظائف حاصل کئے۔ ابو علی قالی صاحب الامالی سے عربیت کی تعلیم حاصل کی اور قاسم بن اصغ اور محمد بن ابو ولیم سے حدیث کا سماع کیا، اندلس کے مالکی فقہاء ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔ علم و شریعت میں ان کی کتاب نہایت مفید اور جامع ہے۔ قرطبہ میں ۳۹۹ھ میں فوت ہوئے۔

ابو الہیثم سندی بن عبدویہ کلہبی نے طلب حدیث میں رہے۔ عراق اور مدینہ منورہ کا سفر کر کے وہاں کے شیوخ سے روایت کی، ان کے اساتذہ میں ابراہیم بن طہمان، جریر بن حازم، عبد اللہ معمری، خالد بن بصرہ، ابو اویس، ابو معشر، عمرو بن ابو قیس، مندل بن علی، عکرمہ بن ابراہیم، محمد بن مسلم طائفی، عیسیٰ بن عبد الرحمن سلمی، زہیر بن معاویہ شریک، ابو بکر ہنشلی، عمر بن ابو زائدہ وغیرہ ہیں۔

مختلف خصوصیات اور امتیازات | ہندوستان کے طالبان علم میں بہت سے مختلف امتیازات و خصوصیات

میں مشہور ہیں اور ان کو محدثین میں خاص عز و شرف حاصل ہے۔ تفرّد بالروایہ، تکثیر بالروایہ، علو سند، مسند وقت، مسند دیار، خاتمۃ الاصحاب ایسے اوصاف ہیں جن سے کئی علمائے ہند متصف ہیں۔ مسند کا مطلب یہ ہے کہ کوئی محدث اسناد حدیث میں ایسا ممتاز وصف رکھے کہ دوسرے محدثین اس سے سند لیں، علو اسناد اور سند عالی کا مطلب یہ ہے کہ کسی سند میں رواۃ حدیث دوسری سندوں سے کم ہوں۔ یا اس میں کسی شیخ سے قربت ہو۔ یا کسی کتاب کی روایت میں قربت ہو، اور خاتمۃ الاصحاب وہ محدث ہے جو اپنے شیخ کا آخری شاگرد ہو یا شاگردوں میں سب سے آخر میں فوت ہو، ایسے خاتمۃ الاصحاب سے بھی سند عالی حاصل ہوتی ہے۔ یہ تمام اوصاف امام ابو الفوارس سند مصری کو حاصل تھے۔ سیوطی نے حسن المجاہرہ میں ان کو مسند دیا، مصر اور من المنفردین بعلو الاسناد لکھا ہے۔

ذاتی نے ان کو تذکرۃ الحفاظ میں مسند مصر اور میزان الاعتدال

میں امام شافعیؒ کے تلمیذ رشید امام یوحنا بن سلیمان کا آخری شاگرد بتایا ہے۔ وَاخْرُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْجَوَاوِسِّ مِنَ السَّنَدِ بِهٖ
سندی بن عبدویہ (سہیل بن عبد الرحمن سندی) کی سند سے طبرانی نے معجم میں ایک حدیث درج کی ہے اور لکھا ہے کہ :-

تقرّد به السندی۔ لہ اس حدیث کی روایت میں سندی منفرد ہیں۔

ابو عبد اللہ محمد بن ایوب بن سلیمان کلبی خودی نے بغدادی میں ایک واسطہ سے امام اعظم کی بہت زیادہ احادیث کی روایت کی۔ اور اس بارے میں ان کو تفرد حاصل تھا..... سمعانی نے لکھا ہے کہ :-

قدم بغداد، وحدث بها
عن ابی المہلب سلیمان
بن محمد بن الحسن الضبی
عن الاعمش حدیثاً
مکثراً۔ لہ
انہوں نے بغداد آکر یہاں امام
اعمش کی بہت زیادہ احادیث
حاصل کیں جن کو ابوالمہلب سلیمان
بن محمد بن حسن ضبی نے امام اعمش
سے روایت کیا ہے۔

اور بعد میں ابو عبد اللہ کلبی سے ان سے شاگرد ابو بکر محمد بن ابراہیم بن زائر نے ان احادیث کی روایت کی۔

ابن العماد نے ابو جعفر منصور بن ابراہیم دہلی کی کو محدث مکر کے لقب سے یاد کیا ہے۔ لہ

لہ حسن المواضرة ج ۱ ص ۱۵۶۔ تذکرة الحفاظ ج ۳ ص ۵۸ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۹۔

لہ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۰۔ لہ کتاب الانساب۔ لہ شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۵۵۔

دوسری علماء کو یہ شرف حاصل ہے کہ امام احمد بن حنبل کے انس
 و اہل تلامذہ میں سے ہیں۔ اور امام صاحب کے علوم و معارف کی
 علیم و اشاعت میں ان کا بڑا حصہ ہے، ایک حبیش بن سندی ہیں جن کے
 بارے میں صاحب طبقات الخابلی نے ابو الخلال کا یہ بیان نقل کیا ہے:-

من کما سارا صحاب ابی عبد اللہ وہ امام احمد کے تلامذہ کبار میں
 بلغنی انہ کتب عن ابی عبد اللہ سے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ
 نحواً من عشرين الف حدیث انہوں نے امام صاحب سے تقریباً
 وكان رجلاً جلیلاً القدر بیس ہزار حدیثیں لکھی ہیں، نہایت
 جداً، وعندہ عن ابی عبد اللہ جلیل القدر محدث تھے اور ان
 جزءان مسائل مشیعتہ حسان کے پاس امام صاحب کے، اسم
 جداً، یغرب فیہا علی اصحاب مسائل و فتاویٰ کے دو ضخیم مجموعے
 ابی عبد اللہ۔ تھے، اور یہ مسائل امام صاحب
 کے دوسرے تلامذہ کے پاس

نہیں تھے۔

ان الفاظ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حبیش بن سندی امام احمد بن حنبل
 اور ان کے اصحاب و تلامذہ کے نزدیک کیا قدر و قیمت رکھتے تھے۔ دوسرے
 ابو بکر سندی خواتمی ہیں۔ ان کے متعلق بھی ابو الخلال نے
 کہا ہے:-

هو من جوار ابی الخاریث یہ امام احمد کی صحبت و معیت
 مع ابی عبد اللہ فكان داخلًا میں ابو خاریث کے ہم پلہ ہیں۔

سند طبقات الخابلی ج ۱ ص ۱۳۷۔

مع ابی عبد اللہ مع اولادہ
 فی حیاتہ ابی عبد اللہ سمع
 من ابی عبد اللہ مسائل
 صالحۃ - ۱۰

امام صاحب کی زندگی میں ان
 کے اور ان کی اولاد کے ساتھ
 رہتے تھے۔ انہوں نے امام
 صاحب سے نہایت اہم اور
 عمدہ مسائل سنے ہیں۔

ان دونوں سندھی علماء کو امام احمد بن حنبل سے نہایت قربت
 حاصل تھی۔ اور ان سے امام صاحب کے تلامذہ نے بڑا فیض اٹھایا
 ہے۔

خاص خاص اجزاء و کتب کی روایت
 کئی ہندی علماء و محدثین کو یہ امتیاز
 و شرف بھی حاصل تھا کہ ان کے

پاس احادیث و آثار کے ایسے خاص اور نادر اجزاء و نسخ تھے جن کو
 انہوں نے براہ راست مصنفین یا ان کے تلامذہ سے روایت کیا تھا اور
 دوسرے اہل علم ان سے ان کی روایت کرتے تھے۔ علمائے حدیث کے
 نزدیک ایسے اجزاء کی بڑی قدر تھی۔ اور وہ ان کی روایت کا بہت زیادہ
 اہتمام کرتے تھے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ابوبکر احمد بن سندری نے حسن بن علویہ قطان سے ابو حنیفہ بخاری
 کی تصنیف کتاب المبتدأ کا سماع کیا ہے۔ اور ان سے ابن زرقویہ نے
 اس کتاب کی روایت کی ہے۔

محدث ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیلمی نے سفیان بن عیینہ کی کتاب التفسیر

۱۰ طبقات الخصال ج ۱ ص ۱۶۱۔ ۱۱ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۸۶۔ و کتاب الانساب
 ورق ۱۵۸، و شذرات الذهب ج ۳ ص ۲۸۔

ابو عبد اللہ سعید بن عبد الرحمن مخزومی سے ۔۔۔۔ اور عبد اللہ بن مبارک
کی کتاب البر والصلہ، ابو عبد اللہ حسین بن حسن مرزوی سے روایت کی اور
ابو عبد اللہ مرزوی نے براہ راست عبد اللہ بن مبارک سے روایت کی
تھی ایسے نیز محمد بن ابراہیم دیلمی نے محمد بن زبور سے نسخہ اسمعیل بن جعفر
مدنی کی روایت کی تھی یہ

ابو محمد موسیٰ بن سندی جرجانی بکر آبادی نے ۲۳۳ھ میں امام وکیع بن
جراح سے احادیث کی روایت کی، وکیع کی کتابیں ان کے پاس تھیں۔ سہمی نے
تاریخ جرجان میں ان کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

وکان عندہ کتب
موسیٰ بن سندی کے پاس امام
وکیع سے
وکیع کی کتابیں تھیں۔

علی بن عبد اللہ بن سندی کے پاس فضائل طرسوس میں اخبار و آثار
کا ایک مجموعہ تھا۔ جب ۲۴۶ھ میں ابو بکر محمد بن عیسیٰ تمیمی طرسوسی بغداد
آئے تو انہوں نے ان سے اس مجموعہ کی روایت کی، خطیب نے ابو بکر طرسوسی
کے ذکر میں لکھا ہے۔

وحدث عن علی بن عبد اللہ
بن السندی اخباراً مجموعاً
فی فضائل طرسوس یہ
انہوں نے علی بن عبد اللہ بن
سندی سے فضائل طرسوس کے
مجموعہ کی روایت کی ہے۔

حسن بن حامد دیلمی کے پاس حسن بن نلیل غزی کی روایت سے حکایات
الموصلی ایک جز میں تھی، ابن عساکر نے لکھا ہے۔

۱۔ کتاب الانساب - ۲۸۱ العقد الثمین فاسح ۱ ص ۳۹۷ - ۲۸۱ تاریخ
جرجان ص ۴۲۶ - ۲۸۱ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۰۴ -

وكان عند الحكایات ان کے پاس ابن علی کی روایت
 للموصلی عن ابن علی سے کتاب الحکایات للموصلی ایک
 جزء۔ لہ جلد میں تھی۔

ان خاص خاص اجزاء و کتب کی روایت کے لئے دور دراز مقامات سے
 علماء سفر کر کے آتے تھے۔ اور ان کے حاملین روایت و اجازت سے ان کو
 عام کرتے تھے۔

اس دور میں علم بحاریت کے اعظم
 ہندوستان میں درس حدیث

اندر بہرہر جگہ عام تھا، یہاں کا ہر بڑا شہر علم و علماء کا مرکز تھا۔ اور
 اس میں حدیث کی روایت ہو رہی تھی، منصورہ، ملتان، لاہور، قزوین،
 بامیان، دیبل، وغیرہ اس کے خصوصی مرکز تھے۔ اور ان میں روایت حدیث
 اور اجلہ علماء رہتے تھے، اور درس و روایت کا سلسلہ جاری تھا۔
 دیبل کے بارے میں یا قوت حموی نے لکھا ہے :-

وقد نسب ایہا قوم اس شہر کی طرف محدثین کی ایک
 من الرواۃ لہ جماعت منسوب ہے۔

اور ابن اثیر جزیری نے اللباب فی تہذیب الانساب میں لکھا ہے :-

وہی مدینة علی ساحل الہند دیبل ساحل سندھ پر سندھ
 قریبہ من السند، ینسب سے قریب ایک شہر ہے، اس کی
 ایہا جماعۃ کثیرة من العلماء طرف علماء کی کثیر تعداد منسوب ہے۔

۱۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۱۵۹ - ۱۶۰ معجم البلدان ج ۲ ص ۱۱۸

۲۔ العقد الثمین ناسخ ج ۱ ص ۳۹ -

اس شہر کے سب سے پہلے محدث اور امام حدیث عبدالرحمن بن حماد
قی دیبلی ہیں جنہوں نے اموی دور میں یہاں سے بصرہ کا سفر کر کے
امام اعمش متوفی ۱۴۸ھ اور عمرو بن عبید متوفی ۱۴۲ھ سے حدیث کی روایت
کی، عباسی دور میں یہاں باقاعدہ تحدیث و روایت کی سرگرمی جاری تھی
اور دیبلی محدثین کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔

خطیب بغدادی نے خلف بن محمد موانزینی دیبلی کے تذہ میں لکھا ہے کہ
انہوں نے ایک دوسرے دیبلی محدث علی بن موسیٰ سے دیبلی میں حدیث
کی روایت کی ہے۔ ان کے تلمیذ احمد بن عمران کا بیان ہے:

حدثني خلف بن محمد	بجھ سے میرے دوست خلف بن محمد
الديبلي الموانزيني صدقنا	ديبلي نے بیان کیا کہ ہم سے علی
حدثنا علي بن موسى الديبلي	بن موسیٰ دیبلی نے دیبلی میں
بالديبلي - له	یہ حدیث بیان کی۔

بعد میں خلف بن محمد دیبلی اور علی بن موسیٰ دیبلی دونوں حضرات
بغداد گئے اور وہاں بھی ثنا گروہ نے اپنے استاد سے حدیث کی روایت
کی اور یہاں کی مجلس درس بغداد میں قائم ہوئی۔ سمعانی کا
بیان ہے:-

خلف بن محمد الموانزيني	خلف بن محمد موانزینی
الديبلي، تزيل بغداد	بغداد نے بغداد آ کر علی بن موسیٰ
نزل ببغداد وحدث بها	دیبلی سے حدیث کی روایت کی۔
عن علي بن موسى الديبلي	

۱۰ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ اناب سمعانی۔

اسی طرح دیبل کے دو محدثین نے اپنے شہر میں روایت کی امام
نعیم نے تاریخ اصفہان میں لکھا ہے کہ ابو القاسم شعیب بن محمد دیبل
نے عبد الرحیم بن یحییٰ دیبلی سے روایت کی ہے، چنانچہ اپنے شیخ محمد بن جعفر
بن یوسف کا بیان نقل کیا ہے:-

ثنا ابو القاسم شعیب بن محمد
بن احمد بن شعیب الدیبلی ثنا
عبد الرحیم بن یحییٰ الدیبلی لہ
ہم سے ابو القاسم شعیب بن محمد
بن احمد شعیب دیبلی نے بیان
کیا ہے کہ ہم سے عبد الرحیم بن
یحییٰ دیبلی نے حدیث بیان کی۔

شعیب بن محمد دیبلی کا تذکرہ مناسب سمعی اور مختصر تاریخ ابن عساکر
میں بھی ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے دمشق، مصر اور اصفہان کا دینی
علمی سفر کر کے حدیث کی روایت کی ہے۔ مگر عبد الرحیم بن یحییٰ دیبلی کا تذکرہ
صرف اسی سلسلہ سند میں مل سکا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ انھوں نے دیبل
سے باہر کا سفر نہیں کیا، اسی لئے باہر کے علماء نے ان کا تذکرہ نہیں لکھا
شعیب بن محمد دیبلی نے ان سے دیبل ہی میں روایت کی ہے۔

منصورہ اموی دور میں آباد ہو کر سندھ کا دارالامارت قرار پایا اور
اسی زمانہ سے اس ملک میں اسلامی علوم اور علماء کا گہوارہ بنا رہا۔ یہاں
و علماء کی بڑی کثرت تھی۔ عباسی دور کے بعد مقدسی بشاری آیاتر علمی
دینی رونق کا یہ حال تھا کہ علماء اور محدثین بہت زیادہ تھے اور حدیث
درس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری تھا۔ اس نے لکھا ہے:-

ولہم مروۃ وللاسلام
اہل منصورہ میں مروۃ و شرافت

لہ تاریخ اصفہان ج ۱ ص ۳۳۵۔

عندهم طراوة، والعلم
 واهل كثير، والتجارات
 مفيدة، ولهم ذكاء و
 فطنة، له
 ہے اور ان کے یہاں اسلام
 میں تروتازگی ہے، علم اور اہل
 علم بہت زیادہ ہیں، یہاں تجارتیں
 نفع بخش ہیں، اور ان میں سمجھ
 بوجھ ہے۔

انگے چل کر لکھا ہے:-

واكثرهما صاحب حديث
 وروایت القاضی ابامحمد
 المنصوری داودیا اماماً
 فی مذہبہ، ولہ تدریس و
 تصانیف، قد صنف کتابا
 عديدة حسنة۔
 علمائے منصورہ میں اکثر اصحاب حدیث
 ہیں، میں نے قاضی ابو محمد منصور
 راوردی کو دیکھا ہے وہ ظاہری تدریس
 کے امام ہیں، ان کا درس ہوتا ہے
 اور تصانیف ہیں، انھوں نے
 کئی اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔

قاضی ابو العباس احمد بن محمد تیبی کے غلام کا درس منصورہ میں جاری
 تھا۔ انھوں نے پہلے اس سے حدیث کی روایت کر کے بغداد کا تعلیمی سفر کیا۔
 اور وہاں سے منصورہ آکر عہدہ قضا اور مستدریس کو رونق دی۔ ابو
 اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں تصریح کی ہے:-

خرج الی بغداد وتعلم
 ثم عاد الی المنصورۃ
 وہ بغداد گئے اور وہاں سے
 علم حاصل کر کے منصورہ واپس
 آئے۔

دیبل اور منصورہ کے بعد ہندوستان میں سمانوں کا تیسرا مرکز اتان

له الحسن الثانی من سہ " من - طبقات الفقہاء۔

تھا۔ محمد بن قاسم نے یہاں مسلمانوں کو بڑی تعداد میں آباد کر کے نشانہ مسجد تعمیر کی، بعد میں ملتان دولت سامیہ کا دارالابارت بنا۔ یا قوت نے لکھا ہے:-

اہلہا مسلمون منذ
قدیم الہ
ملتان کے باشندے قدیم زمانہ
سے مسلمان ہیں۔

تیسری صدی میں یہاں کے محدثین اور رواۃ کی ایک جماعت بغداد میں امام اہم کے حلقہ درس میں شریک تھی۔

لاہور جسے لوہور، لہاور اور لہادور بھی کہتے ہیں بہت ہی بار و نق اور بڑا شہر تھا۔ لاہوری علماء و محدثین کی کثرت کے بارے میں قلعشدری نے صبح الاعشی میں لکھا ہے:-

رہی مدینۃ کبیرۃ
کثیرۃ الخیر خرج منها
جماعۃ من اہل العلم الہ
لاہور بہت بڑا، اور اچھا شہر
ہے یہاں اہل علم کی ایک
جماعت پیدا ہوئی ہے۔

قنوج اگرچہ سندھ کے اسلامی مرکز سے دور تھا مگر یہاں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی اور علم و علماء کی کثرت تھی، مقاسی نے یہاں بڑے بڑے علمائے اسلام دیکھے تھے، وہ لکھتا ہے:-

وجہا علماء اجلیۃ تہ
یہاں بڑے بڑے علماء تھے۔

ظاہر ہے کہ قنوج کے یہ اجلہ علماء اپنے وطن میں علمی خدمت میں مصروف رہے ہوں گے۔ اور صدیوں پہلے سے ان کے یہاں درس و تدریس کی سلسلہ جاری رہا ہوگا جس کے نتیجہ میں اس وقت یہ علماء و محدثین موز

۱۷ ص ۸ ص ۱۷۶ - صبح الاعشی ج ۵ ص ۷۶ - لکھنؤ انتقاہیم

تھے۔ بامیان کا علاقہ غزنین اور سجستان سے متصل تھا۔ یہاں بھی علم و
 علماء کی سرگرمی جاری تھی۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے:

خرج من هذه المدينة جماعة من اهل علم من اهل العلم۔ لنگلی ہے۔

ان مرکزی مقامات کے علاوہ قصدار، بوکان، وغیرہ میں علم و علماء کی
 سرگرمیاں عام تھیں۔ اور ہر جگہ علمائے کتاب و سنت تدریس و تعلیم،
 تصنیف و تالیف اور تحدیث و روایت میں مشغول تھے۔

علمائے اسلام نے احادیث کی روایت میں
 جو خلوص و احتیاط اختیار کیا ہے اس کا
 نتیجہ ہے کہ آج ہمارے پاس احادیث و

تحدیث و روایت میں
 احتیاط و احتساب

سیر کا بیش بہا خزانہ اپنی اصلی شکل و صورت میں موجود ہے۔ اور دنیا
 کی تمام قوموں میں ہمارا سرا و سچا ہے۔ ہندوستان کے علماء و محدثین
 نے بھی پورے اخلاص و احتساب اور حزم و احتیاط کے ساتھ احادیث
 کی روایت کی، اور اس بارے میں اصول حدیث کی پوری رعایت کی
 ہے۔ اور اس سلسلہ میں ذرا بھی بے اعتنائی سے کام نہیں لیا۔

ابو ابراہیم اسمعیل سندی بغدادی کا بیان ہے:-

سألتُ بشر بن الحارث میں نے ایک مرتبہ بشر بن حارث
 عن حدیث فقال اتق الله، سے ایک حدیث کے بارے میں
 فان كنت تریدة للدنیا سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ
 فلا ترده وان كنت تریدة اللہ سے ڈرو۔ اگر تم حدیث کو

لِلْآخِرَةِ، فَقَدْ سَمِعْتَهُ

دنیا کے لئے حاصل کرتے ہو تو
ایسا نہ کرو، اور اگر آخرت کے
لئے طلب کرتے ہو تو اس حدیث
کو حاصل کر چکے ہو۔

حضرت بشر حافیؒ کے تلمیذ اسمعیل سندی کا یہ بیان استاد اور شاگرد
کے علمی و دینی اخلاص کا پتہ دے رہا ہے۔

شعیب بن محمد بن احمد بن ابی قطعان دیلمی نے اپنی سند سے نقل
کیا ہے کہ امام زہریؒ اکثر فرمایا کرتے تھے:

لِكُلِّ شَيْءٍ شَجُونٌ، وَ
ہر چیز کے لئے بہت سی راہیں
شجون الحدیث اذا كان
ہوتی ہیں۔ حدیث کا راہیں
يَقْرَأُ الْمَذَاكِرَةَ فِي اصْنَعِافٍ
ایام طلب میں بار بار مذاکرہ
مذاکرۃ۔ ۷

یعنی زمانہ طالب علمی میں احادیث کا تذکرہ اور اپنی مرویات و مسوعات

کا سننا سنانا اور لکھنا احادیث میں وسعت معلومات کا سبب ہے، اور اس
سے تفقہ کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

احادیث کی طلب و روایت نتیجہ کے اعتبار سے خیر و برکت اور حسن
قبول کا باعث ہے، اس سلسلہ میں عباس بن عبد اللہ سندی نے ابی
الولید طرابلسی کی روایت سے امام سرفیان بن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے
اسامہ بن علی المعروف بہ ابن علیک کہتے ہیں:

رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ح ۶ ص ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ مَخْرُجٌ تَارِيخُ ابْنِ عَسَاكِرِ ح ۶ ص ۳۲۳۔

حد ثنا عباس السندی قال سمعت ابا الوليد الطيالسي، يقول سمعت ابن عيينه منذ اكثر من ستين سنة، يقول طلبنا الحديث لغير الله فاعقبتنا الله ماتون - ۱۰

ہم سے عباس سندی نے بیان کیا کہ میں نے ابو الولید طیالسی سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ساٹھ سال سے زیادہ سے میں ابن عیینہ کو یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں کہ ہم نے علم حدیث کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے حاصل نہیں کی تھی پھر بھی اس کی برکت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو وہ مقام دیا ہے، جسے تم دیکھ رہے ہو۔

علمائے ہند اپنے ان اساتذہ و شیوخ اور بزرگوں کے اقوال و اعمال کی روشنی میں علمی زندگی بسر کی، اور علم حدیث کی خدمت میں نہایت اخلاص و احتیاط، اور ذمہ داری سے کام لیا۔

ابو عبد اللہ محمد بن رجاہ سندی نیشاپوری حج کو جاتے ہوئے بغداد آئے تو حدیث کی مجلس درس قائم کی، اور ابو بکر بن ابی الہ نیا قرشی اور احمد بن بشر مرثدی وغیرہ نے ان سے روایت کی، اسی سلسلہ میں محمد بن رجاہ سندی نے بیان کیا:

حد ثنا النضر بن شميل عن هشام بن عروة، عن

ہم سے نضر بن شمیل نے بیان کیا انھوں نے ہشام بن عروہ سے، انھوں نے

۱۰ جامع بیان العلم ۲ ص ۲۳ -

ابیہ، عن عائشة، عن النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم قال:
 کلکم راع، وکلکم مسئول
 عن رعیتہ۔
 اپنے والد سے، انھوں نے حضرت
 عائشہ سے، انھوں نے نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم سے کہ آپ نے
 فرمایا۔ الخ۔

اس کے بعد خطیب بغدادی نے ابراہیم راوی سے حافظ ابو علی کا یہ
 بیان نقل کیا ہے:

حجۃ محمد بن سراج، وحدث
 بهذا الحدیث ببغداد، فلما
 انصرف نظر فی کتابہ، ولس
 فیہ "عائشۃ" فکتب الیہم
 بذالك۔
 محمد بن سراج نے سفر حج میں بغداد
 میں یہ حدیث بیان کی، اور وطن
 جا کر اپنی کتاب میں دیکھا کہ اس
 سلسلہ میں "عائشہ" نہیں
 ہے تو اپنے بغدادی کو اس کی
 تحریر کی خبر دی۔

محمد بن سراج نے اپنے وطن اسفرائن پہنچ کر..... اپنی کتاب میں
 دیکھا کہ اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں ہیں بلکہ شام
 کے والد عروہ بن زبیر نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 اس کی..... روایت کی ہے، تو فوراً..... بغداد لکھ کر اپنے تلامذہ
 کو اس سے مطلع کیا۔ احمد بن سند کی رازی احادیث کے بارے میں شدید
 احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ابن ابی حاتم رازی نے ابراہیم بن محمد بن
 ابویحییٰ اسلمی کے ذکر میں ان کے سلسلہ سند سے بیان کیا ہے۔
 عن سفیان بن عیینہ انه قال
 ایک دن سفیان بن عیینہ نے

کہا کہ اب کوئی عالم ایسا نہیں
 رہ گیا جو محمد بن منکدر کی احادیث
 کا مجھ سے زیادہ راوی ہو۔ اس
 پر ان سے کہا گیا کہ ابراہیم بن
 ابویحییٰ؟ تو کہا کہ ہماری مراد
 اہل صدق ہیں۔

ذات یوم ما بقی
 احدٌ اروی عن
 محمد بن المکندر
 منی، فقیل لہ: ابراہیم
 بن ابی یحییٰ؟ قال: انما
 نرید اهل
 الصدق۔ لہ

اسی کے مطابق احمد بن سندری رازی کا عمل بھی تھا، چنانچہ حدیث
 کے بارے میں ان کی شدت احتیاط اور تحقیق و تلاش کا یہ واقعہ امام
 ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں اور احمد بن سندری دونوں
 ابو عمران صوفی کے داماد عبدک کی دوکان پر پہنچے، ان کے پاس حلیت
 کے دو اجزاء تھے۔ میں نے پوچھا یہ دونوں اجزاء آپ کے ہیں۔ انھوں
 نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا آپ نے ان کا سماع کس سے
 کیا ہے؟ انھوں نے کہا ابو زہیر عبد الرحمن بن مغراء سے، حالانکہ میں
 نے دیکھا تو ایک جزیر میں محمد بن اسحاق اور علی بن مجاہد کے شیوخ کی
 احادیث اور دوسرے میں سلمہ بن فضل کی احادیث، درج تھیں۔ مگر
 عبدک نے انکار کیا اور کہا کہ ان کو ابو زہیر نے ہم سے بیان کیا ہے اس
 پر میں نے چند احادیث کی نشاندہی کی جن میں غرائب حسان بھی تھیں
 اس کے باوجود وہ اپنی بات پر اٹھ سے رہے تو میں نے دونوں اجزاء ان کے
 پاس چھوڑ دیئے اور ہم دونوں وہاں سے چلے آئے۔

کچھ دنوں کے بعد میں اور احمد بن سندی دونوں ابو عبد اللہ محمد بن حمید کے پاس گئے، انھوں نے بتایا کہ میرے پاس کچھ حدیثیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے، یہ کہہ کر ابن حمید نے دو اجزاء نکالے جن میں وہی حدیثیں تھیں جو عبدک والے دونوں اجزاء میں تھیں، میں نے بتایا تھا کہ یہ سلمہ بن فضل کی مرویات ہیں، ابن حمید ان کو براہ راست سلمہ بن فضل سے روایت کرتے تھے پھر میں نے احمد بن سندی سے کہا تم دیکھ رہے ہو؟ یہ وہی حدیثیں ہیں جن کو ہم نے عبدک کے دونوں اجزاء میں دیکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے ابن حمید کے نسخہ سے ان غرائب کو لکھ لیا جن کو عبدک سے سننا چاہتا تھا۔

اس کے بعد ہم دونوں ابن حمید کے یہاں سے اٹھ کر عبدک کے پاس گئے۔ اور ان دونوں اجزاء کو مطالعہ کے لئے طلب کیا۔

انھوں نے کہا۔ کہ ایک دن ابن حمید نے ادھر سے گذرتے ہوئے میری دوکان میں ان کو دیکھا تو لے کر چلے گئے۔

دینی علم کے حقوق و آداب کی رعایت اور درس تدریس میں احتیاط کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ :-

امام احمد بن حنبل کے تلمیذ خاص جیش بن سندی کے پاس امام صحابہ کی احادیث و مسائل کے دو اجزاء تھے جو دوسرے کے پاس نہیں تھے ابو الخلال کا بیان ہے کہ میں ان کے پاس گیا۔ تاکہ وہ ان احادیث کو مجھ کو بیان کریں مگر انھوں نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ :-

ان لا احد من جہدک الا سائل ابو بکر مروزی کے جیتے جی میں ان

سہ البحر والنفوس ج ۳ قسم ۲ ص ۲۳۲۔

و ابوبکر مروزی حجیؓ۔

احادیث و مسائل کا درس
نہیں دے سکتا۔

وجہ یہ تھی کہ حبیش بن سندی، ابوبکر مروزی کا بے حد احترام کرتے
تھے۔ اور ان کے ہوتے ہوئے امام احمد کے علوم و معارف کے ترجمان بننا
نہیں چاہتے تھے۔ ابوالخلائ کا بیان ہے کہ اس سلسلہ میں حبیش بن سندی
سے میری بہت باتیں ہوئیں اور یہ سوچ کر واپس چلا آیا کہ ابوبکر مروزی
کے پاس جا کر کہوں گا کہ وہ حبیش بن سندی سے ان کے بیان کرنے کا حکم دیدیں
مگر اسی درمیان میں ان کا انتقال ہو گیا اور میں حبیش بن سندی سے ان کو نہ
سن سکا۔ بعد میں دونوں اجزاء محمد بن ہارون وراق کے پاس مجھے ملے
اور میں نے ان کا سماع کیا۔

تصنیفات و تالیفات اور کتابیں دوسری صدی کے وسط میں پورے
عالم اسلام میں احادیث کی تدوین

اور جمع و ترتیب کا کام شروع ہوا۔ اور کتابیں لکھی گئیں۔ اس سے
پہلے ائمہ دین اپنے حافظہ سے کام لیتے تھے۔ اور بعض اہل علم کے پاس
ان کی مرویات و احادیث کے غیر مرتب صحیفے اور کتب سے تھے۔ جن کی
حیثیت ذاتی یادداشت کی تھی۔ امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں ۲۳۳ھ
کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس دور میں علمائے اسلام نے فقہ، حدیث
تفسیر وغیرہ کی تدوین شروع کی، ابن جریر نے مکہ مکرمہ میں، سعید
بن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ وغیرہ نے بصرہ میں، اوزاعی نے شام میں،
مالک نے موطا اور ابن اسحاق نے مغازی مدینہ منورہ میں، مہر نے یمن میں

۱۴ طبقات المناہج ص ۱۴۱۔

ابو حنیفہ وغیرہ نے فقہ کوفہ میں اسفیان ثوری نے کتاب الجامع کی تصنیف کی اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہیثم، لیث بن سعد، ابن لہیع، ابن مبارک، ابو یوسف، ابن وہب نے حدیث وفقہ وغیرہ میں کتابیں لکھیں اسی کے ساتھ عربیت، لغت، تاریخ، ایام ناس بر تدوین و تالیف کا کام ہوا۔

رامہرمزی نے المحدث الفاصل بین الراوی والواعی میں لکھا ہے کہ فقہی ابواب پر احادیث کی ترتیب سب سے پہلے بصرہ میں ربیع بن صبیح بصری نے کی ہے۔

اول من صنف و بوب فیما	بیرے علم میں بصرہ میں سب سے
اعلم الربیع بن صبیح بالبصرہ	پہلے ربیع بن صبیح، پھر سعید بن
ثم سعید بن ابی عروبة	ابو عروبة نے احادیث کی تصنیف
	و تبویب کی ہے۔

قدیم زمانہ سے بصرہ، ارض الہند اور فرج الہند کے نام سے مشہور تھا اور اس مقام سے ہندوستان کی تجارت اور یہاں کے تاجروں کو خاص تعلق تھا۔ نیز امام ربیع بن صبیح بصری احادیث کی فقہی ترتیب و تبویب اور تدوین کے بعد ہندوستان آئے اور ۱۶ھ میں غزوہ بارہ کی بعد یہیں فوت ہوئے۔ اور یہیں دفن کئے گئے۔ ہندوستان کے علماء و محدثین کو اس نسبت و تعلق کے برکات و حسنات سے یوں حصہ وافر ملا کہ آج تک اس ملک میں احادیث کی روایت و تدوین کے ساتھ تصنیف و تالیف اور شرح و تعلیق اور طباعت و اشاعت کا کام جاری ہے اور

سنة تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۶ - المحدث الفاصل ص ۶۱۱ -

سے اسلامی ممالک کے علماء و محدثین کے مقابلہ میں یہاں کے خدام علم اس شرف میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

عباسی عہد میں اندر اور باہر کے علماء ہند حدیث، فقہ، تفسیر، اور دوسرے علوم و فنون میں کتابیں لکھتے تھے۔

چنانچہ اس دور میں یہاں کے علماء و محدثین نے فن حدیث میں بھی مستقل کتابیں تصنیف کیں جو عالم اسلام میں دیگر کتب حدیث کی طرح مقبول و متداول رہیں، اور طلبہ حدیث نے ان کے مصنفین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی روایت کی اور بلاد اسلامیہ میں ان کو درجہ و راجہ دیا مگر افسوس کہ علمائے ہند کی یہ قدیم تصانیف آج ناپید ہیں۔ صرف ان کے نام کتابوں میں رہ گئے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے کتب خانوں میں مخطوطات کی چھان بین کی جائے تو بعض کتابوں میں قلمی نسخے مل جائیں۔

ہندوستان کے مصنفین میں امام حافظ ابو بکر محمد بن محمد بن رجاہ بن سندی نیشاپوری اسفرائی متوفی ۲۸۷ھ یا ۲۹۰ھ سرخیل ہیں۔ جو صاحب "الصحيح على شرط مسلم" اور مصنف "الصحيح و مخرجه على كتاب مسلم" کی نسبت سے مشہور ہیں۔

ولہ مستخرج على صحيح ان کی ایک کتاب مستخرج على

مسلم بن حجاج ہے۔ صحیح مسلم ہے۔

فن حدیث کی یہ عظیم اور اہم کتاب صحیح ابو بکر اسفرائی، اور مستخرج على مسلم کے نام سے مشہور تھی۔ استخراج اور تخریج کا مطلب محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ محدث کسی ایک کتاب مثلاً صحیح مسلم کو لے کر اس کی احادیث

۱۹۴
۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۳۰۔ والوانی بالوفیات ج ۳ ص ۴۰۔ شدیات الذہب ج ۲ ص

کو اپنی سند سے بیان کرے اور آخر میں امام مسلم کے شیوخ یا ان کے اوپر کے شیوخ سے سند مل جائے، بہت سے حفاظ حدیث نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو سامنے رکھ کر استخراج و تخریج کیا اور ان دونوں کے ٹکڑے کی کتابیں لکھیں، ان ہی میں سے مستخرج ابی بکر سندی اسفرائینی بھی ہے۔ جو صحیح مسلم کے ٹکڑے کی ہے۔

امام بخاری سے پہلے یا ان کے معاصرین میں ایک محدث ابو جعفر سندی تھے۔ ان کی بھی حدیث میں ایک کتاب تھی۔ جس میں اس کے بعض راویوں نے اپنی طرف سے الحاق کر دیا تھا۔ میزان الاعتدال میں عمرو بن مالک راسی کے ذکر میں ہے :-

قال الترمذی: قال	ترمذی کا بیان ہے کہ امام بخاری
محمد بن اسمعیل: هذا	نے عمرو بن مالک راسی کو کذاب
کذاب۔ کان استعاس	کہا ہے۔ اس نے ابو جعفر سندی
کتاب ابی جعفر السندی	کی کتاب مستعار لے کر اس میں
فالحق فیہ احادیث۔	دیگر احادیث کا الحاق کر دیا۔

یہاں کے قدیم روایت حدیث میں ایک راوی ابو الفرج سندی کی تھے۔ انہوں نے حدیث میں ایک کتاب لکھی تھی۔ جس کی روایت بعد تک ہوتی رہی اور محدثین مصنف کے سلسلہ سند سے اس کو پڑھتے رہے ابو جعفر طوسی نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے :-

ابو الفرج السندی، له کتاب، ابو الفرج سندی کی ایک کتاب

اخبرنا به جماعة، عن
 التلعكبري، عن ابي همام
 عن حميد، عن القاسم بن
 اسمعيل، عن احمد بن
 رباح، عنه -
 ہے جس کی روایت ہم سے محدثین
 کی ایک جماعت عن التلعکبری،
 عن ابي همام، عن حميد، عن القاسم
 بن اسمعيل، عن احمد بن رباح،
 عن ابي الفرج السدي کے
 سلسلہ سند سے کی ہے۔

ابان بن محمد سندی عراق کے قدیم علماء میں سے ہیں۔ کتاب السنو اور
 ان کی تصنیف ہے، ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ نجاشی نے ان کو
 رجال شیعو میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ کتاب السنو اور ان کی کتاب ہے۔
 عبد اللہ بن حسن بن سندی اندلسی نے زہد و رقائق پر بیس جلدوں
 میں ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں محدثین کی ایک جماعت سے روایت کی تھی۔ ابن
 عساکر نے ان کا ذکر کر کے ایک حافظ حدیث کا قول نقل کیا ہے :-

قال الحافظ صنف کتاباً
 فی الزهد و فقت علی الجزء
 العشرين منه، روی فیہ
 عن جماعة، ولم اعر ف
 من روی عنه -
 انھوں نے زہد و رقائق کے
 موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی
 تھی، جس کی بیسویں جلد میں نے
 دیکھی ہے۔ اس میں محدثین کی
 ایک جماعت سے روایت کی ہے
 مجھے معلوم نہیں کہ اس کتاب
 کو ان سے کس نے روایت کہا ہے۔

۱۔ معجم المصنفین ج ۳ ص ۳۳ - ۳۴ لسان المیزان ج ۱ ص ۲۵ - ۲۶ مختصر تاریخ
 ابن عساکر ج ۱ ص ۳۶۳۔

زید و رقالت کے موضوع پر بہت سے محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں کچھ آج کل شائع ہو رہی ہیں، عبد اللہ بن حسن بن سندی اندلسی کی کتاب الزہد اپنے موضوع پر غالباً سب سے بڑی کتاب تھی۔ ابو العباس احمد بن محمد منصور ی داؤدی مسلک کے امام و قاضی تھے اور منصورہ میں رہتے تھے۔ وہ متعدد بڑی بڑی اور عمدہ کتابوں کے مصنف تھے۔ ابن ندیم نے ان کی تصانیف کا تذکرہ یوں کیا ہے:-

وله كتب جليله حنة	اور ان کی بہت سی کتابیں ہیں جو شاندار
كبار، منها كتاب	عمدہ اور ضخیم ہیں انہیں میں ایک کتاب مصباح
المصباح كبير كتاب	ہے جو ضخیم ہے اور کتاب الہادی اور
الهادی، كتاب	کتاب النیر بھی ہے۔
النیر	

مقدمہ کی بشارت نے منصورہ میں ان سے ملاقات کی ہے اور ان کا تذکرہ قاضی ابو محمد منصور ی بنا کر لکھا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہے وہ داؤد ظاہر کے مسلک کے امام ہیں، ان کا حلقہ درس ہے۔ اور تصانیف ہیں انہوں نے نہایت عمدہ عمدہ کئی کتابیں تصنیف کی ہیں یا قوت نے بھی لکھا ہے کہ ان کے مسلک پر ان کی تصانیف ہیں۔

بعض تذکرہ نویسوں نے ان کی کتاب النیر کا نام کتاب النیرین بتایا ہے یہ کتاب اس اہم اور مشہور تھی کہ وہ بعد میں اسی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ چنانچہ ابن القیسرانی نے ان کو الانساب المتفقہ میں "صاحب کتاب النیرین

ملہ کتاب الفہرست ص ۳۰۶۔ ۳۰۷ حسن اتقا سیم ص ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳

لکھا ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن سندی اصفہانی کو حافظ ابو نعیم نے تاریخ اصفہان میں "صاحب اصول" لکھا ہے۔

غالباً کتاب الاصول کے نام سے ان کی کوئی مشہور تصنیف تھی جس سے وہ منسوب ہوئے۔ علمائے ہند کی تصانیف کے سلسلہ میں وہ کتابیں آتی ہیں جنکو ان کے تلامذہ نے ان کی احادیث و مرویات سے انتخاب کر کے اپنے ذوق کے مطابق مرتب کیا ہے۔ امام دارقطنی نے ابوبکر احمد بن سندی بخاری کی مرویات کا منتخب مجموعہ تیار کیا تھا۔ خطیب بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکر احمد بن سندی کے بارے میں حافظ ابو نعیم اصفہانی سے سوال کیا تو انہوں نے ان کی توثیق کر کے بتایا کہ دارقطنی نے ان کی احادیث کا انتخاب کیا ہے۔

فقال ثقة، انتخب علیہ
الدارقطنی۔

ابو نعیم نے کہا کہ ابوبکر سندی
ثقة ہیں، دارقطنی نے ان کی روایات
کا انتخاب کیا ہے۔

ان چند مشائخ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عباسی دور میں علمائے ہند تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اپنے معاصرین سے پیچھے نہیں تھے۔ علمائے ہند علمائے اسلام کی نظر میں اہمال کے علماء و محدثین نے اپنے فضل و کمال اور تبحر کی وجہ سے عالم

اسلام میں بڑا نام و مقام پیدا کیا۔ ان میں امام، حافظ، مستند، ثقة،

۱۔ الانساب المتفقہ ص ۱۵۴۔ ۲۔ تاریخ اصفہان ص ۱۹۳۔

۳۔ تاریخ بخاری ص ۱۸۷۔

ثبت، مامون، صادق، صدوق، حجت سب ہی ہیں۔ اور علمائے اسلام نے ان کی امامت و عبقریت کا برملا اعتراف کر کے ان کو بزرگ علم کا صدر نشین بنایا، ان کی حلقہ نشینی کی، ان کے بارے میں بہترین خیالات ظاہر کئے، اور ان سے علمی و دینی اور روحانی اکتساب کیا۔ یہاں کے علماء و مشائخ پورے عالم اسلام کے لئے سرمایہ صد افتخار تھے۔ اور قول و عمل سے ان کی عظمت کا اعتراف و اقرار کیا جاتا تھا۔

ابو بکر احمد بن سند بن بغدادی کے بارے میں خطیب بغدادی نے یہ الفاظ لکھے ہیں :-

وكان ثقة، صادقاً خيراً وہ ثقہ، صادق، خیر، فاضل
فاضلاً۔ تھے۔

اور ان کے متعلق حافظ ابو نعیم نے ثقاہت کی تصریح کر کے کہا ہے
وكان يُعدّ من الأبدال ان کا شمار ابدال میں تھا، مشہور
ويقال انه محبوب تھا کہ مستجاب الدعاء بزرگ
الدعوة۔ ہیں۔

ابن اثیر نے ان کو صادق بتایا ہے۔ اور امام ابو بکر برزقانی نے ان کی توثیق کی ہے۔

امام ابو بکر احمد بن سند بن بغدادی کے علمی اور دینی مقام و مرتبہ کے لئے ان الفاظ اسلام کی یہ تصریحات کافی ہیں۔

ابو الفوارس احمد بن محمد بن سند بن بغدادی صابونی مصری کو امام سیوطی نے ثقہ

سہ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۸۷ - سہ اللباب فی تہذیب الانساب ج ۱ ص ۲۱۳ -

معمراً سند دیار مصر کے القاب سے یاد کیا ہے بلکہ نیز امام ذہبی نے ان کو
سند مصر لکھا ہے بلکہ

ابو الجاس احمد بن محمد بن صالح منصورى داؤدى کے متعلق ابن
مذیم نے لکھا ہے :-

من افضل الداؤدیین^۳ داؤدى مسلک کے علماء میں وہ نہایت
افضل عالم تھے۔

اور مقدسی بشاری نے ان کو داؤدى مذہب کا امام بتایا ہے بلکہ
ابو محمد حسن بن حامد دیلمی بغدادی کے بارے میں خطیب بغدادی
نے لکھا ہے :-

وكان صدوقاً، وكان
تاجراً سهولاً۔^۴
وہ صدوق اور مال دار تاجر
تھے۔

ابو محمد رجا بن سندی نیشاپوری کو ابو حاکم نے صدوق بتایا ہے۔
بکر بن خلف کا قول ہے کہ ان سے زیادہ فصیح میں نے نہیں دیکھا، اور
امام ابو عبد اللہ حاکم نے کہا ہے :-

رکن من ارکان الحدیث، وہ حدیث کے ارکان میں سے
وفى اعقابه حفاظ لحدّثون۔ ایک اہم رکن ہیں۔ اور ان کی
اولاد میں حفاظ حدیث اور
محدثین پیدا ہوئے۔

ابن جہان نے ان کو ثقافت میں شمار کیا ہے۔

والتبذیر التبریر ج ۳ ص ۲۶۵

۳ ص الحاضر ج ۱ ص ۱۵۶۔ ۴ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۸۔ ۵ المغیرست ص ۳

۶ احسن التقاسیم ص ۲۸۱۔ ۷ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۰۳۔ ۸ البحر والتعدیل ج ۱ ص ۵۳

ابو الہشیم سہیل بن عبد الرحمن سنہی رازی کو سنہی بن عبد وہ بھی
کہتے ہیں، ان کے بارے میں سمعانی نے لکھا ہے،

وكان من علماء الحديث، وہ محدثین میں سے، ہمدان
وكان قاضی ہمدان و اور قزوین دونوں شہروں کے
قزوین، وهو اقل من بیک وقت قاضی تھے۔ اور سب
جمعاً لہ۔ لہ سے پہلے ان دونوں شہروں کا
عہدہ قضا ان ہی کو ملا۔

اور ابو الولید طیا سی کا بیان ہے:-

لما رأی بالمری اعلم بالحديث میں نے شہرے میں دو عالموں
من رجالین، من قاضیکم سے بڑا حدیث کا عالم نہیں دیکھا
یحییٰ بن الضریس ومن الزائد ایک تمہارے قاضی یحییٰ بن ضریس
الاصبع السنہی بن اور دوسرے سنہی بن عبد وہ
عبد وہ۔

اور ابو حاتم رازی نے ان کو شیخ کہا ہے کہ

ابو عبد اللہ محمد بن رجاہ سنہی نیشاپوری ثقہ وثبت تھے۔ اور ان
صاحبزادے ابو بکر محمد بن محمد بن رجاہ سنہی نیشاپوری کا تذکرہ امام
ذہبی نے الحافظ الامام کے القاب سے شروع کر کے امام ابو عبد اللہ
کا یہ قول ان کے بارے میں نقل کیا ہے :-

كان دیناً، ثبتاً مقدماً وہ نہایت دیندار، مثبت اور

لہ کتاب الانساب، لہ اخرج و المتعدیل ج ۲ ص ۳۱۸۔

فی عصرہ - ۱
اپنے زمانہ میں علم حدیث میں
آگے تھے۔

ان عمار نے شذرات المذہب میں ان کا تعارف کرایا ہے :
وكان حافظاً، ثبتاً، تقوياً، وہ حافظا، ثبت تھے، ان کی احادیث
بہ الحجۃ والاحتجاج، ولہ، و مرویات سے حجت پکڑنا صحیح
مستخرج علی صحیح مسلم بن ہے۔ اور حدیث میں ان کی کتاب
حجاج - ۲
مستخرج علی صحیح مسلم ہے۔
پاپ بیٹے اور پوتے تینوں حضرات کے متعلق حافظ ابو عبد اللہ
محمد بن یعقوب نے کہا ہے۔

رجاء السندی، وابنہ
ابو عبد اللہ، وابنہ ابوبکر
ثلاثہم ثقات، ثبات - ۳
رجاء سند کی، ان کے صاحبزادے
ابو عبد اللہ اور ان کے صاحبزادے
ابو بکر تینوں حضرات ثقہ و
ثبت ہیں۔

ابو بکر محمد بن حسین دیلمی شامی کے بارے میں ابن ابی بکر نے تقری
ثقة لکھا ہے۔ ۲

ابو العباس محمد بن عبد اللہ دیلمی زاہد کے متعلق سمعانی نے لکھا
ہے :-

النراہد، وكان
صالحاً، عالماً، ۵
ابو العباس دیلمی زاہد اور نہایت
نیک عالم تھے۔

تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۳۰ لکھ شذرات المذہب ص ۲۳۰ تا تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۷۶۔ لکھ غایتہ
ج ۲ ص ۱۹۳
النبایہ ج ۲ ص ۱۳۳۔ لکھ کتاب الانساب۔

ابو بکر محمد بن علی باہمیانی محدث اور ثقہ تھے یہ

ابو القاسم منصور بن محمد سندی کو ابن ابی حمزہ نے مقرئ معروف ضابطہ
لکھا ہے۔ ۱۷

ابو نعیم اصفہانی نے ان کے علمی اوصاف و کمالات یوں بیان کئے ہیں

كان مقدماً في حفظ القرآن

وہ حفظ قرآن میں بہت آگے اور

كثيراً في الروايات، تخرج

احادیث میں کثیراً روایات تھے،

بالبصرة و بغداد، كتب

انہوں نے بصرہ و بغداد میں

الحدیث الكثير۔ یرحب

بہت زیادہ کتب حدیث کی

الی فنون العلم من النحو

روایت کی، وہ نحو، عربیت

والأعراب، وحفظ الآثار

انبار و آثار اور دیگر علوم

والأخبار۔ ۱۸

و فنون میں شہرت رکھتے تھے۔

ابو محمد موسیٰ بن سندی ہرجانی کو حافظ ابن عدی نے ثقہ بتایا ہے

ان کی ثقاہت و عدالت کا حال یہ تھا کہ محمد بن عمر علاء صیرفی ان الفاہ

کے ساتھ ان سے روایت کیا کرتے تھے :-

حدثنا ابو محمد موسیٰ بن

ابو محمد موسیٰ بن سندی سکا

السندی، السكاك الثقة

ثقة، مامون نے ہم سے حدیث

المامون۔ ۱۹

بیان کی ہے۔

ابو الحسن نصر اللہ بن احمد بن قاسم بن سیمان بن السندی بغدادی کے

تذکرہ میں خطیب بغدادی نے لکھا ہے :-

۱۷ معجم البلدان ج ۱ ص ۱۷۸ غایۃ النہایہ ص ۳۱۲۔ ۱۸ تاریخ اصفہان ج ۲ ص

۱۷۸ تاریخ ہرجان ص ۱۷۸۔

کتبت عنہ، وكان
صدوقاً۔ لہ
ان سے میں نے احادیث کا
املا کیا ہے۔ وہ صدوق تھے۔
ابو محمد عبد اللہ بن سلیمان بن عیسیٰ بن سندی کو خطیب بغدادی
نے ثقہ بتایا ہے لہ
جیش بن سندی بغدادی امام احمد بن حنبل کے تلمیذ خاص اور
ان کے علوم کے جامع ہیں۔ ابو الخلال نے ان کے بارے میں کہا ہے۔
وكان جليل القدر
وہ بڑی شان و شوکت کے
جداً۔
آدمی تھے۔

اور ایک واقعہ کے ضمن میں ان کے علم و فضل اور کمال کا یوں
اعتراف کیا ہے۔

و هو رجل ماشئت يا
لك من رجل، جليل القدر،
كثير العلم، مقدم عندهم
في القطيعة۔ لہ
وہ بہت خوب آدمی تھے۔ جلیل
القدر، کثیر العلم ہونے کے ساتھ
قطیعتہ الفقہار کے اہل علم میں
سب سے آگے مانے جاتے تھے۔

عبد الحمید سندی قیروانی مالکی مذہب کے بہت بڑے عالم اور محدث
تھے۔ قاضی عیاض نے ان کو رجل صالح بتایا ہے لہ

بعض محدثین پر جرح اور انکی
مرویات میں کلام
بعض ہندی علماء و محدثین کی مرویات
کے بارے میں ائمہ حدیث نے فن جرح
و تعدیل کی رو سے کلام بھی کیا ہے۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۰۲۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۶ طبقات
المنابذ ج ۱ ص ۱۲۶۔ ۳۔ ترتیب المدارک ج ۳ ص ۱۳۰۔

اور ان کے ہنر کے ساتھ عیب کو ظاہر کر کے حدیث رسول کی عظمت و عصمت کا پاس رکھا ہے۔

سہل بن عبد الرحمن سنہی (سنہی بن عبد وہب) نہایت ثقہ محدث تھے۔ ابو حاتم رازی نے ان کی علمی اور دینی باتیں سنیں مگر حدیث کی روایت نہیں کی، ان کا بیان ہے :-

سأبیتہ فحضوب الراس
واللحیة ولما کتب عنہ
وسمعت کلامہ۔^۱

میں نے ان کو دیکھا ہے، سر اور
ڈاڑھی میں خضاب لگائے
ہوئے تھے۔ میں نے ان کا کلام
سنا، مگر ان سے حدیث نہیں

لکھی۔

ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اربید تمیمی کے ذکر میں ان کی ایک روایت کو جس میں متفرد ہیں، حدیث منکر بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے: سنہی بن عبد وہب، عن عمرو بن ابی قیس، عن مطرف بن طریف، عن المنہال بن عمرو، عن التیمی، عن ابن عباس قال :-

کنا نتحدث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عہد الی
سبعین عہداً المر یعہد ہا الی غیرہ۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت
کو طبرانی نے اپنی معجم میں عن محمد بن سہل بن الصباح، عن احمد بن
الفرات، عن السنہی بیان کیا اور کہا ہے کہ تفرد بہ السنہی
یعنی سنہی اس روایت میں متفرد ہیں، اور میں نے (ابن حجر) امام ذہبی
کے قلم سے دیکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، چنانچہ ذہبی نے میزان

۱۔ البحر والتعدیل ج ۲ قسم ۱ ص ۳۱۸۔

الاعتدال میں اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔
 ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح ثنبی منصور کی 'داؤد ظاہری کے
 مسلک کے امام تھے، انھوں نے اس مسلک کی تائید میں اپنے استاد ابو
 روق حضرائی سے جو خود نہایت ثقہ و صدوق تھے۔ ایک باطل حدیث
 روایت کی ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے حال میں لکھا
 ہے :-

روى عن ابي روق الحضرائى انھوں نے (ابوروق حضرائی)
 حديثاً باطلاً هو افتهً ایک باطل حدیث روایت کی
 ذكرنا في ترجمته ہے جو ان کی طرف سے ایک
 ابى روق - آفت ہے، ہم نے یہ حدیث
 ابوروق کے حال میں بیان
 کی ہے۔

اور ابوروق کے حال میں لکھا ہے کہ وہ میرے علم میں صدوق ہیں مگر
 ابوالعباس منصور نے ان سے یہ روایت کی ہے۔
 ابوالعباس المنصورى قال: حدثنا المرزوق، حدثنا عبد المرزاق
 عن عمر، عن الزهري، عن علي بن الحسين، عن ابيه، عن جده مرفوعاً -
 اول من قاس ابليس فنلا قيسوا - اس کے بعد
 ذہبی نے لکھا ہے:-

فاحمل فيد على المنصورى اس باطل حدیث کا بار ابوالعباس
 وكان ظاهرياً سہ منصور کی پر ہے وہ ظاہری مذہب

۱۷ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۹۷ و میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶ لہ میزان الاعتدال
 ج ۱ ص ۶۶، ۶۷ -

رکھتے تھے۔

ابو سلیمان داؤد بن حصین بن عقیل منصور کی کے بارے میں ابن حبان نے کتاب المجروحین من المحدثین میں لکھا ہے کہ وہ اہل منصورہ سے ہیں ان کی دو حدیثیں منکر ہیں۔ جن کو انھوں نے ثقات سے روایت کیا ہے۔ یہ دونوں حدیثیں ثقات کی مرویات کے مثل نہیں ہیں۔ جس روایت میں داؤد بن حصین منصور کی منفرد ہوں اس سے احتجاج یعنی حجت قائم کرنے میں پریسبیل لازم ہے۔ اس کے بعد ایک روایت یوں درج کی ہے۔

روی عن ابراہیم بن الاشعث البخاری، عن مروان بن معاویۃ الفرزدی عن سہیل بن ابی صالح، عن ابی ہریرۃ قال:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ فتوا موتا کفر فی جوار قوم صالحین فان المیت یتاذی من جوار السوء۔ کما یتاذی الاحیاء من حیران السوء۔

اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ خبر باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اصل ثابت نہیں ہے۔ اور جو شخص اس قسم کی حدیث ابراہیم بن اشعث سے روایت کرے اس سے بچنا چاہئے۔ اس لئے کہ ابراہیم بن اشعث اہل بخارا کے ثقہ اور مامون امام ہیں۔

والبلیۃ فی هذا الحدیث اور اس میں داؤد منصور کی من داؤد هذا لہ کی طرف سے مصیبت آئی ہے۔

سلیمان بن زبیع بن شام ہندی نے ایک مجہول راوی محمد بن سلام

کتاب المجروحین من المحدثین

۱۷

ح ۱ ص ۲۸۶۔

بخاری سے ایک منکر حدیث کی روایت اس طرح کی ہے: عن محمد بن سلام البخاری، عن عثمان بن عبد الرحمن المحرانی عن انس، مرفوعاً اطلبوا العلم يوم الاثنين فانه ميسر لطالبه۔^۱

سندی بن ہارون کے بارے میں ابو حاتم رازی نے کہا ہے کہ وہ مجہول راوی ہیں۔^۲

نیز ذہبی نے کہا ہے کہ :-

شیخ مسدد مجہول۔^۳ وہ مسدد کے استاد اور

مجہول ہیں۔

ابوالعباس فضل بن سحیت سندی قطیعی کے بارے میں امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معین سے کہا گیا کہ انہوں نے عبد الرزاق صنعانی سے حدیث کا سماع کیا ہے تو انہوں نے شدید ہجہ میں اس کا انکار کیا خطیب بغدادی نے ابراہیم بن عبد اللہ بن جنید کا قول نقل کیا۔

قال سمعت یحییٰ بن معین
وذكروا الفضل بن سحیت
ابوالعباس السندی۔ فقال
كذاب، ما سمع من
عبد الرزاق شيئاً۔ قالوا
انه یحدث۔

ایک مرتبہ لوگوں نے ابوالعباس
فضل بن سحیت سندی کا تذکرہ
یحییٰ بن معین کے سامنے کیا تو
انہوں نے کہا کہ وہ کذاب ہیں،
عبد الرزاق سے کوئی روایت
نہیں سنی ہے لوگوں نے کہا مگر
وہ عبد الرزاق کی مرویات
کو بیان کرتے ہیں۔

تکمہ ماشیۃ الاکمال ج ۳ ص ۱۰۴ بحوالہ: تہ الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۱۸۱ تہ میزان الاعتدال
ص ۱۷۸

قال لعن الله من يكتب
عنه من صغير و كبير
الا ان يكون لا يعرف ما يه
اس پر ابن معین نے کہا کہ اللہ
تعالیٰ ہر اس بھوٹے بڑے پر
لعنت کرے جو ان سے روایت
کرے الا یہ کہ ان کو نہ جانتا ہو

ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابو العباس سندی نے عبد
الرزاق وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور اسی کے بعد یہ بھی لکھا ہے:

قال ابن معين ما سمع
من عبد الرزاق لعن
الله من يكتب عنه
ابن معين کا قول ہے کہ انہوں
نے عبد الرزاق سے حدیث
نہیں سنی ہے۔ جو شخص ان سے
حدیث لکھے اس پر اللہ کی
لعنت ہو۔

ابو العباس سندی کے بارے میں ابن معین کی یہ شدت ان کی
عبد الرزاق صنعانی کی مرویات میں ہے۔ ابن بشوال نامی کوئی راوی
سندھ میں وضع حدیث میں مشہم تھا۔ ابن حجر نے محمد بن داب مدینی کے
ذکر میں لکھا ہے:-

قال الاصمعي قال لي خلف
الاحمر ابن داب يضع
الحدیث بالمدینة، و
ابن بشوال يضع الحدیث
بالسند۔
اصمعی کا قول ہے کہ مجھ سے
خلف احمر نے کہا کہ ابن داب
مدینہ منورہ میں حدیث وضع
کرتا تھا، اور ابن بشوال
سندھ میں حدیث وضع کرتا تھا۔

۱۲ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۶۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۲۹۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۲۰

ابو محمد حسن بن حامد دیلمی بخاراوی کے بارے میں ان کے شاگرد محمد بن علی صوری نے بیان کیا ہے کہ ابن حامد نے ہم کو بتایا ہے کہ انہوں نے دعلج، ابوبکر محمد بن حسن نقاش، اور ابو علی طوماری سے احادیث کا سماع کیا ہے، اور آخر میں بتایا کہ :-

إلا أنه لم يكن عنده
مكرية كان کے پاس ان راویوں سے
عنہم شیء نہ
کوئی روایت نہیں ہے۔

یہ قول ابن حامد اور صوری دونوں کا ہو سکتا ہے۔ اور اس تصریح کا مطلب یہ ہے کہ اگر ابن حامد ان شیوخ کی مرویات کو بیان کریں تو ان میں کلام کی گنجائش ہے۔

اہم جس دور کی تاریخ لکھ رہے ہیں، اس میں امام ابو حنیفہ، فقہ اور فقہاء، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے فقہی آثار و فتاویٰ کی طرح امام ابن ابی یسلی، امام اوزاعی، امام یحییٰ، امام ثوری، امام حسن بصری کے مسائل و فتاویٰ بھی عالم اسلام میں معمول بہا تھے۔ ان ائمہ حدیث فقہ کے اصحاب و تلامذہ نے اپنے اپنے حلقوں اور ملکوں میں ان کے فقہی مسلک کو رواج دیا تھا۔ اس زمانہ تک ان کو مستقل کتب فقہ کی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ چوتھی صدی تک یہی صورت رہی، اس کے بعد بلاد اسلامیہ میں ائمہ اربعہ کے فقہی مسلک نے مستقل حیثیت پائی اور باقی فقہی آثار کا رواج تقریباً بند ہو گیا۔ البتہ اس دور میں ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری متوفی ۲۰۴ھ کا ظاہری مسلک فارس، اور دیگر بلاد عرب و عجم میں پھیلا اور گویا اس نے حنبلی

لے تاریخ بغداد ص

مسک کی جگہ لے لی۔

عباسی دور کے ہندوستان میں اہل سنت و الجماعت کے یہی مذاہب رائج تھے۔ یہاں کے مسلمان عام طور سے فقہ حنفی اور فقہ شافعی پر عامل تھے۔ اسی درمیان میں ظاہری مسک کو بھی فروغ ہو رہا تھا اور جو اہل علم باہر گئے ان میں حنفی، شافعی کے علاوہ مالکی اور حنبلی بھی ہوئے۔

مقدسی بشاری نے عباسی دور کے سینکڑوں سال کے بعد اقلیم ہند کے بارے میں لکھا ہے۔

یہاں اکثریت اصحاب حدیث	مذاہبہم، اکثرہم
کا ہے، اہل ملتان شیعہ ہیں۔	اصحاب حدیث، و اہل
اذان میں جی علی خیر العمل کہتے ہیں	الملتان شیعۃ یہو علون
اور اقامت کے الفاظ دو دو بار	فی الاذان، و یتنون فی الاقامۃ
کہتے ہیں اور بڑے بڑے شہر	ولا تخلوا القصابات من فقہاء
فقہائے حنفیہ سے خالی نہیں ہیں	علی مذہب الی حنیفۃ من حمد اللہ
یہاں نہ مالکیہ ہیں نہ معتزلہ	ولیس بہ مالکیۃ، ولا معتزلۃ
اور نہ ہی حنابلہ کا عمل دخل	ولا عمل للحنابلۃ۔

ہے۔

اصحاب حدیث سے مراد، دار و ظاہری کے متبعین ہیں۔ اسی وقت یہ مساک فارس، عمان اور سندھ میں عام ہو چکا تھا۔ اور ان ملکوں میں

ساحۃ احسن التقاسیم ص ۴۸۱۔

اصحاب ظواہر کا غلبہ تھا، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور عہدہ
تفصیلاً وغیرہ میں یہی حضرات نمایاں تھے۔ اور اصناف کا عمل دخل ان کے
مقابلے میں۔ کم تھا۔ مگر اس سے پہلے اس مسلک کو قبول عام تھا۔
اور عجم کے دیگر ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی فقہ حنفی کا رواج
بہ زیادہ تھا۔ چنانچہ یاقوت حموی نے سندھ کے حال میں لکھا ہے:-

مذاہب اہلہا الغالب سندھ پر مذہب ابو حنیفہ
علیہا مذہب کا غلبہ ہے۔
ابی حنیفہ۔ ۱۰

علمائے ہند میں ان مذاہب کے بڑے بڑے امام ہیں اور انھوں
نے اپنے اپنے مسلک کو ہر اعتبار سے فروغ دیا ہے۔ اس میں کتابیں لکھی
ہیں۔ اور سند تدریس سے اس کی اشاعت کی ہے۔

بشیر بن عمر بن ابو ہارون سندھی مالکی مذہب کے ائمہ کبار میں سے
ہیں۔ قاضی عیاض نے ترتیب المدارک میں ان کو مالکی فقہاء و ائمہ کے
طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔ جس پر فقہ مالکی ختم ہے:-

وبشیر بن عمرو السندی اس طبقہ میں بشیر بن عمرو
بن ابی ہارون، وغیرہ سندھی وغیرہ ہیں۔ ان سے
وعلیہ تفرقة جماعت کبار مالکیہ کی ایک جماعت نے
کبار المالکیۃ کا سماع تفرقة کی تعلیم پائی ہے۔ جیسے
بن اسحاق القاضی قاضی اسمعیل بن اسحاق اور
اخیه حماد۔ ۱۰ ان کے بھائی حماد بن اسحاق۔

۱۰۔ عجم البلدان ج ۵ ص ۱۵۱۔ ۱۱۔ ترتیب المدارک ج ۲ ص ۵۵۱۔

روایت کی ہے یہ

فقہ حنبلی میں بھی یہاں کے اہل علم نمایاں مقام و مرتبہ کے مالک ہیں۔ معلوم ہو چکا ہے کہ حبیش بن سندی امام احمد بن حنبل کے اجلہ تلامذہ اور معتمدین میں سے تھے۔ انھوں نے امام صاحب سے بیس ہزار سے زائد روایت کی تھی۔ اور ان کے پاس امام صاحب کے مسائل و فتاویٰ کے دو ضخیم مجموعے تھے جو دوسرے تلامذہ کے پاس نہیں تھے۔

اسی طرح ابو بکر سندی خواتمی، امام احمد بن حنبل کے اخص تلامذہ میں سے ہیں، ان کو امام صاحب سے انتہائی قرب حاصل تھا۔ اور ان کے بہت سے مسائل کی روایت کی ہے یہ

ہندوستان کے یہ فقہائے مالکیہ و حنبلیہ مغرب اور بغداد میں تھے، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خود یہاں پر اس زمانہ میں ان دونوں مذاہب کا رواج تھا یا نہیں؟ اس زمانہ میں امام داؤد ظاہری زندہ تھے اور ان کا مسلک اصفہان کے اس پاس پھیل رہا تھا مگر اس وقت ہندوستان میں اس کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ ایک صدی گزرتے گزرتے سندھ میں ظاہری مسلک کو بڑا فروغ ہوا اور منصورہ کے ملوک بہار پورے اس کی سرپرستی کی۔ اس دور میں قاضی ابو عباس منصورہ کے اس مسلک کے قاضی و امام اور معلم و مصنف تھے۔

اس دور میں شافعی مذہب کے اعیان و اکابر نمایاں نظر آتے ہیں اور اندر باہران کا فیض عام تھا۔

۱۲۶ فہرست ابی بکر بن خیر اشبیلی ص ۲۵۲۔ ۱۲۷ طبقات الخنابلہ ص ۱۲۶ و

۱۲۸، ۱۲۹ طبقات الخنابلہ ج ۱ ص ۱۱۱۔

ابوالعباس احمد بن محمد دیوبندی مصری شافعی صاحب کشف و کرامت
بزرگ ہونے کے ساتھ فقہ شافعی کے زبردست عالم تھے۔ سبکی نے
لکھا ہے :-

انہ کان فقیہا جید المعرفة
تفقہ علی مذہب
الشافعی یہ

وہ بالغ نظر فقیہ تھے۔ فقہ شافعی
میں تفقہ حاصل کیا تھا۔

اور شرفاوی نے بیان کیا ہے :-

کان جید المعرفة
بالمذہب، کثیر النظر
فی الامم۔ ۱۷

وہ مذہب شافعی زبردست
عالم تھے۔ کتاب الام کا اکثر
مطالعہ کیا کرتے تھے۔

ابو حامد احمد بن محمد منصور شافعی کو عبادی نے طبقات الفقہاء الشافعیہ میں
شوائع کے طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے یہ

اور صبر کی نے اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں ایک روایت درج کی ہے
جس میں ابو حامد منصور کی نے علی بن نخعی سے اور ان سے احمد بن حراف
نے روایت کی ہے یہ

احمد بن محمد کراچی ہندی کی کتاب ابو صایا کا تذکرہ کشف الظنون
میں ہے یہ

ابو اسحاق ابراہیم بن سندی بن علی بن بہرام کو ابو نعیم اصفہانی

۱۷ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۰۲۔ ۱۸ الحفۃ البہنیہ فی طبقات الشافعیہ ج ۱
ورق ۲۴۔ ۱۹ طبقات الفقہاء الشافعیہ ص ۸۵۔ ۲۰ اخبار ابی حنیفہ و
اصحابہ ص ۶۴۔ ۲۱ کشف الظنون ج ۲ ص ۳۶۔

نے صاحب الاصول لکھا ہے اور ان کی تین مرویات اپنے شیوخ کے واسطے سے بیان کی ہیں۔

سندی بن عبدویہ (سہل بن عبد الرحمن سندی رازی) نے علمائے مدینہ و عراق سے پڑھا تھا۔ ابن القیسرانی نے ان کو کان من علماء ہل الحدیث لکھنے کے باوجود اپنی کتاب الانساب المتفقہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فقیہ بھی تھے۔

اسی طرح ابن القیسرانی نے ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن مرہ منصور بن کاثر کے الانساب المتفقہ میں ان کو مرقی بتایا ہے۔ وہ بھی مرقی کے ساتھ فقیہ تھے۔

علی بن احمد بن محمد ویلی شافعی کی کتاب ادب الفقہاء بہت مشہور ہے۔ اس میں مسند الشافعی کی احادیث کو ابو العباس الاصم کے تلامذہ سے نقل کیا ہے۔ سبکی نے اس کتاب کے مسائل طبقات الشافعیہ میں بیان کئے ہیں۔ اور ان کی نسبت کے بارے میں مختلف اقوال درج کئے ہیں۔ کشف الظنون میں بھی ادب الفقہاء کا ذکر ہے۔

ابو نصر فتح بن عبد اللہ سندی شافعی کو ابو عاصم عبادی نے طبقات الفقہاء الشافعیہ میں اصحاب شافعی کے طبقہ ثانیہ میں لکھا ہے۔ یہ طبقہ فقہ شافعی کی بہت سی روایات و مسائل میں منفرد تھا۔ ابن القیسرانی نے بھی ان کو فقیہ و متکلم بتایا ہے۔ سمعانی اور یاقوت نے بھی ان کو

۱۔ تاریخ صفہان ج ۱ ص ۱۹۳۔ ۲۔ الانساب المتفقہ ص ۷۸۔ ۳۔ ص ۱۵۲۔

۴۔ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۹۰۔ ۵۔ کشف الظنون ج ۱ ص ۷۳۔

۶۔ طبقات الفقہاء الشافعیہ ص ۵۸۔ ۷۔ الانساب المتفقہ ص ۷۷۔

فقیر و متکلم بتا ہے۔

اموی دور میں احسان کا دوسرا نام زہد و زہد و تصوف اور مشائخ تصوف تھا جس کا ماخذ کتاب و سنت اور صحیح

و تابعین کا عمل تھا۔ عباسی دور کی ابتداء میں بھی تقریباً یہی صورت تھی۔ اور اس کے حاملین میں ابراہیم بن ادہم، ذوالنون مصری معروف کرنی، بشر بن حارث حافی، داؤد طائی، شقیق بلخی، بائزید بسطامی، سہل تستری، سلیمان دارانی، حاکم الامم بلخی، بن معاذ رازی، جنید و شبلی وغیرہ۔ رحمہم اللہ جیسے اہل کتاب و سنت اور پابند شریعت حضرات تھے تیسری صدی تک عباد و زیاد اور اصفیاء و اتقیاء کی جماعت صفاً قلب و نظر اور تزکیہ نفس کے لئے کتاب و سنت سے روشنی حاصل رہی اس دور کے ہندی عباد و زیاد اور مشائخ بھی خالص احسانی اور

تصوف کے حامل تھے جن کی اس صدی کے خاتمہ پر بھی افکار و خیالات کی آمیزش نے تصوف کو ایک مستقل مکمل بنا دیا جس کے اثرات ہندوستان میں بھی پہنچے، جہاں تک ہم کو معلوم ہے جدید تصوف کے حاملین میں سے پہلے حسین بن منصور حلاج مقتول ۳۰۹ھ نے یہاں آکر اپنے خیا کی تبلیغ کی۔ علی بن احمد الحاسب نے اپنے والد کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت معتزدر ۳۶۹ھ تا ۳۸۹ھ نے مجھے ہندوستان بھیجا، میرے جہاز میرے حسین بن منصور حلاج بھی تھے۔ جب ہم جہاز سے اترے تو میں ان سے پوچھا کہ آپ یہاں کس لئے آئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں یہاں جادو سیکھوں گا۔ اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دوں گا۔

امام ذہبی نے العبرین لکھا ہے کہ حسین بن منصور حلاج نے ماوراءالنہر، خراسان اور ہندوستان کا دورہ کر کے ہر جگہ اپنے خیالات پھیلانے اس کے بعد اہل ہند ان سے خط و کتابت رکھتے تھے۔ اور ان کو مغیث کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حلاج کی شخصیت مختلف فیہ ہے، ان کے دادا محلی فارس کے شہر بیضاہ کے مجوسی تھے۔ حلاج کی نشوونما عراق کے شہر واسط میں ہوئی، انہوں نے جنید، عمرو بن عثمان اور اوطی جیسے مشائخ کی صحبت اٹھائی ہے، اکثر مشائخ نے حلاج کے تصوفانہ خیالات و افکار کا انکار کیا ہے اور بعض حضرات جیسے ابوالعباس بن عطاء، محمد بن حنیف، اور ابوالقاسم نضر آبادی نے ان کو بزرگ تسلیم کیا ہے۔

بہر حال حسین بن منصور کے افکار و خیالات کی ترویج و اشاعت سے پہلے ہندوستان میں احسان عینی حقیقی تصوف کے حاملین پاسے جاتے تھے۔

حضرت شیخ ابوعلی سندی اس دور کے سرخیل صوفیاء ہیں۔ ان کی بلالت شان اور غیور مرتبت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ وہ حضرت بابائید بسطامی مشرفی علیہ السلام کے شیخ و مرشد ہیں۔

بابزید کا بیان ہے کہ میں نے ان سے فنا اور توحید کا علم حاصل کیا ہے، اور انہوں نے مجھ سے الھی اللہ اور قل، ہو اللہ احد سیکھا ہے، ایک روایت میں ہے کہ میں ان کو فرائض و واجبات کی تلقین کرتا رہا۔ اور وہ مجھ کو توحید و سقاہت کی تعلیم دیتے تھے۔

سلسلہ العبرین خبر من غیرت اس ۱۱۱۹ ص ۱۳۰۔ حقیقتات مشرق الحلاج اس ۱۳۵۔

نیز بایزید بسطامی کا بیان ہے کہ ایک دن شیخ ابو موسیٰ سندری میرے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی۔ انہوں نے لے کر میرے سامنے جھاڑ دیا اور الزراع و اقسام کے جو اہر بکھر گئے، میں نے پوچھا کہ یہ جو اہر کہاں ملے؟ فرمایا کہ میں ایک مقام سے گذر رہا تھا راستہ میں یہ چراغ کی طرح چمک رہے تھے۔ میں نے ان کو اٹھایا۔ میں نے پوچھا، اس وقت آپ کس حال میں تھے۔؟ فرمایا فترت کا وقت تھا۔

اس دور کے ہندی مشائخ میں ابو محمد دیبلی بھی بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ خطیب بغدادی نے شیخ ابو محمد جریری (احمد بن محمد بن حسین جریری متوفی ۳۳۰ھ) کے حال میں... ان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت جنید کی وفات کے وقت میں نے دریافت کیا کہ آپ کے بعد ہم سلوک و معرفت کے لئے کس کے پاس جائیں گے۔ تو فرمایا کہ ابو محمد جریری کے پاس جانا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابو محمد دیبلی حضرت جنید متوفی ۲۹۶ھ کے مقربین میں سے تھے۔ اور مسترشدین میں ان کو خصوصیت حاصل تھی۔ اس سے زیادہ ان کا حال نہ مل سکا۔

اسی طرح ابو موسیٰ دیبلی یہاں کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ یہ حضرت بایزید بسطامی کے بھانجے اور ان کے بہت سے ملفوظات و اقوال کے ماویٰ ہیں۔ ابن جوزی نے صفت الصفاۃ میں بایزید بسطامی کے حالات میں ایک روایت کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

لے جامع کرامات الاولیاء، نہہانی ج ۱ ص ۲۸۱۔ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۷۲۔

قال ابو موسیٰ الدیبلی
ابن اخت ابی یزید
البسطامی، انبانا ابو یزید
البسطامی الخ سہ

ابو یزید بسطامی کے بھانجے نے
بیان کیا کہ ہم سے ابو یزید بسطامی
نے فرمایا الخ۔

اس کے بعد ابو موسیٰ دیبلی سے شیخ بایزید کے کئی اقوال درج کئے
ہیں۔ ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے بھی طبقات الصوفیہ میں ان سے بایزید کا
ایک قول نقل کیا ہے۔

عثمان سنہ ۳۰۶ کے حال میں کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے مقربین
خاص میں سے تھے اور نہ ہر تقویٰ میں بہت آگے تھے۔ عثمان سنہ ۳۰۶
کا بیان ہے کہ ابو العباس بن سرج نے اپنے مرض الموت میں مجھ سے فرمایا
کہ میں نے رات خواب دیکھا ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ تمہارا رب تم سے
مخاطب ہے۔ پھر کہا گیا کہ بماذا اجتم المرسلین، یہ آیت سن کر میرے قلب
میں ایمان و تصدیق کی قوت محسوس ہونے لگی۔ پھر دوبارہ یہی آیت سنائی
گئی تو میں نے سمجھا کہ مزید جواب طلب کیا جا رہا ہے چنانچہ میں نے ایمان و تصدیق
کے ساتھ گناہوں کا اقرار کیا۔ اس کے بعد ندا آئی کہ میں نے تمہارا
مغفرت کر دی۔

یہ ہندوستان کے وہ چند صوفیہ و مشائخ ہیں جنہوں نے عباسی دور
پایا ہے اور جو تیسری صدی میں تھے۔ بعد میں ان کے فیوض و برکات

عہدہ صفحہ ۱۵۰ ج ۳۔ طبقات الصوفیہ ص ۳۰، - صفحہ المنتظم ج ۶ ص ۱۵۰۔

کاسلسلہ ان کے مسترشدین و تلامذہ اور اقران و معاصرین میں چلا
جن میں بڑے بڑے عباد و زہاد اور مجاہد عار مشائخ پیدا ہوئے ہیں
ان میں سے چند حضرات یہ ہیں: ابو العباس احمد بن عبد اللہ دیلمی کے
بارے میں امام سمعانی نے لکھا ہے :-

ومن الفقراء الزهاد - وہ فقراء کے زہاد میں سے تھے۔

دیلم سے نیشاپور منتقل ہو کر وہیں متاثر ہو کر زندگی بسر کرتے تھے
اور حسن بن یعقوب کی خانقاہ کو مسکن بنایا۔ دن میں بال بچوں میں رہتے
اور شہر کی جامع مسجد میں نماز پڑھتے اور رات کو خانقاہ میں چلے جاتے
تھے۔ کبیل پہنتے تھے اور ننگے پیر چلتے تھے۔ نیشاپور ہی میں فوت ہوئے
اور حیرہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

ابو العباس محمد بن محمد دیلمی و راق عابد و زاہد اور نہایت بزرگ
عالم تھے، امام سمعانی نے ان کے متعلق لکھا ہے:

الزاہد، وكان صالحًا - وہ زاہد اور نہایت بزرگ
عالم تھے۔

ان کی نماز جنازہ ابو عمرو بن نجید نے پڑھی جو اپنے زمانہ کے
مشہور بزرگ تھے۔

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ دیلمی قرأت و تجوید کے امام اور عالم
و زاہد عالم تھے، ابو عبد اللہ دیلمی کے نام سے مشہور تھے۔ ابن جوزی
نے صفۃ الصوفیہ میں دیلم کے عباد و زہاد اور اولیاء میں صرف ان
تذکرہ اس طرح کیا ہے:-

الزاہد و صالح سمعانی - زاہد و صالح۔

و من المصطفین من اهل
 د بیل، ابو عبد اللہ الدیلی
 دیبل کے برگزیدہ بزرگوں
 میں سے ابو عبد اللہ سیلی
 ہیں۔

اس کے بعد ان کی طبع الارض کی ایک کرامت بیان کی ہے یہ دوسری
 کتابوں میں ان کو انقری، الزاہد کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔
 ابو بکر احمد بن مندی بن حسن بن بحر حداد نہایت ثقہ اور فاضل محدث
 ہونے کے ساتھ مستجاب الدعاء ابدال میں سے تھے۔ ان کے بارے میں
 خطیب نے حافظ ابو نعیم اصفہانی کا یہ قول نقل کیا ہے:

وكان يُعَدُّ من الابدال، ان کا شمار ابدال میں تھا اور
 وكان يقال انه حجاب
 الدعوة۔ سہ
 ان کو مقبول الدعاء بتایا جاتا
 تھا۔

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بہت سے اولیاء اور مشائخ کے تذکرے
 میں ابو بکر احمد بن مندی سے روایت کی ہے، چنانچہ حکم مروی ابن
 عباس، میمون بن مہران، سعید بن جبیر، حضرت علی بن ابوطالب،
 حضرت مقداد بن اسود، حضرت عبد اللہ بن عباس، مالک بن دینار،
 ابو عمران جوئی وغیرہ کے حالات میں زہد و تقویٰ کی روایات ان سے
 نقل کی ہیں۔

ابو عباس احمد بن محمد دیوبلی کو شیخی نے الحافظ الزاہد کہا ہے۔
 اور لکھا ہے:-

وكان رجلاً صالحاً، وہ بہت بزرگ آدمی اور صاحب

لہ عنفة الدعوة ج ۴ ص ۵۲۔ تازہ بغداد ج ۴ ص ۱۸۰۔

من اسر باب الاحوال
واطکاشفات له کراما
اظہارہ و احوال سنیتہ۔
احوال و کیفیات ہیں۔
احوال و مکاشفات تھے۔ ان
کی کھلی کھلی کرامتیں اور نمایاں

انہوں نے دیبل سے نکل کر مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اپنی
روزمی اپنے ہاتھ سے کھاتے تھے۔ ہر ہفتہ ایک کرتا سیتے تھے۔ جس کی مزدوری
ایک درہم دو دانق ہوتی تھی۔ اسی سے کھانے پینے وغیرہ کا انتظام
کرتے تھے۔ گمرانی ہو یا اندرانی، ہر زمانہ میں یہی رقم ان کے لئے کافی
تھی، قیام مصر کے زمانہ میں کسی سے ایک چلو پانی بھی نہیں مانگا۔
وصال کے وقت ابو العباس نسوی اور ابو سعید مالینی سرہانے
موجود تھے۔ آخری وقت تک ہوش و حواس کی بحالی کا یہ حال تھا کہ
قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ اسی حال میں روح پرواز کر گئی، ان
کے جنازہ میں بے پناہ ہجوم تھا۔ گویا مصر کا بچہ بچہ شریک تھا۔
علمائے سلف، حمد دینی علوم و فنون کے جامع ہوا
مفسرین اور قراء کرتے تھے۔ اور ان کی زندگی کا ہر پہلو اس قدر
تا بناک ہوتا تھا کہ دیکھنے والے اسی کو ان کا امتیاز سمجھنے لگتے تھے۔ علمائے
ہند بھی اپنی جامعیت میں یہی شان رکھتے تھے۔ ہم ان میں سے چند مفسرین
و مجتہدین کے نام پیش کرتے ہیں۔

ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی کی ابو عبد اللہ سعید بن عبد الرحمن
مخزومی کی کتاب التفسیر کے راوی ہیں۔

ابو بکر احمد بن سندی حداد بغدادی کی تفسیری روایات کو حافظ

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بہت سے مشائخ کے تذکرہ میں درج کی ہیں۔

ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون بن سلیمان دیلمی بغدادی نے امام عاصم کی قرأت حسن بن ہشیم دویری سے پڑھی ہے اور ان سے احمد بن علی الجبادی نے پڑھا ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ دیلمی زاہد مقرئ الشام۔
ابو القاسم جعفر بن محمد سرزندہ پچی امام قنبل سے تجوید قرأت کی تعلیم پائی تھی۔

عبد اللہ بن جعفر بن مرہ منصور، مقرئ۔

منصور بن محمد سندی اصفہانی مقرئ معروف۔

محمد بن حسین بن محمد دیلمی شامی، مقرئ ثقہ۔

علمائے ہند میں کئی حضرات عہدہ قضا پر فائز ہونے
قضاۃ اور معدّین | ہیں اور کئی معادل گذرے ہیں۔ جو شاہدوں اور
گواہوں کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔ اور قاضیوں کے شریک تھے
ابو بکر احمد بن قاسم بن سیمان بن سندی بغدادی معادل تھے۔

ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح منصور اپنے شہر منصورہ کے قاضی تھے۔

ابوالعباس احمد بن نصر بن حسین دیلمی رصی دار الخلافہ بغداد کے قاضی تھے۔ سندی بن عبد وہ ایک

ہی وقت میں ہمدان اور قزوین دونوں شہروں کے قاضی تھے۔

سندی بن شاہک بھی بعض اوقات عہدہ قضا پر فائز ہو جاتا تھا۔ وہ مزدور پارچہ باف اور
ملاح سے قسم نہیں لیتا تھا اور مدعی کے قول کو اس کی قسم کے ساتھ تسلیم کر لیتا تھا اور
کہتا تھا کہ اے اہل میں تجھ سے ساربان اور مکتب کے علم کے۔۔۔

بارے میں استخارہ کرتا ہوں۔

عباسی دور کے ہندوستان میں بعد کے چند مشہور ہندی علماء و محدثین اسلامی علوم و علماء کے سلسلہ الذہب کی کڑیاں کچھ اس طرح آپس میں جڑی ہوئی ہیں کہ ایک کو دوسری سے جدا کرنا مشکل ہے اسی لئے ہم نے گذشتہ صفحات میں بعض ایسے علماء کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کا تعلق بعد کے دور سے ہے مگر ان کا سلسلہ اسی دور سے ملتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم یہاں چند ایسے ہندی اہل علم کا تذکرہ مختصر طور سے کر رہے ہیں جو ان حضرات کے بعد پیدا ہوئے ہیں مگر وہ اسی سلسلہ الذہب کی کڑیاں ہیں۔

ان میں امام محدث، حافظ حدیث، فقیہ مدرس، عابد، مصنف، محکم شاعر سب ہی شامل ہیں۔ اور ان کے ذکر کے بغیر اسلامی ہندی تاریخ میں بڑا خلل رہ جائے گا۔

قاضی ابوالعباس احمد بن نصر بن حسین انباری موصلی دیوبلی کے بارے میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ وہ انباری الاصل ہیں اور دیوبلی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ان کا خاندان کسی زمانہ میں دیوبلی سے آکر بغداد کے مغربی شہر انبار میں آباد ہو گیا تھا اور قاضی ابوالعباس دیوبلی وہیں پیدا ہوئے، شافعی فقیہ ہیں۔ انبار سے بغداد آئے اور قاضی القضاة ابوالفضائل قاسم بن یحییٰ شہر وزی نے حریم دار الخلافہ میں قضا اور حکم کی نیابت دی۔

نیابت قضا کے عہدہ پر قاضی القضاة کی معزولی تک قلم رہے ان کی

معزولی کے بعد یہ بھی معزول ہو کر موصل چلے گئے، اور وہیں ۵۹۸ھ میں انتقال کیا۔ نہایت صالح دیانتدار، دیندار، متقی اور نیک عالم تھے۔ ان کے تقویٰ و پیرہیزگاری اور زینتداری کلماتیں مشہور ہیں۔ ناجائز احکام کے اجراء کو نہایت سختی سے روکتے تھے۔ حق کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔

یا ثبوت جموی کا بیان ہے کہ بغیر الیقہ تعارف و تعلق کے میرے ایک معاملہ میں پڑ کر میرا حق دلوا یا۔ اور میرے مد مقابل کو سمجھا بچھا کر حق کا اقرار کرایا۔

قاسمی اسمعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن یعقوب نقفی سندھی، الور (اروڑ) کے قاضی و خطیب اور فقیہ تھے۔ یہ عہدہ خاندانی تھا۔ علی بن حامد کوئی سندھی نے الور میں ان سے ملاقات کر کے ان کے آبار و اجداد کی تاریخ سندھ کے اجزاء حاصل کیے اور ان کا ترجمہ عربی سے فارسی میں کیا۔

ابوالفضائل رضی الدین حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی بن اسمعیل قرشی غدوی عمری حنفی صغانی لاہوری بغدادی کے آبار و اجداد چچانیاتی سے لاہور آئے، وہ یہیں ۱۰۵۰ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد سے پڑھ کر غزنہ، عدن، بغداد، مکہ مکرمہ گئے، اور بہت سے شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔ ان میں ابوالفتوح بن حصری، اور سعید بن زرارہ مشہور ہیں۔

ان کے تلامذہ میں شرف الدین ومیاہی، نظام الدین محمود بن

عمر ہروی، محی الدین ابوالبقار صالح بن عبداللہ بن جعفر بن الصبار کوفی
 برہان الدین محمود بن ابوالخیر اسد ملیحی اور دوسرے علماء ہیں۔ حسن
 صنعانی لاہوری حدیث فقہ اور لغت میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ اس
 دور میں ان سے بڑا اور جامع عالم نہیں پیدا ہوا۔ سلطان قطب الدین
 ایبک نے ان کو لاہور میں عہدہ قضا پیش کیا تو انکار کر کے غزنہ چلے
 گئے۔ خلیفہ الناصر لدین اللہ عباسی اور خلیفہ المستنصر باللہ عباسی کی
 طرف سے سفیر بن کر سلطان شمس الدین التمش رضیہ بنت التمش کے دربار میں دہلی اور
 بغداد آئے گئے۔ شب جمعہ ۱۹ شعبان ۶۵۷ھ میں بغداد میں فوت
 ہوئے۔

ان کی تصانیف میں حدیث میں مشارق الالوار النبویہ، مصباح
 الدجی، الشمس المنیرہ، شرح صحیح بخاری، درر السحاب فی ذبیات
 الصحابہ، مختصر الوفیات، کتاب الضعفاء، کتاب الفرائض، اور
 لغت و ادب میں مجمع البحرین، العباب المزاجر، الشوارذ القلائد السمطیہ
 فی شرح الدریدیہ، التراکیب، فعال علی وزن جذام و قطام، فعلان
 علی وزن سبان، کتاب الافعال، کتاب المفعول، کتاب الاصغار، کتاب العروض
 اسماء الاسد، کتاب اسماء الذائب ہیں۔

ابوالحسن علی بن عمرو بن حکم لوہوری (لاہوری) نے حافظ ابو علی مظفر
 بن الیاس بن سعید سے حدیث کا سماع کیا۔ صنعانی کا بیان ہے کہ میں
 ان سے نہ مل سکا، البتہ حافظ ابو الفضل محمد بن ناصر بغدادی نے ان
 کی روایت سے ہم سے روایت کی ہے اور لکھا ہے۔

۱۔ الجوامع المصنیعہ ص ۲۰۱۔

کان شیخاً، شاعراً،
کثیراً محفوظاً، ملجئاً
المحاورة -
وہ بہت بزرگ ... عالم اور
شاعر تھے، ان کا حافظ نہایت
قوی تھا اور گفتگو میں علاوت
تھی۔

ابو جعفر عمر بن اسحاق واشی لاہوری اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے
نہایت اچھے شاعر تھے۔ ان کا فارسی کا کلام پایا جاتا ہے۔
عمر بن سعید لاہوری (لاہوری) حافظ ابو موسیٰ مدنی اصفہانی کے
شیخ ہیں۔ اور انہوں نے حدیث کی روایت کی ہے۔

ابوالمکارم فضل اللہ بن حافظ ابو سعید محمد بوتقانی امام و فقیہ تھے،
انہوں نے محمد بن یحییٰ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، زندگی حدیث کی روایت،
افتاء اور تعلیم و تدریس میں بسر کی، ان کی پیدائش ۲۵۱ھ یا ۲۵۲ھ
میں بوتقان میں ہوئی۔ نیشاپور میں قیام کرتے تھے۔ وہیں بیمار ہوئے
اور وطن میں پہنچائے گئے جہاں ۲۶۰ھ میں انتقال کیا۔

امام ابو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام بخاری صاحب مصابیح السنہ
کے حال میں لکھا ہے کہ ابوالمکارم فضل اللہ بن محمد بوتقانی ان کے سب
سے آخری شاگرد ہیں جنہوں نے ان سے روایت بالاجازت کی ہے۔

محمد بن احمد بن محمد بن خلیل بن احمد بوتقانی شافعی ۳۶۶ھ میں پیدا
ہوئے، انہوں نے حدیث کا سماع ابو بکر بن خلف شیرازی سے کیا اور ان
سے عبد الرحیم بن سمعانی نے روایت کی۔ اپنے شہر بوتقان (سمرقند) میں

۱۔ کتاب الانساب، ۲۔ بحم البلدان ج ۱، ص ۳۴۵۔ ۳۔ مستدرک المفہم البیہ فی طبقات
اشافیہ، شرقاوی (قلمی) ۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۲۔

او آخر محرم ۲۵۸ھ میں فوت ہوئے۔

ابو سعید محمد بن اسعد بن محمد بوقانی شافعی کا لقب سدید تھا۔ انھوں نے امام غزالی سے تعلیم حاصل کی، ۲۵۶ھ میں مشہور علی بن موسیٰ الرضا میں شہید ہوئے۔

ابو عبد اللہ محمد بن مامون بن رشید بن بہتہ اللہ بہاوری (لاہوری) مطوعی طلب علم میں لاہور سے خراسان جا کر امام شافعی کے مسلک پر فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور نیشاپور میں ابو بکر شیرازی اور ابو نصر قشیری کے تلامذہ سے حدیث کا سماع کیا۔ اس کے بعد بغداد میں ایک مدت تک مقیم رہے۔ وہاں ان سے حدیث کا املا کیا گیا اور محدثین نے تعلیم حاصل کی آخر عمر میں آذربائیجان میں وعظ و تقریر کی خدمت انجام دیتے تھے۔ وہیں ۲۶۷ھ میں ان کو ملاحہ نے قتل کر دیا۔

ابو القاسم محمد بن محمد بن خلف بہاوری (لاہوری) نزل اسفرائن فقیہ و مناظر تھے۔ نہایت عقلمند اور باشعور عالم تھے۔ ابو المظفر سماعی سے حدیث پڑھ کر ان ہی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، ان کے علاوہ وہاں ابو الفتح عبد الرزاق بن حسان یمنی، ابو نصر محمد بن محمد ہاہانی سے نیشاپور میں ابو بکر بن خلف شیرازی سے بلخ میں ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم اصفہانی سے، اسفرائن میں ابو سہل احمد بن اسمعیل بن بشر نیرجانی سے حدیث کی سماعت و روایت کی، ابو سعید نے ان سے ۲۵۸ھ کے اسفرائن میں روایت کی، ابو سعید سمعانی مصنف کتاب الانساب

۱۔ طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۶۳ - ۲۔ طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۶۶
۳۔ معجم البلدان ج ۱، ص ۳۲۵۔

نے بھی اسفرائن میں ان سے چند احادیث کی روایت کی جہاں وہ سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اور حدود ۳۵۷ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن عثمان بن ابراہیم بن عبد الخالق جوزجانی لاہوری، سراج الدین بن منہاج الدین (سراج منہاج) لاہور میں پیدا ہوئے۔ سمرقند میں نشوونما ہوئی اور اساتذہ وقت سے تعلیم پائی۔ فقہ و عربیت میں اہمیت کا درجہ رکھتے تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۸۳ھ میں ان کو لاہور میں قاضی عسکر بنایا تھا۔ ۵۸۹ھ میں بہا مال دین سام بن محمد نے بامیان بلا کر قاضی القضاة اور صدر المدرسین کا عہدہ دیا۔ سمرقند میں طابت و احتساب اور دوسرے شرعی منصب عطا کئے، خلیفہ ناصر الدین الشہ عباہی کے دربار میں دو بار فیروز کر گئے دوسری بار داپسی پر کران میں ۵۹۹ھ کے بغوت ہو گئے، ان کے صاحبزادے عثمان بن محمد بن عثمان

طبقات نامی کے مصنف ہیں۔

ابو علی منصور بن سندی اسکندری نے امام ابو طاہر سلفی سے روایت کی، دباغ اور نحاس کی نسبت سے مشہور ہیں۔ ربیع الاول ۶۳۶ھ میں فوت ہوئے۔

ابو محمد ہارون بن محمد بن مہلب بروجی ہندی بھٹورہ جگجرات کے باشندے تھے۔ ابو طاہر سلفی نے ان سے اسکندریہ میں ملاقات کی تھی، وہ اسکندریہ کی ایک مسجد میں مؤذن تھے، فریضہ حج ادا کر چکے تھے، سلفی نے ان کو شیخ صالح بنا کر کہا ہے کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو بڑی مشکل سے عربی یا فارسی میں ادا کر سکتے تھے،

۱۔ معجم البلدان ج ۱، ص ۳۴۵۔ کتاب الانساب، ۲۔ حسن الخلیفہ ج ۱، ص ۱۵۹، شذرات الذہب ج ۵، ص ۳۹۱۔ ۳۔ معجم البلدان ج ۲، ص ۵۵۔

ابو العلاء ہندی نے ابوبکر محمد بن حسن مرزوقی بغدادی متوفی ۵۲۶ھ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ وہ ابن عساکر اور خفاف بن ناصر کے معاصر اور ہم سبق تھے۔

اس دور میں جو علمائے اسلام ہندوستان آئے تھے، ان میں سے تین تھے جو ہندوستان آئے تھے، جن میں سے تین تھے۔

عالم اسلام کے اساطین علم و فضل یہاں آئے ہیں جن میں محدث فقیہ شاعر، ادیب، متکلم، عابد، زاہد، سیاح، موعظ، تاجر سب ہی شامل ہیں۔ اور انہوں نے یہاں آکر افادہ و استفادہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں چند مشاہیر کے نام اور مختصر حالات پیش کرتے ہیں۔

ابو عباس احمد بن عثمان بن عبد الجبار تومنی ملتانی مالکی، نے افریقہ سے مشرقی ممالک کا دینی و علمی سفر کر کے علم حاصل کیا۔ اس سلسلہ میں ملتان بھی آئے۔ آخر میں بجاہ میں مقیم ہو کر درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ فقہ مالکی، عربیت، اور تصوف و عبادت میں مشہور تھے، ساتھ ہی نہایت باوقار اور پر عظمت شخصیت کے مالک تھے۔ ۶۲۲ھ میں فوت ہوئے۔

ابو تمام احمد بن محمد بن مختار بن عبد الواحد بن ابو یوسف باللہ بغدادی "ابن الخضر" کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ابو جعفر بن مسلم اور ابو نصر زینی وغیرہ سے روایت کی، بغداد سے بہ سلسلہ تجارت ماوراء النہر گئے اور وہاں سے براہ سمندر ہندوستان پہنچے، ان کے پاس اس سفر میں مال و دولت کی کثرت ہوئی اور مزید کے لئے کوشش کرتے رہے۔ جمعہ ۵ ذوق ۵۲۳ھ کو نیشاپور میں فوت ہوئے۔ ان کے بیٹے نصر اللہ کا بیان ہے کہ

مجموع البدایہ ج ۸ ص ۴۶۔ کنیل الاتبان بنی طبریز الدیبا ج ۱ ص ۶۲۔

میرے والد کی عمر ۱۰۳ سال کی تھی۔
 ابو اسحاق ابراہیم بن ابو عبد اللہ بن ابراہیم بن محمد بن یوسف انصاری
 اسکندری، ابن العطار کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ۵۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔
 مشہور نحوی عالم ابو زکریا یحییٰ بن معطی سے ادب و عربیت کی تعلیم حاصل
 کی، اور ہندوستان، یمن، عراق اور روم کے شہروں کا سفر کیا۔ نہایت
 اچھے انشا پر داز تھے۔ ۶۲۹ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئے۔
 ابونزار حسن بن عسانی بغدادی شافعی ملک النخاع کے لقب سے مشہور
 ہیں۔ احمد اشہبی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ ابن بربان سے
 پڑھا۔ نیز ابو عبد اللہ قیروانی اور اسد منہجی اور علی نعیمی سے تعلیم حاصل
 کی اور خود ادب میں کیتانے زمانہ مجتہد، تذکرہ نگاران نے ان کو فقہ اصولی متکلم، نحوی،
 ادیب فصیح کے القاب سے یاد کیا ہے۔ ہندوستان اور خراسان
 واسط اور دمشق آئے اور یہیں مقیم ہو گئے، بہت سی کتابوں کے مصنف
 ہیں۔ ملک النخاع کا لقب اپنے لئے خود تجویز کیا تھا۔ ۵۶۸ھ میں فوت
 ہوئے۔

ابومغیث حسین بن منصور حلاج مشہور صوفی ہیں۔ خلیفہ معتز کے
 زمانہ میں ہندوستان آئے اس کے بعد اہل ہند سے ان کے خط و کتابت
 رہا کرتی تھی، نیز انھوں نے خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ کا سفر کر کے
 اپنے متصوفانہ مسلک کی ترویج کی۔ ۳۹۰ھ میں بغداد میں قتل کئے گئے۔

۱۰۔ المنتظم ج ۱ ص ۱۳۲۔ الطبقات السنیہ فی تراجم الخلفیہ ج ۱ ص
 ۲۲۰۔ تذرات الذہب ج ۲ ص ۲۲۰۔ المنتظم ج ۶ ص ۱۶۱۔ العبر ج ۲
 ص ۱۳۸۔ الانساب سماعی ج ۱ ص ۲۱۰۔

فخر الدین حسین زنجانی لاہوری مشہور بزرگ ہیں۔ زنجان سے لا
آکر مقیم ہوئے۔ اور یہیں انتقال کیا۔

ابوالحسن سعد الخیر بن محمد بن سہل بن سعد انصاری اندلسی نے اندلس سے ہندوستان اور چین
کا بحری سفر کیا اور اس راہ میں بڑے مصائب اور خطرات برداشت
کئے پھر بغداد جا کر حامد غزالی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور طراد بن
محمد زینی، ابن اطر، ثابت بن بندار کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت
سے حدیث کا سماع کیا۔ اور ادب کی تعلیم خطیب تبریزی سے پائی۔ ان سے
ابن جوزی نے پڑھا ہے۔ نہایت ثقہ اور نیک عالم تھے۔ شنبہ ۵۴۱ھ
میں بغداد میں فوت ہوئے۔ اور قاضی القضاة زینی اور اعیان و اشرف
نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

ابوالحسین عبد الغافر بن اسمعیل بن ابوالحسین بن عبد الغافر بن
محمد فارسی نیشاپوری کو امام، حافظ، مفید، لغوی کے القاب سے یاد کیا
گیا ہے۔ ۴۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ امام الحرمین کی خدمت میں چار سال تک
رہ کر ثقہ حاصل کیا۔ اپنے نانا ابوالقاسم قشیری کے علاوہ احمد بن منسہ
مغربی، احمد بن عبد الرحیم، ابو حامد احمد بن حسن ازہری، فضل بن
ابونصر عبد الرحیم بن علی التاجری، محمد بن عبد اللہ الصرام، عبد الحمید
بن عبد الرحمن نمیری اور اپنی نانی فاطمہ بنت دقاق اور محدثین کی ایک
جماعت سے روایت کی۔ اور ان سے ابوسعید بن عمر صفار وغیرہ نے روایت
کی، امام ابن عساکر نے ان سے روایت بالاجازة کی ہے۔ انھوں نے خوانسار
اور ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ آخر میں نیشاپور میں امامت و خلافت

کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اور ۵۲۹ھ میں ۹۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔
 زبردست محدث اور مصنف تھے۔ ان کی تصانیف میں تاریخ نیشاپور، مجمع
 الغرائب اور المفہم بشرح صحیح مسلم ہیں۔
 ابو الفضل عبدالمجید بن حسین بن یوسف بن حسن بن احمد بن دلیل
 کندی خطی، ابن عمیرہ ضعیفی کا بیان ہے کہ انھوں نے حافظ ابو بکر طروش
 سے روایت کی ہے۔ میں نے ان سے اسکندریہ میں ملاقات کی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ
 میں ۳۱۰ھ میں اندلس کے شہر ریہ میں گیا اور ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ سے ملاقات کی، انھوں نے میرے
 حق میں مدعا کی جس سے مجھے فائدہ ہوا۔ ان کے بارے میں ضعیفی نے یہ بھی لکھا ہے :-

و دخل الهند و کات	وہ ہندوستان جا چکے تھے اور
یجد ثنای کل لیلۃ	ہر رات تعظیم کے بعد ہم سے
اثر الفراع من القراءۃ	ہندوستان کے عجیب و غریب
بعجائب الهند	حالات بیان کیا کرتے تھے۔

حدود ۵۸۰ھ میں انتقال کیا۔

امام ابو الحسن علی بن عثمان بھویہی غزنوی لاہور کی، یہاں کے مشہور
 اولیاء میں سے ہیں۔ علماء و محدثین کے علاوہ عبادت گزار اور ایک جماعت سے
 تعلیم پائی، حج و زیارت سے مشرف ہوئے، اور ہندوستان آکر لاہور
 میں مقیم ہوئے۔ اور ۳۶۰ھ میں وفات پائی۔ کشف المحجوب ان کی
 مشہور تصنیف ہے۔

امام فخر الدین رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر قنصیر کبیر کے مصنف بلاد

لوات ذکرۃ الحفاظ ۲ ص ۶۸ - ۶۹ بنیۃ الملتس ص ۳۸۲ -

ہند میں آئے ہیں، انھوں نے سورہ ہود کی آیت وَاٰی اٰخٰٓاھم ھودًا
کی تفسیر کے آخر میں لکھا ہے :-

قال مصنف هذا الكتاب
محمد بن عمر الرازي
رحمہ اللہ و ختم لہ
بالحسنی دخلت بلاد
الہند فرأیت ایت اوامک
اکفار مطبقین علیہ

مصنف کتاب ہذا محمد بن عمر
رازی کا کہتا ہے کہ میں ہندوستان
کے شہر میں جا کر ان کفار کو
دیکھا ہے کہ وہ سب معبود کے
وجود پر متفق ہیں مگر.....

الاعتراف بوجود الاله اعلمہ

امام رازی کا انتقال ۴۱۰ھ میں ہوا۔

ابو الکارم محمد بن عمر بن امیر حماد بن ابوالقاسم بن ابوسہیل بن ابو
سعد مہرادی شہسبزی، اسی کی ولادت ۳۶۰ھ میں بلخ میں ہوئی، انھوں نے ہر
میں ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن عمیر عمیری اور ابو عطاء عبد الاعلیٰ بن
عبد الواحد ماعنی سے، اور نیشاپور میں ابو نثراب عبد الباقی بن یوسف مراغی
اور ابو الحسن مبارک ابن عبد اللہ بن محمد واسطی سے، اور بلخ میں ابوالقاسم
انور بن محمد بن محمد خلیلی، ابوالاسحاق ابراہیم بن ابونصر محمد بن ابراہیم تاجری
اصغری اور ان کے معاصرین سے روایت کی، نیز ان کے علاوہ بہت
سے محدثین سے پڑھا اور حدیث قیاس سے باہر اپنے فہم سے لکھا۔

نہایت عالم و فاضل اور حافظ حدیث تھے۔ ہندوستان اور خراسان
کے شہروں میں گھومے پھرے اور ہر شہر کے اہل علم سے حدیث کا سماع

۱۰ تفسیر کبیرت دص ۹۸۔

کیا، شوال ۳۲ھ میں فوت ہوئے بلکہ
 ابوالمحاسن محمد بن نصر اللہ بن عیین زرعی، انصاری، دمشقی ابن عیین
 کی کنیت سے مشہور ہے، بڑا باکمال شاعر تھا۔ ابن درید کی کتاب الجہرہ اس
 کو زبانی یاد تھی۔ ۵۲۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوا۔ اور وہیں ۶۳۰ھ میں
 فوت ہوا۔ بھوگونی میں بدنام تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ سلطان
 صلاح الدین نے اس کو ہندوستان میں شہر بدر کہہ دیا تھا۔ اس زمانہ
 میں اس نے ہندوستان سے اپنے بھائی کے پاس دمشق میں دو اشعار
 بھیجے تھے۔ دوسرا شعر ابو العلاء معری کا ہے۔

سامحت کتبتک فی القطیعة علماً ان الصیفة لم تجد من حامل
 نوط و کتابت نہ ہونے اور تمہارے خطوط نہ آنے سے یہ جان کر میں در
 گذر کیا کہ کوئی لانے والے نہیں ملا۔

وعددت طیفك في الجفاء لانه یسری فیصیم دونتا بمر احل
 اور تمہارا خواب جو تمہیں ستا رہا ہے۔ میں اس کو معذور سمجھتا ہوں
 وہ رات کو چلتا ہے مگر ابھی کو سوں دور رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے
 ایک قصیدہ میں یہ شعر کہا ہے۔
 الا یا نسیم الیج من تل راہیط وروض الحبی کیف اھتدیت الی الھند
 تل راہیط اور روعنا الحمی سے آنے والی نسیم عیج! تو ہندوستان تک
 کیسے راستہ پا گئی؟

ابن عیین کا انتقال ۶۳۰ھ یا ۶۳۳ھ میں ہوا۔

۱۔ الانساب ج ۱ ص ۲۷۶۔ ۲۔ آثار ابنی العلاء المعری ص ۳۹۹ ابن ظکوان ج ۱ ص
 مرآة الزمان ج ۸ ص ۶۹۶۔

ابو المعالی محمد بن اسحاق بن مبارک بن علی انصاری کے بارے میں سمعانی نے لکھا ہے کہ وہ نہایت عقلمند جوان تھے، علماء کی صحبت اٹھائی تھی، ان کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔ سب سے پہلے میں نے بغداد میں ان سے ملاقات کی اس کے بعد نیشاپور، مرو، ہرات اور بلخ میں ملا۔ اور ان سے اشعار لکھے۔ اس کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے۔

مسافر الکثیر و دخل دیار
انہوں نے بہت زیادہ سفر کیا۔
مصر، والعراق و دخل خراسان
اور دیار مصر و عراق، اور خراسان
ووصل الی اقصی بلاد الهند۔
گئے اور ہندوستان کے دور
دراز کے شہروں میں پہنچے۔

ان کا انتقال ہرات میں ۲۱ جمادی الآخر ۳۲۵ھ میں ہوا۔
جو علمائے اسلام عباسی عہد کے بعد ہندوستان میں آئے۔ اگر تفصیل
کے ساتھ ان کا بیان کیا جائے اور ان کے نام اور حالات درج کئے جائیں
تو مستقل کتاب کی ضرورت ہے، یہاں مختصر طور سے چند حضرات کے حالات
بیان کئے گئے ہیں۔

• • • • •

ہندی موالی و ممالیک

عباسی دور کی ابتدا امرہی سے سندھ اور ہندوستان کے موالی و ممالیک اسلامی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں حیثیت سے نظر آنے لگے تھے۔ اور انہوں نے بہترین استعداد و صلاحیت سے کام لے کر نیک نامی اور ناموری حاصل کر لی تھی۔

بغداد، بصرہ اور کوفہ وغیرہ میں ان کی اچھی خاصی آبادی تھی۔ اور وہ مقامی باشندے کی حیثیت سے ہر معاملہ میں داخل تھے۔ ان میں حفاظِ حدیث، ائمہ دین، عباد و زہاد، شعراء و ادباء، خطباء و سفراء، امرار و حکام، ارباب جاہ و منصب، اہل صنعت و حرفت، صاحب مال و دولت موجود تھے۔ اور مردوں کے ساتھ عورتیں بھی نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ ان میں کئی خاندان پشہا پشت تک شہرت و ناموری کے حامل رہے، آل بیلانی، آل ابوہنر سندی، آل مقسم قیفانی دینی علوم میں اور سندی بن شاہک کا خاندان حکومت و امارت اور دیناوسی بنار و منصب میں مدقول مشہور رہا۔ ہندوستان کے ان غلام خاندانوں نے اپنے اپنے حلقوں میں بہترین خدمات انجام دیں۔

اس وقت بغداد مشرقی دنیا کا سب سے بڑا شہر بلکہ ایک دنیا تھا۔ جہاں مختلف علوم و فنون، تہذیب و تمدن، افکار و خیالات اور معاش و معیشت کی ہماہمی کی وجہ سے بے پناہ کشش رکھتا تھا۔ خاص طور سے عجم کے لوگ ہر میدان میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ان ہی کے ساتھ ہندوستان کے موانی و ممالیگ نے بھی پورے نشاط و انبساط سے ہر معاملہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ہر جگہ نمایاں حیثیت حاصل کی۔ اس باب میں ہم ہندوستان کے غلاموں کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔ اور ان کے دینی، علمی، دنیاوی کارناموں کا مختصر طور سے تذکرہ کرتے ہیں۔ ان میں دو چار ایسے حضرات بھی ہیں جو بعد کے دور سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے ذکر کے بغیر یہ باب نامکمل رہ جاتا۔

عجاسی دور میں جب علوم و فنون کی تالیف و تدوین اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے موانی و ممالیگ نے اس کی طرف خصوصی توجہ کی، جن میں سندھ اور ہندوستان کے غلاموں کی اچھی خاصی تعداد شامل ہے اور انہوں نے اسلامی علوم و فنون میں اپنی خدمات کی شاندار روایت اور تاریخ چھوڑی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کی دینی اور علمی تاریخ میں یہاں کے غلاموں کا بڑا حصہ ہے اور ان کے ذکر کے بغیر یہ باب مکمل نہیں ہو سکتا۔ خاص طور سے علم حدیث میں ان کا عظیم کارنامہ ہے، ہم ان ہی کے ذکر جمیل کو سرنامہ بناتے ہیں۔

یحیٰی بن عقیل، سید المحدثین، امام، حافظ ابو بشر اسمعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقا فی، بصری، بغدادی اسدی لہنی والدہ علیہ بنت حسان

کی نسبت سے "ابن علیہ" کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کے دادا مقسم سندھ کے علاقہ قیقان (گیگان، قلات) کے جنگلی قیدی بن کر کوہ گئے۔ اور بنو اسد اور مولیٰ عبد الرحمن بن قطیبہ اسدی بھی کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اسمعیل بن ابراہیم بن شہم بن مقسم لکھا ہے۔ حافظ ابن علیہ کے والد ابراہیم بن مقسم کو فہم میں کپڑے کی تجارت کرنے اور یہ سلسلہ کاروبار بصرہ بھی آجاتے تھے۔ جہاں ایک نبیلہ عاقلہ اور عالمہ فاضلہ خاتون علیہ بنت حسان سے شادی کر لی تھی۔ یہ بھی باندی تھیں۔ ان ہی کے بطن سے ۱۱ سالہ میں اسمعیل پیدا ہوئے۔ اور انھوں نے اپنے بیٹے کو بصرہ کے محدثین کے یہاں بھیج کر تعلیم دلوائی، ان کے شیوخ میں بصرہ کے ائمہ حدیث زیادہ ہیں۔ جن میں حضرت عبد العزیز بن صہیب ہیں۔ ان کے والدین غلام تھے مگر ان کے علم و فضل اور دیانت و تقویٰ کی وجہ سے قاضی اسلام ایاس بن معاویہ ان کی ایک شہادت کو کافی سمجھتے تھے۔ امام ابن علیہ نے عبد اللہ بن عون کے واسطے سے ان سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے۔ تذکرہ نگاروں نے ان کے شیوخ و اساتذہ میں ان ائمہ حدیث کو بتایا ہے:

ابو التیاح یزید بن حمید ضعی بصری، عبد اللہ بن عون بن اربطبان ابوب بن ابویثمہ سختیانی، سلیمان بن طرخان تمیمی، ابوبکر داؤد بن ابویہنہ دینار مولیٰ آل العلم، حمید بن ابوجمید الطویل، عبد اللہ بن ابویحییٰ سہلی بن ابوصالح، یث بن ابوسلیم، سعید بن ایاس جریری، علی بن زید بن جدعان، محمد بن منکدر، عطار بن ابوسائب، یونس بن عبید، عاصم بن سلیمان الاحول، ابوریحانہ عبد اللہ بن مطر، ابوغروہ معمر بن راشد مولیٰ ازہ صاحب عبد الرزاق، عوف بن ابوجمید اعرابی، روح بن قاسم

یحییٰ بن سعید تمیمی، ابو عبدہ عبد الوارث بن سعید مولیٰ بنی عسبر، شعبہ، ابن جریج، ان حضرات کے علاوہ خلق بلکہ خلق کثیر سے اسفوں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ ان کے شیوخ میں متعدد حضرات ان کے ہم جنس یعنی موالیٰ ہیں سے ہیں جو پہلے غلام تھے۔

امام ابن علیہ سے جلیل القدر ائمہ نے روایت کی ہے جن میں امام احمد بن حنبل اور امام شافعی بھی شامل ہیں۔ ان کے اساتذہ و شیوخ میں سے امام شعبہ اور امام ابن جریج اور معاصرین میں سے حماد بن زید اور یقینہ نے ان سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں ابراہیم بن طہمان عمر میں ان سے بڑے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ حضرات ان کے شاگرد ہیں: عبد الرحمن بن مہدی، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، زہیر بن حرب، داؤد بن رشید، احمد بن منیع، بندار بن بشار، محمد بن ثنی، یعقوب دورق، حسن بن عرف، اسحاق بن راہویہ، ابن وریب، فلاس، ابو عمر ہذلی، ابو خثیمہ، علی بن حجر، ابن نمیر، ابن ابوشیبہ، ان کے سب سے آخری شاگرد ابو عمران موسیٰ بن سہیل بن کثیر و شاد ہیں۔ ان کے حلقہ نشینوں میں ایک مخلوق شامل ہے۔ امام ابن علیہ ۱۳۰ھ ذوقعدہ ۱۹۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ ابن قنفذ قسطنطینی نے ۱۹۲ھ میں بتایا ہے، ان کا خاندان بیت العلم تھا اور صدیوں تک اس میں فقہاء و محدثین پیدا ہوتے رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی ربیع بن ابراہیم متسم بصری اور صاحبزادے ابو اسحاق ابراہیم اور حماد ہیں۔

۱۳۰ھ طبقات ابن سعد، ص ۳۲۵۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۰۔ تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۲۴۵۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۵۶۔ خلاصہ تہذیب الکمال، ص ۲، کتاب الوفيات، ابن قنفذ، ص ۱۵۱۔

اسمعیل بن عیسیٰ بن فرج سندی، علی بن یقظین کے مولیٰ ہیں۔ ان کے صاحبزادے علی بن اسمعیل سندی ہیں۔

ابو اسحاق ابراہیم بن اسمعیل بن ثعلبہ اسدی مولیٰ نبی اسد بھی اپنے والد کی طرح ابن ثعلبہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ صاحب تصنیف عالم ہیں۔ اپنے والد کے ساتھ بصرہ سے بغداد آئے اور وہاں سے مصر گئے۔ امام ربیع بن جراح کی موجودگی میں اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھائی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ انہوں نے کن کن شیوخ سے روایت کی۔ ان سے بحر بن نصر خولانی اور یس بن ابوزرارہ نے روایت کی ہے۔ ۲۵۲ھ بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۳۱۸ھ میں بغداد یا مصر میں فوت ہوئے، خطیب بغدادی نے ان کو خلق قرآن کا قائل بتایا ہے اور ذہبی نے ان کو جہمی قرار دیا ہے۔ مگر ان دونوں الزامات سے اختلاف کی گنجائش ہے۔

ابراہیم بن سندی بن شاہک بغدادی مولیٰ ابو جعفر منصور ان کے باپ سندی بن شاہک کا نام محمد ہے۔ اور شاہک اس کی ماں کا نام ہے اس کا پورا خاندان بڑا صاحب اقبال تھا، اور اس کے افراد بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ اس کے دو بیٹے ابراہیم اور نصر عالم و فاضل تھے۔ جاحظ نے لکھا ہے :-

واما ابراہیم فانہ	ابراہیم بے نظیر آہ تھے۔
کان رجلاً لا نظیر لہ	وہ خطیب، ماہر انساب،
وکان خطیباً، وکان	فقیہ، نحوی، عروضی، حافظ

۱۔ معجم المصنفین ج ۶ ص ۳۳۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۰، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۱، الفہرست ابن ندیم ص ۳۱۸۔

ناسبًا، وكان فقیہًا
 وكان نحويًا عرضيًا
 وحافظًا للحديث
 مروية للشعر، شاعرًا
 وكان منجما طيبًا۔

ان تمام اوصاف و کمالات میں ابراہیم بن سندی بن شاہک اپنے
 معاصرین میں سب سے آگے تھے۔ خاص طور سے فن خطابت میں بے پناہ
 ثروت کے مالک تھے۔

ابو محمد بختیار بن عبد اللہ ہندی مروزی، علامہ سمعی مصنف کتاب
 الانساب کے والد امام ابو بکر سمعی کے غلام تھے۔ انھوں نے ان کو آزاد
 دیکر اپنے ساتھ عراق اور حجاز وغیرہ کے تعلیمی اسفار کرائے۔

وسمعه الحدیث الكثير۔ اور ان کو بہت زیادہ احادیث
 کا سماع کرایا۔

بختیار ہندی نہایت صالح اور نیک عالم تھے، انھوں نے بغداد میں
 ابو محمد جعفر بن احمد بن حسن سراج، ابو الفضل محمد بن عبد السلام بن
 احمد انصاری، ابو الحسین مبارک بن عبد الجبار طیور سے، ہمدان میں ابو
 محمد عبد الرحمن بن احمد بن حسن دونی سے، اصفہان میں ابو الفتح محمد بن
 احمد حداد سے حدیث کی روایت کی۔ ان حضرات کے علاوہ اپنے دور کے
 محدثین و شیوخ سے تعلیم حاصل کی، علامہ سمعی نے اپنے اس خاندانی
 غلام سے چند احادیث کا سماع کر کے ان کی شاگردی کی ہے۔ جیسا کہ
 لکھا ہے:

سمعت منه شیئاً
بسنے ان سے کچھ حدیثیں سنی
لیبراً۔
ہیں۔

صفر ۱۲۱ھ میں خراسان کے شہر مرو میں فوت ہوئے۔
ابوالحسن بختیار بن عبداللہ ہندی بوشنجی، صوفی زاہد اور نہایت صالح
و نیک سیرت عالم و محدث تھے۔ قاضی محمد بن اسمعیل یعقوبی کے غلام تھے
انہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ اس کے بعد بختیار نے اپنے آقا کے ساتھ
تعلیمی اسفار کئے اور بغداد میں شریف ابونصر محمد، ابوالفوارس طراد
بن محمد بن علی زینی، ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب ثنیسی سے، بصرہ
میں ابو علی بن احمد بن علی تسزکی، حافظ ابوالقاسم عبد الملک بن
علی بن خلف بن شعبہ، ابو یعلیٰ احمد بن محمد بن حسن عبدی سے روایت کی۔
ان کے علاوہ اصفہان، خوزستان اور بلاد جبال میں محدثین کی جماعت
کثیرہ سے سماع کیا، امام سمعی نے ان سے ہرات میں روایت کی ہے ۱۲۲ھ
یا ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

حارث بیلمانی کا خاندان ہندوستان کے علاقہ سورا شتر گجرات
کے مشہور شہر بھیلمان سے عرب پہونچا اور مولی آل عمر ہوا یعنی حضرت عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ کی ولار اور ملکیت میں رہ کر آزاد ہوا۔ یہ ہندی خانوادہ
بھی مدتوں بیت العلم رہا ہے۔ اس خاندان کے پہلے بزرگ اور عالم و
محدث عبد الرحمن بن ابوزید بیلمانی ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ الغناقہ
اور اموی دور کے مشہور عالم و محدث، اور علمائے تابعین میں سے ہیں،
انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور ان کے لڑکے محمد بن حارث بیلمانی نے روایت
۱۲۱ھ انساب سمعی۔ ۱۲۲ھ انساب سمعی۔

خلافت عباسیہ اور ہندوستان

کی ہے۔

ابوبکر حسین بن محمد بن ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن معشری سندری
بغدادی، مشہور امام و حافظ حدیث ابو معشر سندری مدنی صاحب المغازی
کے پوتے ہیں جو بنی مخزوم کی ایک عورت ام سلمہ کے غلام تھے اور اس سے
ان کی ولادہ کو ام موسیٰ بنت منصور نے خرید لیا تھا۔ بغداد کے محلہ شارع
باب خراسان میں رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے والد محمد بن ابو معشر، محمد بن
ربیعہ، وکیع بن جراح سے حدیث کی روایت کی ہے، اور صاحب وکیع
کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان سے محمد بن احمد حکیمی، اسمعیل بن محمد
صفار، علی بن اسحاق، مادرانی، ابو عمرو بن سماک، عثمان بن احمد دقاق
نے روایت کی ہے، ۹۰۰ رجب ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے ۱۰۰ھ

حماد بن اسمعیل بن علقمہ اسدی بغدادی مشہور حافظ حدیث ابن
علقمہ مولیٰ بنی اسد کے صاحبزادے ہیں۔

انھوں نے اپنے والد اسمعیل بن علقمہ، وہب بن جریر بن حازم
وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور اس سے امام مسلم، امام نسائی، عثمان
بن خرداد، محمد بن اسحاق صنعانی، یعقوب بن سفیان، اور محمد بن اسحاق
سراج وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔
اور ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے ۲۲۰ھ میں انتقال
کیا۔ ۱۰۰ھ

امام حافظ ابو محمد خلف بن سالم مخزومی سندری بغدادی مولیٰ آل ہنبل

۱۰۰ھ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۹۱۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۶۳۳۔

۱۰۰ھ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۔

بغداد مخزی کے اعیان حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ انھوں نے بغداد میں ابو بکر بن عیاش، شیم بن بشیر، یحییٰ بن سعید قطان، عبد الرحمن بن مہدی، اسمعیل بن علیہ، سعد بن ابراہیم بن سعد، ان کے بھائی یعقوب بن ابراہیم بن سعد، معن بن عیسیٰ، ابو نعیم فضل بن وکین، محمد بن جعفر غنڈر، یزید بن ہارون، وہب بن جریر، عبد المذاق بن ہمام صنعانی سے روایت کی ہے۔ اور ان سے اسمعیل بن ابوالحارث، حاتم بن لیث، یعقوب بن شیبہ احمد بن ابو خثیمہ، جعفر طرابلسی، عباس بن دوری، یعقوب بن یوسف مطوعی، حسن بن علی معمری، احمد بن حسن ابن عبد الجبار، صوفی، ابو القاسم بغوی، ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی نسائی اور دوسرے علماء نے روایت کی، شتر سال کی عمر میں رمضان ۲۸۱ھ میں فوت ہوئے۔

ابو سلیمان داؤد بن محمد بن ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سند کی بغدادی مولیٰ بنی مخزوم حسین بن محمد بن ابو معشر صاحب وکیع کے بھائی اور حافظ ابو معشر سند کی مدنی کے پوتے ہیں، انھوں نے اپنے والد محمد بن ابو معشر سے اپنے دادا ابو معشر نجیح کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے۔ اور ان سے قاضی احمد بن کامل نے اس کی روایت کی ہے بلکہ ربیع بن ابراہیم اسدی بغدادی مولیٰ بنی اسد اسمعیل بن علیہ کے بھائی اور ابن علیہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ انھوں نے عبد الرحمن بن اسحاق اور یونس سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ابو خثیمہ، اور حماد بن زاذان نے روایت کی ہے، یحییٰ بن حسین نے امام عبد الرحمن بن مہدی کا

۱ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۲۸۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۵۹۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۲۸۔

قول نقل کیا ہے کہ ہم لوگ اسمعیل بن علیہ کے بھائی ربیع بن علیہ کو اپنے پرانے شیوخ و اساتذہ میں شمار کرتے تھے۔ اور خود ابن معین نے انکو ثقہ اور مامون بتایا ہے وہ اپنے بھائی اسمعیل کے بعد علیہ سنت حسان کے بطن سے پیدا ہوئے۔

قاضی سالم بن عبد اللہ ہندی عدنی کے والد غلام تھے اور عدن ہیں حمالی اور قلی کا کام کرتے تھے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے کہ سالم کے والد جمال غلاموں میں سے تھے۔ ان کے بیٹے نے علمی زندگی اختیار کر کے دینی و علمی ریاست و سیادت حاصل کی وہ عدن کے بہترین قضاة و فضلاء میں سے ہیں۔ میں ان کی زیافت میں کئی دن رہ چکا ہوں۔ یہ عباسی دور کے بعد تھے۔

ابو نصر سندی بن ابان بغدادی، مولیٰ خلف بن ہشام ہیں خطیب نے مولیٰ کے بجائے غلام خلف بن ہشام کے الفاظ سے ان کا تعارف کرایا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اب تک غلامی میں بسر کر رہے تھے انھوں نے یحییٰ بن عبد الحمید حمانی سے روایت کی۔ اور ان سے عبد الصمد بن علی طستی نے روایت کی۔ ذوالحجہ ۲۸۱ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ خضاب استعمال نہیں کرتے تھے۔

ہندوستان کے ان ابنائے اسلام میں یہاں کی ایک بنت اسلام شیریں بنت عبد اللہ ہندیہ بمولاء امام ابن بندیکھی ہیں جو اپنی محزانہ اور عالمانہ جاہ و جلال کی وجہ سے یہاں موالی و مالک علماء میں ممتاز مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔ وہ ایک زبردست محدث کی باندی تھیں اور

۱۵۹ھ رحلہ ابن بطوطہ ج ۱ ص ۱۵۹۔

علم و فضل سے نسبت رکھتی تھیں۔ اسی کے ساتھ انھوں نے حدیث کی تحصیل میں کوشش کی۔ اور عبد المنعم بن کلیب سے سماع کیا۔ ان سے ابرقوی اور ابو الفتح مہربن حاجب امینی کے علاوہ بعض طلبہ نے تکثیر سماع کیا۔ اور وہ شیخہ الابرقوی کی نسبت سے مشہور تھیں۔ کیوں کہ ابرقوی ہی ان کے انحص و اجل تلامذہ میں سے تھے۔ شیریں بنت عبد اللہ کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا۔ لہ یہ بھی عباسی دور کے بعد تھیں۔

عساک بن عبد اللہ ہندی ہروی مطراز مولی ابو منصور ہیں۔ ان کا مستقل قیام ہرات میں تھا۔ وہاں سے دمشق اور صور آکر حدیث کی روایت کی اور ان سے ابن کثیری نے روایت کی۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کر کے ان کی سند سے ایک حدیث درج کی ہے۔

عبد الرحمن بن ابوزید سلیمان مولی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آل عمر بن خطاب کے خاص میں سے ہیں۔ سورا شمر کے مشہور مقام بھیلان سے ان کا خاندان نجران پہنچا تھا۔ انھوں نے حضرات صحابہ میں سے ابن عباس، ابن عمر، معاویہ بن ابوسفیان، عمرو بن اوس، عمرو بن عنیسہ، عبد اللہ بن عمرو بن عاص، سرق، عثمان بن عفان، اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم سے، اور تابعین میں سے نافع بن جبیر، اور عبد الرزاق اعرج سے روایت کی، اور ان سے ان کے لڑکے محمد بن عبد الرحمن، یزید بن طلق، ربیعہ بن عبد الرحمن رائی۔ خالد بن ابو عمران، سماک بن فضل، ہمام والد عبد الرزاق صنعانی کے علاوہ ایک بڑی جماعت نے روایت کی۔

۱۷ حاشیۃ الاکمال ۲ ص ۴۱۲۔ ۱۸ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۶، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۲۹۔ کتاب البحر والتعدیل ج ۲ قسم ۱ ص ۲۶۳۔

ان کی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں، وہ شاعر بھی ہیں۔ انکی اولاد میں کئی محدث پیدا ہوئے ہیں۔ ان کا انتقال اموی دور خلافت میں ہوا۔

علی بن اسمعیل بن عیسیٰ بن فرج سندی مولیٰ علی بن یقین، سندھ کے رہنے والے تھے۔ اور ان کی سندی کی نسبت ... مشہور ہوئی۔ ابو نصر فتح بن عبد اللہ سندی مولیٰ حسن بن حکم نے آزادی کے بعد تحصیل علم کی، زبردست محدث اور فقہ شافعی کے ائمہ کبار میں امام شافعی کی روایات میں منفرد تھے۔ منکلم بھی تھے۔ احادیث کی روایت ابو العباس حسن بن سفیان نسوی وغیرہ سے کی۔ اور علم کلام و فقہ کی تعلیم ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی سے پائی۔

محمد بن ابراہیم بیلہانی مولیٰ آل خطاب تبع تابعی ہیں۔ اور محمد بن حارث بن زیاد حارثی سے روایت کی ہے۔ ائمہ حدیث درجال نے ان کو تضعیف کی ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن زیاد سندی بغدادی مولیٰ بنی ہاشم ابن الاعرابی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کے والد زیاد سندھ کے باشندے تھے۔ ابن الاعرابی نے ابو معاویہ صریح، اور کافی وغیرہ سے روایت کی، اور ان سے ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق حربی، ابو العباس ثعلب، ابن سکیت، ابو عکرمہ ضبی، ابو شیبہ حرانی، ابو العباس احمد بن یحییٰ وغیرہ نے روایت کی۔

۱۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ص ۳۱۷ معجم المصنفین ج ۳ ص ۳۲۲ طبع
الشافعیہ، عباد کا ص ۵۸۔

ابن الاعرابی امام لغت و ادب کی حیثیت سے مشہور ہیں، مگر ان کی زندگی فقہار و محدثین کے انداز میں گزرتی تھی۔ خطیب نے ان کو ثقہ بتا کر ابو جعفر احمد بن یعقوب اصفہانی کا یہ قول نقل کیا ہے:

فاما ابو عبد الله محمد بن زياد ابن الاعرابي كاسلك فقهار و عمار
الاعرابي فكانت طر الله
ط ائق الفقهاء والعلماء
ومذاهب قبل مشيوخ

المحدثين -

ان کی تصانیف دس سے زائد ہیں۔ جن میں کتاب النوادر، کتاب الخلیل، کتاب تفسیر الامثال، کتاب معانی الشعر، کتاب اسما البر و صفاتها، کتاب النوادر وغیرہ ہیں۔ وہ محدث، فقیہ، متفکر اور ماہر انساب تھے۔^{۱۳۳۱} میں سرمن را کی ہیں انتقال کیا۔

محمد بن عبد الرحمن بن ابوزید بیلہانی کوئی کو ابن حجر نے مولی آل عمر کے ساتھ الکوئی الخوی، ... کہا ہے۔ یعنی ان کا تہام کو نہ میں تھا۔ اور وہ علم نحو کے عالم تھے۔ انھوں نے حدیث کا سائنس اپنے والد عبد الرحمن بن ابوزید بیلہانی سے کیا ہے۔ مگر محدثین نے ان کو کروج قرار دیا ہے کہ ان کے ذریعہ عبد الرحمن بیلہانی کی روایات کو غیر مقبول بتایا ہے۔ نیز اپنے والد کے ناموں سے غیر سائنس کے روایات کی ہے۔ اسان سے سعید بن اشیر کا روایات سعید بن عباس سے ہیں۔ انھوں نے حدیث کو نہ کیا اور عارفی احمد بن

سے تاریخ خود اور ... و ... کتاب الفہرست ...
وفیات الامم ...

کتب عبدی، ابوسلمہ موسیٰ بن اسمعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ۱۲۷ھ اور
۱۲۸ھ کے درمیان فوت ہوئے۔ ۱۲۷ھ

ابوعبد الملک محمد بن ابومعشر نجیح بن عبد الرحمن سندی مدنی بغدادی
مولیٰ بنی ہاشم، کو خلیفہ مہدی نے مدینہ منورہ سے بغداد بلایا۔ اور وہ یہاں
آکر مستقل طور سے آباد ہو گئے۔ حضرت ابن ابی ذئب کی روایت و روایت سے
مشرف ہیں۔ اور اپنے والد سے ان کی کتاب المغازی وغیرہ کا سماع کیا۔ نیز
انہوں نے ابوبکر ہذلی، نصر بن منصور غبری اور ابولفوح انصاری وغیرہ
سے حدیث کی روایت کی۔ اور ان سے ان کے دونوں صاحبزادے داؤد،
اور حسین کے علاوہ ابوحاتم رازی، محمد بن یسب جوسہری، ابویعلیٰ موصلی امام
ترمذی، یحییٰ بن موسیٰ بلخی، ابن ابی الدنیا، محمد ابن جریر طبری، ابوبکر بن
مجزر، ابوحامد حفری اور دوسرے علماء و محدثین نے روایت کی ہے۔ ۹۹
سال کی عمر میں ۲۲۷ھ میں انتقال ہوا۔ ۱۲۷ھ

ابوالحسن مخلص بن عبد اللہ مہذب بن ہندی بغدادی، امیر مہذب الدولہ
ابوجعفر و امغانی کے عتیق یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ بغداد کے علماء میں
ان کا شمار تھا۔ انہوں نے ابوالغنائم محمد بن علی نرسی، ابوالقاسم بزاد
ابوالفضل حنبلی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ اور علامہ سمعانی نے
بغداد میں ان سے چند احادیث کا املاء کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود آل
کی تصریح کی ہے۔ ۱۲۷ھ

۱۲۷ھ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۵۰۔ و ج ۹ ص ۲۵۳۔ تاریخ صغیر بخاری ص ۱۶۶،
کتاب الصغائر نسائی ص ۲۴، معجم البلدان ج ۲ ص ۲۸۶۔ ۱۲۷ھ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۶
تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۸۶۔ کتاب اللغات۔

حافظ حدیث امام ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سندى مدنی صاحب
المغازی بنی مخروم کی ایک عورت کے مکاتب غلام تھے۔ ام موسیٰ بنت منصور
جمیریہ نے رقم ادا کر کے ان کی ولاعتنا کو خرید لیا۔ امام ابو معشر مدنی
نے حضرت ابو امامہ سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور نافع
مولیٰ حضرت ابن عمر، محمد بن کعب قرظی، سعید مقبری، محمد بن منکدر، ہشام
بن عروہ، موسیٰ بن بشار، محمد بن قیس وغیرہ سے حدیث کی روایت کی، اور
ان سے ان کے صاحبزادے محمد بن ابو معشر، یزید بن ہارون، محمد بن عمر،
واقدی، اسحاق بن عیسیٰ بن طباع، محمد بن بکار بن ریان، عبد الرزاق
صنعانی، ابو نعیم، منصور بن ابو مزاحم، اور بہت سے علماء نے روایت کی
ہے۔ ابو معشر تابعین کے طبقہ سے تھے۔ کثیر الحدیث اور علم المغازی کے
صاحب نظر عالم تھے۔ کتاب المغازی ان کی مشہور کتاب ہے۔ خلیفہ مہدی
نے ان کو ایک ہزار دینار خرچہ دے کر مدینہ منورہ سے بغداد بلا لیا۔ رمضان
۱۱۷ھ میں وہیں فوت ہوئے۔ ان کے خاندان میں صدیوں تک علماء و محدثین
پیدا ہوتے رہے۔

نصر بن محمد بن شاہک سندى کا باپ محمد بن شاہک خلیفہ منصور عباسی
کے غلام امراء و حکام میں بڑے مقام و مرتبہ کا مالک تھا۔ اور نصر بقول
جاحظ صاحب اخبار و احادیث تھا۔ اور ابن الکلبی اور ہیثم کی احادیث
در روایات تک اس کا علم محدود تھا۔

ابو معشر نجیح سندى کا تذکرہ دولابی نے کتاب الکنی والاسماء میں

۱۳۶ھ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۲۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶۔ فہرست ابن ندیم

ص ۱۳۶۔ ۱۳۷ھ البیان والتبیین ج ۱ ص ۶۶۶۔

ابو معشر بھی سندی مولیٰ ابن ہاشم کے الفاظ سے کیا ہے۔ یہ ابو معشر نجیح سندی کے علاوہ ہیں۔

یہاں کے مالک علماء میں قاضی احمد بن محمد بن صالح تہمی منصور کی ایک غلام تھے جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ابو اسحاق شیرازی طبقات الفقہاء میں ابو الحسین عبداللہ بن احمد بن فلس مثنوی ۳۲۲ھ کے تلامذہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ابن مفلس ابو بکر بن داؤد ظاہری کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔ اور ظاہری مذہب کے امام تھے۔ ان ہی کے شاگرد احمد بن محمد بن صالح منصور کی ایک غلام تھے جن سے انھوں نے تحصیل علم کی تھی غالباً یہ بزرگ ہندوستان اور بغداد دونوں جگہ آئے جاتے تھے جیسا کہ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے :-

و غلام اعتقہ محمد بن	احمد بن محمد بن صالح منصور
صالح المنصورى، اخذ	نے جس غلام کو آزاد کیا تھا۔
عنه ببغداد ثم عاد	اس سے بغداد میں علم حاصل
الى المنصور۔	کیا۔ پھر منصورہ واپس
	آئے۔

اس عبارت میں دو جگہ سقوط ہے۔ محمد بن صالح کے بجائے احمد بن محمد بن صالح اور منصور کے بجائے منصورہ ہونا چاہیے اسی طرح کا سقوط خود احمد بن محمد بن صالح کے تذکرہ میں طبقات الفقہاء میں ہے۔ ابو العباس احمد بن منصور صاحب کتاب النیر اخذ العلم عن مملوک الذی اشتقہ۔ اخرج الى بغداد وتعلم، ثم عاد الى المنصور۔

راہ کتاب الکئی والاصحاب دولانی ذکر ابو معشر، طبقات الفقہاء ص ۵۰ شیرازی۔

اس میں احمد بن محمد بن صالح منصورہ اور منصورہ ہونا چاہیے۔
 احمد بن محمد منصورہ کے اس غلام محدث و عالم کے بارے میں یہ معلوم
 نہیں کہ وہ کس مقام کے تھے۔ البتہ منصورہ میں احمد بن محمد منصورہ کی
 غلامی میں تھے۔ اور بعد میں ان کو آزادی ملی، ابو اسحاق شیرازی نے ان
 سے احمد بن محمد منصورہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں ایک جگہ ابہام
 سے کام لیا۔ اخذنا عنہم عن ہلکۃ الذی اعتقہ اور ایک جگہ بغداد کا نام لیا
 ہے۔ اخذنا عنہ ببغداد، غالباً یہ آزادی کے بعد منصورہ سے بغداد
 جا کر تحصیل علم میں مشغول ہوئے، اور جب ان کے آقا احمد بن محمد منصورہ
 بغداد گئے تو انہوں نے وہیں دیگر اساتذہ و شیوخ کے ساتھ اپنے آزاد
 کردہ غلام محدث کے سامنے زانوئے ادب نہ کیا وہ بحالت غلامی منصورہ
 میں تھے۔

مختلف علوم و فنون میں جامعیت
 ہندوستان کے ان موالی و ممالیک علماء
 و فضلاء میں ہر علم و فن کے جہادہ
 و عباقرہ گذرے ہیں اور اکثر کبار نے ان کے علم و فضل اور ان کی جامعیت
 و مہارت کا اظہار و اعتراف کیا ہے۔ آقاؤں نے اپنے غلاموں کے سامنے
 زانوئے ادب نہ کیا ہے۔ اساتذہ نے اپنے موالی تلامذہ سے کسب نہیں کیا
 ہے اور معاصروں و اقران نے اپنے ممالیک و موالیوں کی شاگردی
 کی ہے۔

حدیث میں امامت
 ان موالی و ممالیک علماء نے ہندوستان میں حدیث، فقہ،
 تفسیر، مجتہد، متکلم، ادیب، شاعر اور ماہر و
 زاہد سب ہی شامل ہیں مگر تقریباً ان سب میں علم حدیث قدر مشترک ہے

اور کم از کم تین حضرات حافظ حدیث کے بلند مرتبہ پر فائز ہو کر علم حدیث میں امامت کا مرتبہ رکھتے تھے۔

ابومعشر نجیح بن عبدالرحمن، اسمعیل بن علیہ اور خلف بن سالم، امام ذہبی نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے۔ امام حافظ اسمعیل بن علیہ کی جلالت شان کے لئے یہی کیا کہ ہے کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام عبدالرحمن بن مہدی، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام اسحاق بن راہویہ، اور امام شعبہ جیسے ائمہ حدیث ان کے حلقہ تلمذ میں داخل ہیں۔ ان کو شعبہ نے ریحانۃ الفقہاء اور سید الخدین کا لقب دیا ہے۔

ابن سعد نے "کان ثقۃ بثنائی الحدیث حجتہ" کہا ہے۔ یہ بھی بن معین نے کہا ہے "ابن علیہ کان ثقۃ، ما مؤثراً، صدوقاً، مسلماً، ویرعاً"۔

بیہم بن عدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بصرہ کے حفاظ حدیث جمع ہوئے۔ اور کوفہ والوں نے ان سے کہا کہ تم لوگ اسمعیل بن علیہ کو چھوڑ کر جس کو چاہو ہمارے سامنے لاؤ۔ قتیبہ بن سعد کا بیان ہے کہ اہل علم کہا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں حفاظ حدیث چار ہیں۔ اسمعیل بن علیہ، عبد الوارث، یزید بن زریع اور وہیب، ان کے حافظ کے بارے میں علی بن مدینی کا بیان ہے کہ عبدالرحمن بن مہدی نے کبھی ابن علیہ کے پاس کتاب نہیں دیکھی، زیاد بن ایوب کا قول ہے کہ میں نے ابن علیہ کے پاس کبھی کتاب نہیں دیکھی بلکہ زبانی حدیث کا درس دیتے تھے۔ عبد اللہ بن سلیمان اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں کہ ہر محدث نے کوئی نہ کوئی غلطی کی ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۵، ۲۔ ریحانۃ الفقہاء ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۵۔

سولے ابن علیہ اور بشر بن مفضل کے ساتھ
 امام ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن صاحب المغازی کے بارے میں
 ابن سعد نے ضعیف ہونے کے ساتھ کثیر الحدیث کہا ہے۔ ساتھ امام احمد
 بن حنبل کے ان کو علم المغازی میں صاحب بصیرت ہونے کے ساتھ
 صدوق بتایا ہے اور ذہبی نے لکھا ہے :-

وکان من ادعیۃ العلم علی حافظہ میں کمی کے باوجود، وہ
 نقص فی حفظہ۔ زبردست عالم تھے۔

نیز حافظ الحدیث اور فقیہ بتایا ہے۔
 ابن ندیم نے ان کو احداث و سیر کا عالم ہونے کے ساتھ احمد المحدثین
 لکھا ہے۔

یعنی ابو معشر حافظ محدث و فقیہ اور سیر و مغازی کے امام تھے۔
 خلف بن سالم کے بارے میں ذہبی نے الحافظ، المجود، کے ساتھ
 یہ بھی لکھا ہے :-

من اعیان اهل بغداد بغداد کے اعیان محدثین میں
 سے تھے۔

یعقوب بن شیبہ نے ان کو ثقہ، ثبت اور مسدد اور حمیدی سے ثابت
 بتایا ہے۔ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل سے خلف بن سالم کے بارے میں
 دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا ان کے صدق میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ یحییٰ بن معین

۱۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۳۳۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۰۹۔ ۳۔ تذکرۃ
 الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶۔ ۴۔ الفہرست ص ۱۳۶۔ ۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۵۹
 ۶۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۲۸۔ ۷۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۵۹۔

نے ان کو صدوق کہا ہے۔ نیز کہا ہے کہ خلف بن سالم مسکین میں کوئی نقص نہیں ہے۔ وہ ذرا سیدھے سادے آدمی ہیں، ابوالمحکم نے کہا ہے کہ ہمارے بھائی خلف بن سالم کے بارے میں کوئی سالم نہیں ہے۔ وہ غرائب احادیث کی روایت بھی کیا کرتے تھے۔ جس پر محدثین نے نکیر کیا ہے، ایک مرتبہ ایک مروزی عالم نے امام احمد سے ان کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا کہ میں ان کو جھوٹا نہیں سمجھتا۔ البتہ لوگوں نے غرائب احادیث کی وجہ سے ان پر اپنا قصہ اتارا ہے۔

حماد بن اسماعیل بن عقیبہ کے حلقہ تلامذہ میں امام مسلم اور امام نسائی کا وجود ان کی ثقاہت کے لئے کافی ہے۔ امام نسائی نے ان کو بغدادی "ثقة" بتایا ہے۔ اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے، بعض حضرات کے بارے میں محدثین نے جرح و تعدیل کے اصول پر کلام بھی کیا ہے۔ جس کی تفصیل رجال و تذکرہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و غزوات
سیرومغازی وغیرہ بھی حدیث میں شامل ہیں۔ بعد میں سیرو
مغازی پر مستقل کتابیں لکھنے کا رواج ہوا۔ اور اسے ایک علیحدہ فن قرار دیا گیا۔ اس میں امام ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سندینی زمرہ محدثین میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ اور اپنی کتاب المغازی کی نسبت سے صاحب المغازی کہے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں خطیب بغدادی کا قول ہے :-

سہ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۰۰۔

وكان من اعلم بالمغازي له
وہ مغازی کے سب سے بڑے
عالم تھے۔

اور ابن ندیم نے لکھا ہے:

عارف بلاحداث
والسيرة
وہ احداث و سیر کی پہچان رکھتے
تھے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے:

كان بصيرا بالمغازي صدوقا
وہ مغازی میں صاحب بصیرت
اور صدوق تھے۔

ان کے صاحبزادے محمد بن ابو معشر سے سوال کیا گیا کہ آپ کے والد
نے مغازی کو کیسے یاد کیا؟ انہوں نے بتایا کہ حضرات تابعین ان کے استاد
کے پاس بیٹھ کر مغازی کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ تو وہ یاد کر لیتے تھے۔
ان کی کتاب المغازی اس فن کی مشہور کتاب ہے۔

نفسندی بن شاہک بھی صاحب اخبار و احادیث تھے۔ جاہل
کا بیان ہے:

فاما نفي كان صاحب اخبار
واحاديث، وكان لا يحد
حديثا ابن الكلبي والهميم
نفس بن سندی صاحب اخبار
واحادیث تھے۔ اس بارے
میں ان کا وار و مدار ابن کلبی
اور ہمیشہ پر ہے۔

ہشام بن محمد بن سائب کلبی کوئی متوفی ۱۳۶ھ علم الانساب، اخبار، ایام

۱۷ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۷۔ ۱۳۶ھ الغرست ص ۱۳۶۔ ۱۳۶ھ تذکرۃ الحفاظ

ج ۱ ص ۲۱۶۔ ۲۱۶ھ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۳۷۔ ۲۱۶ھ بیان واقعات ج ۱ ص ۶۶۶۔

ناس اور تفسیر میں مشہور عالم ہے۔ ابن ندیم نے ساڑھے تین صفحات میں اس کی تالیف نصابی تصانیف کے نام بیان کئے ہیں۔ اور ہیثم بن عدی ثوری نے بھی انساب، اخبار، آثار، مناقب، مثالب، اور شجر کا عالم تھا۔ ابن ندیم نے الفہرست میں ایک صفحہ میں اس کی تصانیف کے نام دیے ہیں۔ نصر سندی ان دونوں علمائے اخبار و انساب سے روایت کرتے تھے۔

اصول حدیث | ہندی موالی علماء و محدثین اصول حدیث کے فن میں بھی شہرت رکھتے تھے اور ان کے آثار و اقوال محدثین کے نزدیک معتبر و مستند تھے۔ چنانچہ امام اسمعیل بن علیہ نے رجال و رواۃ حدیث کے بارے میں توثیق و تضعیف کی ہے جسے علمائے رجال نے کتابوں میں نقل کر کے سند میں پیش کیا ہے۔

ان کے صاحبزادے ابراہیم بن اسمعیل بن علیہ خبر واحد کی قطعیت اور حجیت کے بارے میں خاص نظریہ رکھتے تھے، ایک مرتبہ امام شافعی کی مجلس میں امام احمد بن حنبل، حسین، فلاس احمد و دیگر محدثین کی ایک جماعت موجود تھی۔ اور ابراہیم بن اسمعیل بن علیہ امام شافعی سے خبر واحد کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ امام صاحب نے ان سے فرمایا، کیا تم یہ نہیں کہتے ہو کہ اجماع حجت ہے؟ ابراہیم نے اثبات میں جواب دیا تو امام صاحب نے فرمایا۔ بتاؤ عادل کی خبر واحد کو تم اجماع سے رد کرو گے یا بغیر اجماع کے اس کا انکار کرو گے؟ یہ سن کر ابراہیم خاموش ہو گئے اور ساری مجلس خوش ہو گئی۔

کاتب لیبث بن صلح بن ابو صالح کا بیان ہے کہ ایک دن ہم لوگ امام شافعی کی مجلس میں موجود تھے۔ اور امام صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر واحد کو ثابت کر رہے تھے۔ ہم ان کا بیان لکھ کر ابراہیم بن اسمعیل

بن علیؑ کے پاس لے گئے۔ وہ مصر کے باب الفصول میں رہتے تھے۔ جب ہم نے ان کو یہ بیان سنا یا تو وہ اس کا رد کرنے لگے۔ ہم اسے بھی لکھ کر امام صاحب کے پاس لے گئے۔ اور امام صاحب نے ابراہیم کے دلائل کو توڑنے ہوئے ان کے قول کو رد کر دیا۔ ہم اس بیان کو بھی لکھ کر ابن علیہ کے یہاں پہنچے اور انہوں نے اس کے خلاف دلائل دیئے اور ہم اسے بھی لکھ کر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اب کے بار امام صاحب نے فرمایا ”إِنَّ ابْنَ عَلِيٍّ ضَالٌّ، قَدْ جَلَسَ عِنْدَ بَابِ الصُّوَالِ يُضِلُّ النَّاسَ“

یعنی ابن علیؑ ضال (گمراہ) ہے وہ باب الفصول (ضالہ کی جمع) کے پاس بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ابراہیم امام شافعی کے استاذ زادے ہیں۔ امام صاحب ان کا احترام کرتے تھے۔ حدیث رسول کے معاملہ میں یہ اختلاف نیک نیتی سے تھا۔ یعنی امام صاحب خبر واحد کو حجت قرار دیتے تھے۔ اور ابراہیم اسے حجت نہیں مانتے تھے۔

امام ابو عبد اللہ حاکم نے معرقة علوم الحدیث ” میں جعفر بن ابی عثمان طیالسی کی روایت سے خلف بن سالم سندی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے کئی شیوخ سے تدریس اور تدریسین کی کثرت کا تذکرہ سنا ہے، اور جب تدریسین کے حالات کو جاننا شروع کیا تو حسن بصری اور ابراہیم نخعی کی تدریس مشہور رہی، کیوں کہ حسن بصری بسا اوقات اپنے اور حضرات صحابہ کے درمیان مجہول راویوں کو دلائل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ عتی بن ضمیر، حنیف بن تنجب، غنفل بن حنظلہ اور اسامی نسیم کے راویوں کے ذریعہ تدریس کرتے ہیں، اور ابراہیم نخعی بھی بسا اوقات اپنے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے درمیان

سنة تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۱۔

ابن بن لوزیرہ، سہم بن منجاب، خزامہ طائی جیسے مجاہدین سے تدریس کرتے ہیں؛ نیز خلف بن سالم سند کی نے ابو اسحاق سبعی کی تدریس بیان کر کے ان کے بہت سے غرائب بیان کیے۔ اسی طرح انھوں نے حکم، مغیرہ، ابن اسحاق ہشتم کی تدریس کے متعلق باتیں بتائیں۔

ان حضرات میں کئی علماء علم فقہ میں بھی امامت کا درجہ فقہ اور فقہاء رکھتے تھے۔ اور ان کی فقہی حیثیت کا تذکرہ خاص طور

سے آیا ہے، امام اسمعیل بن عکبہ کو امام شجرہ نے یہ کاتب الفقہاء کے حسین و جمیل لقب سے یاد کیا ہے۔ ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن حافظ الحدیث اور صاحب المغازی کے ساتھ فقیہ بھی تھے۔ ابو اسیم بن اسمعیل بن عکبہ محدث و متکلم اور فقیہ تھے۔ اور فقہ میں ان کی تصانیف ہمیں خطیب نے لکھا ہے۔

وله مصنفات فی الفقہ تشبہ فقہ میں ان کی تصانیف ہیں جو

الجدل۔ مناظرانہ رنگ لیے ہوئے ہیں

فتح بن عبد اللہ سندی متکلم اور فقیہ تھے۔ اور فقہ و کلام کی تعلیم ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی سے حاصل کی تھی۔ ابو عاصم عبادی نے طبقات الفقہاء الشافعیہ میں اصحاب شافعی کے طبقہ ثانیہ میں ان کا ذکر کیا ہے جو فقہی روایات میں منفرد تھے۔ اسی طرح ابن القیسرانی نے الانساب المتفقہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ فقہائے شوافع کے کبار اور

لہ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۸۔ سہ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۷۵۔

سہ تذکرۃ الحفاظ ج ۱۔ ص ۲۱۶۔ سہ تاریخ بغداد ج ۶

ص ۲۳۳۔

بیان میں سے تھے۔ لہ

علم کلام اور جدل سے بھی ہندوستان کے ممالیک
علم کلام و متکلمین | علماء حصہ رکھتے ہیں۔ ابراہیم بن اسمعیل بن علیہ

ص طور سے مشہور ہیں۔ خطیب نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

کان احد المتکلمین و وہ طبقہ متکلمین سے تھے۔ اور

ممن یقول بخلق القرآن خلق قرآن کے قائل تھے۔ مصر

وجدت له مع ابي عبد الله اور بغداد میں ان کے اور

محمد بن ادريس الشافعي امام شافعی کے درمیان جو

مناظرات ببغداد و بمصر مناظرے اور مباحثے ہوئے

ہیں میں نے ان کو دیکھا ہے۔

امام ذہبی نے اپنے خاص ذوق کے مطابق ان کے متعلق یہاں

کہہ دیا ہے۔

جمہی ہالک، کان یناظر وہ جمہی ہالک ہیں۔ مناظرہ کیا

ویقول بخلق القرآن کرتے تھے۔ اور خلق قرآن

کے قائل تھے۔

زید و تقویٰ علمائے اسلام کا شمار و شمار ہے۔ یہاں کے
قباد و زباد | ممالیک شمار و شمار میں بڑے بڑے علماء اور زہاد گذر

ہیں۔ امام اسمعیل بن علیہ کے زہد و تقویٰ اور خشیت الہی کا یہ حال تھا

کہ ایک روایت کے مطابق وہ بیس سال تک کھل کر نہیں سنسے، ایک

لہ طبقات الفقہاء الشافعیہ ص ۵۸۔ الانساب المتفقہ ص ۷، کتاب الانساب،

تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۸۲۔ سہ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۔

راوی کا بیان ہے کہ میں چودہ سال تک ان کی خدمت میں رہا مگر ان کو کبھی ہنستا ہوا نہیں دیکھا، اور سات سال تک مسکراتا ہوا بھی نہیں پایا۔ خاص طور سے بصرہ کی امامتِ صدقات کے بعد وہ ہنسنے ہی نہیں۔ ابن کثیر کا بیان ہے:-

بِئْسَ عِنْدَ اسْمَعِيلَ بْنِ عَلِيَّةٍ
لَيْلَةٌ، فَكَانَ يَقْرَأُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ
وَمَا رَأَيْتُهُ يُصْحَكُ قَطِيئًا
میں ایک رات ابن علیہ کے
یہاں سویا تو معلوم ہوا کہ
وہ ہر رات ایک تہائی قرآن
پڑھتے ہیں اور میں نے کبھی
ان کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔

امام ابو الحسن بختیار بن عبد اللہ ہندی کو علامہ سمعانی نے "الاصول
الزائد" کے اوصاف سے یاد کر کے لکھا ہے:-

شَيْخٌ، صَالِحٌ، سَدِيدٌ
السِّيَرَةُ شَهَادَةٌ
وہ نہایت بزرگ اور نیک
آدمی تھے۔ چال چلن بہت
عجیب تھا۔

ابونصر فتح بن عبد اللہ ہندی زہد و تقویٰ میں مزاج خاص و عا
تھے، لوگ ان کی صحبت و معیت میں رہ کر تڑکیہ نفس کرتے تھے۔ انھوں
نے ایک سیر زادے کے طعنہ دینے پر کہا تھا کہ: میں تمہارے دادا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اختیار کر کے مسلمان کا مقتدا بن گیا
اور تم... میرے دادا کافر کی راہ پر چل کر شراب میں بدست
پڑے ہو۔

رحمۃ اللہ علیہم بعد اوج ۶ ص ۲۳۵ و ۲۳۶۔ کتاب الانساب ۳۷ الانساب المتفقہ ص ۱۰۰

لغۃ و عربیت

ان ہندی علمائے ممالیک میں عربی زبان و ادب اور لغت کے مشاہیر گذرے ہیں۔ جن میں ابو عبد اللہ بن زیاد ابن الاعرابی کو امامت کا درجہ حاصل ہے، ان پر لغت ختم تھا۔ صاحب اللغۃ کی نسبت سے مشہور ہیں۔ ان کی مجلس درس میں سیکڑوں اہل علم جمع ہوتے تھے۔ شاعر بھی تھے۔

محمد بن عبد الرحمن بیلانی کو ابن حجر نے الکوفی الخوی لکھا ہے۔ یعنی انکا تار کوفہ کے علمائے نخیل ہونا تھا۔ ابن علیہ لغات حدیث میں حجت تھے۔ ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں ان کے اقوال راج کیے ہیں۔ نصر بن سندی شاہک بھی لغت کے زبردست عالم تھے۔

صانف

دوسری صدی کے وسط میں پورے عالم اسلام میں اسلامی علوم و فنون کی تدوین و تالیف کا دور آیا اور خلف موضوعات پر علمائے اسلام نے کتابیں تصنیف کیں۔ اس میں ہندی علمائے ممالیک نے بھی حصہ لیا، چنانچہ اسی زمانہ میں مدینہ منورہ میں امام ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سندی مدنی متوفی ۱۰۰ھ نے کتاب المغازی تصنیف کی۔ نہیں کہا جاسکتا... کہ ابن اسحاق اور ابو معشر میں سے کس نے پہلے اپنی کتاب مرتب کی، جیسا کہ معلوم ہوا ابو معشر علم المغازی میں اعلم الناس اور صاحب بصیرت عالم تھے۔ انھوں نے براہ راست حضرات تابعین سے سیر و مغازی کے واقعات سن کر ان کو مدون کیا تھا۔ اور اسی کی نسبت سے صاحب المغازی مشہور ہیں، اس کی روایت ان کے دونوں صاحبزادوں نے کی۔ اور ان سے دوسرے علماء

نے کی، خطیب نے محمد بن ابو معشر کے حال میں لکھا ہے :-

سمع من ابیہ کتاب انہوں نے اپنے والد سے کتاب

المغانمی۔ لہ المغانزی پر طھی۔

اور داؤد بن محمد بن ابو معشر کے حال میں لکھا ہے :-

حدث عن ابیہ عن ابی معشر انہوں نے اپنے والد سے اپنے دادا کی کتاب

کتاب المغانمی، رواہ المغانزی کی روایت کی، اور ان

عنه احمد بن کامل القاضی یہ سے قاضی احمد بن کامل نے روایت

کی۔

اسی طرح حسین بن ابو معشر نے اس کی روایت کی تھی۔ یعنی ابو معشر

اس کی روایت ان کے دونوں صاحبزادوں نے کی۔ اور پوتے داؤد بن

محمد نے اپنے والد سے اور ان سے قاضی احمد بن کامل نے روایت کی۔ اس طرح

تیسری صدی تک یہ کتاب علماء و محدثین میں متداول رہی۔ علماء نے

کتابوں میں اس سے اس قدر زیادہ اقتباسات و روایات درج کی ہیں

اگر کوئی صاحب ذوق ان کو جمع کر دے تو اچھی خاصی کتاب ہو سکتی ہے

ان کے معاصر علماء میں ولید بن مسلم مولیٰ قریش، عبد الرزاق صنعانی

حمیر اور عبد الملک بن محمد بن ابی بکر بن عمرو بن حزم انصاری نے بھی کتاب

المغانزی لکھی تھی۔ مگر ان میں سے کسی کا پتہ نہیں ہے۔

اسماعیل بن علیہ کی تصانیف حدیث و فقہ میں ہیں۔ ابن ندیم

الفہرست میں ان کی چار کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ کتاب التفسیر، کتاب الطہ

کتاب الصلاة، اور کتاب المناسک۔ لہ

امام ابن عقیلہ کے رد میں ایک دوسرے غلام عالم ابو بکر جعفر بن محمد بن عبداللہ البری مالکی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ابن علیہ سے شکر مسائل میں اختلاف کر کے ان کا رد کیا ہے، یہ کتاب نامکمل ہے۔

ان کے صاحبزادے ابراہیم نے بھی علم فقہ میں کتابیں لکھی تھیں جیسا کہ خطیب کا قول گزر چکا ہے

وله مصنفات فی الفقه

فقہ میں ان کی تصنیفات جدول

تشبہ الجدول

و مناظرہ کے انداز پر ہیں۔

ابن ندیم نے بھی الفہرست میں ان کی تصانیف کی نشاندہی کی ہے

اور لکھا ہے:-

وله من الکتب ۳۰ محمد بن زیاد بن الاعرابی کو لغت و عربیت میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ ان کی تصانیف یہ ہیں: کتاب النوادر، کتاب اسماء الخیل و انسابہا، کتاب البئر و صفاتہا، کتاب تفسیر الامثال، کتاب معانی الشعر، کتاب الاوزار، اور بقول صاحب ضحی الاسلام ان میں سے صرف کتاب اسماء البئر و صفاتہا، کتاب اسماء الخیل و انسابہا موجود ہیں۔ اشذرات الذہب ج ۲ ص ۷۰، ضحی الاسلام ج ۱ ص ۲۳۲۔) کتاب جم سندی کی تصانیف میں کتاب ادب الندیم، کتاب الرسائل، کتاب المصائد و المطارد کے علاوہ اس کا دیوان بھی ہے۔

اسلامی علوم و فنون کا یرباب نہایت اعزاز و احترام اور جاہ و منصب

دیکھ کر اور بہت نمایاں ہے کہ ابتدائی

۳۱۸۔ الفہرست ص ۲۸۳۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۳۔ الفہرست ص ۳۱۸۔

ادوار میں ان کے حامل و وارث زیادہ تر عجمی موالی و ممالیک ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں نے پورے انشراح و انبساط کے ساتھ ان کی علمی اور دینی قیادت اور سیادت کو تسلیم کیا۔ اور ان کو اپنے سر آنکھوں پر رکھا، علمائے ان کے سامنے زانوئے ادب نہ کیا۔ خلفاء و امراء نے ان کو جاہ و منصب سے نوازا، اور عوام نے ان کی قیادت میں دین پر عمل کیا۔ اس سلسلہ میں یہیں کے ایک غلام امام اسلام کا واقعہ سننے کے قابل ہے۔ ابن القیسرانی نے الانساب المتفقہ میں اور سمعانی نے کتاب الانساب میں عبد اللہ بن حسین کی زبانی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن ہم بہت سے لوگ ابو نصر فتح بن عبد اللہ سندی موالی آل الحکم کے ساتھ پیدل جا رہے تھے۔ ان کی قیادت میں اہل علم کا یہ مجمع دیکھ کر ایک علوی شریف جو بدستی میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ ہمارے سامنے آیا اور ابو نصر کو گالی دے کر کہنے لگا کہ اے غلام! تو یوں چل رہا ہے کہ تیرے پیچھے یہ مجمع ہے۔ اور میں اس حال میں ہوں،

یہ سن کر ابو نصر نے جواب دیا۔

ایہا الشریف! تدری لم
 هذا؛ لانی متبع آثار جدک
 وانت متبع آثار جدی یہ
 شریف زادے! تم کو معلوم
 ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ بات یہ
 ہے کہ میں تمہارے دادا کا متبع
 ہوں اور تم میرے دادا کے

پیرو ہو۔

ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سندی مدنی کو ان کے علم و فضل کی وجہ

سہ الانساب المتفقہ ص ۱۱، کتاب الانساب۔

سے خلیفہ مہدی عباسی نے مدینہ منورہ سے بغداد بلا لیا جہاں وہ مستقل طور سے آباد ہو گئے۔ ذہبی نے لکھا ہے :-

اشخصه المہدی الی
العراق، و امر له الف
دینار و قال تکون بجزرتنا
فتفقہ من حولنا۔^۱

خلیفہ مہدی نے ان کو عراق
بلا لیا اور ان کو ایک ہزار دینار
دینے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ
آپ ہمارے یہاں رہیں تاکہ
ہمارے آس پاس والے آپ
سے علم دین حاصل کریں۔

ان کے صاحبزادے محمد بن معشر کو بھی خلیفہ مہدی نے مدینہ الرسول سے بغداد بلا لیا۔ تھا۔^۲ غالباً اپنے والد کے ساتھ ہی یہ بھی بغداد آ گئے۔

یہ دور ارباب علم و فضل سے مشحون و مملو تھا۔ مگر خلیفہ مہدی کی نگاہ انتخاب ایک ہندی مملوک عالم دین پر پڑی جس کو درباری حلقہ اور اعیان و ارکانِ خلافت کی دینی تعلیم کے لئے منتخب کیا۔ اسمعیل بن علیہ قیام بصرہ کے زمانہ میں وہاں کے صدقات کی وصولی کے امیر مقرر کیے گئے۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے آخری دور خلافت میں بغداد میں مظالم کے امیر و حاکم بنائے گئے تو وہیں جا کر آباد ہو گئے، ابن سعد نے لکھا ہے :-

وقد ولی صدقات
البصرة، و ولی المظالم

وہ بصرہ میں صدقات کے والی
ہوئے۔ اور ہارون کے آخری

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۳، ۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶۔ لکھ ایضاً

بغداد فی اخر خلافتہ دور خلافت میں بغداد میں نظام
 ہارون، و نزل بغداد کے والی ہوئے تو وہ اور ان کی
 ہو، و ولدہ و اشتزای بھا اولاد وہیں رہ بس گئی۔ اور
 داسرا۔ لہ وہاں مکان خریدا۔

اسماعیل بن علیہ جیسے امام اسلام کا بصرہ کی ولایت و امارت قبول
 کرنا دوسرے علماء کو بہت شاق گذرا، اور انہوں نے اس کو ان کی
 شان کے خلاف سمجھا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے چند اشعار
 میں اس کے خلاف اظہار افسوس کیا اس کے بعد ابن علیہ نے اس عہدہ سے استعفا دے دیا پہلا شعر یہ تھا
 يَا جَاعِلَ الدِّيْنِ كَهَ بَانِيَا كَيْصَاطِدِ اَمْوَالِ الْمَسَاكِيْنِ
 اے دین کو اپنے لئے بانہ بنانے والے! جس سے مسکینوں کے اموال
 شکار کیے جاتے ہیں۔ ابن علیہ ان اشعار کو پڑھتے جاتے تھے۔ اور روتے
 جاتے تھے۔ اس کے بعد مستعفی ہو گئے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اور فرماتے
 تھے کہ اگر پانچ عالم نہ ہوتے تو میں تجارت نہیں کرتا۔ سفیان ثوری،
 سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض، محمد بن سماک اور ابن علیہ، ان کا
 معمول تھا کہ خراسان جا کر تجارت کرتے تھے۔ اور منافع میں بال بچوں اور
 حج کا خرچہ نکال کر باقی رقم اپنے ان ہی پانچوں بھائیوں کو دیدیتے تھے۔
 ایک مرتبہ تجارت سے واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ ابن علیہ نے سرکاری
 عہدہ قبول کر لیا ہے۔ اس لئے اس کے حصہ کی رقم نہیں بھیجا، جب ابن
 علیہ کو اس کی خبر لگی تو انہوں نے معذرت کی اس پر ابن مبارک نے یہ اشعار

لکھ کر روانہ کیے۔ اور ابن علیہ کے استعفاء کے بعد وہ رقم دیدی لے
 ابو بکر سمعانی نے اپنے غلام ابو محمد نختیار بن عبد اللہ کو آزاد کرنے
 کے بعد اپنے ساتھ عراق اور حجاز کا تعلیمی سفر کر لیا۔ اور حدیث کی تعلیم
 دیوانی اور ان کے صاحبزادے ابو سعد سمعانی نے ان سے روایت کی یعنی
 آقا اور غلام پہلو بہ پہلو محدثین کی مجلسِ درس میں بیٹھے اور آقا زادے
 نے غلام کی شاگردی کی، محمد بن ابو معشر سند کی ایک مرتبہ بغداد سے
 مصیصہ کی ایک مسجد کی بنیاد کی تقریب میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے
 عام مسلمانوں نے خیر و برکت کے خیال سے ان کی آمد کو غنیمت جانا لے
 ان ہندی موالی علماء نے عام طور سے اپنی زندگی

تعلیم و تدریس | دینی علوم کی تعلیم و تدریس اور حدیث کی روایت

میں بسر کی، اس سلسلہ میں انھوں نے مختلف بلادِ اسلامیہ کا سفر کر کے
 مجلسِ درس قائم کی۔ امام ابو معشر نخب بن عبد الرحمن نے مدینہ منورہ
 اور بغداد میں حدیث کا درس دیا۔ اور خلیفہ مہدی کے اہل دربار نے
 خاص طور سے ان سے استفادہ کیا۔ ان کے بیٹے محمد بن ابو معشر اور
 دونوں پوتوں حسین بن محمد اور داؤد بن محمد نے بغداد کے مرکز میں
 رہ کر علمی و دینی خدمت کی۔ اسمعیل بن علیہ نے بصرہ اور بغداد میں مجلس
 درس قائم کی۔ اور ان کے بیٹے ابراہیم بن اسمعیل بن علیہ نے بغداد کے
 بعد مصر کو اپنا مستقر بنا کر وہاں سے حدیث و فتنہ کی تردید و اشاعت
 کی۔ ضحاک بن عبد اللہ نے ہرات اور دمشق میں حدیث کی روایت کی۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۳۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۰۱، تہذیب التہذیب

ج ۱ ص ۱۶۶۔ ۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۶۔

ابو الحسن بختیار بن عبد اللہ صوفی زاہد نے بوشنگ اور ہرات میں درس حدیث دیا۔ ابو محمد بختیار بن عبد اللہ نے مرو میں رہ کر علم حدیث کی خدمت کی، خلف بن سالم، سندی بن ابان، مخلص بن عبد اللہ، نصر بن سندی بن شاہک، وغیرہ نے بغداد کی علمی اور دینی فضا میں رہ کر علوم اسلامیہ کی اشاعت اور احادیث کی روایت میں حصہ لیا۔

الغرض ہندوستان کے علمائے ممالیک نے عالم اسلام میں دینی علوم خصوصاً حدیث کی تعلیم و تدریس میں پورا حصہ لیا، اور سماع و روایات کی مجلسیں منعقد کیں۔ اہل کربلا، اہل اہواز و حدیثنا کی بزم سجائی، اور امت مسلمہ کے اعلاظم رجال اور اساطین علم نے ان کی امامت و شیخت سے فیض اٹھایا۔ اور ان کی حلقہ نشینی کو معتقدات میں سے شمار کیا ان علما نے اسلام کے حلقہ درس سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام شعبہ، امام یحییٰ بن سعید، قسطن امام عبد الرحمن بن مہدی، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام ابن ابی شیبہ، امام طیارسی، امام عبد المزیق بن ہمام صنعانی، امام محمد بن جریر طبری، امام ابو یعلیٰ موصلی، امام اسحاق بن راہویہ، امام احمد بن خطیب بغدادی، امام ابو نعیم اصفہانی، امام ابو سعد سمعانی، امام ابن ابی الدنیا، امام ابو عوانہ، جیسے ہزاروں ائمہ اسلام نے کسب فیض کیا ہے۔ اور ان آقاؤں نے غلاموں کی شاگردی کر کے علم دین علم اور حدیث رسول کی وراثت پائی ہے۔

ان حضرات میں سے کئی ایک ذریعہ معاش کے طور پر اپنا کاروبار ذاتی کاروبار کرتے تھے۔ اور دینی و علمی خدمت کا صلہ نہیں چاہتے تھے

اس دور میں عام طور سے علمائے اسلام دینی و علمی زندگی کے ساتھ معاش و معیشت کی سرگرمی جاری رکھتے تھے۔ امام ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن ہند کی مدنی کے صاحبزادے محمد بن ابو معشر کا بیان ہے کہ میرے والد نجیاط تھے یعنی کپڑے کی سلانی کرتے تھے۔

امام ابن علیہ کے بارے میں امام ابو داؤد سجستانی کا بیان ہے کہ وہ کوفہ کے بزاز تھے یعنی کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ بختیار بن عبداللہ ہندی کو امام شافعی نے انصفاً دیکھا ہے یعنی وہ فصد کھولتے تھے۔ ضحاک بن عبداللہ ہندی مروزی کو ابن عساکر نے المطرز بتایا ہے یعنی وہ کپڑے کی چھپائی کرتے تھے۔

ان ہندی مالیک علماء و محدثین اور اباب دین و دنیا
شعر و شعراء کے ساتھ عربی زبان کے نامی گرامی شعراء کی اچھی خاصی تعداد

ہے جو اپنے شاعرانہ اوصاف و کمالات میں شعرائے عرب سے کسی طرح کم نہیں ہیں، اور علمائے شعر و ادب نے ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کیا ہے۔

ابو الصلح ہندی بغدادی مولیٰ خلیفہ موسیٰ ہادی، اور بقول و عمل
مولیٰ آل جعفر بن ابی طالب مستقل طور سے بغداد میں رہتا تھا۔ اور وہیں
فوت ہوا۔ ابن جریر متوفی ۲۹۶ھ نے اس کا تذکرہ کتاب التورث
میں کیا ہے۔ اور اس کے شاعرانہ کمالات کے بارے میں لکھا ہے۔
و کانت له اشعار فصاح اس کے اشعار فصیح و بلیغ اور

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۴-۴۲۵ ت ۶ ص ۲۳۱-۲۳۲ کتاب الانساب۔
۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۳۔

مِلاح۔

مزیدار تھے۔

اس سے اس کی شاعرانہ قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے
دو اشعار ملاحظہ ہوں :-

یا نفس صبراً لا تھلکی یا نسا قد فارق الناس قبلك الناسا
اے نفس! صبر کرنا امید ہی میں اپنے کو تباہ نہ کر، کیوں کہ اس سے
پہلے بھی لوگوں نے لوگوں کو چھوڑا ہے۔

صبراً جمیلاً، فلسفۃ اول من اورثہ الطاعنون وسواساً
پس صبر جمیل اختیار کر تم کو پہلے پہل جانے والوں نے رنج و غم کی
وراثت نہیں دی ہے۔

ابن ندیم نے مائیک شعراء اور ان کے اشعار کے بیان میں لکھا ہے
کہ ابوالصلح سندی کے اشعار تیس ورق ہیں اس سے مراد سلیمانی کاغذ
ہے جس کے ایک صفحہ میں بیس سطریں ہوتی ہیں۔ اس حساب سے
ابوالصلح سندی کے اشعار کی تعداد بارہ سو تھی ہے۔ اس کو اپنے ملک
ہندوستان سے بڑی بخت تھی اور یہاں کے فضائل و مناقب اپنے اشعار
میں بیان کیا کرتا تھا۔ جاحظ نے کتاب المیوان میں، اور قزوینی نے آثار
البلاد میں اس سے وہ اشعار نقل کیے ہیں جن میں ہندوستان میں
پیدا ہونے والی نادر اور نایاب اشیاء کا ذکر ہے۔ اسے مرز بانئی نے معجم
الشعراء میں ابوالصلح سندی کا تذکرہ ان شعراء میں کیا ہے جن کے نام
پر کفایت غالب ہے۔

اسے کتاب الورقہ ص ۹۰ و ۹۱، الفہرست ص ۳۳۳۔ ص ۳۲۔ اسے کتاب
المیوان ج ۲ ص ۲۴۰۔ و آثار البلاد ص ۱۳۸۔ معجم الشعراء ص ۵۵، البیان والبیان ج ۱ ص

ابوالعطاء سندی کوئی موی بنواسد کا نام الفج بن یسار یا مرزوق ہے وہ عباسی دور کے بلند پایہ شعراء میں شمار ہوتا تھا۔ ہندوستان کے عربی شعراء میں جو شہرت و ناموری اس کو نصیب ہوئی کسی دوسرے کو نہیں ملی، اس کا شمار حماسی شعراء میں ہے۔ دیوان الحماسہ کے باب الحماسہ اور باب الطرائف میں اس کے اشعار درج ہیں۔ اس کی شاعری کا بہترین زمانہ اموی دور تھا۔ عباسی خلفاء سے اس کی ان بن رہاکی، اس کا باب سندی عجیب تھا، صاف سمجھتی عربی زبان نہیں بول سکتا تھا۔ خود ابوالعطاء کی زبان میں شدید لکنت و عجیت تھی اور صحیح طور سے حروف ادا نہیں کر سکتا تھا۔ عطائنامی اس کا غلام اس کے اشعار سناتا اور پڑھتا تھا۔ اسی کے نام پر اپنی کینیت ابوالعطاء رکھی تھی۔ ۱۶۸ھ میں فوت ہوا۔ اس کے حالات عام طور سے ملتے ہیں۔ بعض پاکستانی فضلاء نے ابوالعطاء کا دیوان مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

ابراہیم بن سندی بن شاہک بغدادی محدث، مشکم خطیب کے ساتھ شاعر بھی تھا۔

ابولفضل سندی بن صدوق بغدادی کو ابن ندیم نے شعرائے کتاب میں شمار کر کے لکھا ہے کہ دیوان پچاس ورق میں تھا۔ زونو اس کا معاصر تھا۔ یہ شاعر ہونے کے ساتھ خلافت کے مراسلات اور خط و کتابت میں کاتب اور نشی تھا۔ اس کے غلام ہونے کی تصریح نہیں ملی۔

الفہرست ص ۲۳۶۔ مختصر تاریخ ابن عساکرت ص ۲۶۱، نکت الہیال۔ عمرو بن سندی موی ثقیف کا مستقل تذکرہ نہ مل سکا، انانی نے عباسی دور کے مشہور شاعر بخرد (ابو عمر حماد بن یحییٰ بن عمرو موی پتی عامر بن صدوق) کے

کے تذکرہ میں اس کا نام ایک واقعہ کے سلسلہ میں لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی عربی کا مشہور و مستند شاعر تھا۔ اور اسی نے عجم کے بارے میں چند اشعار کہے جن کی وجہ سے ان کا لقب عجمی پڑ گیا۔ ان میں سے دو اشعار یہ ہیں۔

سبحت بخلۃً رکبت علیہا عجباً منك خيبة للمسیر
ترعت انھا تراک کبیواً حملها عجمی الذنا والفجوس

ان کے علاوہ چار اشعار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن سندی شریف المطبع اور غیور شاعر تھا۔ اور اس کی اس بھوکا اثر یہ ہوا کہ حماد بن یحییٰ کا لقب ہی عجمی (سنگا) پڑ گیا۔ وہ بدنام بدکار شاعر تھا بھی۔ کشاہم کا نام ابو الفتح یا ابو الحسن محمد بن سندی بن شاکہ مولیٰ ابو جعفر منصور عرب کے نامور ترین شعراء میں سے ہے۔ کشاہم اس کا لقب ہے۔ کاف سے کتابت، شہین سے شعراء الف سے انشاء، جیم سے جہل اور میم سے مراد منطق ہے۔ وہ ان علوم و فنون میں ماہر تھا۔ اور شیرینی زبانی میں اس قدر مشہور تھا کہ لوگ مثل کے طور پر ایلخ من کشاہم کہا کرتے تھے ایک زمانہ میں سیف الدولہ کے والد ابو ایبجا عبد اللہ بن حمدان کے دربار کی شاخروں میں تھا۔ وہ فلسطین کے نواح رملہ میں رہتا تھا۔ مدلتوں مصر میں بھی رہا۔ ابن ندیم نے اس کی نقضائیف میں کتاب ادب الندیم، کتاب الرسائل، کتاب دیوان الشعر بتایا ہے۔ کشف الظنون میں کتاب المعانیذ لمطار و کا ذکر بھی ہے۔ ۳۳۰ یا ۳۳۱ میں فوت ہوا۔

۱۔ الاغانی حصہ ۱۲ ص ۱۵۵ الفہرست ص ۲۰۰ دہس ۲۴۰۔ مروج الذهب

ح ۲ ص ۱۵۲۳ شذرات الذهب ح ۳ ص ۳، کشف الظنون ح ۲ ص ۳۰۰۔

منصور ہندی غلام حفصویہ کا تذکرہ ابن ندیم نے ممالیک شعرا میں
کیا ہے اور اس کے اشعار کی مقدار کم بیان کی ہے :-

منصور الہندی غلام حفصویہ مقل یہ

ہارون بن موسیٰ ملتانی مولیٰ بنی از دملتان میں رہتا تھا۔ اپنی قوم
میں بڑی شان و شوکت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ یہاں اس کا ایک قلعہ
تھا۔ جس میں رئیسانہ و امیرانہ انداز سے رہتا تھا۔ ایک راجہ سے جنگ
کے موقع پر اس نے ایک قصیدہ کہا ہے جس سے اس کے شاعرانہ کمال کا
اندازہ ہوتا ہے۔ جا حظانے کتاب الحیوان میں، اور مسعودی نے مروج
الذہب میں یہ قصیدہ نقل کیا ہے۔

یہاں کے موالی و ممالیک نے فضل و کمال اور علم و فن
امراء و حکام کی دولت کے ساتھ حکومت و امارت سے بھی حصہ وافر

حاصل کیا۔ اور عباسی خلافت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو کر
بہترین خدمات انجام دیں عباسی خلفاء نے ان کی ذمہ داری اور وفاداری
پر پورا اعتماد کر کے اہم عہدوں پر رکھا۔ اور حکومت و امارت پاکر دوسرے
مالک کے موالی و ممالیک کی طرح انھوں نے کبھی اپنے غلبہ و استیلاء کے
بارے میں نہیں سوچا، بلکہ اپنی بہترین صلاحیت و قابلیت سے کام لیکر
نیک نامی اور اعتماد کے مستحق ٹھہرے، ان میں سے کئی ایک خلافت کے
دربست پر قابض تھے مگر اپنی وفاداری اور اعتماد کو کسی موقع
پر مجروح نہیں ہونے دیا۔ ان میں سندی بن شاہک مولیٰ ابو جعفر منصور

۱۔ الفہرست ص ۲۳۲۔ ۲۔ کتاب الحیوان ص ۱۱۰۔ مروج الذہب

ج ۲ ص ۱۰۰، ۱۱۰۔

خلافت عباسیہ اور ہندوستان

کا پورا خاندان نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اور ایک زمانہ تک براہِ مکہ کی طرح وہ بھی خلافت عباسیہ پر چھایا ہوا تھا۔

ابراہیم بن سندی بن شاہک مولیٰ ابو جعفر منصور نہایت عالم و فاضل، اور عباسی خلافت کا سرگرم داعی اور وفادار تھا۔ خلافت کے ہر معاملہ میں دخیل اور کئی عہدوں پر فائز تھا۔ جاہلانہ بیان اور اہتین میں اس کے مناقب و فضائل پر بڑا زور خرچ کیا ہے اور اس کے کئی واقعات بیان کئے ہیں۔ شہرستانی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم بن سندی بن شاہک نے راہب المعز لہ مزداد ابو موسیٰ عیسیٰ بن صیح سے اہل زمین کے بارے میں سوال کیا تو اس نے اپنی شدت و صلابت کی وجہ سے سب کی تکفیر کی، اس پر ابراہیم نے اس کو مخاطب کر کے کہا: کیا جس جنت کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے اس میں صرف تم اور تمہارے تین ساتھی رہیں گے، یہ سن کر مزداد خاموش رہا۔ ابراہیم بن عبد السلام، سندی بن شاہک کا بھتیجا ہے۔ اس کی کنیت ابو طوطہ ہے۔ یہ بھی عباسی امراء و حکام اہم عہدوں پر تھا۔ طبری نے لکھا ہے کہ ابو طوطہ ابراہیم بن عبد السلام ابن انجی سندی بن شاہک نے بیان کیا ہے کہ سندی بن شاہک نے مجھ سے کہا کہ میں موسیٰ ہادی کے ساتھ جبرجان میں تھا کہ مہدی کی وفات کی خبر آئی تو موسیٰ ہادی نے مجھے خراسان روانہ کیا اور خود سعید بن اسلم کو لے کر بغداد روانہ ہوا۔

۱۔ ابیان و اہتین ج ۱ ص ۲۶۶ ص ۱۳۰، ر ص ۱۶۸۔ ج ۲ ص ۲۶۱-۱۶۳۔

الملل والنحل ج ۲ ص ۳۰۳۔ تاریخ طبری ج ۹ ص ۳۰۵۔

ابراہیم بن عبداللہ بھی سندی بن شاہک کا بھتیجا ہے۔ مامون کے زمانہ میں درباری مقررین اور مہاجرین میں سے تھا۔ اور حکومت و امارت میں وکیل رہتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ مامون نے خراسان سے بغداد واپس آنے کے بعد اس کو حکم دیا کہ چند ایسے اہل علم و ادب کا انتخاب کرے جو مصاحب بن کمراس کے ساتھ رہیں۔ چنانچہ ابراہیم نے چند لوگوں کے نام لئے جن میں حسین بن ضحاک بھی تھا۔ جو پہلے محمد مخلوع کے ندمار میں سے تھا۔ جب ان کے نام مامون کے سامنے پڑھے گئے تو اس نے حسین بن ضحاک کو علیحدہ کر دیا۔ ۱۷

ابو حارثہ ہندی خلیفہ مہدی کے زمانہ میں سرکاری خزانہ کا کلید بردار تھا۔ ایک مرتبہ خزانہ خالی ہو گیا تو ابو حارثہ ہندی نے کنجیاں مہدی کے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ خانی خزانہ کی کنجی رکھنے سے کیا فائدہ! اس کے بعد مہدی نے مایات کی فراہمی کا انتظام کیا۔ ۱۸

امام اسمعیل بن علیہ بصری حافظ حدیث اور امام فقہ تھے۔ وہ بصرہ اور بغداد میں سرکاری عہدے پر فائز رکھے گئے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ امام ابن علیہ بصرہ میں زکوٰۃ و صدقات کی وصول پر مامور کئے گئے اور مامون کے آخری دور خلافت میں بغداد میں مظالم کے حاکم و امیر ہوئے۔ ۱۹

اسی سرکاری عہدہ کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مبارک نے ان کا وظیفہ بند کر کے ایک سخت تنبیہی قصیدہ لکھا۔ اور ابن علیہ نے فوراً

۱۷ اغانی ج ۷ ص ۸۳۔ ۱۸ مروج الذهب ج ۳ ص ۲۳۸۔ ۱۹ ابن سعد ج ۷ ص ۳۲۵۔

استغفار پیش کیا۔

خیابن بن یحییٰ سندی بغدادی خلیفہ مامون کے زمانہ میں بغداد کے پل پر متعین تھا۔ ۲۰۲ھ میں طاہر بن حسین خلیفہ مامون کے محافظ دستہ کا امیر ہوا تو فضل بن ربیع کو لکھا کہ تم مجھے ایسے دو آدمیوں کے نام بتاؤ جن کو میں بغداد کے پل پر متعین کروں۔ فضل بن ربیع نے خیابن بن سندی اور عیاش بن قاسم کے نام لکھ کر بھیجے اور طاہر بن حسین نے ان کو دونوں پلوں پر مقرر کیا۔

سندی بن شاہک مولیٰ ابی جعفر منصور کا نام محمد اور یحییٰ ماں کا نام شاہک ہے اور اسی سے مشہور ہے۔ مشہور شاعر کشاجم کا دادا ہے۔ نہایت باشعور اور معاملہ فہم آدمی تھا۔ اور منصور و ہارون کے زمانہ میں خلافت کے معاملات میں بہت زیادہ دخیل تھا۔ اس کو صاحب المحرس کہتے تھے۔ ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد کے پل کا نگران تھا۔ ایک زمانہ میں بغداد کا حاکم بھی رہ چکا ہے۔ ۱۹۱ھ میں ہارون نے اس کو حکم دیا تھا کہ بغداد کے ذمیوں کے لباس اور ہیئت کو مسلمانوں سے جدا کرنے کا انتظام کرے۔ ۱۸۶ھ میں دریائے دجلہ میں شدید طغیانی آئی تو سندی بن شاہک نے عوام کے لئے پل بند کر دیا تھا۔ ہارون رشید نے براہک کے بارے میں خفیہ معلومات کے لئے اسی کو متعین کیا تھا۔ جس کے بعد ان پر زوال و ادبار آیا۔

۱۔ کتاب بغداد احمد بن ابی طیفور بحوالہ عصر المامون ج ۱ ص ۳۲۲۔ ۲۔ تاریخ طبری ج ۱۰ ص ۱۰۰۔ ۳۔ مناقب الامام احمد بن حنبل ص ۲۷۔ ۴۔ کتاب الوزراء والکتائب، جہشیری ص ۲۳۶۔ ۵۔ ص ۲۳۷۔

محمد الایمن کے اختلال کے زمانہ میں اس کے دل و دماغ اور معاملات پر جو لوگ قابض و دخیل تھے ان میں سندی بن شاہک بھی پیش پیش تھا۔ یہ تاریخ طبری، عبون الاخبار اور آغانی میں اس کے بہت سے واقعات درج ہیں جن سے خلافت میں اس کے عمل دخل کا پتہ چلتا ہے۔

سندی بن شاہک کی ایک بہن بھی اس کے ساتھ سرکاری کاموں میں شریک رہا کرتی تھی۔ جس زمانہ وہ داروغہ جیل تھا۔ اس کی بہن بھی اس کے ساتھ تھی۔ ۱۶۹ھ میں ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم کو گرفتار کیا اور بغداد لے جا کر جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس وقت یہی عورت جیل کی ذمہ دار تھی۔

ہارون نے ان کو سندی بن	فجیہ عند السندی بن
شاہک کی نگرانی میں جیل خانہ	شاہک، و تولى حبسه
میں رکھا۔ اور ان پر سندی	احت السندی بن شاہک
بن شاہک کی بہن نگرانی مقرر	وکالت تتدین۔
ہوئی وہ دیندار عورت تھی۔	

اس نے جیل خانہ میں امام موسیٰ کاظم کی عبادت و ریاضت دیکھ کر ان کے بارے میں اپنے ان تاثرات کا اظہار کیا تھا۔

خاب قوم تعرضوا لهذا	اس نیک آدمی کو چھیرنے والے
الرجل الصالح۔	نامراد ہیں۔

سندی مولیٰ حسین الخادم، خلیفہ واثق کے زمانہ میں حکومت و امارت کے منصب پر تھا۔ طبری نے لکھا ہے کہ سندی مولیٰ حسین الخادم

سہ اثبتیہ والاشراف ص ۳۲۹۔ سہ کامل ابن اثیر ص ۵۲۔

کا بیان ہے کہ ۲۳۱ھ میں رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگی قیدیوں کے قیدیہ اور تبادلوں کی بات چیت مکمل ہوئی تو طرسوس سے دور مقام سلوقیہ میں دریائے لاس پر مسلمانوں اور رومیوں نے پل باندھا، ہم لوگ رومیوں کو ان کے پل سے پار کرتے تھے۔ اور رومی مسلمانوں کو اپنے پل سے پار کرتے تھے۔ اور دونوں طرف کے قیدی اپنے اپنے آدمیوں میں جا کر مل جاتے تھے۔

سندی بن یحییٰ حرشی، مامون اور ہارون رشید کے دور میں خلافت کے اہم معاملات میں دخیل تھا۔ ۱۹۶ھ میں ہیثم بن شعبہ اور سندی بن یحییٰ حرشی دونوں واسط کے امیر تھے۔ اور جب طاہر نامی ایک باغی اپنی فوج لے کر چلا تو دونوں وہاں سے بھاگ نکلے۔ ۲۰۲ھ میں اہل بغداد نے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر کے اس کو المبارک کا لقب دیا تھا۔ اور یہ کام سندی بن یحییٰ حرشی، صالح صاحب المصلیٰ، منجاب، نصیر اور دوسرے موالی و ممالیک نے مل کر کیا تھا کیوں کہ اس وقت یہی لوگ خلافت اور فوج پر قابض ہو کر، مامون کے خلاف صف آرا رہے۔ طبری نے سندی بن یحییٰ کے کئی واقعات بیان کئے ہیں۔

سندی بن سہل بغدادی ابو جعفر منصور کے موالی اور امراء میں سے تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ۱۶۶ھ میں ملک شام میں نزار یہ اور بمانیہ کے درمیان زبردست فتنہ برپا ہوا۔ دونوں قبائل کے درمیان عصبیت کی آگ سب سے پہلے حوران میں بھڑکی، اور زمانہ جاہلیت کی جنگ کا نقشہ پیدا ہو گیا۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی

۱۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۲۰۔ ۲۔ تاریخ طبری ج ۱۰ ص ۱۶۸ و ص ۱۴۲۔

قتل ہوئے۔ اس وقت ملک شام کا امیر بارون رشید کا چچا زاد بھائی
 موسیٰ بن عیسیٰ تھا اور شہر دمشق کا امیر ابو جعفر منصور کا غلام سندی
 بن سہل تھا جب جنگ دور دور تک پھیلنے لگی تو سندی بن سہل نے
 اس ڈر سے دمشق کی شہر پناہ گرا دی کہ کہیں نزار یوں کا سردار ابو
 الہیذام مڑی اس پر قبضہ نہ کر لے۔
 امام ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سندی مدنی صاحب المغازی کو
 خلیفہ مہدی مدینہ منورہ سے اپنے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور زاد سفر کے
 طور پر ایک ہزار درہم دیئے اور ان کے لیجانے کا مقصد یوں ظاہر
 کیا :-

تكون بجزرتنا فتفقه من آپ ہمارے پاس رہیں اور
 حولنا۔ ہمارے آدمیوں کو دیکھنا تعلیم
 دیں۔

اس کے بعد امام ابو معشر مہدی کے اہل دربار کو دینی تعلیمات
 و احکام کا درس و مذاکرہ کراتے رہے۔ حتیٰ کہ وہیں رمضان ۱۱۷ھ میں
 فوت ہوئے۔

ابو روح فرج سندی بصری مولیٰ محمد بن سکین حساب و کتاب اور
 تجارتی معاملات میں بہت ماہر تھا۔ اور اپنے آقا کے لئے بے شمار دولت
 کمائی، جا حط نے لکھا ہے کہ بغداد و بصرہ کے صرف صرف سندھیوں کو
 اپنے سرمایہ کا ذمہ دار بناتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک یہ لوگ
 دین میں امانت دار اور حساب و کتاب میں ماہر ہوتے ہیں، کسی

۱۰ ص ۱۶۸۔ راجعہ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶۔ و تاریخ بغداد ج ۱۳
 ص ۴۲۶

صراٹ کا کلید بردار سندھ کے علاوہ رومی یا خراسانی نہیں ہے۔
بصرہ کے صرافوں اور جرئی بوٹیوں کے تاجروں نے دیکھا کہ ابو روح
سندھ کے اپنے آقا کو بے شمار دولت اور جائداد کا مالک بنا دیا ہے۔
تو ان سب نے اس لالچ سے سندھ کی غلام خرید کر ابو روح سندھ
کی طرح ان کا سندھ کی غلام بھی چند دنوں میں دولت سے مالا مال کر
دے گا۔

مطرز سندھ مدنی معنی کو مشہور غزل گو شاعر ابو جمیل مول بن جمیل نے
خریدا تھا۔ وہ معنی ہونے کے باوجود نہایت پارہ سا اور نیک آدمی تھا۔
اور اپنے آقا کی غلط روش پر شدید نکیر کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ابو جمیل نے
یہاں کے دو معنیوں کو اپنے گھر بلایا اور انھوں نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا
تو مطرز نے اس سے کہا کہ تم کو کچھ معلوم کہ کیا کر رہے ہو؟ اس پر ابو
جمیل نے اسے پاگل بتایا اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ کو گواہ
بنا کر کہتا ہوں کہ تم نے ان دونوں معنیوں کو گھر میں بلا کر اللہ تعالیٰ
کی گرفت سے نڈری کا مظاہرہ کیا ہے۔

افغانی میں اسی قسم کے دو اور واقعات درج ہیں۔
نفیس سندھ، جاخط کا غلام تھا۔ ایک مرتبہ جاخط نے اپنے خادم
سے پوچھا کہ اس غلام کو کون سا کام سپرد کروں؟ اس نے بتایا کہ اسے
سندھی جوتنا بنانے والوں میں شامل کر دو۔ یعنی یہ سندھی جوتنا بنانے
میں ماہر ہے اور اس سے یہی کام کراؤ۔

۱۴ رسائل جاخط ص ۱ ص ۲۲۲، کتاب الخواص ص ۳ ص ۲۳۵۔ اللہ الافغانی ج ۱۴

ص ۸۳۔ اللہ البیان والیقین ج ۱ ص ۱۲۵۔

نعال کنبا بتیہ (کہبائت کے جوتے) عرب میں بہت مشہور تھے۔ اور یہاں سے بیماری اعداد میں جاتے تھے۔ اسی طرح نعال سند یہ (سندی جوتے) بھی مشہور تھے، نفیس سندی جفت سازی میں ماہر تھا، اور یہاں کے جوتے بہت اچھے بناتا تھا۔

صالح سندی، ابو جعفر منصور کے زمانہ میں واسط میں بہت بڑی جائداد کا مالک تھا۔ افغانی نے حماد بن کثیر کے تذکرہ میں ایک مقام پر اس کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے سندھ اور ہندوستان چند مشہور بانڈیاں کے مختلف مقامات کے مولیٰ اور مولاہ حسن و جمال ہنر و کمال، امور خانہ داری، موسیقی، طباطبائی اور حسن انتظام میں عرب میں شہرت رکھتے تھے۔ اور عزت و خواہش کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ان میں کئی ہندی بانڈیاں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں اور ان کے تذکرے کتابوں میں ملتے ہیں۔

خمار مغنیہ قدحاریہ کو بچپن میں عہد اللہ بن ربیع نے دو لاکھ دینار پر آل یحییٰ بن معاذ سے خریدا اور اس کو موسیقی کی تعلیم دلائی، مشہور مغنی ابراہیم بن موصلی اس کا استاد ہے۔ خمار کی آواز اور موسیقیت پر اہل فن فدا رہتے تھے۔ اور بار بار اس سے اشعار سنتے تھے۔
دوم سند یہ بغدادیہ، بغداد میں بنیذ بنا کر فروخت کرتی تھی اور نیازہ مشہور تھی، ایک مرتبہ مشہور شاعر ابو دلامہ کے یہاں کچھ دوست آئے تو اس نے دوم سند یہ کی دوکان سے بنیذ منگائی، جب دوسری

بار منگائی اور دوم قیمت وصول کرنے آئی تو ابودلامہ نے کہا کہ میرے پاس دیسے نہیں ہیں۔ البتہ دعا دیتا ہوں۔ پھر اس کے بارے میں تین گندے اشعار کہے۔

سکر سند یہ، خلیفہ مہدی کی باندی تھی اس کے کان پھدے ہوئے تھے، اس کے بطن سے اسحاق بن مہدی پیدا ہوا۔

غلہ سند یہ بغدادیہ، امیر سندھ روح بن حاتم کی باندی تھی۔ عیاض بن حکم بن عوانہ کلبی نخوی کے ایک واقعہ میں اس کا نام آیا ہے کہ روح بن حاتم اپنے بالاخانہ میں اس کے ساتھ تھا۔

شہدہ طحانہ سند یہ بغدادیہ، دن میں لوگوں کا آٹا پیس کر اپنی مالکہ کو مقررہ رقم ادا کرتی تھی۔ اور رات میں گھر والوں کی خدمت کیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر اس کی مالکہ نے کہا شہدہ تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔ یہ سنتے ہی شہدہ بولی کیا میں آزاد نہیں ہوئی پھر کو دروازہ پر آئی اور چلا کر کہنے لگی۔ جو عورت مجھے زانیہ کہہ کر گالی دے وہ خود زانیہ ہے۔ جو مجھے چور کہے وہ خود چور ہے۔ جو مجھے بد فعل کہے وہ خود بد فعل ہے۔ پھر اپنی مالکہ سے کہا کہ لاؤ مجھے چکی دو۔ یعنی اب میں آزاد ہوئی ہوں اور آٹا پیسنے کا کام کروں گی۔ میرے لیے ایک چکی کا انتظام کر دو۔

عجوز سند یہ بغدادیہ کا ذکر کتاب الحیوان میں یوں کیا ہے کہ

۱۔ کتاب البدیع، ابن المغز، طبع لندن گراڈ ص ۳۱، ۲۔ کتاب المنق ص ۳۵
۳۔ طبقات النخویین والغرین ص ۲۲۶، ۴۔ رسائل جاحظ،
کتاب الخیل ج ۲ ص ۲۲۱۔

ایک سندھی بڑھیا اونٹ پر سوار ہوئی اور جب اونٹ چلنے لگا تو
 وہ بڑھیا گھبرا کر اپنی سندھی زبان میں بولی کہ اللہ اس زلزلے میں اونٹ
 کا استیصال کرے شرارت کر رہا ہے۔

ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

ۛ کتاب الحيوان ج ۳ ص ۵۰۔

استدراکات

”خلافتِ امویہ اور ہندوستان“

”خلافتِ امویہ اور ہندوستان“ پر یہ چند استدراکات نہایت اہم اور ضروری ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ۱۴۱ھ فتح ارمائیل صفحہ ۵۵

میں ارمائیل فتح ہوا جیسا کہ پچ نامہ میں ہے۔ نیز ابن حزم نے جہزۃ النساب العرب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

عمر بن عبید اللہ امیر

فارس، ولہ اعمال صالحۃ

عمر بن عبید اللہ بن عمر مسمی امیر

فارس کی غزوة فارس میں

فارس کی غزوة فارس، وهو

شانداز خدمات ہیں اور انھوں

فتح ارمائیل - (ص ۱۴۰) نے ارمائیل فتح کیا ہے۔

بلاذری کے بیان میں ہے :-

وكانت بلغتهم سیرتہ

ومذہبہ یعنی راجوں

کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے حالات اور دینداری کی خبریں مل چکی

تھیں۔ یہاں کے غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف کا ایک اہم واقعہ

الہم ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں ایک لفظ کے ضمن

میں بیان کیا ہے جس سے یہاں کے راجے اور عوام بہت متاثر ہوئے تھے۔ اسے ان ہی کے الفاظ میں سنئے :-

ان رجلاً من اهل الهند
قدم عدن بامان فقتله
رجل باخيه، فكتب فيه
الى عمر بن عبد العزيز، فكتب
ان يوخذ منه خمسمائة
دينار، ويبعث بها الى
ورثة المقتول، وامر
بالقاتل ان يجس -

(صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۷)

ہندوستان سے ایک ہندو
امان لے کر عدن میں داخل ہوا
اور اسے ایک مسلمان نے اپنے
بھائی کے بدلہ میں جو ہندوستان
میں غیر مسلموں کے ہاتھ قتل
ہوا تھا قتل کر دیا۔ جب اس
سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز
کو لکھا گیا تو آپ نے لکھا کہ قاتل
سے پانچ سو دینار لے کر مقتول
کے ورثہ کے پاس ہندوستان
بھیج دئے جائیں۔ اور قاتل کو
تید کی سزا دی جائے۔

اس کے بعد امام ابو علی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے
کے نزدیک غیر مسلم معاہدہ کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف تھی۔ اور
اس ہندی غیر مسلم کو جو امان لے کر عدن میں داخل ہوا تھا۔ آپ نے
مسلمانوں کے ساتھ رہنے والے غیر مسلم کے درجہ میں رکھا۔ اسی لئے
مسلمان قاتل سے نصف دیت دلوں کو اسے سزا کا حکم دیا۔

اہل بیرون کی مسلمانوں کو دعوتِ طعام صفحہ ۳۶۱ | اس سلسلہ میں
بلاذری کی عبارت

فاقا موال محمد العلوفا کا بہتر ترجمہ یہ ہے کہ اہل بیرون نے محمد بن قاسم کی دعوتِ طعام کی۔

جامع ملتان صفحہ ۳۷۲ ہم نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اموی دور میں ملتان میں ایک بہت بڑی اور شاندار

مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جو تیسری صدی تک موجود تھی۔ الخ

اس مسجد کو عباسی دور کے بعد محمد بن قاسم بن منبہ سامی اپنی دولت سامیہ ملتان نے تعمیر کیا تھا جیسا کہ البیرونی نے لکھا ہے وہی ہناك مسجد جامع (صفحہ ۵۶ کتاب الہند) مگر البیرونی نے اسی کو اموی دور کی مسجد بتایا ہے۔ چنانچہ دولت سامیہ پر فرامطہ کے قبضہ کرنے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ جلم بن شیبان نے ملتان کے بت خانہ کو گمراہا اور ساتھ ہی جامع مسجد کو بند کر دیا کیوں کہ وہ اموی دور میں بنی تھی۔

وجعل بیتہ - وهو قصر مبنی من الاجر علی مکان مرتفع۔ جامعاً بدل الجامع الاول وانقل ذلك بغضاً لما عمل في ايام بني امية۔ البیرونی کا ترجمہ ہم نے بھی بخجالی میں اسے اموی دور کی مسجد لکھ دیا ہے۔

:- تحت بالقبید :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۹۶۵ء میں ندوۃ المصنفین سے ”عرب و ہند عہد رسالت میں“ شائع ہوئی، اس کے بعد ”خلافت راشدہ اور ہندوستان“، ”خلافت امویہ اور ہندوستان“، ”ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں“ اور اسلامی ہند کی عظمت رفتہ“ کی اشاعت وقفہ وقفہ سے ہوتی رہی، اور اب خلافت عباسیہ اور ہندوستان“ کی باری آئی ہے، اس طرح سترہ سال کی مدت میں ہندوستان کی خالص اسلامی عربی تاریخ پہلی بار نہایت محققانہ انداز میں سامنے آئی، ترتیب و تسلسل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس سلسلہ کی آخری کتاب ”ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں“ ہوئی جس کی اشاعت پہلے ہی ہو چکی ہے، بہر حال اس علمی و تحقیقی خدمت کے نتیجہ فاضل مؤلف مولانا قاضی اطہر مبارک پوری اور ادارۃ ندوۃ المصنفین دونوں ہی ایک قرضہ سے سبکدوش ہوئے، واقعہ یہ ہے کہ موصوف نے اس ملک کی خالص اسلامی عربی تاریخ کے موضوع کو اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں کا محور بنا کر جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ ہر اعتبار سے لائق تحسین ہے، اور ان کی ان گراں قدر تصانیف کو اسلامی تاریخ کا بیش بہا اور نادر خزانہ کہا جاسکتا ہے، اس میں شک نہیں کہ جناب مؤلف اس بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا چلے اور جب منزلی مقصود پر پہنچے تو اپنے ساتھ باغ و بہار کا ایک پورا قافلہ لے کر آئے۔

ندوۃ المصنفین کے بنیادی مقاصد میں ہندوستان کی خالص اسلامی تاریخ کی تالیف و اشاعت بھی تھی، الحمد للہ کہ اس سلسلہ کی تکمیل کے بعد یہ مقصد پورا ہو گیا۔

”خلافت عباسیہ اور ہندوستان“ بھی کچھ کتابوں کی طرح تحقیق و تلاش کی تھکانے والی جدوجہد کا نتیجہ ہے اور کتاب ہر اعتبار سے معیاری ہے، اس کے مطالعے کے بعد

قارئین کے سامنے عہا سہ دور کا پورا نقشہ آجائے گا، جس میں یہاں کی علمی، دینی، تمدنی، معاشی معاشرتی اور تہذیبی زندگی کے خدو خال موجود ہیں،

فاضل مؤلف نے اس کتاب میں خاص طور سے ہندوستان کے علم و علماء کے بارے میں بڑی کاوش کی ہے اور بتایا ہے کہ اس دور میں یہاں کے کن کن شہروں میں علماء و محدثین کے تعلیمی حلقے قائم تھے، اور بیرونی ممالک میں کون کون حضرات علمی سرگرمی دکھا رہے تھے، کتاب کا یہ حصہ اس لیے خاص طور سے قابل توجہ ہے کہ عام خیال کے مطابق اس دور میں یہاں علم و علماء کی کوئی سرگرمی نہیں تھی، یہاں کے جو چند اہل علم باہر کی دنیا میں رہے وہ کسی خاص مقام و مرتبہ کے حامل نہیں تھے، کتاب کے اس حصہ کے مطالعہ کے بعد یہ نظر یہ غلط ہو جاتا ہے اور اسی کے برخلاف یہاں کے علماء و محدثین کی کثیر تعداد اندر و باہر سرگرم تدریس و تصنیف معلوم ہوتی ہے،

پچھلے چند ماہ سے مجھے امراض و اسقام کے ہجوم نے گھیر رکھا ہے، قدیم رسم کے مطابق یہ چند سطرین بطور مقدمہ کے لکھوادی ہیں۔

امید رکھتی چلیے کہ قاضی صاحب کی پھلی کتابوں کی طرح ان کی اس کتاب کو بھی علمی حلقوں میں مقبولیت حاصل ہوگی،

عیتق الرحمن عثمانی

ندوة المصنفین، اردو بازار، دہلی۔

۲۶ شعبان ۱۳۰۲ھ

۱۹ جون ۱۹۸۲ء

